بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ ان علینا جمعہ وقرآنہ فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ ثم ان علینا بیانہ

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں زمن ہست القرآن تفسیرے با تحقیق حقائق و معارف
خزینۂ اسرار و لطائف کاشف مشکلات قرآنیہ و دافع معضلات فرقانیہ

مسمّٰی بہ

معارف القرآن (تکملہ)

جدید

تالیف: حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ابن

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا الحافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی

رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

جلد ہفتم مشتمل بر تفسیر پارہ (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷)

بر ترجمہ حقیقت آگاہ معارف پناہ عارف باللہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب دہلوی قدس اللہ سرہٗ

شائع کردہ

مکتبۃ المعارف

دار العلوم الحسینیہ شہداد پور

سندھ، پاکستان

لیکن ان اللہ ما المخذول؛ فاعطی وکل شیء عندہ باجل مسمّی

اللہ کو یہی منظور تھا کہ پانچویں جلد کی طباعت کے بعد حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

اس عظیم سایۂ عاطفت کے اٹھ جانے سے جس نے نہ صرف ہم کو بلکہ کل علماء اور طلباء ہی کو یتیم بنا دیا۔ قلب و دماغ مجروح تھا اور اس گرانقدر علمی خزانہ کے دفن ہو جانے کے غم کے ساتھ تفسیر معارف القرآن کی تکمیل کا غم اور فکر بھی قلب پر پہاڑ بنا ہوا تھا، میں اپنی بے سرو سامانی کے باعث یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ یہ عظیم سلسلہ آئندہ جاری رکھا جا سکے گا لیکن حق تعالیٰ کا فضل و انعام ہے کہ اس کی توفیق و تائید سے جلد ششم سے نہم تک چار جلد طبع کرا کر حضرات اہل علم کی خدمت میں پیش کیں۔

عجیب شان خداوندی ہے کہ مسودۂ تفسیر سورۂ صافات کی آخری آیت سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پر پہنچ کر ختم ہو گیا اور اس آیت کی تفسیر کے بعد حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ گویا رحمت خداوندی نے اہل جنت کا وَاٰخِرُ دَعْوٰىھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ والا شرف عطا فرما دیا۔

حدیث میں انہی کلمات تسبیح و تحمید پر ہر مجلس کے اختتام کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ خدا کی شان ان کی ساری مجلس زندگی ہی ان کلمات کی تشریح و تفسیر پر ختم ہوئی۔ طبرانی نے زید بن ارقمؓ سے ایک روایت تخریج کی ہے، اس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے ہر نماز کے بعد یہ کلمات کہہ لیے یعنی سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ الخ تو اس نے بڑے بڑے پیمانوں سے ناپ کر اجر و ثواب کے عظیم ذخیرے جمع کر لیے۔ تو حق تعالیٰ جل شانہٗ نے حضرت والد صاحبؒ کی تمام علمی خدمات کے بعد حیات مبارکہ کا اختتام انہی کلمات پر مقدر فرمایا وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

یہ ناچیز گنہگار علم و عمل سے تہی دامن اس عظیم المرتبہ تفسیر کی تکمیل کا یقیناً اہل تو نہ تھا اور اس کے تصور کی جرأت بھی نہ کر سکتا تھا، لیکن اپنے بزرگ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے حکم فرمانے پر سورۂ صٓ سے معارف القرآن کے تکملہ کا ارادہ کر لیا۔ حضرت شیخ الحدیث کے قلم مبارک سے بسم اللہ لکھوا کر مسودہ کی ترتیب شروع کر دی۔

"ریشم میں ٹاٹ کا پیوند" ایک مثال ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ میرا ناقص پیوند اس سے بھی کم درجہ رکھتا ہے، بہرکیف جو بھی کچھ ہو سکا بتوفیق خداوندی جھد المقل دموعہ کے طور پر انتہائی ندامت کے یہ جلد حضرات اہل علم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، میں اپنے عجز و قصور کا معترف ہوں، اور بلا کسی جھجک اپنے اکابر اور احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ ناچیز کے اس حصۂ تفسیر میں جو خامی اور غلطی محسوس فرمائیں، اس سے ناچیز کو مطلع فرمائیں۔ بڑا ہی احسان ہوگا۔ اور حق تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائیگا۔

اپنے تمام بزرگوں اور احباب کی خدمت میں عاجزانہ درخواست ہے کہ دعا فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ

رب العزت اپنی توفیق ورحمت سے تکملۂ معارف القرآن کی تکمیل واشاعت آسان فرمائے۔
آمین یارب العالمین

صلی اللہ تعالیٰ علی صفوۃ البریۃ سیدنا ومولانا محمد وآلہ و
صحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

بندہ محمد مالک کاندھلوی (رحمۃ اللہ علیہ)

(سابق) الشیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

احوال و آثار

شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند اور انکے جانشین تھے۔ کاندھلہ کے جس علمی خاندان سے آپکا تعلق ہے وہ محتاج تعارف نہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب والد کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور والدہ کی جانب سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

ولادت و تعلیم

آپ صوبہ یو۔ پی (انڈیا) کے قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں ۱۳۴۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز حفظ قرآن کریم سے ہوا، دس برس کی عمر میں آپ نے قرآن کریم حفظ کر لیا پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔

والد ماجد مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں دارالعلوم دیوبند میں شیخ التفسیر کے عہدۂ جلیلہ پر فائز تھے، آپ بھی اعلیٰ تعلیم کے لیے مادر علمی دارالعلوم دیوبند آ گئے، اور وہاں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، شیخ الحدیث مولانا اعزاز علی، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی اور والد ماجد حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

تحریک آزادیٔ ہند کے دوران علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ نے مسلم لیگ سے وابستگی اختیار کرلی جبکہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ کانگریس کے حامی تھے۔ علامہ عثمانی رحمہ نے اس خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے کہ یہ سیاسی اختلاف کسی وقتی مخالفت میں تبدیل نہ ہوجائے، دارالعلوم دیوبند کو خیرباد کہا اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت) سے وابستگی اختیار کرلی۔ مولانا محمد مالک کاندھلوی اس وقت دورۂ حدیث کے آخری مرحلہ میں تھے آپ بھی مولینا کے ساتھ ڈابھیل آگئے اور جامعہ اسلامیہ میں آپ نے دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ علامہ شبیر احمد عثمانی اور مولانا بدر عالم میرٹھی جیسے کبار محدثین سے کسب فیض کیا۔ سنہ ۱۳۶۲ھ میں آپ درس نظامی کی تعلیم سے فارغ ہوگئے

فراغت کے بعد اس خیال سے کہ اہلِ علمی میں اپنے اساتذہ کی زیر نگرانی تدریس اور تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول ہوجائیں گے، دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اسی زمانہ میں دارالعلوم میں جامع العلوم بہاولنگر کے مہتمم صاحب آئے ہوئے تھے، انہوں نے مولینا سے بہاولنگر میں تدریس کی درخواست کی آپ اپنے والد بزرگوار کے مشورہ اور ان کی رائے سے بہاولنگر چلے گئے اور آپ ہی کی کوششوں سے حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی بہاولنگر آگئے، یہاں سے آپ نے تدریس کا آغاز حدیث میں صحیح مسلم اور ابوداؤد، تفسیر میں جلالین اور فقہ میں ہدایہ کی تدریس سے کیا۔

سنہ ۱۳۶۳ھ میں آپ کو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریس کی پیشکش کی گئی جو اس اعتبار سے قابلِ قدر تھی کہ اس مدرسہ سے آپ نے فراغت حاصل کی تھی اور پھر وہاں آپ کو اپنے اساتذہ کے پہلو بہ پہلو تدریس کا موقع مل رہا تھا، چنانچہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ ڈابھیل آگئے یہاں آپ نے نابغۃ العصر حضرت علامہ مولینا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ درس حدیث کی ذمہ داریوں کو نبھایا۔

قیام پاکستان کے بعد حیدرآباد سندھ کے مضافات میں ٹنڈوالہ یار کے مقام پر دارالعلوم دیوبند کی طرز پر ایک مدرسہ قائم کیا گیا اور اس کا نام بھی دارالعلوم اسلامیہ رکھا گیا۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش اور فیصلے کے مطابق مولینا احتشام الحق تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کو مدرسہ کا مہتمم بنایا گیا۔

مولانا محمد مالک کاندھلوی نے بھی قیام پاکستان کے بعد پاکستان ہجرت کا ارادہ کرلیا تھا، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ملتان خیر المدارس لے جانا چاہتے تھے لیکن استاد محترم علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ کی خواہش تھی کہ آپ ٹنڈوالہ یار جائیں۔

چنانچہ سنہ ۱۳۶۸ھ سنہ ۱۹۴۹ء میں آپ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دہلی سے کراچی آئے اور ٹنڈوالہ یار کو ترجیح دی۔

سنہ ۱۹۴۹ء سے اواخر سنہ ۱۹۷۴ء تک آپ نے ۲۵ برس ٹنڈوالہ یار میں گزارے جہاں

آپ کو اکابر محدثین کے ہمراہ درس حدیث کا موقع ملا۔

بڑی تعداد میں اندرون و بیرون ملک کے طلبہ نے آپ سے کسب فیض کیا۔ یہ بات میں نے مولانا سے خود کئی مرتبہ سنی، آپ فرماتے تھے:

"میں اپنے وطن کاندھلہ میں اتنا عرصہ نہیں رہا جتنا وقت میں نے ٹنڈو الہیار میں گزارا۔"

۱۳۹۴ھ سنہ ۱۹۷۴ء میں جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث اور میرے جد امجد حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ حضرت مولانا صاحب کی وفات کے بعد علماء کرام خصوصاً مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی اہلیہ محترمہ پیرانی صاحبہ کے اصرار پر آپ ۲۸ اکتوبر ۱۹۷۴ء ۔ ۱۱ شوال المکرم ۱۳۹۴ھ کو ٹنڈو الہ یار کو خیرباد کہہ کر لاہور آگئے اور اپنے والد گرامی کی جگہ جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز ہو گئے۔

بخاری شریف پڑھانا یوں بھی نہایت دقیق اور مشکل امر ہے پھر اس جگہ پر بخاری پڑھانا جہاں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی جیسا محدث بخاری پڑھاتا رہا ہو۔ یقیناً یہ ایک ایسا معاملہ تھا کہ جسے مولانا محمد مالک کاندھلوی جیسی صاحب علم شخصیت ہی نبھا سکتی تھی۔

چند ہی سالوں میں مولانا کا درس بخاری علماء و طلباء میں مقبول ہو گیا، درس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ مولانا نے پہلے سال جب بخاری شریف پڑھائی تو طلباء کی تعداد ۶۰ تھی اور جس سال مولانا کا انتقال ہوا، طلبہ کی تعداد ۴۰۰ سے متجاوز تھی۔

۱۱ اکتوبر ۱۹۸۸ء ۔ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ کو جمعرات و جمعہ کی درمیانی شب میں آپ کو اچانک دل کا دورہ پڑا اور اسی عارضہ سے آپ چند گھنٹوں میں خالق حقیقی سے جا ملے۔

حق جل مجدہ نے آپ کی وفات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے کئی مناسبتیں پیدا کیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے تعلق اور علم حدیث سے مناسبت کی مظہر ہیں۔

۱۔ آپ کی وفات ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی۔

۲۔ آپ کی وفات ربیع الاول کی ۹ تاریخ کو ہوئی۔

۳۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جمعہ کا روز عطا فرمایا۔ جامعہ اشرفیہ میں نماز جمعہ کے بعد سہ پہر ۳ بجے نماز جنازہ ادا کی گئی۔

آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

مولینا محمد مالک کاندھلوی تحریک پاکستان میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے اور ان سے شرف تلمذ اور دین کی تربیت کے نتیجہ میں ان کو پاکستان سے والہانہ محبت وعقیدت تھی، ہمہ وقت اسی فکر میں رہتے کہ کس طرح پاکستان میں دین اسلام نافذ ہو جائے۔

جولائی ۱۹۷۷ء میں جب جنرل ضیاء الحق برسر اقتدار آئے تو علماء سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان سے اسی موضوع پر گفتگو ہوئی۔

جنرل صاحب نے آپ کو مجلس شوریٰ کا رکن نامزد کیا۔ میں اس مجلس میں موجود تھا جس میں جنرل صاحب نے مولانا سے شوریٰ کی رکنیت قبول کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا میرا مزاج نہیں جس پر جنرل صاحب مرحوم نے فرمایا یہ بھی آپ کا ایک قسم کا درس بخاری ہوگا۔ وہاں درس میں طلبہ مستفید ہوتے ہیں، یہاں ہم لوگ مستفید ہوں گے۔ چنانچہ مولینا نے شوریٰ کی رکنیت قبول کرلی۔ اور اخیر تک اس کے رکن رہے۔ مولانا نے وہاں جو دینی وملی خدمات سر انجام دیں اور قانون اسلامی کے لیے جو کوششیں کیں وہ محتاج تفصیل ہیں۔ جنہیں پھر کسی موقع پر سپرد قلم کروں گا۔

انصاری کمیشن کے رکن کی حیثیت سے اسلامی نظام حکومت کے لیے سفارشات مرتب کیں اور ایجوکیشن کے رکن کی حیثیت سے نظام تعلیم کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کے لیے آپ کی کوششیں تاریخ پاکستان کا حصہ ہیں۔

ہو

تصنیفات وتالیفات

آپ کو درس و تدریس اور تبلیغ و وعظ کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف سے خصوصی شغف تھا، متعدد تبلیغی رسائل کے علاوہ "التعریف اصول التفسیر"۔ "مناہل العرفان فی علوم القرآن"۔ "سراج الہدایہ" "تاریخ حرمین"۔ "پیغام مسیح"۔ "ترجمہ تجرید صحیح مسلم" تالیف فرمائیں۔ تصنیفی میدان میں آپ کا سب سے بڑا کارنامہ اپنے مرحوم والد گرامیؒ کی تفسیر "معارف القرآن" کی تکمیل ہے۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی اس تفسیر کے ۲۳ سپارے مکمل فرمائے تھے ۲۴واں پارہ جاری تھا اور سورۂ صٰفّٰت مکمل ہوئی تھی کہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ مولانا محمد مالکؒ نے سورۂ صٓ سے سورت والناس تک بقیہ تفسیر مکمل کی۔

تفسیر کے اس حصے میں آپ نے اپنے والد ماجد کے اسلوب کی پیروی کی اور کتاب کے کسی حصہ سے یہ محسوس نہیں ہوتا کہ کتاب کا مصنف تبدیل ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مولاناؒ کی ان خدمات جلیلہ کو شرف قبول عطا فرمائے، انکو اعلیٰ علیین میں شامل فرمائے اور ہمیں ان کے علوم سے بھی مستفید ہونے کی ہمت و توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین

وما توفیقی الا باللہ

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی
۲۰ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ
۲۵ مئی ۲۰۰۰ء

فہرست مضامین (تکملہ) معارف القرآن جلد ہفتم

نصف اخیر

مشتمل بر پارہ ۲۳ ۔ ۲۴ ۔ ۲۵ ۔ ۲۶ ۔ ۲۷

از سورۃ ص ۔ زمر ۔ مومن ۔ حٰم سجدہ ۔ شوریٰ ۔ زخرف ۔ دخان ۔ جاثیہ ۔ احقاف
محمدؐ ۔ فتح ۔ حجرات ۔ ق ۔ ذاریات ۔ طور ۔ نجم ۔ قمر ۔ رحمٰن
واقعہ ۔ حدید

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	آغاز پارہ ۲۴ فمن اظلم	۸۲

	تفسیر سورۃ مؤمن	۱۱۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۹۳	بحث ایمان یأس و ایمان یأس	۷۴

تفسیر سورۃ حٰم سجدۃ ۱۹۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ

تفسیر سورۃ الفتح

تفسیر سورۃ حجرات

کتابت: غلام شبیر بہاولپوری

اجازت نامہ

برائے اشاعت معارف القرآن بنام مکتبہ المعارف شہداد پور

(تفسیر قرآن پاک) معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب

مکتبہ دار العلوم الحسینیہ (رجسٹرڈ) شہداد پور والے حضرات نے خود

دوبارہ لکھوایا ہے اور چھاپا ہے۔

ہماری طرف سے اجازت ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں کہ وہ اسکو

چھاپیں اور فروخت کریں۔

[illegible]

27/1/99

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ ص

اس سورت کا نام سورۃ ص ہے یہ سورت بھی مکیہ ہے جس میں اٹھاسی آیات اور پانچ رکوع ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی (قرطبی) امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں اور بعض دیگر محدثین نے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ ابوطالب جب بیمار ہوئے تو کفار قریش کی ایک جماعت جن میں ابوجہل بھی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کرنے آئے کہ محمدؐ ہمارے معبودوں کی مخالفت اور توہین کرتے ہیں اور انکو بہت ہی برا بھلا کہتے ہیں ابوطالب نے ان لوگوں کی موجودگی میں آپؐ سے دریافت کیا تو آپؐ نے جواب ارشاد فرمایا میں ان لوگوں سے صرف ایک ہی بات کہتا ہوں یہ اگر مان لیں تو عرب ان کا مطیع ہو جائے اور عجم جزیہ دینے لگیں۔ یہ لوگ پوچھنے لگے ایسی کون سی وہ بات ہے ایک تو کیا ہم اس باتیں ماننے کو تیار ہیں بتائیے تو وہ ایک بات کیا ہے آپؐ نے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یہ سننا تھا کہ وہ سب نہایت برافروختہ اور مشتعل ہو کر کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہتے جاتے تھے عجیب بات ہے کیا سب معبودوں کو ایک معبود بنا دیا اس پر یہ سورت آیۃ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ تک نازل ہوئی (عموم روایات اور محدثین و مفسرین کی نقول میں یہ سورت سورۃ ص کے نام سے معروف ہے لیکن بعض مفسرین نے اس سورت کا ایک اور نام سورۃ داؤد بھی بیان کیا ہے کیونکہ اس میں داؤد علیہ السلام کے قصہ کو خاص عظمت اور اہمیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

آیاتہا ۸۸ | سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ ۳۸ | رکوعاتہا ۵

یہ سورت بھی مکیہ ہے جس میں اٹھاسی آیات اور پانچ رکوع ہیں

ؒنوٹ: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک سے لکھی ہوئی بسم اللہ کا عکس جب کہ موصوف مخدوم حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کیلئے لاہور تشریف لائے اور ناچیز کو معارف القرآن کی تکمیل کیلئے فرمایا تو آنبندہ سودہ کی ابتداء اپنے قلم مبارک سے بسم اللہ لکھ کر فرمائی اس کیفیت کے ساتھ کہ حضرت والد صاحبؒ کے فراق پر آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ہاتھ کانپ رہے تھے

: محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝۱ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ

قسم ہے اس قرآن سمجھانے والے کی ۔ بلکہ جو لوگ منکر ہیں غرور میں

عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝۲ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ

ہیں اور مقابلہ میں ۔ بہت کھپا دیں ہم نے ان سے پہلے سنگتیں

فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝۳ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ

پھر لگے پکارنے اور وقت نہ رہا خلاصی کا ۔ اور تعجب کرنے لگے اس پر کہ آیا ان کو

مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴

ایک ڈر سنانے والا انہی میں سے اور لگے کہنے منکر یہ جادوگر ہے جھوٹا

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝۵

کیا اس نے کر دی اتنوں کی بندگی کے بدلے ایک ہی کی بندگی یہ بھی ہے بڑے تعجب کی بات

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ ۚ

اور چل کھڑے ہوئے پنچ ان میں کے کہ چلو اور جمے رہو اپنے ٹھاکروں پر

اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ يُّرَادُ ۝۶ مَا سَمِعْنَا

بیشک اس بات میں کچھ غرض ہے ۔ یہ نہیں سنا ہم نے

بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ

اس پچھلے دین میں اور کچھ نہیں یہ

اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝۷

بنائی بات ہے

ربع

آغاز سورت از بیان حقانیت قرآن و وعید و تنبیہ بر غرور و انکار متکبرین کفار

قال اللہ تعالیٰ صٓ وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ ..... الیٰ ..... إِنْ هَٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ

ربط: سورۂ گذشتہ سورۂ والصافات کی ابتداء توحید کے مضمون سے ہوئی اور خاتمہ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ پر ہوا جس سے مسئلۂ نبوت و توحید پر ہوا اس مناسبت سے اس سورت کا آغاز قرآن کریم کی حقانیت اور عظمت شان سے ہوا جو آپ کی نبوت و رسالت کی سب سے بڑی دلیل ہے نیز گذشتہ سورت کی طرح اس میں بھی انبیاء سابقین کے واقعات ذکر فرمائے گئے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ایوب کے وہ احوال بیان فرمائے گئے جو گذشتہ سورت میں نہیں تھے سورت کے آخری حصہ میں کفار کا یہ قول نقل کیا گیا تھا لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِنَ الْأَوَّلِينَ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ کہ اگر ہمارے پاس اولین کا کوئی ذکر ہوتا تو ہم اللہ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہوتے تو اس سورت کی ابتداء میں قرآن کی صفت ذی الذکر ارشاد فرما کر یہ ظاہر فرما دیا گیا کہ جس ذکر کی تم تمنا کرتے تھے اب وہی قرآن ذی الذکر نازل کر دیا گیا لہٰذا اب تم کو چاہئے کہ حسب وعدہ ایمان لاؤ اور اللہ کے مخلص اور فرمانبردار بندے بن جاؤ۔

پھر مضمون سورت کا اختتام اس وعدۂ الٰہیہ پر ہوا وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ... الخ۔ کہ انبیاء علیہم السلام کی تائید و نصرت کا فیصلہ ہو چکا اور یہ کہ حق کا لشکر ہی غالب اور منصور ہو کر رہے گا تو اس سورت کی ابتداء قرآن کریم کی عظمت و حقانیت کے بیان سے کی گئی اور اس پر ایمان نہ لانے والوں پر تنبیہ و تہدید فرمائی گئی ارشاد فرمایا۔

صٓ وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ قسم ہے اس قرآن کی جو بڑی ہی عزت و شرف اور عبرت والا ہے[ف] جو دنیا و آخرت کی سعادت و ہدایت کے جملہ علوم پر مشتمل ہے کہ اسکی صداقت و حقانیت عزت و شرف کا باعث ہے اور امم سابقہ کے احوال اور تاریخی حقائق عبرت و نصیحت کا سامان ہیں۔

صٓ وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ میں واؤ قسمیہ ہے اور عربیت کی رو سے ضروری جواب قسم ہوا کرتا ہے تو یہاں جواب قسم محذوف ہے سورۂ یٰسین کی ابتداء میں یٰسٓ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ جملہ قسمیہ تھا تو وہاں جواب قسم مذکور تھا یعنی إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ بعض حضرات مفسرین کا خیال ہے کہ یہاں جواب

ف ترجمہ میں عزت و شرف کے ساتھ لفظ عبرت کا اضافہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لفظ ذکر وضع عربیہ کے لحاظ سے دو معنی پر دلالت کرتا ہے ایک عزت و شرف اور دوسرے عبرت و نصیحت اور یہاں دونوں معنی مراد ہیں ۱۲۔

قسم محذوف ہے اور آگے آیت وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَاۗءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ اس کے مضمون پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عذاب آخرت سے ڈرانے والے بنکر سامنے آئے تو کفار تکبر و غرور اور مخالفت و سرکشی پر کمربستہ ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عذاب آخرت سے ڈرانا تو برحق رسالت تھا مگر بجائے ایمان لانے کے کافروں نے عزور و تکبر اور مخالفت کا طریق اختیار کیا تو جواب قسم کا مضمون اس طرح مقدر مان لیا جائے انہ لحق وانہم جحدوا بہ وتعجبوا منہ یعنی قسم ہے قرآن کی جو نصیحت کی عزت اور عظمت والا ہے بے شک یہ قرآن حق ہے اور اس پر اور قرآن لانے والے پر ایمان لانا لازم ہے لیکن افسوس کافر ایمان نہ لاتے بلکہ تکبر اور مخالفت میں لگے رہے بعض مفسرین جواب قسم میں سورۂ یٰسین کی طرح یہ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ کے مضمون کو جواب قسم قرار دیتے ہیں یہ قرآن عالی مرتبت بے شک آپ کی رسالت کی دلیل ہے اس میں تو کوئی خطا یا قصور نہیں مگر کافر اس وجہ سے آپ پر ایمان لانے میں تردد کریں (جیسا) بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ یعنی بلکہ کافر اپنے تکبر اور مخالفت میں ایمان لانے سے انحراف کر رہے ہیں قتادہ نے بھی اسی مضمون کو جواب قسم قرار دیا (تفسیر طبری ص ۱۳۸ ج ۲۳ و زاد المسیر) ابن الجوزیؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا امام رازیؒ کا قول ہے کہ جواب قسم انہ لمعجز او ان محمدا لصادق ہے یعنی قرآن معجز ہے یا یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں لہٰذا کفار کو چاہئے کہ وہ قرآن پر بھی ایمان لائیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو بھی مانیں الغرض ایسی عظمت و شرف والی کتاب پر ایمان نہ لانا یقیناً اس کتاب میں کسی تردد و شبہ کی بنا پر تو ممکن نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اس کا انکار کیا وہ اپنے عزور و نخوت اور عداوت و مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں اس عناد و سرکشی میں مبتلا ہونے والوں کو سوچنا چاہئے کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو قوت و شوکت میں ان سے بھی بڑھ کر تھے لیکن جب ان پر عذاب آیا تو چیخ اٹھے اور پکارنے لگے مگر کوئی ان کی فریاد کو پہنچ جانے کا وقت گزر چکا تھا کہ بھاگ سکیں

عہ لفظ لات کے بعض نحویوں کا یہ قول ہے کہ لفظ لات دراصل نفی کیلئے وضع کردہ لفظ لا ہی ہے جس پر تا کا اضافہ کر کے تانیث کی صورت میں استعمال کیا گیا جیسے لفظ رُبَّ اور ثُمَّ کے ساتھ تا استعمال کئے گئے ہیں اخفش کا قول ہے لات بمعنی لیس ہے اور خبر محذوف ہے اسے لا یعنی ساکن کا حکم یعنی تمہارے واسطے خلاصی کا وقت نہیں ہونے والا ہے بعض نحاۃ اور قتیبی کی رائے یہ ہے کہ اس کے دو معمول یعنی اسم و خبر میں سے کوئی ایک محذوف ہے مسند پر دال اور ابن عباس کی روایت میں ہے کہ کسی نے عبداللہ بن عباسؓ سے اس کا مطلب دریافت کیا تو فرمایا لیس حین نزو لا وفرار یعنی نہیں ہے وقت اترنے اور بھاگنے کا مناص مصدر ہے جس کا مادہ نوص ہے اہل لغت کے نزدیک نوص تاخیر یعنی پیچھے ہٹنے کو اور بوص تقدم یعنی آگے بڑھنے کو کہتے ہیں۔

فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا

انکو دھوکا ہے میری نصیحت میں کوئی نہیں ابھی

يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝۸ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَاۗىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ

چکھی نہیں میری مار کیا انکے پاس ہیں خزانے تیرے رب کی مہر کے

الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝۹ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

جو زبردست ہے بخشنے والا یا انکی حکومت ہے آسمانوں میں اور زمین میں

وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝۱۰ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ

اور جو انکے بیچ میں ہے تو چاہئے چڑھ جاویں رسیاں تان کر ایک لشکر یہ بھی ہے وہاں

مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝۱۱ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ

تباہ ہوا ان سب لشکروں میں سے جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے نوح کی قوم اور

عَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝۱۲ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّ

عاد اور فرعون میخوں والا اور ثمود اور لوط کی قوم اور

اَصْحٰبُ لْــــَٔيْكَةِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الْاَحْزَابُ ۝۱۳ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ

ایکہ کے لوگ وہ ہیں بڑے لشکر یہ جتنے تھے سب نے جھٹلایا

الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝۱۴ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا صَيْحَةً

رسولوں کو پھر ثابت ہوئی میری طرف سے سزا اور راہ نہیں دیکھتے یہ لوگ مگر ایک چنگھاڑ

وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝۱۵ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا

کی جو بیچ میں دم نہ لے گی اور کہتے ہیں اے رب ہمارے جلد دے

قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝۱۶

ہم کو چٹھی ہماری پہلے حساب کے دن سے

تنبیہ و توبیخ بر انکار رسالت سید المرسلین ﷺ و مقابلہ قدرت رب العالمین

قال اللہ تعالیٰ ءَأُنزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ ... الیٰ ... جُندٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ

کفار مکہ کے دوسرے شبہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جا رہا ہے ءَأُنزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِن بَيْنِنَا کیا نازل کیا گیا ہے یہ ذکر اور کلام یا نصیحت یعنی قرآن ہم سب میں سے صرف اسی شخص پر حالانکہ نہ یہ کوئی دولت مند ہے اور نہ کسی بستی کا سردار ہے حقیقت اس طرح نہیں ہے کہ اگر انکی خواہش کے مطابق قرآن کسی بستی کے سردار یا دولت مند پر اتارا جاتا تو یہ لوگ اسکی اتباع کر لیتے جیسے ان کا یہ قول قرآن کریم نے نقل کیا لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ کہ کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن ان دو بستیوں مکہ اور طائف کے کسی بڑے سردار دولت مند شخص پر بلکہ ان لوگوں کا عقل و فہم سے بعید [illegible] اسی وجہ سے ہے کہ انہوں نے ابھی ہمارا عذاب چکھا نہیں ہے اگر عذاب کا مزہ چکھ لیں تو ایسی سب باتیں بھول جائیں گے خدا کی طرف سے دی ہوئی ڈھیل اور مہلت سے مغرور و متکبر ہو گئے ہیں یا انسان کی یہ بڑی ہی غلطی ہے کہ خداوند عالم کے حلم و درگذر کو فراموش کر کے اسکے مقابلہ و سرکشی پر آمادہ ہو جاتے ان کفار کا یہ احمقانہ قول کہ آپ ہی پر وحی الٰہی کیوں نازل کی گئی ایک ناقابل معقول بات ہے کیا انکے پاس اے ہمارے پیغمبر آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو بڑا ہی غالب اور بہت اور خوب عطا کرنے والا ہے پھر یہ کون ہوتے ہیں کہ اللہ کے انعام و رحمت کو روک لیں یا اس پر کوئی نکتہ چینی کرے وہ اپنی حکمت و دانائی سے جس کسی بشر کو چاہے منصب نبوت و رسالت سے نواز دے یا ان کے پاس کیا حکومت ہے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ انکے درمیان ہے اس بنا پر وہ اس بارہ میں بحث بازی کر رہے ہیں اور ایسا انداز اختیار کر رہے ہیں کہ وہ خدا کے فیصلوں کا مقابلہ کریں گے اگر بالفرض ایسا ہے تو ان کو چاہئے کہ چڑھ جائیں رسیاں لٹکا کر اور جتنے بھی وسائل و اسباب انکی قدرت میں ہیں سب کو کام میں لے آئیں اور وحی الٰہی جو ملاء اعلیٰ سے آپ پر اترتی ہے طرقات پر چڑھ کر اسکو روک دیں لیکن ایسا کچھ بھی نہیں آسمان و زمین کی حکومت اور وہاں کے خزانوں کے مالک تو کیا ہوتے یہ تو ایک حقیر سی جماعت ہے اس جگہ جنکی شکست کا فیصلہ ہو چکا ہے ایسے ہی شکست خوردہ لشکروں میں سے یہ شکست خوردہ جماعت اللہ اور اسکے رسول کا کیا مقابلہ کرے گی ان سے پہلے جھٹلا چکی قوم نوح اور قوم عاد اور فرعون میخوں والا[1] اور ثمود اور قوم لوط اور ایکہ والے ان سب نے

۱؎ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ فرعون جب کسی کو سزا دیتا تو ہاتھوں پیروں میں میخیں ٹھوک کر لٹکانے کا حکم کرتا اور اسکو اسی طرح لٹکایا جاتا اصل لغت کے اعتبار سے اوتاد جمع وتد کی ہے جسکے معنی میخ اور کھونٹی [illegible]

ہی رسولوں کو جھٹلایا مگر انکی تکذیب و انکار سے نہ اللہ کے دین کو نقصان پہنچا اور نہ اسکے رسول ناکام ہوئے بلکہ یہی عذاب ان ہی لوگوں پر ثابت و مسلط ہوا ان طاقتور قوموں کے عبرتناک واقعات سے چاہئے تو یہ تھا کہ اہل مکہ اپنی سرکشی سے باز آتے اور عبرت و نصیحت حاصل کرتے تامل و تردد کی عقلاً تو کوئی گنجائش نہ تھی مگر یہ نہیں آ سکتا اب کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں معلوم ہوتا ہے اور انہیں انتظار کر رہے ہیں یہ اہل مکہ کسی چیز کا مگر ایک ایسی ہیبت ناک چیخ کا جس کے لئے کوئی رکاوٹ نہ ہوگی اور ایک ہی لمحہ میں سب کو ہلاک و تباہ کر ڈالے گا اور یہ چیخ وہی نفخ صور ہوگا جس کے ذریعے قیامت برپا ہوگی جس کا یہ منکرین بڑی شدت کے ساتھ انکار و رد کر رہے ہیں یہی نہیں کہ ان حقائق سے عبرت پکڑتے گستاخی کی یہ انتہا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی دیدے لیکن ظاہر ہے کہ یہ گستاخی اور تمسخر اسی وقت تک ہے جب تک عذاب اور قہر خداوندی نہیں اترا اور جب قہر خداوندی نازل ہوگا تو ایک لمحہ کی بھی مہلت نہ مل سکے گی اسی طرح قیامت پر نفخ صور ہی انکو ایک لمحہ کی مہلت نہ لینے دے گا۔

ان آیات میں منکرین کے انکار رسالت اور انکار قیامت کا رد کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی اور اس ضمن میں یہ ظاہر فرما دیا گیا کہ آپ کی مخالفت اور مقابلہ کرنے والے ناکام و ذلیل ہوں گے اور اللہ رب العزت آپ کو کامیابی و سربلندی عطا فرمائے گا اہل مکہ کا یہ کہنا کہ انہی پر کیوں وحی اتاری گئی اور قرآن کریم مکہ و طائف کے سرداروں میں سے کسی سردار پر کیوں نہ اتارا گیا محض بے معنی بات ہے کیا انکے پاس رحمت کے خزانے ہیں اور یہ اسکے مالک ہیں کہ جس کو چاہیں رحمت سے نوازنے کے لئے مخصوص کر دیں یا انکے پاس آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے کہ عالم بالا سے نازل ہونے والی رحمتوں اور وحی کو روک سکتے ہیں اور زمین پر انکی عملداری ہے کہ عالم زمین پر اترنے والی وحی کو پیغمبر کی بجائے کسی دوسرے کے لئے مخصوص کر لیں جب نہ آسمانوں کی کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ فرشتوں کو وحی لانے سے روک سکتے ہیں نہ زمین پر کوئی تصرف کر سکتے ہیں تو پھر عقلاً ان لوگوں کا اس پر نکتہ چینی کرنا بے معنی اور احمقانہ فعل ہے حق تعالیٰ نے انکی تحقیر و تذلیل کرتے ہوئے فرما دیا کہ یہ لوگ محض چند انسانوں کی ایک بھیڑ ہے جن کے لئے شکست مقدر ہو چکی ہے چنانچہ یہ منظر بدر سے لے کر فتح مکہ تک دیکھ لیا گیا۔

—— گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ——

بعض مفسرین نے ان کی تعبیر فرعون کی شان عظمت اور سلطنت کی پائیداری کا مضمون ذکر کیا ہے کہ وہ کھونٹوں والا تھا یعنی اسی نے اپنی سلطنت اور اقتدار کے کھونٹے گاڑ رہے تھے بعض اہل لغت نے اوتاد کے معنی جو ویلین لشکر کہا ہے تو ترجمہ لشکروں والا کیا جائے اور ظاہر ہے کہ فرعون کی فوجیت ان تینوں صورتوں میں پائی جاتی تھی۔

الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿١٨﴾ وَالطَّيْرَ

پہاڑ اس کے ساتھ پاکی بولتے شام کو اور صبح کو اور اڑتے جانور

مَحْشُورَةً ۖ كُلٌّ لَهُ أَوَّابٌ ﴿١٩﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ

جمع ہو کر سب تھے اسکے آگے رجوع رہتے اور زور دیا ہم نے اسکی سلطنت کو اور دی اسکو

الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿٢٠﴾ وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ

تدبیر اور فیصلہ بات کا اور پہنچی ہے تجھ کو خبر دعوے والوں کی

إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿٢١﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُودَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ

جب دیوار کود کر آئے عبادت خانہ میں جب پہنچے داؤد پاس تو ان سے گھبرایا

قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ خَصْمَانِ بَغَىٰ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاحْكُمْ

وہ بولے مت گھبرا ہم دو جھگڑتے ہیں زیادتی کی ہے ایک نے دوسرے پر سو فیصلہ کر دے

بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ﴿٢٢﴾

ہم میں انصاف کا اور دور نہ ڈال بات کو اور بتا دے ہم کو سیدھی راہ

إِنَّ هَٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ

یہ جو ہے بھائی ہے میرا اس کے ہاں ہیں ننانوے دنبیاں اور میرے ہاں ایک

وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾ قَالَ

دنبی پھر کہتا ہے حوالے کر دے مجھ کو وہ اور زبردستی کرتا ہے مجھ سے بات میں بولا وہ

لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ

بے انصافی کرتا ہے تجھ پر کہ مانگتا ہے تیری دنبی ملانے کو اپنی دنبیوں میں اور

كَثِيرًا مِنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ

اکثر شریک زیادتی کرتے ہیں ایک دوسرے پر

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۗ وَ

مگر جو یقین لائے ہیں اور کام کیے اچھے اور تھوڑے لوگ ہیں ایسے اور

ظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَ

خیال میں آیا داؤد کے کہ ہم نے اسکو جانچا پھر گناہ بخشوانے لگا اپنے رب سے اور گر پڑا جھک کر اور

أَنَابَ ۩ (۲۴) فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ

رجوع ہوا پھر ہم نے معاف کر دیا اسکو وہ کام اور اسکو ہمارے پاس مرتبہ ہے

وَحُسْنَ مَآبٍ (۲۵) يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ

اور اچھا ٹھکانا اے داؤد ہم نے کیا تجھ کو نائب ملک میں

فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ

سو تو حکومت کر لوگوں میں انصاف سے اور نہ چل جی کی چاہ پر پھر تجھ کو

عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ

بچلا دے اللہ کی راہ سے مقرر جو لوگ بہکتے ہیں اللہ کی راہ سے

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ (۲۶)

ان کو سخت مار ہے اس پر کہ بھلا دیا دن حساب کا

تلقین صبر و تسلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذکر قصۂ حضرت داؤد علیہ السلام

قال اللہ تعالیٰ اصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُولُونَ ... الیٰ ... بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ

ربط: ماقبل آیات میں مکذبین رسل کا انجام ہلاکت بیان فرمایا گیا اور یہ کہ بڑی سے بڑی قوت و طاقت اور پائیدار سلطنتیں اللہ کے رسولوں کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکیں تو یہ کفار مکہ اور قریش کے لوگ جن کے پاس نہ اس طرح کی طاقت و قوت ہے اور نہ حکومت و سلطنت کیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کامیاب ہو جائیں گے تو بغرض تسلی حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک واقعہ ذکر کرتے

ہوئے آپ کو صبر کی تلقین کی جا رہی ہے فرمایا اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اے نبی آپ صبر کیجئے ان باتوں پر جو یہ کافر کہہ رہے ہیں کبھی استہزاء و تمسخر میں کبھی تردید و تکذیب اور کبھی تحقیر و تذلیل کرتے ہوئے اور یاد کیجئے ہمارے بندہ داؤد کو جو بڑی ہی قوت و ہمت والے تھے کہ انکے علم و عمل عزم و حوصلہ اور ریاضت و تقویٰ کی قوت اور سلطنت و حکومت کے دبدبہ کی کوئی حد نہ تھی اور بے شک وہ خدا کی طرف بہت ہی رجوع کرنے والے تھے کہ انکے اوقات ذکر و تسبیح اور عبادت میں معروف رہتے نصف رات تہجد میں گذارتے اور ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کا معمول بنایا ہوا تھا اور پھر قوت کا یہ عالم تھا جیسے کہ حدیث میں ارشاد فرمایا وکان لا یفر اذا لاقی کہ دشمن سے مقابلہ ہوتا تو میدان چھوڑ کر بھاگتے نہ تھے اور اپنی خاص نعمتوں میں ایک نعمت سے اس طرح نوازا تھا کہ ہم نے پہاڑوں کو انکے تابع کر رکھا تھا کہ تسبیح کیا کریں انکے ساتھ شریک ہو کر شام و صبح جو داؤد علیہ السلام کے خاص اوقات تھے ذکر و تسبیح کے اور اسی طرح پرندوں کو بھی حکم دے رکھا تھا کہ وہ بھی صبح و شام داؤد کے ساتھ تسبیح میں شریک ہوا کریں جمع ہو کر[سلہ] اس وقت یہ جبال و طیور سب ہی داؤد علیہ السلام کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہونے والے تھے یہ کس قدر عظیم انعام تھا اور اللہ کی طرف سے داؤد علیہ السلام کی عظمت و عزت تھی کہ گویا انکے حلقہ ذکر میں صرف انسان نہیں ملائکہ[سلہ] کے علاوہ جبال و طیور بھی شامل ہوتے تھے اور دوسری نعمت یہ تھی کہ ہم نے انکی حکومت و سلطنت کو مضبوط بنایا تھا اور مزید تیسری نعمت یہ کہ ہم نے انکو فیصلہ کن خطاب و گویائی کی قوت عطا کی تھی کہ ان کی بات نہایت ہی فصیح و بلیغ اور جامع ہوتی نیز دلائل سے ایسی محکم ہوتی کہ حق و باطل اور ظلم و انصاف کے درمیان فیصلہ کن ہوتی تھی یہ نہیں کہ سلطنت و حکومت کی رعونت میں مخمور ہو کر حق و ناحق کا فرق نہ کریں اور جو کچھ دل میں آئے بس اسی کو اپنی طاقت سے نافذ و جاری کر دیں بلکہ عدل و انصاف حقائق اور دلائل و اصول کے پورے تقاضے ملحوظ رکھتے ہوئے بات فرماتے تھے چنانچہ انکے اسی طرح کے واقعات میں سے اے ہمارے پیغمبر کیا آپ کو ان مقدمہ والوں کی خبر

سلہ فی التفسیر محشورۃ کا ترجمہ جمع ہو کر عام اہل لغت اور مفسرین کی رائے کے مطابق ہے حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں محشورۃ کا ترجمہ محبوسۃ کیا ہے یعنی پرندے ہوا میں اڑتے ہوئے حضرت داؤد کی تسبیح سن کر رک جاتے تھے اور انکے ساتھ تسبیح میں مشغول ہو جاتے اسی طرح اونچے اونچے پہاڑ بھی نغمہ داؤدی کے ساتھ آواز بلند کرتے یہ تمام فضائل داؤد علیہ السلام کے معجزات نبوت تھے۔

سلہ ملائکہ کے علاوہ کی قید اس وجہ سے واضح کی گئی کہ اللہ کے فرشتے تو ہر حلقہ ذکر میں موجود ہی ہوتے ہیں تو داؤد علیہ السلام کی خصوصیت اور شرف یہ تھا کہ اس حلقہ ذکر میں فرشتوں کے علاوہ پہاڑ اور پرندے بھی شامل رہتے تھے ۱۲۔

پہنچیں جو محراب و دیوار عبادت خانہ پھلانگ کر داؤد کے عبادت خانہ میں گھس آئے حالانکہ پہرہ داروں
کا زبردست پہرہ تھا اور حضرت داؤد علیہ السلام نے تقسیم اوقات میں یہ دن عبادت کے لئے مخصوص کر
رکھا تھا اور ان پہروں کے باعث کسی کی جرأت نہ ہوسکتی تھی کہ اس طرح کوئی شخص انکی عبادت گاہ
میں داخل ہوجائے اور انکی عبادت ذکر اللہ اور توجہ الی اللہ میں خلل ہے تو انکے اس طور سے داخل
ہونے سے داؤد علیہ السلام گھبرا گئے کہ یہ کیسے پہنچ گئے خدا جانے یہ کون ہیں کیا مقصد ہے کہ آئے ہیں
انکی اس گھبراہٹ کو دیکھ کر اہل مقدمہ بولے ڈرو نہیں ہم تو ایک خصومت و جھگڑے والے ہیں
جو اپنا مقدمہ لے کر آپ کے پاس آئے ہیں کسی دشمنی یا برے ارادہ سے نہیں آئے کہ آپ گھبرائیں
ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے بس آپ ہمارے درمیان حق
کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے اور ہمارے اس معاملہ میں کوئی ناانصافی اور کسی ایک کی طرف کسی طرح کا
جھکاؤ اور جانبداری اختیار نہ کیجئے اور ہم کو سیدھے راستہ پر ڈال دیجئے حضرت داؤد علیہ السلام
کی اجازت پر اہل خصومت میں سے ایک نے کہنا شروع کیا اے داؤد بات یہ ہے کہ یہ میرا
بھائی ہے باعتبار دین کے یا باعتبار تعلق و ملاقات کے جس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے
پاس صرف ایک ہی دنبی ہے سو یہ کہتا ہے مجھے ہی اس کا کفیل اور دستبردار اور مالک بنا دے
اور اپنی منہ زوری سے بات کرنے میں مجھ پر غالب آگیا ہے کہ میری بات چلنے ہی نہیں دیتا
اور نہ ہی بولنے کا موقع دیتا ہے جب بات شروع ہوتی ہے تو مجھے ہی دبا لیتا ہے یہ صورت حال سن
کر داؤد علیہ السلام نے کہا اس شخص نے تو بیشک تجھ پر ظلم کیا تیری ایک دنبی کو اپنی دنبیوں میں
شامل کر لینے کا تجھ سے سوال کر کے حقیقت تو یہ ہے کہ اس شخص کو اپنی اس فراخی اور وسعت
کے ہوتے ہوئے تو یہ چاہیے تھا کہ اپنے اس بھائی پر ترحم و احسان کرتا جو تنگ دست ہے اور صرف
ایک ہی دنبی کا مالک ہے اسکے برعکس اپنے غریب بھائی کو اس سے بھی محروم کر دینا چاہتا ہے اور
یہ حقیقت ہے دنیا میں ظلم و ستم کا یہی حال ہو چکا ہے کہ بہت شرکاء ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی
کیا کرتے ہیں بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے وہ اپنے ساتھی اور شریک کے ساتھ
عدل و انصاف کا معاملہ کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں داؤد علیہ السلام نے یہ مضمون
مظلوم کی تسلی اور حق کے تحفظ کے لیے فرمایا اس قضیہ کے سننے میں اور اپنی بات کرنے میں کچھ
وقت گزرا اور اس چیز کی بنا پر کہ ان کے لئے کردہ وقت میں انہماک عبادت اور ذکر اللہ
میں اشتغال کے بجائے ایک جھگڑے کی قسم نے خلل اور تشویش میں ڈالا خیال کیا کہ ہم نے
ان کا امتحان کیا ہے کہ دیکھیں کیسے صابر و متحمل ہیں کہ بلا اجازت عبادت گاہ اور خلوت میں آئے یہ
برافروختہ و ناراض تو نہیں ہوتے کہ اتنے بڑے بادشاہ کے خاص محل میں کس بے ڈھنگے پن سے گھس آئے اور یہ
کہ عبادت کے اوقات مخصوص کرنے پر دل میں یہ جو خیال تھا کہ میں نے عبادت کا جو معمول بنایا ہے اس

میں خلل نہیں ہوگا اور یہ بہت ہی اچھی صورت ہے تو سمجھ گئے کہ میرا امتحان لیا گیا ہے اور قدرت خداوندی سے مجھ پر یہ ظاہر کر دیا گیا کہ کسی بندہ کا اپنی عبادت یا پابندی اوقات پر بھروسہ کر لینا بیجا ہے بغیر توفیق و مشیت خداوندی بندہ اپنے معمولات ایک روز بھی قائم و برقرار نہیں رکھ سکتا پس فوراً ہی اپنے رب کے سامنے استغفار و توبہ کی اور گر پڑے سربسجود ہوتے ہوئے اور خاص طور پر خدا کی طرف رجوع کیا پس ہم نے معاف کر دیا اس چیز کو اور جو کمی محبوبیت و قربت کے مقام میں اس تخیل کی وجہ سے پیش آئی تھی اس کا تدارک کر دیا اور بے شک داؤد کے واسطے ہمارے یہاں کا بہت ہی عظیم مقام اور عنایت اور بہترین انجام و ٹھکانا ہے کہ ایک معمولی خیال پر اس قدر بے قراری و تضرع کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں تائب ہوتے ہوئے سربسجود ہو گئے اور ذرا سی بات کو پہاڑ سمجھا اور ظاہر ہے کہ مقربین کی یہی شان ہوتی ہے کہ معمولی سی کوتاہی انکے واسطے بے چینی و بے قراری کا باعث ہوتی ہے اور انکی یہ بے قراری اور دعا و استغفار انکے مقام کی اور بلندی کا باعث ہوتی ہے جب داؤد علیہ السلام اس امتحان میں پورے اترے اور انابت الی اللہ کا یہ بلند تر مقام ان سے ظاہر ہوا تو ہم نے انکی اس سعادت کو سراہتے ہوئے اعلان کر دیا اے داؤد ہم نے بنا دیا تم کو زمین پر حاکم سو لوگوں کے درمیان تم حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہو جس طرح کہ اب تک کرتے رہے ہو اور آئندہ بھی نفس کی خواہش کی پیروی مت کرنا جیسا کہ پہلے بھی نفس کی خواہشات کی تم نے پیروی نہیں کی اس لئے کہ نفس کی خواہشات کی پیروی اگر تم نے کی تو وہ تم کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی اور بے شک جو لوگ خدا کے راستے سے بھٹکتے ہیں انکے واسطے سخت عذاب ہوگا اس بنا پر کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے اور ظاہر ہے کہ ہر طرح کی گمراہی اور عدل و انصاف سے انحراف اور کجی حق تلفی آخرت کی یاد بھلا دینے ہی کے باعث ہے اس سیاق اور خطاب کو اگرچہ خطاب داؤد کے دوران بیان فرمایا گیا لیکن مراد دوسروں کو تنبیہ کرنا ہے جیسے کہ بعض مواقع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنا کر دوسروں کو متنبہ کیا گیا۔

قصہ داؤد علیہ السلام

قرآن کریم کی ان آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کے جس قصہ کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ صرف بطور کنایہ و رمز بیان کیا گیا ہے جس کے تحت میں حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت گاہ میں دو خصومت کرنے والوں کا ایک مقدمہ لے کر آنا اور پھر اس مقدمہ میں باہمی معاملات میں ایک دوسرے پر تعدی کرنا اور اس پر حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ کہ یہ طریق ظلم و عدوان ہے پھر داؤد علیہ السلام کا توبہ و استغفار اور خدا کی بارگاہ کی طرف رجوع اور حق تعالیٰ کی طرف سے انکے مرتبہ کی عظمت و بلندی اور خلافت فی الارض کا انعام اور عدل و انصاف قائم کرنے کی تاکید نفس کی خواہشات سے اجتناب کا

حکم اور نفس کی پیروی کا انجام گمراہی اور اس کا اصل سبب فکر آخرت سے غفلت و دماغ کا خالی ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔

واقعۂ داؤد علیہ السلام کے متعلق بعض غیر مستند اور بے اصل روایات

آیات مذکورہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے جس قصہ کا اجمالاً و اشارۃً ذکر فرمایا گیا ہے اسکی تفسیر و تشریح میں بعض مفسرین نے ایک قصہ بروایت قتادہؒ نقل کیا ہے جسکو بعد کے مفسرین نے بھی اپنی تفاسیر میں نقل کیا اس وجہ سے وہ شہرت پذیر ہو گیا حالانکہ وہ قصہ نہ روایۃً صحیح ہے بلکہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے اور نہ عقلاً اسکے تصدق کی گنجائش معلوم ہوتی ہے بلاشبہ وہ قصہ نہایت رکیک ہے بلکہ وہ کہانی ہے جس کا قرآن کریم خود اپنے سیاق و سباق سے انکار کرتا ہے۔

اس موضوع خرافہ اور لغو قصہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک روز حضرت داؤد علیہ السلام اپنے خلوت خانہ میں ذکر و عبادت میں مشغول تھے کہ ایک خوبصورت کبوتر اڑ کر سامنے آیا آپ نے اسکو عجیب و غریب پاکر اسکے پکڑنے کا ارادہ کیا تو وہ ایک سوراخ سے نکل کر اڑ گیا داؤد علیہ السلام دریچہ سے جب اس کو جھانکنے لگے تو ایک حسین و جمیل عورت پر نظر پڑی جو غسل کر رہی تھی اسکے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ اوریا کی بیوی ہے جو آپ کے ایک لشکر کا سپہ سالار ہے اور آج کل کسی جہاد میں باہر گیا ہوا ہے آپ کے دل میں یہ خیال ہوا کہ اگر یہ سپاہی مارا جائے تو میں اسکی بیوی سے نکاح کر لوں اس لئے آپ نے فوج کو یہ حکم بھیجا کہ اوریا کو تابوت سکینہ کے آگے رکھا جائے تابوت سکینہ کے سامنے جو سپہ سالار رہتا تھا اسکے لئے امکان نہیں ہوتا تھا کہ وہ کسی بھی مرحلہ پر میدان جہاد سے بھاگ جائے اسکے ذمہ تھا کہ وہ اس کے ساتھ رہے یا فتح ہو جائے یا وہ شہید ہو جائے اس طرح جب اوریا کسی غزوہ میں شہید ہو گیا تو اسکی بیوی سے داؤد علیہ السلام نے نکاح کر لیا حالانکہ اس سے پہلے ان کی بہت سی بیویاں تھیں ظاہر ہے کہ خداوند عالم کو یہ کام ان کی شایان شان نہیں معلوم ہوا تو انکو اس پر متنبہ کرنے کے لئے دو فرشتے بصورت مدعی اور مدعا علیہ بھیجے حقیقت میں ان کے درمیان نہ کوئی جھگڑا تھا اور نہ وہ کسی مقدمہ کے فیصلہ کے واسطے آئے تھے اور نہ ان میں سے ایک کے پاس ننانوے دنبیاں تھیں اور دوسرے کے پاس ایک انہوں نے داؤد علیہ السلام کو متنبہ کرنے کے لئے اس طرح کا مقدمہ پیش کیا کہ یہ میرا ایک بھائی ہے جس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی ہے اور یہ مجھ کو اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ یہ ایک بھی اسکو دیدوں حالانکہ اسکے پاس تو پہلے ہی بہت سی ہیں اور میرے پاس تو صرف ایک ہی ہے داؤد علیہ السلام نے فیصلہ تو کر دیا کہ یہ مطالبہ نہایت ہی ظالمانہ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اکثر شرکاء اپنے نفس

کے تقاضے سے یہی روش اختیار کرتے ہیں مگر اس فیصلہ کے ساتھ فوراً یہ احساس ہوا کہ یہ قصہ تو مجھ ہی پر منطبق ہو رہا ہے میں نے کثیر الازواج ہونے کے باوجود دوسرے کی عورت سے نکاح کر لیا جو اسکی ایک ہی بیوی تھی چنانچہ اس پر متنبہ ہو کر توبہ و استغفار میں مصروف ہوگئے جس کے بعد خدا نے انکی مغفرت اور نبی کی اس غلطی کو معاف کیا۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ

یہ قصہ سراپا غلط ہے اصل اور قطعی اللہ کے پیغمبر پر عظیم افترا و بہتان ہے اصل میں اسرائیلیات اور یہود سے نقل شدہ یہ قصہ ہے جس کو بعض مفسرین نے اپنی کتابوں میں درج کر دیا اصول دین کے سراسر خلاف ہے جس کا زبان پر لانا حرام ہے حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ان میں سے اکثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں۔

اکثرھا ماخوذ من الاسرائیلیات	اور اس سلسلہ میں کوئی حدیث معصومؑ
ولم یثبت فیھا عن المعصوم	سے ثابت نہیں ہے البتہ ابن ابی حاتم
حدیث نتبعہ ولکن روی ابن ابی	نے اس جگہ ایک حدیث روایت کی ہے
حاتم ھھنا حدیثا لا یصح	جس کی سند صحیح نہیں کیونکہ وہ باسناد یزید
سندہ لانہ من روایۃ	الرقاشی انس ہی سے ہے اور یہ
یزید ویزید وان کان من الصالحین	شخص اگرچہ صالحین میں سے ہے مگر باتفاق
لکنہ ضعیف الحدیث عند الائمۃ	ائمہ حدیث ضعیف الحدیث اور ساقط الاعتبار ہے۔

تفسیر خازن میں بھی اسکی تصریح کی ہے اور باسناد سعید بن المسیبؒ اور حارث اعور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے۔

انہ قال من حدثکم	انہوں نے فرمایا جو شخص تم سے
بحدیث داؤد علی ما یرویہ	داؤد علیہ السلام کے بارہ میں وہ قصہ بیان
القصاص جلدتہ مائۃ	کریگا جس کو عام طور پر واعظین بیان
وستین جلدۃ وھو حد	کرتے ہیں میں اسکو ایک سو ساٹھ کوڑے
الفریۃ علی الانبیاء۔	ماروں گا جو انبیاء علیہم السلام پر بہتان لگانے کی سزا ہے۔

مولانا ابو محمد عبدالحق دہلویؒ تفسیر حقانی میں فرماتے ہیں کہ اس قصہ کا اصل ماخذ کتاب سموئیل ہے اور ظاہر ہے کہ خود اس کتاب کو بھی اس کتاب کا پورا پتہ نہیں چل سکا کہ اس کا مصنف کون ہے وہ بحیثیت ایک تاریخ کی کتاب کے یہود میں مروج تھی جس کو یہود و نصاریٰ نے بدرجہ الہامی کتاب فرض کر لیا

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں اس قصہ کی تردید دلائل پر نہایت مفصل کلام کیا ہے۔

بعض حضرات مفسرین نے ان آیات کی تفسیر اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اس واقعہ کی توضیح میں متعدد اقوال ذکر کیے ہیں مثلاً امام رازیؒ نے اپنی تفسیر احکام القرآن ج ۳ ص ۱۸۱ پر ایک طبرانی کی روایت سے امام ابوالسعودؒ نے اپنی تفسیر میں اسی طرح تفسیر در منثور ج ۵ ص ۳۰۰ میں تفسیر روح البیان ص ۲۵ اور تفسیر مواہب الرحمٰن ج ۲۳ ص ۱۲۲ میں، اس قصہ مذکورہ کے علاوہ اور اقوال ذکر کیے ہیں خلاصہ یہ کہ وہ عورت اوریا کی مخطوبہ تھی نہ کہ منکوحہ اور داؤد علیہ السلام کو علم نہ تھا اس عورت کے لیے کوئی خطبہ اور پیغام پہلے سے ہے اور لاعلمی میں پیغام دے دیا تو اس پر یہ عتاب ہوا کہ پہلے تحقیق کر لینی چاہیے تھی کہ پیغام دینا مروت کے خلاف ہے لیکن ان میں بھی تکلف ہے اور روایتی حیثیت سے بھی انکی صحت ثابت نہیں ہو سکی نیز حجیت کے اصول سے بھی ان اقوال پر آیات کی تفسیر مشکل ہے تفسیر کبیر میں بھی امام ابو منصور ماتریدیؒ سے ایک قول نقل کیا گیا ہے لیکن اس پر بھی داؤد علیہ السلام کی شان نبوت کے لحاظ سے قلب مطمئن نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن کثیرؒ نے ان تمام اقوال سے اعراض و کنارہ کشی کرتے ہوئے سکوت اختیار کیا حضرات اہل علم ان اقوال کی تفصیل کے لیے ان تفاسیر کی مراجعت فرمائیں بعض مفسرین نے اس قصہ کے تمام اور اس پر مرتب ہونے والے قرائن کے اثبات میں بعض روایات اپنی کتابوں میں بیان کی ہیں چنانچہ علامہ آلوسیؒ روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۷۲ پر ایسی بعض روایات معترضین کا تذکرہ فرما چکے ہیں محدثین کے نزدیک انکی سندیں معتبر و ثقہ نہیں روایتی لحاظ سے اس قصہ کا لغو اور باطل ہونا ظاہر ہے نیز انسانی عقل بھی اس بات کے تصور سے انکار کرتی ہے کہ اللہ کے کسی نبی کا جو کہ اس کا پسندیدہ اور نہایت برتر ترین واقع ہوں وہ برگزیدہ جو کہ امت کے واسطے ہادی و مصلح ہوں امت کے اعمال و اخلاق کو پاکیزہ بنانا انکی زندگی کا نصب العین ہو بھلا یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس طرح کی ذلیل اور نفسانیت سے گری ہوئی بات کریں کہ کسی اجنبی عورت کو برہنہ دیکھا پھر اس پر فریفتہ ہو جانا پھر ایک خاص حیلہ اور تدبیر سے انکے شوہر کو شہید کرا دینا اور اسکے بعد اس عورت کو اپنے نکاح میں لے آنا یہ باتیں تو کسی معمولی سے ایمان و تقویٰ رکھنے والے شخص سے بھی بعید ہیں چہ جائیکہ وہ جلیل القدر ہستیاں جن کے اوصاف و فضائل کی بلندی کی کوئی انتہا نہیں جن کی جلی فضیلت تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دیتے ہوئے داؤد علیہ السلام کی زندگی کو یاد کرنے اور ان کے اسوہ کو نمونہ بنانے کا حکم دیا گیا پھر داؤد علیہ السلام کو عبدنا ہمارا بندہ جیسے پاکیزہ لقب سے یاد کیا گیا گویا اس

ملاحظہ تفسیر قرطبی ج ۱۵ ص ۱۶۱

ہیچ

عنوان سے ان میں عبدیت کے تمام اوصاف کاملہ و فاضلہ کو بیان کر دیا۔ یہ عنوان تو وہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بڑے معراج جیسے عظمت والے قصے کے ساتھ اختیار کیا گیا جیسے کہ ارشاد ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ، ان کو ذَا الْاَیْدِ قوت و عزم والا فرمایا، ان کو اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ خدا کی طرف رجوع کرنے والا فرمایا، نیز ان کی فضیلت یہ کہ پہاڑوں اور پرندوں کو ان کے ذکر و تسبیح کے ساتھ تابع و مسخر کر دیا گیا وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً کہ پرندے بھی جمع ہو کر ان کے ذکر میں شامل ہوتے، ان کے ملک و سلطنت کا استحکام و قوت، ان کو حکمت و دانائی، فصل خطاب کی نعمت سے نوازا جانا، مغفرت خداوندی، مرتبہ کا قرب جس کو وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى میں بیان کیا اور آخر میں انجام کی خوبی کا اعلان کیا گیا، پھر ان سب چیزوں کے بعد خلافت فی الارض کا اعزاز جس کو یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ سے ذکر کیا گیا، یہ قابل غور امر ہے کہ جس ذات مقدس کی یہ فضیلتیں ہوں یعنی عظیم الشان اخلاقی اور علمی و عملی کمالات سے نوازا گیا ہو جس کے بعد اعلان ہو خلافت ارضی کا اللہ کے نزدیک مرتبہ کی بلندی اور انجام کی خوبی کی بشارت ہو وہ کیا کبھی کوئی عقل رکھنے والا انسان بیان کردہ قصہ کی ذلیل باتوں کا ان کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔

علامہ آلوسیؒ نے تفسیر روح المعانی ج ۲۳ میں امام احمد بن حنبلؒ کی روایت سے ایک نہایت ہی لطیف مضمون بیان کیا ہے کہ مالک بن دینارؒ اسی آیت وَحُسْنَ مَاٰبٍ کی تفسیر میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے روز حضرت داؤد علیہ السلام کو عرش الٰہی کے سامنے لا کر کھڑا کیا جائے گا پھر حق تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اے داؤدؑ آج اسی وقت تم میری تسبیح اور پاکی اسی لحن اور آواز سے بیان کرو جس آواز سے دنیا میں بیان کرتے تھے، داؤد علیہ السلام کہیں گے اے پروردگار وہ بات تو دنیا کی زندگی میں تھی جو اب نہیں رہی، حق تعالیٰ فرمائیں گے میں وہی صوت تم کو واپس کرتا ہوں اور دنیا والی جس سے دنیا میں پہاڑ اور پرند تمہارے ہمنوا ہو جایا کرتے تھے تم کو عطا کرتا ہوں تو حضرت داؤد علیہ السلام ذکر و تسبیح شروع کریں گے جس سے تمام جنتی بے خود ہو جائیں گے۔

پھر ان تمام وجوہ فضیلت کے علاوہ ایک عظمت و برتری کی وجہ یہ بھی قرآن کریم کی تعبیر سے ظاہر ہے کہ اس قصہ کو حق تعالیٰ نے اس عنوان سے ذکر فرمایا وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ، یہ عنوان بالکل ایسا ہی ہے جیسا هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى سے بیان کیا گیا، یعنی کیا آپ کو موسیٰؑ کی بات پہنچی ہے کہ موسیٰؑ کو ان کے پروردگار نے وادی مقدس طویٰ میں پکارا، تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ نَبَؤُا الْخَصْمِ جو داؤد علیہ السلام کا بیان کیا گیا وہ عظمت و فضیلت میں اسی طرح کا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا واقعہ کوہ طور، تو ظاہر ہے کہ جو قصہ اس عظمت و تقدس کے عنوان سے بیان کیا جا رہا ہے ہرگز وہ ایسا فحش اور بے ہودہ واقعہ نہیں ہو سکتا جس سے ہر حیا رکھنے والا انسان نفرت کرتا ہو اور کیا قرآنی صفت اس بات کو گوارا کر سکتی ہے کہ ایسا قصہ

اس اہمیت وخصوصیت سے بیان کیا جاتے تو عرض کس نوعیت سے بھی اس مشہور کردہ واقعہ کی صحت کی کوئی گنجائش نہیں۔

آیات مذکورہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی صفات کمال

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی دس صفات کمال بیان کیں اور انکے بعد نقل نَبَأُ الْخَصْمِ کے عنوان سے یہ قصہ ذکر فرمایا ہے جس سے داؤد علیہ السلام کی مدح وثنا اور تعظیم مقصود ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قتل کا قصہ جو اسرائیلیات سے نقل کیا گیا ہے وہ سراسر باطل ہے کیونکہ یہ قصہ ان دس صفات کمال کے صریح خلاف ہے جو اللہ نے انکی مدح وثنا اور منقبت میں بیان کی ہیں جن کی تفصیل گذر چکی یہ قصہ تو کسی عہدہ قاتل و فاجر کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے کیونکہ ہر سننے والا اس سے نفرت و بیزاری ظاہر کرے گا اور صاحب قصہ پر لعنت بھیجے گا لہذا یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا کے برگزیدہ پیغمبر معصوم کی طرف ایسے کامل نفرت واقعہ کی نسبت کی جائے دوم یہ کہ اس قصہ کا تو حاصل یہ ہے کہ صاحب واقعہ ایسا شخص ہے کہ نفس کی خواہش اور طبع نے اسکو اس قدر ایمانی شعور سے بعید کر ڈالا ہے کہ اس کو کسی کے قتل کا ارتکاب کیا اور اسکے بعد اسکی بیوی کو حاصل کر لینے میں کوئی تامل نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ جو چیز کسی ادنیٰ مومن کے لئے بھی قابل تصور نہ ہو وہ نبی معصوم کے حق میں کیسے تصور کی جا سکتی ہے سوم یہ کہ ایسا کام کرنے والا تو نفس اور شہوت کا بندہ ہوا نہ کہ اللہ کا بندہ وہ کیونکر اس لائق ہو سکتا ہے کہ خدا اسکو یوں کہے ہمارا بندہ، چہارم یہ کہ جو شخص کسی کی عورت کو دیکھ کر بے صبر اور بے قابو ہو جائے تو ایسے واقعہ کو خداوند عالم اپنے پیغمبر کو صبر کی تعلیم و تلقین کے طور پر کیسے بیان فرما سکتا ہے اور یہ کہنا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے اِصْبِرْ عَلٰی مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا کہ آپ صبر کیجئے ان باتوں پر جو یہ کہہ رہے ہیں سوال ہوگا کہ کیا صبر کی تعلیم و تلقین کے موقعہ پر ایسا ہی واقعہ بیان کیا جاتا ہے اور کیا ایسا ہی صبر کیا جائے جیسا کہ اس صاحب واقعہ نے صبر کیا؟ استغفر اللہ۔ پنجم یہ کہ قرآن کریم میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمایا گیا ہے یہ ہیں وہ انبیاء جن کو خدا نے ہدایت دی ہے آپ ہمارے پیغمبر آپ بھی انکی اقتداء کیجئے تو کیا ایسے شخص کی اقتداء کا حکم دیا جانا ممکن ہے؟ ششم یہ کہ ان کو ذَا الْاَيْدِ قوت وطاقت والا کہا گیا جو شخص اپنے نفس پر بھی قابو نہ پا سکے وہ کہاں سے طاقت والا ہوا اور کہاں اس قابل ہوا کہ قرآن کریم میں اسکو قوت و ہمت والا کہہ کر متعارف کرایا جائے ہفتم یہ کہ انکو اَوَّابٌ خدا کی طرف رجوع کرنے والا فرمایا گیا تو یہ قصہ تو ظاہر کرتا ہے کہ وہ صاحب واقعہ نفس و شہوت کی طرف رجوع کرنے والا تھا نہ کہ اللہ اور اسکی اطاعت و بندگی کی جانب اور صرف

اور اس قدر انابت الی اللہ کا رنگ غالب آیا کہ سر بسجود ہوتے بارگاہِ خداوندی میں تضرع و زاری کرنے لگے اسی کیفیت کو بیان فرمایا جا رہا ہے فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ظاہر ہے کہ ایک ایسی معمولی لغزش پر یہ آہ و زاری اور سجدہ میں گر پڑنا اور بار بار استغفار میں مصروف ہو جانا بہت ہی عظیم مقام ہے خشیتِ خداوندی اور انابت الی اللہ کا۔ سجدۂ داؤد علیہ السلام کی عظمت اور سجود و انابت الی اللہ کا مقام اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا ایک شخص[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیان کیا یا رسول اللہ آج رات میں نے سوتے ہوئے خواب میں اس طرح دیکھا کہ میں ایک درخت کے پیچھے کھڑا نماز پڑھ رہا ہوں میں نے سجدہ کیا تو درخت بھی میرے ساتھ سجدہ میں گر پڑا میں نے سنا درخت یہ تسبیح پڑھ رہا ہے اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَّضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا وَّاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَّتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اے اللہ تو اس سجدہ کی وجہ سے اپنے یہاں میرے لیے ایک اجر لکھ دے اور اس کی وجہ سے ایک گناہ معاف فرما دے اور اپنے یہاں اس سجدہ کو میرے واسطے ذخیرہ بنا لے اور تو اس سجدہ کو ایسا ہی قبول فرما لے جیسا کہ تو نے اپنے بندہ داؤد علیہ السلام سے قبول کیا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب سنتے ہی آیت سجدہ تلاوت فرمائی اور ظاہر یہی ہے کہ آیت سجدہ تلاوت فرمائی ہوگی جو حضرت داؤد علیہ السلام کے اس واقعہ سے متعلق ہے یعنی وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ آپ نے سجدہ کیا پھر سر بسجود ہوئے اور میں نے سنا آپ وہی کلمات پڑھ رہے تھے جو اس شخص نے درخت سے سنے ہوئے الفاظ نقل کیے تھے اسی حد تک بات نہیں بلکہ اس سجدۂ داؤد ہی کا تو یہ مقام ہے مجاہدؒ بیان کرتے ہیں میں نے ابن عباسؓ سے یہ دریافت کیا کہ کیا میں سورۂ ص میں سجدۂ تلاوت کیا کروں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ ـــــــ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۔ اور فرمایا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ان حضرات انبیاء کی پیروی کریں تو ظاہر ہے کہ جب داؤد علیہ السلام کا سجدہ میں گر پڑنا اس آیت میں بیان کیا جا رہا ہے اور ان کی پیروی کا حکم خود نبیوں سے بڑھ کر دیا گیا تو تم پر بدرجۂ اولیٰ اس کی تعمیل ضروری ہوگی اس حدیث سے سجدۂ داؤد علیہ السلام کی یہ عظمت ظاہر کی وہ اظہر من الشمس ہے تو ظاہر ہے کہ ایک معمولی سی بات اور جو صرف اسی حد تک تھی کہ شکرِ خداوندی کے ساتھ خود پسندی کا شائبہ محسوس ہونے لگا تھا اس پر ایسی گریہ و استغفار اور تضرع و انابت الی اللہ کے ساتھ سر بسجود ہونا بے شک ایسے ہی انبیاء کا مقام ہے

---

[1] یہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ شیخ جزریؒ نے تصحیح المصابیح میں اس کی تصریح کی ہے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح ۱۲۔

کا ذریعہ ہو سکتا ہے جس کو ارشاد فرمایا گیا فَغَفَرْنَا لَهُ ذٰلِكَ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ

معمولی سی بات پر ایسی بے قراری اور تضرع و زاری سے بندہ کے معاملات اس قدر بلند ہوتے ہیں کہ برس ہا برس کی عبادات بھی اس کو ایسے عظیم اور بلند مقام پر نہیں پہنچا سکتیں اسی بنا پر اس توبہ و استغفار پر خلافت فی الارض کا عظیم ثمرہ و انعام مرتب ہوا جس کو یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ میں ذکر فرمایا گیا کہ اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں اپنا نائب بنا دیا لہٰذا تم اسی کے حکم پر چلو اور معاملات کے فیصلے عدل و انصاف کے ساتھ کرتے رہو کبھی کسی معاملہ میں خواہش نفس کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ آنے پائے دیا، امر کہ مقدمہ میں خصومت کرنے والوں نے جو صورت مقدمہ پیش کی اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ اس کا کوئی تعلق حضرت داؤد کے کسی واقعہ سے نہیں اور نہ ان الفاظ میں انکی کسی بات کی طرف تلمیح و اشارہ ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معاملات میں پیش آنے والے مظالم و زیادتیوں کا بیان ہے کہ اس طرح ہر طاقتور اپنے کمزور بھائی پر ظلم کرتا ہے اور انسان کی حرص کی کوئی انتہا نہیں حتیٰ کہ اگر اسکے پاس ۹۹ دنبیاں ہوں اور اسکے غریب بھائی کے پاس صرف ایک ہی بکری ہو تو وہ یہی چاہے گا اور اپنی امکانی حد تک یہی تدبیر کرے گا کہ اس غریب بھائی کی وہ ایک بکری بھی ہتھیا لے۔

رہی یہ بات کہ اس ظلم و تعدی کی روش کو بیان کرنے میں دنبیوں کا کس وجہ سے ذکر کیا گیا؟ تو ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں زیادہ تر معیشت کا مال بکریاں ہی ہوتی ہوں اور یہ تعبیر ایسی ہی ہو جس طرح کہ بعض احادیث میں مال و دولت کے حصول کے سلسلہ میں اونٹوں کا ذکر ہے مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے آپ کا ارشاد لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ اے علی اگر تیرے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تیرے واسطے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہوگا اور کتاب فضائل القرآن میں ہے اگر کوئی شخص صبح ہی صبح مسجد میں دو آیتیں کتاب اللہ کی کسی کو سکھا دے تو دو اونٹنیوں سے بہتر ہے اور تین آیات تین اونٹنیوں سے بہتر اور اسی طرح جس قدر تعداد آیات کتاب اللہ کی تعلیم دے گا اتنی ہی تعداد اونٹنیوں سے بڑھ کر ہوگا علیٰ ہٰذا القیاس بہت سی احادیث میں اسی طرح کا عنوان ذکر فرمایا گیا تو یہاں ان آیات میں دنبیوں کا ذکر اسی زمانہ کے قابل قدر مال ہونے کی حیثیت سے ہو سکتا ہے نہ کہ اس سے کسی خاص پیش آمدہ واقعہ کی طرف تلمیح و اشارہ ہو اور ننانوے کا عدد جمع میں انتہائی عدد ہے اور ایک عدد قلت میں سب سے آخری درجہ رکھتا ہے اس وجہ سے ظالم کا باوجود کثرت مال کے غریب و تنگدست پر جو انتہائی غربت و افلاس کے مقام پر ہو ظلم و تعدی کرنا ننانوے اور ایک کے عدد سے تعبیر کیا گیا۔

بعض حضرات مفسرین کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کی وہ لغزش جس پر من جانب اللہ تنبیہ کی گئی یہ تھی کہ انہوں نے محض مدعی کے بیان پر ایک کو ظالم اور دوسرے کو مظلوم کے درجہ میں قرار دے کر یہ فرمایا لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ حالانکہ ہونا چاہیے تھا

کہ مدعی کے دعویٰ کے بعد مدعی علیہ سے وضاحت طلب کرتے مگر وہاں سے یہ دو ثبوت طلب کرتے لیکن بعد میں فرماتے مگر ظاہر قرائن کو دیکھنے کے باعث سمجھ لیا کہ دونوں ان میں سے ایک تعدی کر رہا ہے اور دوسرا اس صورت حال میں مظلوم ہے تو تو ان کی جماعت دعویٰ میں بظاہر کچھ کمی رہ گئی تھی تو اس پر فوراً ہی متنبہ ہو کر استغفار و دعا اور تضرع میں مصروف ہو گئے۔

خلیفہ اور بادشاہ میں فرق

ان آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کو انعامات خداوندی میں سے خلافت فی الارض کے انعام و اعزاز سے نوازنے کا ذکر فرمایا گیا نبوت و رسالت تو پہلے ہی عطا فرما دی گئی تھی مزید انعام یہ فرمایا کہ اس کے ساتھ سلطنت و حکومت سے بھی نواز دیا گیا اور ساتھ ہی اس عظیم منصب کی اہم ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلا دی گئی، فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ: اے داؤد لوگوں کے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کرنا۔ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ کہ خواہش نفس کی کبھی پیروی نہ کرنا کیونکہ عدل و انصاف کے قیام میں اصل رکاوٹ خواہشات نفس ہی ہوا کرتی ہیں یہ بات ظاہر ہے کہ خواہشات نفس کی پیروی کرنے والا کسی طرح بھی عدل قائم نہیں کر سکتا اور خلافت الٰہیہ کی اصل حقیقت قیام عدل ہی ہے ان دو بنیادی ذمہ داریوں کو بیان فرماتے ہوئے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ اگر احساس فکر آخرت ہے تو عدل بھی قائم کیا جا سکتا ہے اور ہوائے نفس سے بھی انسان محفوظ رہ سکتا ہے۔

ازالۃ الخفاء میں حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ نے خلیفہ اور بادشاہ میں فرق کے موضوع پر کلام کرتے ہوئے فرمایا ایک بار حضرت عمرؓ نے طلحہؓ، زبیرؓ، کعب احبارؓ اور سلمان فارسیؓ سے دریافت کیا کہ بتاؤ خلیفہ اور بادشاہ میں کیا فرق ہے حضرت سلمانؓ نے کہا خلیفہ وہ ہے جو رعیت میں عدل کرے اور مال غنیمت برابر تقسیم کرے اور رعایا پر اس طرح شفقت کرے جیسے اپنے اہل و عیال پر کرتا ہو کعب احبارؓ کہنے لگے میرا خیال تو یہ تھا کہ اس مجلس میں میرے علاوہ شاید کوئی اور شخص نہ جانتا ہو۔

سلیمان بن ابی العوجاءؓ سے روایت ہے کہ ایک روز عمر فاروقؓ اپنی مجلس میں یہ فرمانے لگے میں نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص بولا اے امیر المؤمنین خلیفہ اور بادشاہ میں یقینی فرق ہے اور وہ یہ کہ خلیفہ مال نہیں لیتا مگر حق کے ساتھ اور خرچ نہیں کرتا مگر حق کے ساتھ الحمد للہ آپ بحمد اللہ ایسے ہی ہیں اس کے برعکس بادشاہ ظلم کرتا ہے اور جس کا جی چاہتا ہے لے لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے دیتا ہے [اور خدا کے فضل سے آپ ایسے نہیں] یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ رونے لگے بعض روایات میں ہے کہ امیر معاویہؓ جب منبر پر بیٹھتے تو یہ کہا کرتے خلافت نہ مال جمع کرنے کا نام ہے اور نہ خرچ کرنے کا بلکہ خلافت اس کا نام ہے کہ حق پر عمل کرے اور فیصلوں میں عدل

بیان حکمت تخلیق کائنات واثبات حشر وذکر عظمت کتاب خداوندی

قال اللہ تعالیٰ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ ... الی ... وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ

گزشتہ آیات کا مضمون حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت کی ذمہ داریوں کے بیان اور اس میں اتباع نفس کے منافی ہونے اور اسکے انجام پر ختم ہوا تھا اسکے بعد اب ان آیات مبارکہ میں تخلیق کائنات کی حکمت بیان فرمائی جارہی ہے اور چونکہ حیات دنیوی آخرت کی تیاری کیلئے ہے تو اجمالاً حشر کا اثبات بھی فرمایا جارہا ہے اور یہ کہ قرآن کریم وہ کتاب مبارک ہے جسکی آیات میں تدبر اور ایمان و تقویٰ اور کفر و نافرمانی اور صلاح و فساد میں فرق واضح کرکے انسانوں کے دو گروہ متعین کرتا ہے ایک گروہ صالحین و مطیعین کا دوسرا مفسدین و مجرمین کا دہریہ اور نیچری قیامت کے منکر ہیں اور انکا یہ گمان ہے کہ دنیا ہمیشہ سے اسی طرح چلی آرہی ہے اور آئندہ بھی اسی طرح چلتی رہے گی لوگ پیدا ہوتے رہیں گے اور مرتے رہیں گے اور یہ سلسلہ غیر متناہی طور پر جاری رہے گا بعض اور جدید بھی قیامت کے قائل نہیں بلکہ وہ تناسخ کا عقیدہ رکھتے ہیں یعنی انسان مرنے کے بعد کسی دوسرے جنم میں چلا جاتا ہے اور یہ دوسرا جنم گذشتہ جنم کی بھلائی اور برائی کے مطابق ہوتا ہے تو ان آیات میں ایسے جاہلانہ عقائد کا بھی ابطال و رد فرمایا جارہا ہے اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ انکے درمیان ہے بیکار اور خالی از حکمت بلکہ ان میں بے شمار حکمتیں ہیں اور سب سے بڑی حکمت یہ کہ کائنات کی ہر موجود چیز خدا کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ اس زندگی کے بعد آخرت کی زندگی برحق اور یقینی ہے اسکے واسطے انسان کو تیاری کرنے کی ضرورت ہے یہ تو خیال ہے کافروں کا کہ اس حیات کے بعد پھر کوئی حیات نہیں اور حشر و نشر اور جزاء و سزا نہیں ہے بس ہلاکت و تباہی ہے ان کافروں کیلئے جہنم کی آگ سے ظاہر ہے کہ ان کافروں نے آخرت اور عذاب آخرت کا انکار کرکے اپنے واسطے جہنم کی آگ اختیار کرلی ہے۔

آسمان و زمین اور انکے درمیان تمام موجودات حق تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت اور کمال حکمت کی واضح دلیل ہیں ان دلائل و حقائق کو نہ ماننے والے مجرم و نافرمان اور باطل پرست ہیں اور ان پر ایمان و یقین رکھنے والے مومنین و متقین ہیں اور یقیناً ان دونوں گروہوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہ دونوں گروہ ہرگز ایک طرح کے نہیں ہو سکتے تو کیا ہم ان لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کے برابر کردیں گے جو کفر و نافرمانی کرکے دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں یا بالفاظ دیگر یوں کہو کہ کیا ہم پرہیزگار اور تقویٰ والوں کو بدکاروں اور فاجروں کے برابر کردیں گے نہیں ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ جس حکمت کے باعث تخلیق کائنات کی گئی اسکے پیش نظر یہی ضروری ہے کہ ایمان و توحید کے ساتھ طاعت گزاروں کو نجات و انعامات کا مستحق قرار دیا جائے اور فساق و فجار اور کفر و نافرمانی کے ذریعے زمین میں فساد

پھیلا

برپا کرنے والوں کو عذاب جہنم کا مستحق بنایا جائے یہی وہ قانون حکمت ہے جس کا ترجمان یہ قرآن کریم ایسی کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی بابرکت ہے اس غرض سے کہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور اس حقیقت کو معلوم کر کے اور سمجھ کے اس سے اہل فہم نصیحت حاصل کریں کہ تخلیق کائنات کا یہی مقصد ہے اور حکمت خداوندی کا یہی تقاضا ہے کہ عدل و انصاف قائم کرکے نیکوں کو جزا اور بدکاروں کو بدکاری کی سزا دی جائے اس لئے ضروری ہوا کہ کوئی وقت حساب و کتاب اور جزاء و سزا کا رکھا جائے اور ظاہر ہے کہ یہ وقت صرف آخرت اور یوم قیامت ہی ہو سکتا ہے کیونکہ دنیا تو دار العمل اور دار الامتحان ہے اور حقیقی جزاء و سزا دوران عمل دار العمل اور دار الامتحان میں قائم نہیں کی جا سکتی اسلئے کہ پھر دنیا کی زندگی میں خیر و شر کی آزمائش کا سلسلہ باقی نہ رہ سکے گا اس بنا پر مخبر صادق ﷺ کی خبر اور فرمان الٰہیہ پر ایمان لاتے ہوئے قیامت کا اقرار کرنا پڑے گا اور یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آسمان و زمین اور جملہ کائنات کی تخلیق عبث و بیکار اور خالی از حکمت نہیں اور ظاہر ہے کہ نیک و بد کے انجام کی یہ تفریق کتاب ہدایت ہی کے ذریعہ بتائی جا سکتی تھی اس لئے یہ کتاب مبارک حق تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی تاکہ اسکی بات میں تدبر اور غور و فکر کرکے اہل فہم عبرت و نصیحت حاصل کریں اور یقین کر لیں کہ مسئلہ اثبات معاد و آخرت عقل اور فطرت کے عین مطابق ہے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ اپنے فوائد قرآن کریم میں فرماتے ہیں شاید تدبر سے قوت علمی اور تذکر سے قوت عملی کی تکمیل کی طرف اشارہ ہو کیونکہ ان ہی دو قوتوں کی تکمیل اور اصلاح سے انسانی سعادت کی منزلیں طے ہوتی ہیں۔

* * *

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ

اور دیا ہم نے داؤد کو سلیمان بہت خوب بندہ وہ ہے رجوع

اَوَّابٌ ﴿٣٠﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿٣١﴾

رہنے والا جب دکھلانے کو لائے اس کے سامنے شام کو گھوڑے خاصے

فَقَالَ اِنِّىْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّىْ ۚ حَتّٰى

تو بولا میں نے چاہی محبت مال کی اپنے رب کی یاد سے یہاں تک

تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿٣٢﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا

کہ چھپ گیا اوٹ میں پھیر لاؤ ان کو میرے پاس پھر لگا جھاڑنے

بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا

پنڈلیاں اور گردنیں اور ہم نے جانچا سلیمان کو اور ڈال دیا

عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ

اسکے تخت پر ایک دھڑ پھر وہ رجوع ہوا بولا اے رب میرے معاف کر مجھ

وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ

کو اور بخش مجھ کو وہ بادشاہی کہ نہ چاہئے کسی کو میرے پیچھے بے شک

اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ

تو ہے بخشنے والا پھر ہم نے تابع کر دی اسکے باؤ چلتی اسکے حکم سے

رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ

نرم نرم جہاں پہنچنا چاہتا اور تابع کئے شیطان سارے عمارت کرنے والے

غَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا

اور غوطہ لگانے والے اور کتنے اور جو رہے جکڑے ہوئے بیڑیوں میں یہ ہے

عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ

بخشش ہماری اب تو احسان کر یا رکھ چھوڑ کچھ نہیں حساب اور اس کو

عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾

ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا

قصۂ حضرت سلیمان علیہ السلام و بیان انابت الی اللہ مع حکومت و سلطنت و جملہ انعامات دنیویہ

قال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ ...... الیٰ ...... وَحُسْنَ مَاٰبٍ

گذشتہ آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ اور انکو دین و دنیا کی نعمتوں اور حق تعالیٰ کی طرف سے خلافت فی الارض کے اعزاز سے نوازے جانے کا ذکر تھا اسی ضمن میں خلافت الٰہیہ کا مقصد اس کی ذمہ داریوں اور ذمہ داریوں کی تکمیل میں جو چیزیں حائل ہوتی ہیں ان کا بیان کر کے تخلیق کائنات کی حکمت کا ذکر تھا اور یہ کہ نیک و بد کا انجام یوم حساب میں سامنے آکر رہے گا اب ان آیات میں داؤدؑ کے فرزند حضرت سلیمانؑ کا واقعہ بیان فرمایا جا رہا ہے جو نبوت و سلطنت اور جملہ کمالات علمیہ و عملیہ کا حامل ہے حق تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک عظیم انعام ہے اس سے بڑھ کر کسی پر کیا انعام ہو سکتا ہے کہ اس کو سلیمانؑ جیسا فرزند نصیب ہوا اور خود سلیمان علیہ السلام کا کس قدر عظیم رتبہ ہے کہ انکو دین و دنیا کے ہر اعزاز اور ہر طرح کی نعمت سے نوازا گیا حتیٰ کہ ان کی حکومت جن و انس پر ہوئی ہوائیں اور پرندے انکے تابع کر دیئے گئے غرض دونوں ہی کمالات و فضائل میں عجیب بلند مقام رکھنے والے تھے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ چنانچہ ارشاد فرمایا اور عطا کیا ہم نے داؤد کو سلیمان جیسا فرزند کیا ہی اچھے بندے تھے کہ خدا کی ——

—— عبودیت و بندگی ان کی زندگی کا ذوق بن ہوئی تھی بے شک وہ خدا کی طرف بڑے ہی رجوع ہونے والے تھے چنانچہ ان کا وہ قصہ ایک یادگار اور قابل ذکر قصہ ہے جب کہ ایک روز شام کے وقت انکے سامنے اصیل اور عمدہ تیز رو گھوڑے بغرض جہاد پیش کیے گئے اور انکے دیکھنے میں اس قدر

لہ العشی لغت میں زوال کے بعد سے غروب تک وقت کیلئے اطلاق کیا جاتا ہے۔

لہ صافنات جمع صافن کی ہے بعض ائمہ لغت صافن بمعنی واقف بھی کہتے ہیں معنی عمدہ گھوڑے پر اطلاق کرتے ہیں کہ عمدہ گھوڑے اگلے قدم اٹھا کر پچھلے قدموں پر کھڑے ہو جاتے ہیں جو انکی نجابت و عمدگی کی نشانی ہوتی ہے چنانچہ ابو عبیدہؒ یہی بیان کرتے ہیں جیاد جمع جواد کی ہے تیز دوڑنے والے گھوڑے کو جواد کہتے ہیں بعض کا قول ہے کہ لمبی گردن کے گھوڑوں کو جیاد کہتے ہیں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کا جہاد والے گھوڑوں کے ملاحظہ میں مشغول ہونا خود درحقیقت ایک عبادت تھا جس میں انہماک و اشتغال سے نماز عصر کا فوت ہونا ایسا ہی ہوا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے غزوۂ احزاب میں پیش آیا تھا کہ سورج غروب ہو گیا اور نماز عصر نہ پڑھ سکے تو خدا کے پیغمبر سلیمان علیہ السلام کو یہ واقعہ غفلت سے العیاذ باللہ —— ہرگز نہیں پیش آیا بلکہ ایک عبادت میں انہماک و اشتغال دوسری عبادت کے فوت ہونے کا ذریعہ بنا اس پر سلیمانؑ کے رنج و غصہ کی مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ احزاب والے واقعہ میں وہ تھی جس کو حدیث نے بیان کیا کہ عمر فاروقؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے غروب شمس کے بعد اور کفار کو بد دعائیں دے رہے تھے کہ خدا ان کو ہلاک کرے یا رسول اللہ میں عصر کی نماز نہ پڑھ سکا حتیٰ کہ سورج غروب ہونے لگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر

دیر ہو گئی کہ دن چھپ گیا اور نماز عصر یا اس وقت کا کوئی معمول فوت ہو گیا جذبۂ جہاد اور اعداء اللہ سے قتال کا شوق قلب پر اس قدر غالب تھا کہ اس امر کا خیال نہ رہا کہ وقت نکلا جا رہا ہے اور ہیبت و جلال کے باعث کسی خادم کو اس بات کی جرأت نہ ہوئی کہ مطلع یا متوجہ کر دے جونہی وقت کے فوت ہونے پر تنبہ ہوا تو چونک کر کہنے لگے افسوس میں تو مال کی محبت میں لگ کر اپنے رب کی یاد سے یعنی نماز معمول سے غافل ہو گیا یہاں تک کہ آفتاب پردہ میں چھپ گیا اور میری عصر کی نماز فوت ہو گئی اگرچہ جہاد کی تیاری اور جہاد کے لیے گھوڑوں کا معائنہ بھی عبادت ہے لیکن ایمان کے بعد نماز سے اور فرائض سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں اس وجہ سے نماز کے فوت ہونے کا دل پر بے حد صدمہ ہوا اور اسی رنج و صدمہ کی کیفیت میں خدام کو حکم دیا ان گھوڑوں کو میرے سامنے پھر لے آؤ چنانچہ جب وہ لائے گئے تو ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر تلوار سے ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا یعنی اس ملال و رنج اور غصہ کی کیفیت میں سب کو ذبح کرنا شروع کر دیا اگرچہ یہ مال کی محبت نہ تھی بلکہ جذبۂ جہاد کے باعث تھا مگر صورت ایسی واقع ہو گئی کہ اس کا یہ اثر ہوا خواص اور مقربین کی یہی شان ہوتی ہے کہ اگر بال برابر بھی فرق ہو جاتے تو غم اور فکر و پریشانی کی حد نہیں رہتی۔

گر زباغ دل خلالے کم بود ✿ بر دل سالک ہزاراں غم بود

یہ بات ایسی ہی ہوئی ہے جس طرح ایک صحابی کو نماز میں اپنے باغ کا خیال آیا تو سلام پھیرتے ہی اسکو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا گیا گویا سلیمانؑ نے انکو اللہ کی راہ میں قربانی کر ڈالی اور ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں گھوڑے کا گوشت حلال ہو یا انکی قربانی درست ہو یا یہ عمل شدت غضب میں واقع ہوا ہو بہر کیف حضرت سلیمانؑ جیسے برگزیدہ پیغمبر کی غیرت ایمانی نے اس بات پر ان کو آمادہ کیا کہ جس مال کے معائنہ میں نماز ضائع ہوئی اور وہ مال ذکر خداوندی سے غفلت کا سبب بنا اس کو اس طرح ختم کر دیا جائے یہ ایمانی غیرت اور ذکر خدا کی محبت کا یہ جوش اور غلبہ یقیناً قابل مدح و فخر

نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم میں بھی نہیں پڑھ سکا اور آپ نے یہ کلمات فرمائے ملأ اللہ بیوتھم وفی روایۃ قلوبھم وقبورھم نارا حبسونا عن الصلوۃ الوسطی صلوۃ العصر۔ یعنی خدا تعالیٰ انکے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے کہ انہوں نے ہمیں نماز عصر سے روکے رکھا تو یہاں اس قصہ میں سلیمان علیہ السلام کا رنج و غم اور غصہ اس طرح ظاہر ہوا کہ ان گھوڑوں کی کونچیں کاٹنے لگے یہی تفسیر اکثر ائمہ مفسرین نے اختیار کی ہے حافظ ابن کثیرؒ کی تحقیق مختلفا کا ایک مفہوم بروایت علی عبداللہ بن عباسؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ ان گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے جذبۂ محبت اور مسرت کے ساتھ لیکن جمہور مفسرین نے اس تفسیر کو پسند نہیں فرمایا راجح قول یہی ہے کہ غم و غصہ میں انکی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹنے لگے۔

تھا اس وجہ سے اس واقعہ کو اس عنوان سے ذکر فرمایا گیا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ کہ کیا ہی اچھے بندے تھے کہ بے شک اللہ کی طرف انابت و رجوع والے تھے شوقِ جہاد اور جذبۂ اعلاء کلمۃ اللہ اور قہر اعداء اللہ حضرت سلیمانؑ کی عظیم منقبت اور فضیلت کا تقاضا تھا ہی اس کے ساتھ ایک دوسرا قصہ بھی ذکر فرما دیا گیا جو انکے ایک ابتلاء و آزمائش کا تھا اور وہ بھی اسی طرح انکی عظمت و فضیلت کی ایک عظیم نشانی ہے اور یہ دونوں قصے انکے صبر و استقامت کی کامل ترجمانی کرنے والے ہیں اس لحاظ سے گویا داؤد علیہ السلام کا جو ایک خاص رنگ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ کا تھا وہ اس وراثت نسبی کے ساتھ سلیمان علیہ السلام کو بطور وراثت کمالات نبوت کے عطا کر دیا گیا۔

فرمایا اور بے شک ہم نے سلیمان علیہ السلام کو ایک اور طرح سے بھی آزمایا اور ان کے تخت پر لا ڈالا ایک نا تمام دھڑ جس سے وہ سمجھ گئے اور متنبہ ہوئے کہ یہ تو میرا امتحان کیا گیا اور اسی ندامت و پریشانی کی حالت میں پھر ہماری طرف رجوع کیا اور تضرع و زاری کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں دعا مانگنے لگے کہ اے میرے پروردگار میرا قصور معاف کر دیجئے جو ہم سے واقع ہوا اور آئندہ کے لئے مجھ کو ایسی سلطنت عطا کر دیجئے جو میرے بعد کسی کو لائق و زیبا نہ ہو بے شک تو ہی بڑا دینے والا ہے کہ جو چاہے عطا فرما دے تیری بارگاہ میں نہ دعا کی قبولیت کوئی دشوار کام ہے اور نہ وہ چیز عطا کرنا دشوار ہے جو مانگی جا رہی ہے پس ہم نے ان کی دعا قبول کرتے ہوئے تابع کر دیا ان کے ہوا کو وہ چلتی نرمی کے ساتھ جہاں وہ جانا چاہتے تو اس نعمت سے گھوڑوں سے مستغنی ہو گئے جن میں وہ جذبۂ جہاد کی وجہ سے مصروف و منہمک ہوتے تھے اور اسی انہماک و اشتغال میں نماز کا وقت فوت ہو گیا تھا اور اس کے بعد رنج و غصہ میں ان کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں اور جنات و شیاطین کو بھی ان کے واسطے مسخر کر دیا جو ہر عمارت بنانے والے اور سمندروں میں غوطہ لگانے والے تھے کہ سلیمانؑ کا حکم پاتے ہی بڑی سے بڑی عمارتیں بنا ڈالیں اور سمندروں میں گھس کر ان کا حکم بجا لائیں اور بہت سے اور ایسے جن بھی ان کے واسطے مسخر کر دیئے جو زنجیروں میں جکڑے رہتے جو ان میں سے بعضوں کے تمرد اور سرکشی کی سزا بھی ہوتی یہ سب کچھ دے کر ہم نے سلیمانؑ سے کہہ دیا تھا اے سلیمانؑ یہ ہے ہماری عطا کہ ہوائیں اور جن بھی تمہارے تابع کر دیئے گئے جو دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے بادشاہ کو حاصل نہیں ہو سکی اب تم جس کو چاہو احسان رکھ کے دو یا جس سے چاہو روک لو بغیر اس کے کہ تم سے اس کا کوئی حساب و سوال ہو اور بے شک ان تمام نعمتوں کے علاوہ سلیمانؑ کے لئے ہمارے یہاں ایک خاص قرب کا مقام اور بہترین ٹھکانہ ہے جو قیامت کے روز ظاہر ہو گا اور اس مقام قرب اور اخروی نعمتوں کے سامنے ظاہر ہے کہ یہ ملک سلیمانی بھی اور دنیا میں حاصل شدہ نعمتیں ہیچ اور حقیر ہیں کیونکہ دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت بھی آخرت کی معمولی نعمت کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ کا عنوان اس بات کی صراحت کر

رہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس معاینہ کے وقت اتنا وقت گزرا کہ سورج غروب ہو چکا تھا اس کے بعد سورج کے دوبارہ طلوع ہو جانے کا بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے لیکن کسی سند سے اس کا ثبوت نہیں بعض مفسرین نے بیان کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے سورج کو لوٹایا جانا ایسا ہی تھا جیسا حضرت یوشع کے لیے لوٹایا گیا اسماء بنت عمیسؓ کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جن نماز عصر فوت ہو جانے کے بعد سورج لوٹانے کا ذکر ہے مقام صہبا میں جو خیبر کے قریب ایک جگہ ہے ابن الجوزیؒ نے اسکو موضوعات میں شمار کیا ہے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو رد کیا اور بیان کیا کہ یہ روایت روافض کی وضع کردہ حدیث ہے غزوہ احزاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز عصر فوت ہو جانا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ ارشاد ہے ملأ اللہ تعالیٰ قبورهم وبیوتهم نارا شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر روشمس غزوہ احزاب میں بھی ثابت نہیں صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں تصریح ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے یہ نماز غروب کے بعد ادا کی۔

بہر حال حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں سورج کی واپسی کا واقعہ صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے تفصیل کیلئے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر روح المعانی ملاحظہ فرمائیں۔

تفصیل ابتلاء سلیمان علیہ السلام

ان آیات میں ابتداءً حضرت سلیمان علیہ السلام کی فضیلت ومنقبت اس طرح بیان کی گئی کہ حق تعالیٰ نے انکو حضرت داؤد کی وراثت سے نوازا اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو کمالات نبوت اور علم وفضل تقویٰ اور انابت الی اللہ کی جو عظیم خصوصیات عطا کی تھیں ان ہی میں وراثت دینا مراد ہو سکتا ہے ان کمالات کے ساتھ جو انعام خلافت وسلطنت کا داؤد علیہ السلام کو عطا کیا گیا تھا ظاہر ہے کہ انعام کی اسی دوسری نوع میں سلیمان علیہ السلام کو داؤد علیہ السلام کی وراثت سے نوازنا مراد ہے تو اسی سلسلہ میں پہلے انکی یہ فضیلت بیان کی گئی کہ شوق جہاد میں اس قدر انہماک تھا کہ گھوڑوں کا معاینہ کر رہے ہیں مگر ساتھ ہی شوق عبادت کا یہ مقام ہے کہ اگر اسی میں اشتغال وانہماک سے نماز ضائع ہو گئی تو ان گھوڑوں کی کونچیں کاٹنے لگے جن کی وجہ سے یہ بات پیش آئی انبیاء علیہم السلام کے لیے ایسا کوئی واقعہ جس کے باعث کسی بھی حیثیت سے کوئی چیز ان کے بلند ترین مقام سے کچھ کم ہو یا انکے خشیت وتقویٰ کے معیار سے گری ہوئی ہو وہ چیز ایک طرح سے ابتلاء کا درجہ رکھتی ہے اگرچہ نہ وہ تقصیر ہوتی ہے اور نہ کچھ امر اور حکم کا ترک یا خلاف ورزی ہوتی ہے لیکن بایں ہمہ وہ واقعہ انکی عظمتوں اور کمالات کی مزید بلندی کا باعث ہوتا ہے اسی طرح یہ بات بھی تھی تو اسی واقعہ کے ساتھ دوسرا ایک واقعہ بھی

یہ تمام داستان ہاروت و ماروت کے قصہ کی طرح بے ہودہ، لغو اور یہودیوں کی گھڑی ہوئی داستان ہے ان
زن یہودیوں کی جو سلیمان علیہ السلام کے بارے میں یہ مشہور کرتے تھے کہ وہ ساحر اور جادوگر ہیں جس کی تردید
قرآن کریم نے وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ میں کی ہے کہ یہود خود
سحر اور جادو جیسے کفریہ عمل کرتے اور دوسروں کو بھی جادو سکھایا کرتے تھے سلیمانؑ تو ہرگز ایسے کفر کا ارتکاب
نہیں کر سکتے تھے یہ قصہ باعتبار سند کے اور بر خلاف بیان کردہ قصے نہ عقلاً قابل تصور ہیں اور نہ ہی اصول شریعت
سے ان کا امکان ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں ایسی چیزوں کا اعتقاد کفر ہے کیونکہ انبیاء معصوم
ہوتے ہیں اور انکی عصمت وحفاظت از نبوت ہے اور نبوت اللہ کی عطا کردہ ہوتی ہے یہ
کیسے ممکن ہے کہ اللہ رب العزت کی عطا کردہ نبوت اور ایسے نبی کو اللہ ہی کی طرف سے عطا کردہ سلطنت
کوئی جن سلیمانؑ کی شکل بنا کر درہم برہم کر ڈالے اور صرف اتنی دیر میں کہ وہ بیت الخلاء گئے اور وہ دیو
آکر تخت سلیمانی پر حکمرانی کرنے لگے کسی جن اور شیطان کو یہ قدرت ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ پیغمبر کی شکل
میں متشکل ہو کر لوگوں کو دھوکہ دے سکے۔

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي کہ جس کسی
نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے درحقیقت مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان کو یہ قدرت نہیں کہ میری شکل
بنا کر خواب میں کسی کے سامنے آجائے تو اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ مقام نبوت کی عظمت و بلندی
کا تو یہ عالم ہے کہ خواب میں بھی کسی مسلمان کے سامنے کوئی جن یا شیطان پیغمبر کی صورت بنا کر
نہیں ہو سکتا تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک دیو سلیمانؑ کی شکل بنا کر آگیا اور ایک آن میں سلیمانؑ
کا تخت سلطنت اور کاروبار نبوت پر قابض ہو گیا۔

سلیمان علیہ السلام کے ابتلاء کی حقیقت

سلیمان علیہ السلام کے اس ابتلاء کی حقیقت اور اس قصہ کی اصل تفسیر و تشریح صحیح بخاری اور صحیح
مسلم کی اس حدیث سے جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے معلوم ہوتی ہے جس کا مضمون یہ ہے
کہ سلیمان علیہ السلام نے (جو جذبہ جہاد میں سرشار تھے اور اسی جذبہ میں گھوڑوں کا معاینہ بھی کر رہے تھے
جس میں سورج غروب ہو گیا تھا اور نماز فوت ہو گئی تھی) ایک روز یہ کہا کہ میں آج رات اپنی بیویوں
پر گشت کروں گا جن کی تعداد سو تھی اور اس قربت کی وجہ سے ہر ایک عورت بچہ جنے گی اور ہر بچہ
جوان ہو کر اللہ کی راہ میں مجاہد بنے گا فرشتہ نے انکے اس کہنے کے وقت القاء کیا کہ ان شاء اللہ کہو
لیکن سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہنا بھول گئے مقربین کا مقام اس قدر بلند ہوتا ہے کہ ان کی ایسی لغزش
اور چوک بھی اللہ کی طرف سے باعث تنبیہ و گرفت ہو جاتی ہے تو اس چوک پر اس طرح متنبہ کیا گیا

کہ کوئی بھی ان میں سے حاملہ نہ ہوئی بجز ایک کے اور اس ایک حاملہ بیوی سے بھی جو بچہ پیدا ہوا وہ بھی ادھورا ناتمام تھا یعنی ہاتھ پاؤں کا ایک جسم (دھڑ) تخت پر لا ڈالا گیا اسی کو فرمایا گیا وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ جَسَدًا کہ ہم نے سلیمانؑ کے تخت پر ایک ناتمام جسم (جسد) لا کر ڈال دیا فوراً ہی چوکنے ہوگئے اور سمجھ گئے کہ یہ میری اس چوک پر گرفت اور تنبیہ ہوئی ہے کہ میں نے انشاء اللہ نہیں کہا تھا حالانکہ پیغمبر کا مقام تو بہت عالی اور بلند ہوتا ہے ہر ایمان رکھنے والے شخص کو بھی ہر بات اللہ ہی کی قدرت اور اسکے ارادہ کی طرف حوالہ کرنی چاہیے اور یہ اعتقاد باطن میں ایسا راسخ ہونا چاہیے کہ کسی کام میں بھی اس بات کے تلفظ کو بھی فراموش نہ کرے تو سلیمان علیہ السلام فوراً ہی متنبہ ہوکر خدا کی طرف استغفار کے ساتھ رجوع ہوئے اور بے قراری کے عالم میں زبان سے یہ دعا نکلی رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ اے پروردگار تو مجھے ایک ایسا ملک (سلطنت) عطا فرما دے جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو تاکہ نہ گھوڑوں کے معاینہ کی فکر رہے اور نہ ایسا واقعہ پیش آسکے کہ ان کے معاینہ میں نماز فوت ہو جائے اور نہ ہی جذبۂ جہاد میں بہ ہر بیٹوں کا شوق رہے کہ اس میں کسی چوک و لغزش میں مبتلا ہو جاؤں بلکہ ایسی بادشاہی طاقت و قدرت عطا کر دے کہ ان تمام اسباب و وسائل اور انکی فکر و تشویش سے بے نیاز ہو جاؤں تو جذبۂ شوق پر اجابت کی یوں یہ دعا بارگاہ رب العزت سے قبول کی گئی اور اسی قبولیت کے باعث فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ الخ ہوائیں انکے تابع کر دی گئیں کہ جہاں چاہیں ہوا ان کو پہنچا دے اب ان کو گھوڑوں کی ضرورت نہ رہی سلیمان علیہ السلام کو فکر لگی ہوئی تھی کہ برق رفتار گھوڑوں کو مرتب کریں دل سے تڑپ کر خدا نے ان پر یہ انعام فرمایا کہ ہوا بھی ان کے واسطے مسخر کر دی تا حکم کہ ہوائیں ان کو اڑاتی پھریں۔

اور مجاہدین کا شوق اور جذبہ تھا کہ ہر بیوی ایک لڑکا جنے جو اللہ کی راہ میں مجاہد ہو سو اس شوق اور آرزو کی تکمیل اس طرح کردی کہ شیاطین و جنات کو ان کے واسطے مسخر کردیا یعنی عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانے والے کہ ان کے حکم کے تابع کردیا جو بڑی سے بڑی عمارتیں اور قلعے تیار کرلیں اور سمندروں میں بھی غوطہ زنی کرلیں اب ایسی فوج عطا ہونے کے بعد اس آرزو اور جستجو کی ضرورت نہ رہی کہ اولاد کی ولادت سے مجاہدین کی جماعت تیار ہو۔

اور بہت سے دوسرے جنوں کو بھی ان کے واسطے مسخر کردیا جو زنجیروں میں جکڑے ہوتے تھے یعنی جنات میں وہ جماعت جو تعمیرات اور دیگر کاموں میں کام آنے والی تھی وہ قرآن کے حکم کے مطابق خدمات میں مصروف کر دیے گئے اور جنات میں جو سرکش و مفسد تھے ان کو زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیا گیا تھا تاکہ کسی قسم کا تمرد اور سرکشی نہ کرسکیں یہ سب کچھ عطا کرنے کے بعد ہم نے سلیمانؑ سے کہہ دیا کہ اے سلیمان یہ ہے ہماری عطا اور سلطنت و حکمرانی جو تم کو دی ہے اب جس

عظمت کا سبب نہیں بن سکے گی۔

حضرت والد صاحب مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم مبارک سے لکھی ہوئی ایک عبارت جو حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے وعظ تعظیم العلم سے اقتباس ہے یہ ہے: رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ کی تفسیر میں فرمایا قولہ تعالیٰ رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ مولانا رومیؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ظاہراً اس سے حرص و حسد کا شبہ ہوتا ہے مگر واقع میں یہ ضعفاء کے حق میں ہے انہوں نے اس دعا میں عین رحمت فرمائی جس کی توجیہ یہ ہے کہ مِنْۢ بَعْدِیْ میں بعدیت زمانیہ مراد نہیں بلکہ بعدیت رتبیہ مراد ہے مطلب یہ ہے کہ مجھ کو ایسا ملک عطا فرما کہ جو مجھ سے کم درجہ والوں کے لیے مناسب نہ ہو کیونکہ وہ اس سلطنت مل جانے سے کبر اور تکبر میں مبتلا ہو جائیں گے اب اس تفسیر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ اشکال نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ سلیمانؑ کے اعتبار سے مِنْ بعدی نہیں بلکہ من قبلی ہیں یعنی آپ نبوت اور رسالت میں ان کے ہم مرتبہ ہیں اور درجہ میں ان سے بھی افضل ہیں اور خاقانی کا یہ شعر:

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی ؛ کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

اس سے سلیمان علیہ السلام کی توہین کا شبہ نہ کیا جائے یہ اس شخص کے حق میں ہے کہ جہاں دولت اور سلطنت کے ساتھ با خدا بودن جمع نہ ہو سکے بخلاف حضرت سلیمان علیہ السلام کے کہ انکی سلطنت اور مملکت با خدا بودن کے منافی نہ تھی باوجود اتنی عظیم سلطنت کے وہ ایک لمحہ کے لیے بھی خدا تعالیٰ سے غافل نہ تھے انتہی الخ کذا فی تعظیم العلم ص ۲۰۹ وعظ ششم از سلسلہ تبلیغ۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ

اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو جب پکارا اپنے رب کو کہ مجھ کو

مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ

لگا دی شیطان نے ایذا اور تکلیف ۔ لات مار

بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا

اپنے پاؤں سے یہ چشمہ نکلا نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو اور دیئے ہم نے

لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى

اسکو اس کے گھر والے اور انکے برابر انکے ساتھ اپنی طرف کی مہر سے اور یاد دینے کو عقل

الْأَلْبَابِ ﴿٤٣﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ ۗ إِنَّا

والوں کے اور پکڑ اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا پھر اس سے مار لے اور قسم میں جھوٹا نہ ہو

وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۚ نِّعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿٤٤﴾

ہم نے اس کو پایا سہارنے والا، بہت خوب بندہ، وہ ہے رجوع رہنے والا

قصہ سوم حضرت ایوب علیہ السلام و مناجات بہ بارگاہ رب العالمین

قال اللہ تعالیٰ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ ..... الیٰ ..... نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ

(ربط) گزشتہ آیت میں سلیمان علیہ السلام کے ایک ابتلاء و آزمائش کا ذکر تھا اب ان آیات میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ایک قصہ بیان کیا جا رہا ہے جس میں ان کے ابتلاء اور آزمائش میں صبر و استقامت کا بیان ہے کہ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر بیماری و تکلیف اور فقر و فاقہ میں بھی کیسے صابر رہے اور جب انہوں نے اپنے پروردگار کی طرف رجوع کیا تو کس طرح رحمت خداوندی نے ان کی تمام تکالیف دور کر کے انعامات اور رحمتوں سے نوازا گیا اس واقعہ کا ذکر حضرت سلیمانؑ کے واقعہ کے بعد شکر و صبر کا ارتباط رکھتا ہے وہ اللہ کے برگزیدہ ایسے شاکر بندے تھے کہ امم سابقہ میں ایک نمونہ تھیں تھا تو ایوبؑ ایسے صابر بندے تھے کہ صبر ایوبؑ دنیا میں ایک معیار اور نمونہ کی حیثیت اختیار کر گیا۔

فرمایا اور یاد کرو ہمارے بندے ایوب کو کہ کیسے صابر تھے کہ طرح طرح کے امراض و مصائب اور مشقت و تنگی میں مبتلا ہوئے تو اس وقت اپنے پروردگار کو پکارا اور التجا کی کہ اے میرے پروردگار تحقیق شیطان نے مجھ کو بڑی ہی مشقت اور تکلیف پہنچائی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے مجھ کو شیطان کے شر اور فتنہ سے بچا تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور حکم دیا کہ اپنا پاؤں زمین پر مارو چنانچہ انہوں نے پاؤں زمین میں مارا تو ان کی شفاء اور تندرستی کا بطور خرق عادت اور معجزہ سامان پیدا کرنے کے لیے ایک چشمہ جاری کر دیا گیا اور ان سے کہہ دیا گیا کہ یہ تمہارے واسطے نہانے کا پانی ہے ٹھنڈا اور پینے کے لیے بھی چنانچہ اس پانی میں نہائے اور اس کو پیا جس سے بالکل تندرست ہو گئے اور عطا کیے ہم نے ان کو ان کے گھر والے جو حوادث میں ضائع ہو چکے تھے اور ان ہی کے برابر اور بھی جیسے اور عطا کیے محض اپنی طرف سے مہربانی کرتے ہوئے تاکہ مہربانیوں اور رحمتوں کے یہ واقعات نصیحت و عبرت کا سامان ہوں عقل والوں کے لیے اور وہ یہ سمجھیں کہ خدا کے صابر بندے کس طرح کیسے عظیم انعامات سے نوازے جاتے ہیں حضرت ایوبؑ نے حالت مرض کسی بات پر خفا ہو کر یہ قسم کھائی تھی کہ تندرست ہو گئے تو اپنی عورت کو

سو کوڑیاں مارنے لگے وہ یہی اس بیماری کی حالت میں جب کہ سب لوگ ان سے دور ہو چکے تھے تنہا ان کی رفیق و خدمت گزار تھیں اور بظاہر قصوروار بھی نہ تھیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انکو یہ طریقہ اور قسم کو سچا کرنے کا حیلہ بتلا دیا جو صرف انہی کے لئے مخصوص تھا تو فرمایا اور لے ایوب پکڑو اپنے ہاتھ میں سینکوں کی ایک گڈی اور پھر اسکو مارو اپنی بیوی پر تاکہ سو کوڑیاں مارنے کی قسم پوری ہو جائے اور تم اپنی قسم میں جھوٹے نہ ہو بے شک ایوب کو ہم نے بہت ہی صابر پایا ان تمام شدائد مرض اور مصائب میں جو ان کے حق میں منجانب اللہ اسی طرح مقدر فرمائے گئے جیسے کہ بہت سے انبیاء اور اللہ کے مقربین پر فقر و فاقہ اور دشمنوں کی طرف سے مصائب و آلام کے واقعات پیش آتے ہیں اس طرح کے صبر سے ایوب نے ثابت کر دیا کہ وہ بہت اچھے بندے ہیں بلاشبہ یہ بات قابل تعریف ہے کہ ان تمام مشقتوں میں وہ خدا کی طرف بہت ہی رجوع کرنے والے تھے۔

تحقیق ابتلاء ایوب علیہ السلام

ان آیات میں حضرت ایوب علیہ السلام کے جس ابتلاء کا ذکر فرمایا گیا ہے اسکی تفصیل کسی صحیح حدیث کے ذریعہ متعین نہیں بالاجمال الفاظ قرآن کریم سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ کسی مشقت و تکلیف یا بیماری کے ذریعہ آزمائش فرمائی گئی جیسے کہ حضرات انبیاء مختلف قسم کی آزمائشوں میں آزمائے جاتے ہیں یہ بھی آزمائے گئے تاکہ دنیا کے سامنے خدا کے برگزیدہ بندوں کے صبر کا نمونہ ظاہر ہو جائے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل کہ دنیا میں سب سے زیادہ شدائد و مصائب میں مبتلا ہونے والے خدا کے پیغمبر ہوتے ہیں پھر ان کے بعد وہ جو درجہ بدرجہ ان سے مشابہ و قریب ہوں اس بیماری یا تکلیف کے سلسلہ میں جو واقعات مشہور ہیں کہ تمام بدن میں کیڑے پڑ گئے اور کوئی حصہ بدن ایسا باقی نہ رہا جہاں آبلے اور پھوڑے نہ ہوں ان کو راکھ پر ڈال دیا گیا اور گھر سے دور کسی جگہ ڈال دیا گیا لوگ کہتے تھے اے ایوب تم نے کوئی گناہ کیا ہے جس کی پاداش میں تم اس مصیبت میں مبتلا کئے گئے تمام گھر اور قبیلہ کے لوگ چھوڑ گئے سوائے انکی بیوی کے وہ خدمت کرتی رہیں خوراک کی ضرورت رہی تھی کہ علاج اور دوا کے لئے بھی کچھ نہ رہا اسی حالت میں کہ بیوی علاج اور دوا کی فکر میں پریشان پھر رہی تھیں تو ایک شیطان جنگل میں طبیب ظاہر ہوا ایوب سے علاج کی درخواست کی تو شیطان نے کہا کہ میں اس شرط پر علاج کروں گا کہ اگر انکو شفا ہو جائے تو یہ کہہ دینا کہ ایوب کو تو نے شفا دی اسکے علاوہ میں تجھ سے کوئی نذرانہ وغیرہ نہیں چاہتا ایوب کی بیوی نے ایوب علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا اے اللہ کی بندی یہ تو شیطان تھا اب میں عہد کرتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ اللہ نے اگر مجھے شفا دی تو میں تجھ کو بطور سزا سو کوڑیاں ماروں گا اور حضرت ایوب علیہ السلام کو یہ بات بڑی شدید

رنج ہوا کہ شیطان کا حوصلہ اس قدر بڑھ گیا کہ وہ میری بیوی سے ایسے کلمات کہلوانا چاہتا ہے جو موجب شرک ہوں اگرچہ ایک طرح سے تاویل بھی ممکن ہے اس رنج و غم میں اب اللہ کی طرف خاص تضرع و زاری کے ساتھ متوجہ ہوئے اور فرمایا رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اے اللہ مجھے تکلیف و مصیبت پہنچی ہوئی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے کمال ادب کے ساتھ صرف اپنی حالت کا پروردگار کے سامنے اظہار کر دیا اور یہ کہ آپ ارحم الراحمین ہیں جو بھی شان رحیمی کا مقتضیٰ ہو وہ اے پروردگار میرے واسطے فرما دیجئے فوراً ہی دعا قبول ہوئی اور پاؤں مارنے کا حکم دیا گیا جس سے پانی جاری ہو گیا اور اسکے ذریعہ غسل سے بدن بھی تندرست ہو گیا اور اسکے پینے سے قلب کو بھی تسکین حاصل ہوئی بطور قدر مشترک روایات میں اس طرح کی باتیں مذکور ہیں ان روایات کے مضامین کو ذکر کرتے ہوئے علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں حضرات ائمہ مفسرین اور محققین نے اس طرح کی بیماری کی داستانوں کو قابل اعتقاد اور درست نہیں سمجھا اور یہ فرمایا کہ اللہ کے کسی پیغمبر کے لیے ایسی کوئی حالت جو لوگوں کے لیے باعث تنفر اور تکدر ہو نہیں ہو سکتی اس طرح کی بیماری کہ بدن سے کیڑے گرنے لگے اور لوگ ان کو گھر سے باہر کسی جگہ سے جا کر ڈال دیں انبیاء علیہم السلام کی اس عظمت و وجاہت کے منافی ہے جو اللہ کی طرف سے خاص ثبوت ہے جو ازروئے حساب اور امراض کا انبیاء پر وارد ہونا تو بے شک درست ہے لیکن ایسے امراض جو گندے اور قابل نفرت ہوں مثلاً جذام ورص یعنی (نابینا پن) اور جنون وغیرہ ان سے محفوظ رکھے جاتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو اسرائیل نے ایک ایسی بیماری اور عیب کا الزام لگایا تھا جو لوگوں میں حقیر ہے تو اللہ نے اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی براءت ظاہر فرما دی جیسے کہ آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا کی تفسیر میں گذر چکا ہے اور وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وجاہت انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ثبوت ہے لہٰذا ایسی کوئی بیماری اور حالت جو باعث عیب یا نفرت ہو انبیاء علیہم السلام کے لیے نہیں ہو سکتی حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے اگرچہ قرآن کریم میں یہ آیا ہے کہ حضرت یوسف کے غم میں روتے روتے ان کی آنکھیں سپید ہو گئی تھیں اور بینائی جاتی رہی تھی تو یہاں اولاً تو یہ بات قابل ذکر ہے کہ بقول بعض ائمہ مفسرین اصل بینائی ختم نہیں ہوتی تھی بلکہ شدت غم اور کثرت بکا کی وجہ سے ایک پردہ سا آنکھوں پر چھا گیا تھا پھر یہ کہ یہ نابینا پن پیدائشی نہ تھا اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کے بارہ میں بعض مؤرخین کا یہ کہنا کہ وہ نابینا تھے صحیح نہیں ہے امام نوویؒ فرماتے ہیں اندھا اور عشی تو پیغمبروں پر ممکن ہے کیونکہ وہ کوئی مستقل مرض عیب کی قسم سے نہیں البتہ جنون ممکن نہیں کیونکہ جنون عیب ہے الغرض امراض کا عارض ہونا بے شک انبیاء پر ہوتا ہے لیکن صرف اسی حد تک کہ وہ قابل نفرت نہ ہوں اور نہ ہی وہ عیب کے درجہ میں ہوں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی اس قسم کو پورا کرنے کے سلسلہ میں حق تعالیٰ کی طرف سے یہ صورت رضا فرمائی وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ ایک نرمی کی سہولت کا حیلہ فرما دیا ہے کہ قسم بھی پوری ہو جائے اور اس بیوی کو جو واقعۃً اور حقیقۃً تو کسی جرم کی مرتکب نہیں ہوئی اور نہ ہی وہ کسی ایسی شرعی حد کی مرتکب ہوئی ہے جس پر اس طرح کی حد جاری کی جاتی — محض ایک وہم بعید کا درجہ ہوا اور خاندانِ نبوت کی شان سے قدرے گری ہوئی چیز تھی تو اس کے تدارک کے لئے وحی الٰہی یہ حیلہ دراصل حضرت ایوب کو بتا دیا گیا حقیقت میں جرم تو تھا نہیں بلکہ شبہ بعید تھا تو اس طرح کی حد (سزا) بھی حقیقت سزا نہیں ہے صرف مشابہت بعید ہی کے درجہ میں صورت سزا ہو جاتی ہے۔

یہ حیلہ ایسا ہی ہو گیا جس طرح حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائی کو اپنے پاس روکنے کی تدبیر کی تھی کہ ان کے سامان میں پیالہ رکھوا دیا اور پھر اعلان ہوا کہ ہماری ایک چیز گم ہوئی ہے تو اس وجہ سے تم لوگ کچھ دیر رکو کہ وہ سب سے پوچھ لیں اسے یوسفؑ نہیں ایسا نہیں اور اس پر یوسف علیہ السلام نے ان سے یہ بات دریافت کر لیں بتاؤ اگر تم جھوٹے ہو تو کیا سزا ہو اور اس کے جواب میں وہ یہ کہہ دیں جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ یعنی اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے سامان میں وہ چیز ملے وہ شخص اس کا بطور غلام و خادم آپ کے پاس رہ جائے گا تو اس تدبیر سے حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا اور اس خصوصی تدبیر کو اللہ نے خود ارشاد فرمایا کَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ کہ ہم نے ہی یہ تدبیر یوسفؑ کو الہام کی کیونکہ وہ اپنے بھائی کو وہاں کے ملکی قانون کے مطابق نہیں روک سکتے تھے تو اس طرح کا یہ بھی ایک خصوصی حیلہ تھا جس کی حضرت ایوبؑ کو اجازت دی گئی فقہاء حنفیہ کے یہاں تو بعض مواقع پر حیلہ کی صورت اختیار کی گئی یا اس کی اجازت دی گئی اس کی نوعیت اس طرح ہے حیلہ اگر اس طرح ہے کہ اس سے حرام شئے کو حلال قرار دے لیا جائے یا اس سے شریعت کی غرض فوت ہو یا اس حیلہ سے کسی شخص کا حق ضائع ہوتا ہو تو ظاہر ہے کہ اس طرح کا حیلہ قطعاً ممنوع ہے اور اسکو کسی بھی فقیہ نے کسی بھی حالت میں درست نہیں سمجھا حیلہ شرعیہ اس صورت میں گوارہ کیا گیا کہ انسان اسکو اختیار کر کے حرام میں مبتلا ہونے سے بچ جائے چنانچہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الحیل میں یہی فرمایا کہ حیلہ کا جواز اس وجہ سے نہیں ہے کہ انسان اس کو اختیار کر کے حرام میں داخل ہو جائے بلکہ اس کا جواز صرف اس حد تک ہے کہ اسکے ذریعہ حرام میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہے اور اس طرح حلال صورت سے متمتع ہو سکے تفصیلات کے لئے فقہاء کے بیان کردہ جزئیات کی مراجعت کی جائے الغرض حضرت ایوبؑ کو یہ حکم بارگاہ خداوندی سے اتنا سبب لطف و ترحم تھا کہ اس نیک بی بی ایذا رسانی سے بچ

جائے اور کسی جھاڑو وغیرہ کی باریک سینک کو ڈنڈے کے قائم مقام ہو جائے اور تبدیل صورت سے تبدیل حکم ہو جانا اور باوجود معنوی مغایرت کے صوری مشابہت کو کافی قرار دے لینا یہی حقیقت حیلہ کی ہے جس کو فقہاء حنفیہ نے اس صورت میں جائز قرار دیا ہے کہ نہ تو کسی کا حق فوت ہوتا ہو اور نہ حرام کا ارتکاب لازم ہوتا ہو بلکہ وہ حیلہ اسکو اضطرار و مجبوری کی مصیبت سے نکال کر حرام میں مبتلا ہونے کے بجائے ایک حلال شکل پیدا کرتا ہے تفصیل کے لیے روح المعانی جلد ۲۳ کی مراجعت فرمائیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے نسب کے بارہ میں ابن اسحٰقؒ کا قول ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے تھے ابن جریرؒ نے ان کا سلسلہ نسب اس طرح ذکر کیا ہے ایوب بن موص بن روم بن عیص بن اسحٰق علیہ السلام اور ابن عساکرؒ نے یہ بیان کیا کہ ان کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں اور آپ ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے تو اس لحاظ سے ان کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبل ہوا ابن جریرؒ نے حضرت شعیب علیہ السلام کے بعد بیان کیا ہے اور بعض نقول سے سلیمان علیہ السلام کے بعد ہے (روح المعانی)

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

اور یاد کر ہمارے بندوں کو ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب

اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ

ہاتھوں والے اور آنکھوں والے ہم نے امتیاز دیا ان کو

بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا

ایک چنی بات کا وہ یاد اس گھر کی اور وہ سب ہمارے پاس ہیں

لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ وَاذْكُرْ

چنے نیک لوگوں میں اور یاد کر

اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا

اسمٰعیل کو اور الیسع کو اور ذوالکفل کو اور ہر ایک تھا خوبیوں والا یہ ایک

ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ

مذکور ہو چکا اور تحقیق ڈر والوں کو ہے اچھا ٹھکانا باغ ہیں بسنے کے

مُفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا

کھول رکھے انکے واسطے دروازے ۔ تکیہ لگائے بیٹھے ان میں منگواتے ہیں ان میں

بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

میوے بہت اور شراب ۔ اور انکے پاس عورتیں ہیں نیچی نگاہ والی

اَتْرَابٌ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ اِنَّ هٰذَا

ایک عمر کی ۔ یہ وہ ہے جو تم کو وعدہ ملتا ہے حساب کے دن پر ۔ یہ ہے روزی

لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝

ہماری دی اس کو نہیں نپٹنا

تذکرۂ اخلاص و فضائل ابراہیم و اسحٰق و یعقوب و دیگر انبیاء کرام علیہم السلام

قال اللہ تعالیٰ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ..... الیٰ ..... لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ

گزشتہ آیات میں حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر و استقامت کا ذکر تھا اب ان آیات میں حضرت ابراہیم و اسحٰق و یعقوب و دیگر انبیاء علیہم السلام کے اخلاص و انابت الی اللہ و دیگر فضائل کا بیان ہے جس سے یہ غرض ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ان علمی و عملی اور ظاہری و باطنی کمالات کو معلوم کر کے یہ سمجھا جائے کہ ان حضرات کے مراتب عالیہ اور حق تعالیٰ کی طرف سے انعامات و رحمتوں کی نوازش انہی اوصاف و خوبیوں کے باعث تھی اس لیے اگر کسی کو انعامات و فضائل کا شوق ہے تو اس کو چاہیے کہ اللہ کے ان برگزیدہ پیغمبروں کے نقش قدم پر چلے اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھے کہ ان انبیاء کی تکذیب و انکار کرنے والوں کا انجام ہلاکت و بربادی اور ذلت کی صورت میں دنیا کی نظروں کے سامنے آیا اس لیے انبیاء علیہم السلام کا انکار و تکذیب کرنے والوں کو اس انجام سے غافل نہ رہنا چاہیے یہ واقعات عبرت ہیں ہر صاحب عقل کو ان سے عبرت حاصل کرنا چاہیے فرمایا اور یاد کرو ہمارے خاص بندوں ابراہیم و اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کو جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے کہ ان میں قوت عملیہ بھی کامل تھی اور قوت علمیہ بھی اور خاص کر لیا تھا ہم نے ان کو ایک خصوصی صفت کے ساتھ وہ تھی یاد آخرت کی کہ ہمہ وقت اسی کی فکر اور تیاری میں مصروف

فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ

سو کیا بُرا ٹھہراؤ ہے وہ بولے اے رب ہمارے جو کوئی ہمارے پیش لایا یہ سو بڑھتی

عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾ وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا

دے اس کو مار دونی آگ میں اور کہیں گے کیا ہوا کہ ہم نہیں دیکھتے کتنے مردوں کو

كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ ﴿٦٢﴾ أَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ

کہ ہم ان کو گنتے تھے بُرے لوگوں میں کیا ہم نے ان کو ٹھٹھے میں پکڑا یا چوک گئیں

عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ ﴿٦٣﴾ إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ﴿٦٤﴾

ان سے آنکھیں یہ بات ٹھیک ہونی ہے جھگڑا آپس میں دوزخیوں کا

بعد از ذکر احوال سعداء تذکرۂ مجرمین و اشقیاء

قال اللہ تعالیٰ هٰذَا ۚ وَإِنَّ لِلطّٰغِينَ ... الیٰ ... إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ

قرآن کریم کا یہ طرز بیان ہے کہ ابرار و برگزیدہ بندوں کے ذکر کے بعد اشقیاء و بدبختوں کا ذکر کیا جاتا ہے اور مطیعین پر انعامات کے بیان کے بعد مجرمین کی سزاؤں کو ذکر فرمایا جاتا ہے تو اسی طرح یہاں بھی انبیاء سابقین کے اوصاف و فضائل کے بعد نافرمانوں اور سرکشوں کی سزاؤں اور انکی بدحالی کو بیان کیا جا رہا ہے۔

فرمایا یہ سن چکے جو انعامات و فضائل تھے اہل ایمان و تقویٰ اور مطیعین کے اور سرکشوں و نافرمانوں کے لیے تو بدترین ٹھکانا ہوگا جو جہنم ہے جس میں یہ گھسیں گے سو کیا ہی وہ بُری جگہ آرام کی ہوگی یہ ہے عذاب مجرمین کے لیے اب چاہیئے کہ یہ مجرمین اس عذاب کو چکھیں جو کھولتا ہوا گرم پانی ہے اور پیپ اور اسی قسم کی اور بھی طرح طرح کی چیزیں اس طرح کے شدید اور دردناک عذاب میں ان مجرمین اور سرکشوں کو جو دنیا کے پیشوا تھے مبتلا کرتے ہوئے کہا جائے گا یہ ایک اور جماعت ہے لو دیکھو تو جو گھسی اور دھنستی چلی آرہی ہے تمہارے ساتھ جہنم میں ان کو دیکھتے ہوئے تم کہو گے نہ ہو جگہ تمہارے واسطے کشادگی اور آرام کی یہ تو جہنم میں گھسنے والے لوگ ہیں اس لیے انکے آنے کی کیا خوشی ہو سکتی ہے اور کیا ہی ان سے کسی بہتری اور نفع کی توقع کی جا سکتی ہے اس پر وہ لوگ جنہوں نے اپنے بڑوں کی پیروی کی تھی اپنے

متبوعین کو حقارت اور نفرت سے کہیں گے تمہارے ہی واسطے نہ ہو کوئی جگہ کشادہ اور ٹھکانہ آرام کا تم ہی نے تو
ہم کو یہاں لا اتارا ہے سو یہ تو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے پھر اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہوئے
کہیں گے اے ہمارے پروردگار جس کسی نے ہمیں یہاں لا اتارا ہے یعنی اصل مجرم تو وہی ہے لہٰذا اس کا
عذاب دوزخ میں دوگنا کردے اور اسی حالت میں ازراہ تعجب و حیرت کہیں گے کیا ہو گیا کہ ہم یہاں
نہیں دیکھ رہے ہیں ان لوگوں کو جن کو ہم برے لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے انکے مذہب و دین اور انکے
اعمال و احوال کو ہم بری نظر سے دیکھتے تھے اور ہم نے ان ایمان والوں کو مذاق بنا رکھا تھا جن کو دیکھ کر
ہم ان پر ہنسا کرتے اور انکو ذلیل کرتے تھے واقعی وہ لوگ اس جگہ نہیں ہیں یا ہماری نگاہیں ان سے
چوک گئی ہیں بے شک یہ بات برحق ہے یعنی جہنمیوں کا اس طرح آپس میں جھگڑنا کہ ایک دوسرے
پر لعنت و ملامت کریں گے اور سوائے حسرت و ملامت کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا اور آپس میں ایک
دوسرے پر طعن و تشنیع اور ملامت سے عذاب جہنم میں تخفیف کے بجائے قلبی کوفت اور ذہنی پریشانی
میں اور اضافہ ہوگا جسمانی تکلیف کی تو پہلے ہی کوئی حد نہ ہوگی اس ذہنی کوفت سے انکی اذیتوں کی
کوئی انتہا نہ رہے گی۔

یہ گفتگو جس کا ذکر ان آیات میں فرمایا گیا جہنمیوں کی آپس میں ہوگی جس وقت فرشتے ان کو فوج
در فوج لا لا کر جہنم کے کنارے پر جمع کرتے ہوں گے پہلے گروہ سرداروں کا ہوگا انکے بعد ان کے متبعین
اور پیروؤں کو لایا جائے گا تو سرداروں کی جماعت اس دوسری جماعت کو دور سے آتے دیکھ کر
کہیں گی لو دیکھو یہ ایک اور فوج وحشی اور کچی چلی آرہی ہے تمہارے ساتھ دوزخ میں گرنے کے
لئے خدا کی مار ہو ان پر یہ بھی یہیں آکر رہنے کو تھے خدا کرے انکو کہیں کشادہ اور آرام کی جگہ نہ ملے ان
سرداروں کی گفتگو سن کر یہ جواب میں کہیں گے کمبخت! تم ہی پر خدا کی مار ہو تم کو ہی کوئی جگہ آرام کی نہ
ملے تم ہی تو تھے کہ تم نے ہم کو گمراہ کیا اور آج تمہاری ہی بدولت ہم اس مصیبت میں مبتلا ہو رہے ہیں
اب تو بس یہی ایک ٹھکانہ ہے اور کوئی جگہ ہے کہاں کہ جس میں جائیں اس طعن و طنز کے ساتھ
خدا کی طرف متوجہ ہو کر دعا کریں گے کہ اے پروردگار ان لوگوں کو دوگنا عذاب دے جنہوں نے
ہمیں بھی گمراہ کیا اسی حالت میں انکے ذہن میں یہ بات آئے گی کہ دنیا کی زندگی میں جن لوگوں کو حقیر
اور کمتر سمجھتے تھے اور اپنے مال و دولت کے زعم میں اہل ایمان اور غربا اور فقراء کو حقیر سمجھتے تھے آج
وہ یہاں اس ذلت و حقارت کے مقام میں نہیں ہیں تو ایک دوسرے سے سوال کریں گے اور
اپنے ذہن ہی اس اعتقاد کا اس درجہ اثر دماغوں پر مسلط ہوگا کہ یہ سوچنے لگیں گے کہ شاید وہ ہمیں نظر
نہیں آرہے ہیں ورنہ تو وہ ضرور یہاں ہونے چاہئیں تو اس طرح مزید ملال اور حسرت کی اذیت
میں مبتلا ہوں گے جسمانی اذیتوں کے ساتھ آپس کی تو تو میں میں لعن طعن جھگڑا کرب اور بے چینی
میں اضافہ کرتی رہا تھا مزید یہ کہ اس حسرت میں مبتلا ہو کر اور بھی تلملائیں گے بس یہی ان اہل نار

کا حال ہوگا جو اُنکے اعمال و اطوار کا نتیجہ ہے حمیم گرم اور کھولتے ہوئے پانی کو کہا جاتا ہے غساق کو اکثر مفسرین فرماتے ہیں جہنمیوں کے زخموں کی پیپ اور لہو ہے جو سانپ اور بچھوؤں کے زہر کے ساتھ ملی ہوئی ہوگی اور بعض کا خیال ہے کہ غساق نہایت ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں جو جسم کی ضرب سے جھلکے جیسے سے انتہائی اذیت اور تکلیف ہوگی - واللہ اعلم بالصواب ۔

جامع ترمذی میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر اس غساق کا جو جہنمیوں کو پلایا جائے گا ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو اسکی بدبو اور گندگی سے تمام دنیا والے بدبودار ہو جائیں گویا بدبو ان میں ایسی سرایت کر جائے گی کہ وہ بذات خود بدبودار ہو جائیں کعب احبارؓ بیان کرتے ہیں غساق جہنم میں ایک چشمہ ہے جس کی طرف ہر زہریلے سانپ اور بچھو کا زہر بہہ کر آتا ہے جس میں جہنمیوں کو غوطہ دیا جائے گا اور اسکی وجہ سے انکے جسم گل سڑ جائیں گے ۔

قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ مُنذِرٌ ۖ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا ٱللَّهُ ٱلْوَٰحِدُ

تو کہہ میں تو یہی ہوں ڈر سنانے والا اور حاکم کوئی نہیں مگر اللہ اکیلا دباؤ

ٱلْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ٱلْعَزِيزُ

والا رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو انکے بیچ ہے زبردست گناہ

ٱلْغَفَّٰرُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا۟ عَظِيمٌ ﴿٦٧﴾ أَنتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ﴿٦٨﴾ مَا

بخشنے والا تو کہہ یہ ایک بڑی خبر ہے کہ تم اسکو دھیان میں نہیں لاتے مجھ

كَانَ لِىَ مِنْ عِلْمٍۭ بِٱلْمَلَإِ ٱلْأَعْلَىٰٓ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾ إِن يُوحَىٰٓ

کو کچھ خبر نہ تھی اوپر کی مجلس کی جب آپس میں تکرار کرتے ہیں مجھ کو تو یہی

إِلَىَّ إِلَّآ أَنَّمَآ أَنَا۠ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٧٠﴾ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّى

حکم آتا ہے کہ اور نہیں میں بس ڈر سنانے والا ہوں کھول کر جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں

خَٰلِقٌۢ بَشَرًا مِّن طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُۥ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن

بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں

رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سٰجِدِينَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ

ایک اپنی جان تو تم گر پڑو اس کے آگے سجدہ میں پھر سجدہ کیا فرشتوں نے سارے نے

أَجْمَعُونَ ﴿۷۳﴾ إِلَّآ إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِينَ ﴿۷۴﴾ قَالَ

اکٹھے مگر ابلیس نے غرور کیا اور تھا وہ منکروں میں فرمایا

يٰٓإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ

اے ابلیس! تجھ کو کیا اٹکاؤ ہوا کہ سجدہ کرے اس چیز کو جو میں نے بنائی اپنے دونوں ہاتھوں سے

أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿۷۵﴾ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ

یہ تو نے غرور کیا یا تو بڑا تھا درجے میں؟ بولا میں بہتر ہوں اس سے

خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ

مجھ کو بنایا تو نے آگ سے اور اس کو بنایا مٹی سے فرمایا تو تو نکل جا یہاں

مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿۷۷﴾ وَّإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيٓ إِلٰى يَوْمِ

سے کہ تو مردود ہوا اور تجھ پر ہے میری پھٹکار اس جزا کے

الدِّينِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِيٓ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۷۹﴾ قَالَ

دن تک بولا اے رب مجھ کو ڈھیل دے جس دن تک مردے جئیں فرمایا

فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۸۰﴾ إِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿۸۱﴾ قَالَ

تجھ کو ڈھیل ہے اس وقت کے دن تک جو معلوم ہے بولا

فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۸۲﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ

تو قسم ہے تیری عزت کی میں گمراہ کروں گا ان سب کو مگر جو بندے ہیں تیرے ان

الْمُخْلَصِينَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ﴿۸۴﴾ لَأَمْلَأَنَّ

میں چنے فرمایا تو ٹھیک بات یہ ہے اور میں ٹھیک ہی کہتا ہوں مجھ کو بھرنا

جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَآ
دوزخ تجھ سے اور جو ان میں تیری راہ چلے ان سے سارے تو کہہ میں

أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَآ أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴿۸۶﴾ إِنْ
مانگتا نہیں تم سے اس پر کچھ نیگ اور میں نہیں آپ کو بنانے والا یہ تو ایک

هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِينَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِينٍ ﴿۸۸﴾
سمجھوتی ہے سارے جہان والوں کو اور معلوم کر لو گے اس کا حال تھوڑی دیر کے پیچھے

اعلان توحید و رسالت و تخویف از آخرت

قال اللہ تعالیٰ قُلْ إِنَّمَآ أَنَا مُنْذِرٌ ... الیٰ ... وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِينٍ

ابتداء سورت قرآن کریم کی حقانیت اور اثبات توحید و رسالت سے تھی اس سلسلہ میں حضرات انبیاء علیہم السلام اور انکے اوصاف ایمان و تقویٰ اور انابت الی اللہ اور ان اوصاف پر مرتب ہونے والے ثمرات و انعامات کے بیان کے بعد پھر اصل مقصد کی طرف رجوع فرماتے ہوئے توحید و رسالت کو ثابت کیا جارہا ہے اور قیامت و احوال قیامت کا ذکر کیا جارہا ہے اور بطور اتمام حجت آپ کو فرمایا جارہا ہے کہ آپ یہ اعلان کر دیجئے کہ میں تو اللہ واحد قہار کی طرف سے منکرین و مجرمین کو ڈرانے والا ہوں اور میں جو کچھ کہتا ہوں وہ وحی الٰہی ہوتی ہے ظاہر ہے کہ اللہ کا رسول یہی کر سکتا ہے اور انکے پیغمبروں کا یہ کام نہیں ہے کہ زبردستی کسی پر ہدایت مسلط کر دیں جب کہ خود وہ قبول ہدایت سے انکار کرتا ہو تو ارشاد فرمایا آپ کہہ دیجئے اے منکرین توحید و رسالت تمہارے اس انکار و تکذیب کا مجھے ذرہ برابر کوئی نقصان نہیں اس کا اصل نقصان تو تم ہی کو پہنچے گا میں تو عذاب خداوندی سے تم کو ڈرانے والا ہوں جیسے اللہ کے دوسرے پیغمبر بھی اس کے عذاب سے لوگوں کو ڈراتے رہے اور یہ کہ نہیں ہے کوئی معبود عبادت کے لائق بجز اللہ واحد یکتا کے جو بڑا ہی غالب ہے جو رب ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور ان تمام چیزوں کا جو انکے درمیان میں ہیں جو زبردست اور گناہوں کو بڑا ہی بخشنے والا ہے آپ کہہ دیجئے یہ اعلان توحید اور اس کی طرف مخلوق خدا کو دعوت دینا جسکے واسطے اللہ نے مجھ کو رسول بنایا بڑی ہی عظیم الشان خبر اور بلند پایہ مضمون ہے چاہیئے تو یہ تھا کہ اس کی طرف توجہ کرتے اور اسکو قبول کرتے مگر افسوس تم تو اس سے بے رخی کر رہے ہو نہ تم رسالت پر ایمان

لاتے اور نہ قرآن کو مانا حالانکہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے
کہ مجھے تو کوئی علم نہ تھا ملاء اعلیٰ (عالم بالا) کا جبکہ وہ اللہ کے فرشتے آپس میں تکرار و خصومت کر رہے
تھے تخلیق آدم اور ابلیس کا سجدہ سے انکار کے بارے میں اور اس بارہ میں کہ کس بنا پر آدم کو خلافت الٰہیہ
فی الارض کے منصب سے نوازا جا رہا ہے یہ سب کچھ میں نے نہ کسی کتاب میں پڑھا اور نہ کسی معلم
سے سیکھا یہ تو صرف اللہ کی طرف سے وحی ہے جس کی وحی میری طرف کی جاتی ہے میں تو صرف اللہ
کی طرف سے تم کو آخرت اور عذاب آخرت سے صاف صاف ڈرانے والا ہوں وہ اختصام
و گفتگو ملاء اعلیٰ کی یہ تھی کہ جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا بے شک میں بنانے والا
ہوں ایک انسان کو گارے سے سو جب میں اس کے پتلے یعنی اعضاء جسمانیہ کو پورا بنا چکوں اور اس
میں اپنی طرف سے روح کو پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا چنانچہ حسب الحکم
اس کو بنا لیا اور اس میں روح پھونک دی تو سب کے سب فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا
مگر ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا کہ وہ غرور میں آ گیا اور کافروں میں سے ہو گیا حق تعالیٰ نے ابلیس کو اس
غرور و انکار پر فرمایا اے ابلیس تجھ کو کس بات نے روکا سجدہ کرنے سے اس کو جس کو میں نے اپنے دونوں
ہاتھوں اور قدرت خاصہ سے بنایا کیا تو غرور میں آ گیا یا بنا کر کیا تو بڑے درجے والوں میں سے تھا حالانکہ یہ

ف لفظ من روحی میں نسبت حق تعالیٰ نے اپنی طرف اس لئے فرمائی کہ روح آب و خاک سے نہیں بلکہ عالم
غیب سے آئی یہ مضمون سورۂ بنی اسرائیل میں گزر چکا وہاں اضافت کی حکمت پر کلام کیا گیا ہے تفصیل کیلئے
استاذ محترم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون "الروح فی القرآن" کی طرف رجوع فرمایا جائے۔
یہ لفظ سورۂ اعراف و دیگر متعدد سورتوں میں گزر چکا ہے لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ یعنی جس کو میں نے
اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ان الفاظ کے ترجمہ میں تو یہی کلمات اور قدرت خاصہ ان متکلمین کے
مسلک کے پیش نظر اختیار کیے جو اس طرح کی صفات اور شئون خداوندی کی تاویل قدرت امر اور مشیت
جیسے الفاظ سے کر لیتے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ کہتے ہیں یعنی بدن کو ظاہر کے ہاتھ سے
اور روح کو غیب و باطن کے ہاتھ سے اللہ غیب کی چیزیں ایک طرح کی قدرت سے اور ظاہر کی چیزیں
دوسری طرح کی قدرت سے بناتا ہے اس انسان میں دونوں طرح کی قدرت خرچ کی "۱۱ اس وجہ سے
یدین تثنیہ کا لفظ استعمال فرمایا حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں ہمارے نزدیک
اللہ کی نعوت و صفات میں سلف کا مسلک ہی اقوی و احوط ہے یا یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض مخلوقات کو کسی
دوسری مخلوق سے پیدا کرتا ہے مثلاً بارش کو بادلوں سے اور جنوں کو آگ سے اور بعض کو بغیر کسی
دوسری مخلوق کے پیدا کرتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام اس دوسری مخلوق میں سے ہیں کہ ان کو کسی کے
توسط اور دخل سے نہیں پیدا کیا گیا

باطل ہے کیونکہ جب فرشتوں کو سجدہ کا حکم ہوا تو وہ سربسجود ہو گئے اور یقینا تو سب سے افضل اور بزرگ ہیں تو یہ
مجال تیری کیونکر ہوئی کہ میرے حکم کی تعمیل سے تو نے روگردانی کی کہا میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ آپ نے
مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس (آدم) کو خاک سے پیدا کیا ہے اور جب کہ میں اس سے بہتر ہوں تو مجھے
سجدہ کا حکم دینا حکمت کے خلاف ہے ارشاد ہوا تو اچھا تو نکل جا آسمان سے نکل کیونکہ بے شک تو اس حرکت
کے سبب حکم خداوندی کا مقابلہ کیا اور اس پر طعن و اعتراض کیا کہ یہ حکم خلاف عقل و حکمت ہے مردود ہوا اور
بے شک تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک اور ظاہر ہے کہ جس پر قیامت کے روز تک
لعنت رہی تو بعد میں تو اس پر رحمت کا کوئی امکان نہیں ہو سکتا کیونکہ لعنت اور غضب خداوندی کسی
سے اگر منقطع ہو سکتا ہے تو وہ دارالعمل میں رہتے ہوئے تائب ہو جانے کی وجہ سے ہو سکتا ہے اور جب
قیامت قائم ہو گئی تو توبہ کا دروازہ بند ہو چکا بولا اگر مجھ کو آدمؑ کی وجہ سے ملعون و مردود کیا گیا تو پھر
مجھ کو مہلت دے دیجئے قیامت کے دن تک تاکہ میں انکی اولاد سے خوب بدلہ لوں ادھر قدرت
خداوندی کو دار دنیا میں ہدایت و گمراہی کا مقابلہ رکھنا تھا تاکہ ابتلاء و آزمائش ہو سکے اس وجہ سے ارشاد
ہوا اچھا جب تو مہلت مانگتا ہے تو جا تجھ کو مہلت دیدی گئی ایک وقت معلوم و معین تک کہنے
لگا جب مجھے مہلت مل گئی تو قسم ہے تیری عزت کی کہ میں البتہ ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا بجز
آپ کے ان بندوں کے جو ان میں منتخب کئے گئے ہیں فرمایا تو ٹھیک بات ہے اور میں سچ ہی
کہا کرتا ہوں کہ میں تجھ سے اور ان سے جو تیرا ساتھ دیں گے یقینا ان سب سے دوزخ کو بھر دوں گا ان
تمام حقائق کو سن کر چاہئے کہ لوگ اللہ کی آیات پر ایمان لائیں اور انکی صداقت و حقانیت پر یقین کریں
اگر انکے باوجود بھی کوئی بد باطن کسی قسم کا شک و تردد کرے یا کوئی معاند آپ کے حق میں کسی طمع و لالچ
کا تصور کرے تو آپ اتمام حجت اور بطور قطع عذر کہہ دیجئے میں تم سے اس قرآن اور اللہ کے احکام
کی تبلیغ پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ میں تصنع و بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں بلکہ حقیقت
یہ ہے کہ یہ قرآن تو اللہ کا کلام ہے اور ایک عظیم و تمام نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لیے اسی
مقصد کے لیے اللہ نے مجھ کو نبی بنایا اور اس میں سراسر تمہارا ہی نفع ہے اور اگر اس حق اور حقیقت
کے واضح ہو جانے کے بعد بھی تم لوگ ایمان نہیں لاتے تو البتہ انکے کچھ بعد تم کو اس کا حال خوب
معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کا دین حق ہے اسی دین کی پیروی کرنے والوں کو فتح و کامرانی نصیب ہو گی
اور اگر ان تاریخی حقائق سے بھی کسی کو حقیقت نہ کھلی تو موت بھی کچھ دور نہیں اور نہ ہی قیامت کچھ
بعید ہے اور ہر شخص کی موت تو خود ایک قیامت ہی ہے تو اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ
محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہا تھا وہ حق تھا اور ان پر ایمان نہ لانا منکرین کی ہلاکت
و تباہی کا باعث بنا مگر ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد یا قیامت برپا ہونے پر اگر کسی نے حق پہچانا
تو اس وقت کی معرفت یا ایمان سے تو کچھ فائدہ نہ ہو گا قتادہؒ نے بعد حین کی تفسیر میں موت کو

بیان کیا ہے اور عکرمہؒ کہا کرتے تھے اس سے قیامت مراد ہے قتادہؒ نے حسن بصریؒ کا قول نقل کیا یا ابن آدم عند الموت یاتیک الخبر الیقین کہ ابن آدم موت کے وقت تجھ کو یقین حاصل ہو گا (تفسیر ابن کثیرؒ)

اور سدیؒ سے منقول ہے کہ یہ بدر کا دن ہے کہ بدر کی فتح پر منکرین کو یقین کرنا پڑے گا کہ جو کچھ علم حق کی خبر اللہ کے پیغمبر نے دی تھی وہ برحق ہے ما کان لی من علم بالملأ الاعلیٰ کے ترجمہ میں اضافہ کردہ الفاظ "جبکہ اللہ کے فرشتے آپس میں تکرار و خصومت کر رہے تھے تخلیق آدمؑ اور ابلیس کا سجدہ سے انکار کرنے کے بارے میں" سے ان ائمہ مفسرین کے قول کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے یہ بیان کیا کہ اس اختصام سے حضرت آدم علیہ السلام کا یہ قصہ ہے جس میں حضرت آدمؑ کو سجدہ کا حکم دیا گیا اور ابلیس نے انکار کیا اور بعض علماء مفسرین نے بیان کیا کہ خلافت آدمؑ کے متعلق مخاصمت نہیں ہے بلکہ اعمال بنی آدم یعنی کفارات میں ملائکہ کی خصومت مراد ہے جس کی تفصیل حدیث اختصام الملأ الاعلیٰ میں مذکور ہے جس کو امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں تخریج کیا ہے عبدالرحمن بن عائش باسناد و مالک بن یخامر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز صبح کی نماز کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک تشریف نہ لاتے حتیٰ کہ سورج نکلنے کے قریب ہو گیا اس وقت آپؐ بڑی عجلت کے ساتھ تشریف لاتے نماز کی اقامت ہوئی اور آپؐ نے نماز مختصر پڑھائی سلام پھیرنے کے بعد آپؐ نے فرمایا اے لوگو! تم اپنی اپنی جگہ اسی طرح بیٹھے رہو پھر فرمایا ہماری طرف رخ کرتے ہوئے آج رات جب میں تہجد کے لیے بیدار ہوا اور جس قدر مقدر تھا نماز پڑھی تو دوران نماز مجھ پر اونگھ (غلبہ نوم) طاری ہوئی تو میں نے اپنے پروردگار کو بڑی ہی بہترین صورت میں دیدار کیا اس وقت جبکہ مجھے اللہ کی تجلی نصیب ہوئی تو مجھ سے رب العزت نے سوال کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جانتے بھی ہو ملأ اعلیٰ کس بات میں خصومت کر رہے ہیں میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے نہیں معلوم آپ ہی خوب جانتے ہیں تو حق تعالیٰ نے اپنا دست بے مثال میرے شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک اور سکون مجھے اپنے سینہ میں محسوس ہونے لگی جس سے میرے واسطے ہر چیز ظاہر ہو گئی (جو حق تعالیٰ مجھ سے سوال فرما رہے تھے) اور یہ ایسا ہی تھا جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم اشیاء فرما کر فرشتوں سے دریافت کیا گیا تو جواب لا سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا تھی جب وعلم آدم الاسماء کلہا کی صورت ہوئی تو پھر فرمایا گیا یا آدم انبئہم باسمائہم اسی طرح ان علوم و مضامین کا القاء اس طرح اس تاثیر غیبی اور باطنی سے فرما دیا گیا تو پھر آپؐ نے سب باتوں کا جواب دیا اور کہا جی ہاں! اے پروردگار کفارات میں یعنی ان اعمال میں فرشتوں کی خصومت ہو رہی ہے کہ ان کا اجر و ثواب کیا ہے یا یہ کہ ان اعمال کو فرشتوں کی کون سی جماعت پہلے بارگاہ رب العزت میں لے کر پہنچتی ہے

اور وہ کفارات یہ ہیں باوجود مشقتوں کے وضو مکمل آداب کی رعایت کے ساتھ کرنا زیادہ سے زیادہ قدم چلنا مسجدوں کی جانب اور نماز کا انتظار کرنا نماز کے بعد پھر ارشاد ہوا پھر کن اعمال میں خصومت ہے جواب دیا درجات میں سوال ہوا درجات کیا ہیں بتایا اطعام طعام افشاء سلام اور تہجد کی نماز ان اوقات میں جب کہ لوگ سوتے ہوتے ہوں ارشاد ہوا سوال کرو فرماتے ہیں میں نے مانگا اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں خیر کے کاموں کا اور برائیوں کے چھوڑنے کا اور مساکین کی محبت کا اور یہ کہ میری مغفرت فرما اور جب تو کسی قوم کو فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کرے تو مجھے اس سے پہلے اٹھا لے۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری محبت کا اور اس شخص کی محبت کا جو تجھ سے محبت رکھتا ہو اور اس عمل کی محبت جو تیری محبت کے قریب کر دے آپؐ نے یہ کلمات ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا یہ کلمات حق ہیں انکو یاد کرو اور سیکھو اور ایک روایت میں ہے کہ دوسروں کو بھی سکھاؤ یہ مضمون امام احمدؒ نے اپنی مسند میں ذکر فرمایا اس حدیث کی سند میں اگرچہ بعض محدثین نے کچھ کلام کیا ہے مگر امام ترمذیؒ نے اس کی تحسین فرمائی۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اس حدیث اختصام کو نقل کرنے کے بعد یہ فرمایا اس آیت میں جس اختصام کا ذکر ہے وہ یہ اختصام نہیں کیونکہ خود قرآن کریم نے اس اختصام کی تفسیر اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ سے فرما دی کہ یہ اختصام خلافت آدمؑ اور انکو امر بالسجود کے بارہ میں ہے۔

حضرت استاد شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اسی موقع پر اپنے فوائد قرآن میں فرماتے ہیں ملأ اعلیٰ اوپر کی مجلس، جو مقربین وغیرہم کی مجلس ہے جس کے توسط سے تدابیر الٰہیہ اور تصرفات کونیہ ظہور پذیر ہوتی ہیں یعنی ملأ اعلیٰ میں نظام عالم کے فنا و بقا کے متعلق جو تدبیریں یا بحثیں اور قیل و قال ہوتی ہے مجھے اسکی کیا خبر تھی جو تم سے بیان کرتا اللہ تعالیٰ نے ان میں بعض اجزاء پر مطلع کر دیا وہ بیان کر دیتے ہیں جو کچھ کہتا ہوں اسکی وحی اور اعلام سے کہتا ہوں مجھ کو یہی حکم ملا ہے کہ سب کو اس آنے والے خوفناک مستقبل سے خوب کھول کھول کر آگاہ کر دوں۔

رہا یہ کہ وقت کب آئے گا اور قیامت کب قائم ہوگی؟ نہ انذار کے لیے اسکی ضرورت ہے اور نہ اسکی اطلاع کسی کو دی گئی ہے ایک حدیث میں ہے کہ چند انبیاء علیہم السلام کے ایک اجتماع میں قیامت کا ذکر چلا کہ کب آئے گی سب نے حضرت ابراہیم علیہم السلام پر حوالہ کیا انہوں نے فرمایا مجھے علم نہیں پھر سب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حوالہ کیا انکی طرف سے بھی یہی جواب ملا آخر میں سب نے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے بھی کہا کہ تعیین قیامت کا تو مجھے بھی علم نہیں اور یہ لفظ فرماتے مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ

معلوم ہوتا ہے کہ ملأ اعلیٰ میں قیامت کے متعلق اس قسم کی بحث و تکرار رہتی ہے تو اس کے بارہ میں آپؐ نے صاف فرما دیا مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ کہ مجھے

تو ملاء اعلیٰ کا کوئی علم نہیں جبکہ وہ اس معاملہ میں خصومت کرتے ہیں۔

پھر کچھ وحی خداوندی سے آپ نے صاف ارشاد فرمایا کہ غیب کا علم صرف اللہ کی شان ہے اللہ کا پیغمبر صرف وہی جانتا ہے جو اس کو وحی سے بتادیا جائے اس کو نہ ملائکہ کی ملاء اعلیٰ میں خصومتوں کا علم ہے اور نہ قیامت کے واقع ہونے کا علم ہے کہ کب واقع ہوگی۔

اللھم ارزقنا حلاوۃ الایمان وثبتنا علیہ توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

الحمد للہ آج یوم جمعہ ۲۰ شوال المکرم ۱۳۹۱ھ سورۂ ص کی تفسیر سے فراغت ہوئی اللہ تعالیٰ تمام قبول فرما اور باقی کی تکمیل فرما۔

آمین یا رب العالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الزمر

سورۂ زمر مکی سورت ہے جس کی پچھتر اور بعض مفسرین کے قول کے مطابق بہتر آیات اور آٹھ رکوع ہیں۔

ائمہ تفسیر کا اس سورت کے مکی ہونے پر اتفاق ہے اس سورت کا دوسرا نام بعض مفسرین نے سورۃ الغرف بھی بیان کیا ہے بیہقی نے دلائل میں بروایت نحاس عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۂ زمر مکہ میں نازل ہوئی بجز ان تین آیات کے جو وحشی قاتل حمزہؓ کے بارے میں نازل ہوئیں وہ تین آیات قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ہیں جو مدینہ طیبہ میں وحشی کے اسلام کے وقت نازل ہوئیں اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ سات آیات۔

امام نسائیؒ نے حضرت عائشہؓ کی حدیث ذکر فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات اہتمام کے ساتھ سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے (فتح البیان فتح القدیر تفسیر ابن کثیر) اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں آپ اس وقت تک نہ سوتے جب تک کہ سورۂ زمر کی تلاوت نہ کرلیں گذشتہ سورۂ ص کے زیادہ تر مضامین رسالت سے متعلق تھے جن میں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی رسالت کا اثبات منکرین کے تو اور بے ہودہ اعتراضات کا رد اور انکے استہزاء تمسخر کا جواب تھا اب اس سورت میں اکثر مضامین توحید سے متعلق ہیں توحید خداوندی ثابت کرکے مصدقین کی مدح اور انکی جزا اور ان پر انعامات الٰہیہ کا ذکر ہے اور مکذبین و منکرین پر وعید و تنبیہ ہے اور ابطال شرک کے لیے عقلی اور فطری دلائل ذکر فرمائے گئے سابقہ سورت کا خاتمہ "وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ" وحی الٰہی کی حقانیت و صداقت پر تھا تو اس سورت کی ابتدا اسی مناسبت و ربط کے ساتھ قرآن کریم کی حقانیت سے کی گئی کہ یہ کتاب الٰہی اللہ عزیز و حکیم کی طرف سے اتاری ہوئی کتاب ہے جو حق و صداقت کے ساتھ اتاری گئی جس کا پیغام توحید خداوندی ہے اس طرح ہر دو سورتوں کے مضمون میں ربط کے ساتھ سورت سابقہ کا خاتمہ اس سورت کی ابتداء سے بھی مربوط ہوگیا۔

آیاتہا ۷۵ ۳۹ سُوْرَۃُ الزُّمَرِ مَکِّیَّۃٌ ۵۹ رکوعاتہا ۸

سورۂ زمر مکی ہے اس میں پچھتر آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ

اتارا ہے کتاب کو اللہ سے جو زبردست ہے حکمتوں والا ہم نے اتاری ہے تیری

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ② اَلَا لِلّٰهِ

طرف کتاب ٹھیک سو بندگی کر اللہ کی نری کر کر اسکے واسطے بندگی سنتا ہے

الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا

اللہ ہی کو ہے بندگی نری اور جنہوں نے پکڑے ہیں اس سے ورے حمایتی کہ ہم ان کو

نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ

پوجتے ہیں اس واسطے کہ ہم کو پہنچا دیں اللہ کی طرف پاس کے درجہ میں بیشک اللہ چکا دے گا

بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ

ان میں جس چیز میں جھگڑ رہے ہیں البتہ اللہ راہ نہیں دیتا اسکو

مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا

جو ہو جھوٹا حق نہ ماننے والا اگر اللہ چاہتا کہ اولاد کرے تو

لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ

چن لیتا اپنی خلق میں جو چاہتا وہ پاک ہے وہی ہے اللہ اکیلا

الْقَهَّارُ ④ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ

دباؤ والا بنائے آسمان اور زمین ٹھیک۔ لپیٹتا ہے رات کو

عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ

دن پر اور لپیٹتا ہے دن کو رات پر اور کام لگائے سورج اور

الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤

چاند ہر ایک چلتا ہے ایک ٹھہری مدت پر سنتا ہے وہی ہے زبردست گناہ بخشنے والا

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ

بنایا تم کو ایک جی سے پھر بنایا اس سے اس کا جوڑا اور

اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ

اتارے تمہارے واسطے چوپایوں سے آٹھ نر و مادہ بناتا ہے تم کو

بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ

ماں کے پیٹ میں طرح بر طرح بنانا تین اندھیروں کے بیچ

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

وہ اللہ ہے رب تمہارا اسی کا راج ہے کسی کی بندگی نہیں سوائے اسکے

فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥

پھر کہاں سے پھرے جاتے ہو؟

اثباتِ حقانیت کتابِ الٰہی و توحید خداوندی و ابطالِ شرک

قال اللہ تعالیٰ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ...... الیٰ ...... فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ

ربط: گزشتہ سورت میں زیادہ تر مضامین اثبات رسالت کے متعلق تھے اور مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر جو اعتراضات کرتے تھے ان کا جواب و رد تھا اور ان کے بیہودہ تمسخر، تحمیق و تجہیل تھی اب اس سورت میں توحید خداوندی کا بیان ہے اور ابطال شرک اور یہ کہ عبادت صرف اللہ کا حق ہے اس میں کسی کو شریک کرنا خواہ کسی بھی عقیدہ اور تخیل سے ہو عقل اور فطرت کے خلاف ہے اور شرک کے مرتکب کا انجام تباہی اور ہلاکت کے سوا کچھ نہیں ان مضامین کیلئے بطور تمہید حقانیت قرآن کا ذکر فرما کر یہ سلسلہ مضامین شروع کیا جا رہا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ

فرمایا یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے اس لیے کسی کو جرأت نہ ہونی چاہیئے اسکا انکار کرے اگر انکار کر دیا تو ظاہر ہے اس علیم اور طاقت والے پروردگار کی گرفت اور سزا سے نہیں بچ سکے گا اور چونکہ وہ حکمت والا ہے اس وجہ سے کسی کو قدرت نہیں کہ اس کے کسی پیغام وحکم کو خلاف مصلحت کہے بے شک ہم نے اتارا ہے اس کتاب کو آپ کی طرف حق کے ساتھ ٹھیک طور سے لہٰذا آپ اللہ کی عبادت کرتے رہئے جیسا کہ اب تک آپ اسکی عبادت میں مصروف ہیں خالص اللہ ہی کی معبودیت والوہیت کا اعتقاد رکھتے ہوئے یاد رکھو اللہ ہی کے لیے عبادت و بندگی مخصوص ہے جو ہر قسم کی شرک کی گندگی سے پاک ہو اور اللہ کی توحید وخالقیت اور عبادت صرف اسی کا حق ہے یہ عین فطرت اور عقل کے مطابق ہے فطرت انسانی اور عقل اس کو ہرگز گوارہ نہیں کرتی کہ اس معبود حقیقی کی عبادت میں کسی کو شریک بنایا جائے اس لیے ہر ایک پر یہ لازم ہے کہ اسکو قبول کرے اور اس کے مطابق عمل کرے اور جن لوگوں نے اللہ کی عبادت خالص چھوڑ کر خدا کے سوا اور معبود تجویز کر رکھے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں عبادت کرتے ہیں ان معبودوں کی مگر صرف اس لیے کہ یہ معبود ہم کو اللہ کے قریب کر دیں گے اور اس کا مقرب ہم کو بنا دیں گے سو ان کا یہ گمان اور عقیدہ لغو اور باطل ہے بے شک اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا ان کے اور اہل ایمان کے درمیان قیامت کے روز انکے اس اختلافی معاملہ میں کہ اہل ایمان و توحید کو جنت میں داخل فرما دیا جائے گا اور اہل شرک ذلت وخواری کے ساتھ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے اور اس طرح عملاً اس اختلاف کا فیصلہ ہو جائے گا آپ ایسے بدنصیبوں کی گمراہی اور ہلاکت پر غم نہ کیجئے اور نہ تعجب کہ ایسے واضح دلائل کے باوجود کیوں راہ حق سے بھٹکے ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہرگز ایسے شخص کو راہ پر نہیں لاتا جو جھوٹا اور نافرمان ہو اور جو

اپنی زبان سے اقوال کاذبہ اور کفریہ بولتا ہو دل کفر کے اعتقاد سے لبریز ہو اور عمل سے نافرمانی اور کفر ٹپکتا ہو ظاہر ہے کہ یہ جملہ احوال ایسے شخص کی بدنصیبی اور محرومی ہی کا باعث ہیں ۔

مشرکین کا ایک شرک یہ بھی تھا کہ اللہ کے لیے اولاد تجویز کرتے جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کو خدا کا بیٹا قرار دیا تو ان کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اگر بالفرض اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا اس بات کا کہ کسی کو بیٹا بنائے تو چن لیتا اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہر چیز کائنات میں اس کی مخلوق ہے اور بیٹا ہونے کے لیے اگر کسی کو منتخب کرتا تو وہ بھی اس کی مخلوق ہوتا جو یقیناً اللہ کی جنس سے نہ ہوتا اور یہ بات ظاہر ہے کہ بیٹا باپ کی جنس سے ہوتا ہے تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ مخلوق اسکی اولاد ہو جائے اور اگر بالفرض ایسا ہو تو یہ بہت بڑا عیب اور نقصان ہے کہ بیٹا والد کی جنس سے نہ ہو وہ تو ہر عیب سے پاک ہے وہ اللہ یکتا ہے کہ اس کا کوئی شریک اور نمود نہیں ہو زبردست عزت اور غلبہ والا ہے لہٰذا نہ اس کی طرف اولاد کی نسبت کی جا سکتی ہے اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایسے شرک کا ارتکاب کرنے والے اس کی گرفت اور عذاب سے بچ سکیں اس کی قوت اور غلبہ کا تو یہ عالم ہے کہ اس نے آسمان و زمین کو حکمت سے پیدا کیا وہ رات کی ظلمت کو لپیٹ دیتا ہے دن کی روشنی پر جس سے دن غائب ہو جاتا ہے اور ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے کسی چیز کو کسی میں لپیٹ کر چھپا دیا گیا اور دن کی روشنی کو لپیٹ دیتا ہے رات کی ظلمت پر جس سے رات غائب ہو جاتی ہے اور مسخر کر دیا ہے اس نے سورج کو اور چاند کو ہر ایک کو اپنے کام میں لگا رکھا ہے کہ ان میں ہر ایک چلتا رہے گا ایک وقت مقرر تک ہر ایک کی رفتار اور نظام لیل و نہار قیامت تک اسی بہترین اسلوب کے ساتھ جاری رہے گا یہ آسمان اور زمین اور لیل و نہار اپنے میں کس قدر عظیم اور خالق رب العالمین کی وحدانیت اور الوہیت کی دلیلیں لیے ہوئے ہیں خبردار ہو جاؤ وہی زبردست قدرت والا ان لوگوں کو عذاب دینے کے لیے جو ان دلائل کے باوجود اس کی توحید پر ایمان نہ لائیں ساتھ ہی بڑی مغفرت کرنے والا ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنی گزشتہ زندگی کے کفر و شرک کو چھوڑ کر ایمان لے آئیں آخر سوچنا چاہیے کہ انسان اس خالق حقیقی اور رب منعم کا انکار اور اسکے ساتھ شرک کرتا ہے جس نے اس کی تخلیق میں مادہ وحدت اور یگانگت کا رکھا کہ تمام بنی نوع انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں پھر بھی وہ اس کے ساتھ شرک کر کے انسانوں میں مومن و کافر کی تفریق پیدا کر رہا ہے ان باہر کے دلائل کے علاوہ خود اس کے وجود میں ایسے دلائل ہیں کہ وہ ان سے خدا کو پہچان سکتا ہے اور یہ کہ اس کی وحدانیت پر ایمان لانا عین فطرت کا تقاضا ہے تو اے انسانو! پیدا کیا اس نے تم کو ایک جان یعنی آدم علیہ السلام سے پھر اسی سے بنایا اس کا جوڑا یعنی حوا علیہا السلام کو پیدا کیا جس سے دنیا میں انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ

اتارے ہیں اور بنائے تمہارے نفع کے لیے چوپاؤں میں سے آٹھ نر و مادہ اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری جو
پروردگار پیدا کرتا ہے تم کو اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے تمہاری ماؤں کے پیٹ میں ایک طرح
کے بعد دوسری طرح پر تین اندھیروں میں یعنی بتدریج تم کو نطفہ سے علقہ بناتا ہے اور پھر اس دم بستہ کو
مضغۂ لحم پھر اس پر ہڈیاں اور گوشت چڑھاتا ہے پھر روح پھونک کر حیات و زندگی کے ساتھ ان
تین[1] اندھیروں سے تم کو باہر لاتا ہے حق تو یہ ہے اللہ تمہارا رب جس کی یہ عظیم قدرتیں اور بے حد
پایاں حکمتیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک چیز اسکی ربوبیت وخالقیت اور وحدانیت کی ایسی دلیل ہے
جو تمہارے وجود میں رچی ہوئی ہے اسی کی سلطنت وحکمرانی ہے اسکے سوا کوئی تعریف کے لائق
نہیں سوائے ان شواہد و دلائل و حقائق کے بعد بھی تم کہاں بھٹک رہے ہو تم پر واجب ہے کہ اس کی
خالقیت اور وحدانیت پر ایمان لاؤ۔

ان آیات مبارکہ میں حق تعالیٰ نے کتاب الٰہی کو حق کے ساتھ نازل کیے جانے پر یہ حکم
متفرع فرمایا فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ اس لیے کہ جو کتاب حق و صداقت لے کر نازل ہوئی
اس پر عمل اس طرح ممکن ہے کہ اخلاص نیت کے ساتھ صرف اللہ ہی کی عبادت کی جائے اخلاص
کے بغیر توحید کا حق ادا نہیں ہو سکتا کیونکہ اخلاص کی نفی اور ضد شرک اور ریاء ہے اخلاص کے
حکم کے ساتھ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ اسی کی تاکید اور تکمیل کے لیے فرمایا گیا تاکہ یہ ظاہر
ہو جائے کہ اللہ کی بارگاہ میں پسندیدہ دین وہی ہے جو شرک کی آمیزش سے ہر طرح پاک ہو
یزید رقاشیؒ سے منقول ہے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے بعض لوگ ایسے
ہوتے ہیں جو مال خرچ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں مگر وہ چاہتے ہیں ان کی شہرت ہو تو کیا ایسی صورت
میں کوئی اجر و ثواب ہے آپ نے فرمایا اللہ رب العزت صرف اسی چیز کو قبول فرماتا ہے
جو صرف اسی کے واسطے خالص کی گئی ہو اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ۔
لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى توحید خداوندی میں یہ آیت مشرکین و نصاریٰ اور ان تمام
گمراہ فرقوں کا رد ہے جو اللہ کے لیے اولاد تجویز کرتے ہیں مثلاً نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے
ہیں اور اسی کے ساتھ تین خداؤں (تثلیث) کے بھی قائل ہیں اور مشرکین عرب میں بعض قبیلے فرشتوں
کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے۔

مراد یہ ہے کہ بالفرض اگر خدا تعالیٰ یہ ارادہ کرتا کہ اس کی کوئی اولاد ہو تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی مخلوق

---

[1] تین اندھیروں سے مراد ایک پیٹ ہے دوسرا اندھیرا رحم ہے اور تیسرا وہ جھلی جس میں بچہ
ملفوف ہوتا ہے ان اندھیروں میں ہی خدا نے اس کی بتدریج نشوونما کی پھر حیات و زندگی بخشی اور پھر
رحم مادر سے باہر نکالا تو وہ دیکھنے اور سننے والا تھا۔ ۱۲

ہی میں کسی کو اس مقصد کے لئے چھانٹ لیتا مگر یہ بات تو دلائل سے ثابت ہو چکی کہ وہ واحد یکتا ہے اور اس کے سوا کائنات میں جو کچھ ہے وہ اس کی مخلوق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مخلوق اور خالق میں کسی طرح کا بھی نوعی یا جنسی اشتراک نہیں ہو سکتا تو پھر ایک دوسرے کا باپ بیٹا کیسے ہو سکتا ہے اور جب مخلوق و خالق میں یہ رشتہ محال ہے تو یقیناً اللہ کی طرف سے ایسا ارادہ کرنا بھی محال ہوگا علاوہ ازیں اگر اس محال کے بارے میں بھی یہ فرض کرلیں کہ یہ محال نہیں تب بھی فرشتوں کو بیٹیاں بنانا عقل میں آنے والی بات نہیں ہے اس لئے کہ جب مخلوق میں انتخاب ہی کرنا ٹھہرا تو اس کا کیا مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے واسطے گھٹیا چیز انتخاب کرے یعنی بیٹیاں اور عمدہ بہتر چیز چن کر تمہیں دے دے یعنی بیٹے۔ غرض یہ کہ ایسا فرض کرنا بھی امکان سے خارج ہے اور اللہ کی الوہیت میں تو کوئی دوسرا کیا شریک ہوتا اس کے ساتھ تو کسی کو نوعی یا جنسی اشتراک بھی نہیں ہو سکتا۔

وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ الخ اس میں لفظ انزل بمعنی خلق یعنی پیدا کئے تمہارے واسطے آٹھ اقسام چوپایوں کے نر و مادہ سے مگر یہاں انزل بمعنی خلق اور اظہر ہوا اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ اور یٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ میں لفظ انزل استعمال کیا گیا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ عنوان اس لحاظ سے اختیار کیا گیا ہو کہ یہ تمام اشیا از قبیل انعامات خداوندی ہیں اور انعام کی عطاء و بخشش ملاء اعلیٰ سے دنیا والوں کے لیے ہوتی ہے تو اس وجہ سے انزل کا عنوان اختیار فرما لیا گیا یا یہ کہ انعام و چوپایوں اور جانوروں کی حیات نباتات کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے ان کے وجود میں آسمان سے نازل ہونے والی بارش کو دخل ہے یا بقول بعض مفسرین یہ اشیاء درحقیقت اپنی اصل کے لحاظ سے جنت ہی میں تھیں انکو جنت سے زمین پر اتارا گیا۔

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ

اگر تم منکر ہوگے تو اللہ پروا نہیں رکھتا تمہاری اور پسند نہیں کرتا اپنے بندوں

الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ

کی منکری اور اگر حق مانو گے تو وہ پسند کرے گا اس کو تمہارے لیے اور نہ اٹھاوے گا کوئی اٹھانے

اُخْرٰى ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

والا بوجھ دوسرے کا پھر اپنے رب کی طرف تم کو پھر جانا ہے تو وہ جتا دے گا تم کو جو تم کرتے تھے

اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

مقرر اس کو خبر ہے جیوں کی بات کی

شان بے نیازی پروردگار عالم و پسندیدگی ایمان و غضب بر کفر و نافرمانی

قال اللہ تعالیٰ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ ..... الیٰ ..... عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

حق تعالیٰ شانہ نے دلائل توحید و خالقیت کے بعد اپنی شان بے نیازی کا ذکر فرمایا کہ کسی کے ایمان سے خدا کو کوئی نفع اور کسی کے کفر سے اسکو کوئی نقصان نہیں پہنچتا وہ تو بے نیاز ہے اسکی بارگاہ میں کفر و نافرمانی پسند نہیں ہاں شکر و اطاعت اسکو محبوب ہے اس لئے ہر شخص کو سمجھ لینا چاہئے ایمان و کفر کا نفع نقصان خود مومن و کافر کی ذات ہی کو پہنچے گا قانون خداوندی ہے کُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ہر انسان اپنے کئے ہوئے پر ماخوذ ہے اور اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ خدا تمام جہانوں سے بے نیاز ہے تو فرمایا اے لوگو! اگر تم کفر و نافرمانی اور شرک کرو گے تو سن لو خدا کا اس میں ذرہ برابر بھی نقصان نہیں کیونکہ اللہ بے نیاز ہے تم سے اسکو تمہاری طاعت و عبادت کی کوئی حاجت نہیں ہے تمہاری نافرمانی اور بغاوت سے اسکو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور وہ اپنے بندوں کے واسطے کفر کو پسند نہیں کرتا کیونکہ کفر سے خود بندوں کو ضرر پہنچتا ہے تو اسکو کفر ناپسند ہونا بندوں پر رحمت اور محبت کی وجہ سے ہے اور محبت و رأفت کا تقاضا یہی ہے بندوں کی ہلاکت و تباہی اور امن و عافیت کی بربادی ناگوار ہو اور اگر تم شکر کرو گے تو اللہ اس شکر گزاری اور طاعت و فرمانبرداری کو تمہارے واسطے پسند کرے گا اور ظاہر ہے کہ اس کا نفع اے انسانو! تم ہی کو پہنچے گا اور اس کا ایمان و طاعت کو پسند کرنا اس لئے ہے نہ یہ کہ اسکو بندوں کے ایمان و طاعت کی کوئی حاجت ہے اور یہ ضابطہ طے پا چکا ہے کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اس لئے کسی کو کفر و نافرمانی کر کے یہ تصور نہ کرنا چاہئے اس کے گناہوں کا بوجھ کوئی دوسرا اٹھالے گا دنیا میں بے شک ایسا ہو جاتا ہے کسی کے متبعین و خدام یا دوست اور اعزا دوسرے کا بوجھ اٹھالیں مگر آخرت میں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا وہاں انسان کا صرف ایمان اور اس کا عمل ہی اس کا سہارا ہو گا اور اعمال کے ثمرات و نتائج بہرحال بھگتنے ہیں یہ ممکن نہیں کہ کوئی اس سے بچ جائے دنیوی حیات میں مجرمین بسا اوقات اس بنا پر اپنے جرم کی پاداش سے بچ جایا کرتے ہیں کہ ان کے جرم کی اطلاع نہیں ہوتی مگر بارگاہ خداوندی میں ہر عمل موجود و محفوظ ہے اور وہاں ضرور جانا ہے اس لئے اس سے غافل نہ ہونا چاہئے کہ پھر تمہارے رب کی طرف تمہارا لوٹنا ہے تو وہ تمہارے سارے اعمال تم کو بتا دے گا جس کے بعد تم کسی بھی عمل اور بات کا انکار نہ کر سکو گے وہ تو دلوں کی بات بھی خوب جاننے والا ہے اس لئے یہ خیال تمہارا بالکل باطل ہے کہ نہ قیامت ہے اور نہ جزا و سزا اور نہ تمہارے اعمال کی اس کو خبر ہے۔

حق تعالیٰ شانہ نے اس آیت مبارکہ میں اپنی شان بے نیازی و استغناء کا جو ذکر فرمایا یہ مضمون

مشہور حدیث قدسی میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور دیگر ائمہ حدیث نے بیان کیا ہے جس میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: اے میرے بندو! اگر تم میں سے اولین و آخرین جن و انس، زندہ و مردہ، تر اور خشک یعنی جاندار اور بے جان سب کے سب مل کر ایک شقی ترین انسان کی طرح بن جائیں تو یہ سب میرے ملک میں مچھر کے پر کے برابر بھی نقصان نہیں کر سکتے۔ یہی بات ہے جو قرآن کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم سے خطاب کے ذیل میں ذکر فرمائی ہے إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ، اے لوگو! اگر تم سب اور روئے زمین کے سب انسان بھی مل کر کفر کرو تو اللہ کا کوئی نقصان نہیں، بے شک اللہ ہر حال میں بے نیاز ہے اور لائق حمد و ثنا ہے۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا

اور جب لگے انسان کو سختی پکارے اپنے رب کو رجوع

إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِنْهُ نَسِيَ مَا

ہو کر اسکی طرف پھر جب بخشے اس کو نعمت اپنی طرف سے بھول

كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ أَنْدَادًا لِيُضِلَّ

جاوے جس کو پکارتا تھا اس کام کو پہلے سے اور ٹھہراوے اللہ کے برابر اوروں کو

عَنْ سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ

تا بہکا دے اس کی راہ سے تو کہہ برت لے ساتھ اپنی ناشکری کے تھوڑے دنوں تو ہے

النَّارِ ۝

آگ والوں میں

فراموشی و غفلت انسان از رب منعم در حالت نعمت و اضطرار و انابت در مصیبت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ... إلى ... مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ

(ربط) گذشتہ آیات میں اللہ رب العزت نے اپنی شان بے نیازی بیان فرمائی اب اس کے

بالمقابل انسان کی اس فطری دنائت کا ذکر کیا جا رہا ہے جس میں بالعموم وہ مبتلا ہوتا ہے اس دنائت وکمینگی سے پاک کرنے والی چیز صرف اللہ اور اسکے رسول کی ہدایات وتعلیمات ہیں اور اس امر کا احساس وشعور کہ خدا کے اس پر کیسے عظیم انعامات ہیں اور انعامات کا تقاضا ہے کہ انسان ہر حالت میں اپنے رب کے ساتھ تعلق رکھے نعمتوں میں شاکر ہو کر خدا سے رابطہ رکھے اور تکلیف ومشقت میں صابر ہو کر اسکی رحمتوں اور عنایات کا مستحق بنے ۔

فرمایا اور اس انسان کو جس نے اپنے رب سے کوئی واسطہ نہیں رکھا جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے وہ رب جس کی معرفت اسکی اصل فطرت میں موجود ہے جو عہد الست سے اس میں سرایت کیے ہوتے ہے اور اس وقت اسکو اپنے وہ معبودان باطلہ یاد نہیں آتے جن کو اس نے اپنا معبود بنایا ہوا یا خدا کی الوہیت میں شریک کیا ہوا ہے پھر جب اللہ اسکو اپنی طرف سے نعمت امن وعافیت اور آسائش عطا فرما دیتا ہے تو بھول جاتا ہے جس تکلیف کے دفع کرنے کے لیے پہلے سے وہ (خدا کو) پکار رہا تھا اور پھر غفلت وبغاوت کے ساتھ خدا کے شریک بنانے لگتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی گمراہی کے علاوہ دوسروں کو بھی اللہ کی راہ سے بھٹکاوے آپ ایسے شخص سے کہدیجئے نفع اٹھا لے اپنے کفر کے ساتھ تھوڑا سا کیونکہ یہ متاع دنیا قلیل ہے اور یہاں کی لذتیں اور راحتیں بھی عارضی ہیں آخرت میں پہر کیف جانا ہے بے شک تو وہاں جہنمیوں میں سے ہوگا جہاں کا عذاب شدید اور ابدی ہوگا جس سے کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا تو اس نافرمان وکافر انسان کی بڑی غفلت ہے کہ دنیا کی چند روزہ نعمتوں اور لذتوں میں پڑ کر جہنم کا دائمی عذاب اختیار کر رہا ہے

لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ اکثر مفسرین وقراء اسکو یا کو ضمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں جس کا ترجمہ ہے تاکہ گمراہ کرے کیونکہ کافر خود اپنے عمل سے گمراہ تو ہوتا ہی ہے لیکن وہ اپنی ذات کی گمراہی کے علاوہ اپنے عمل اور گمراہ کن کوششوں سے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے اس لیے اسکے کفر کا حقیقت میں نتیجہ یہی نکلتا ہے تو وہ دوسروں کو بھی گمراہ کرے ۔

بعض قراء مثلاً ابن کثیرؒ اور ابو عمروؒ اس کو فتح یا پڑھتے ہیں تو اس تقدیر پر ترجمہ ہوگا تاکہ گمراہ ہو اللہ کے راستے سے ۔

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا یَّحْذَرُ

بھلا ایک جو بندگی میں لگا ہے گھڑیوں رات کی سجدے کرتا اور کھڑا ڈرتا رہتا

الْاٰخِرَةَ وَیَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ

ہے آخرت کا اور امید رکھتا ہے اپنے رب کی مہر کی تو کہہ کوئی برابر ہوتے ہیں

يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا

سمجھ والے اور بے سمجھ ؟ وہی سوچتے ہیں جن کو

الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾ قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ لِلَّذِينَ

عقل ہے تو کہہ اے بندو میرے جو یقین لائے ہو! ڈرو اپنے رب سے جنہوں

أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۗ

نے نیکی کی اس دنیا میں ان کو ہے بھلائی اور زمین اللہ کی کشادہ ہے ٹھہرنے

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ

والوں ہی کو ملتا ہے ان کا نیگ ان گنت تو کہہ مجھ کو حکم

أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ ﴿١١﴾ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ

ہے کہ بندگی کروں اللہ کی خالص کرکر اسکی بندگی اور حکم ہے کہ میں ہوں سب

أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٢﴾ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي

سے پہلے حکم بردار تو کہہ میں ڈرتا ہوں اگر حکم نہ مانوں اپنے رب کا

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِينِي ﴿١٤﴾

ایک بڑے دن کی مار سے تو کہہ میں تو اللہ کو پوجتا ہوں خالص کرکر اپنی بندگی اسی واسطے

فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُم مِّن دُونِهِ ۗ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ

اب تم پوجو جس کو چاہو اسکے سوا تو کہہ بڑے ہارنے والے وہ جو

خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ

ہار بیٹھے اپنی جان اور اپنا گھر قیامت کے دن سنتا ہے یہی ہے

الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴿١٥﴾ لَهُم مِّن فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ

صریح ٹوٹا ان کے اوپر سے بادل ہیں آگ کے اور

مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ

نیچے سے بادل اس چیز سے ڈراتا ہے اللہ اپنے بندوں کو اے بندو میرے

فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا

تو مجھ سے ڈرو اور جو لوگ بچے شیطانوں سے کہ ان کو پوجیں

وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ

اور رجوع ہوئے اللہ کی طرف ان کو ہے خوشخبری سو تو خوشی سنا میرے بندوں کو جو سنتے ہیں

الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ

بات پھر چلتے ہیں اس کے نیک پر وہ ہیں جن کو راہ دی اللہ نے

وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

اور وہی ہیں عقل والے۔

مدح مؤمنین مطیعین و بیان مراتب عالیہ برائے اہل تقویٰ در دنیا و عقبیٰ

قال اللہ تعالیٰ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ ...... اِلٰی ...... هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ

(ربط) گذشتہ مضمون اس قانون خداوندی کی تحقیق و تفصیل پر مشتمل تھا کہ کفر و نافرمانی اللہ کو ہرگز پسند نہیں ایمان و اطاعت اور شکر اللہ کو محبوب ہے اور یہ کہ اللہ رب العزت تمام جہانوں سے بے نیاز ہے اسکو نہ کسی کے کفر سے نقصان ہے اور نہ کسی کے ایمان و طاعت سے نفع اب ان آیات میں اہل ایمان و اطاعت کے درجات اور ان پر خداوند عالم کے ان انعامات کا بیان ہے جو ان پر دنیا اور آخرت میں کئے جائیں گے ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کیا جارہا ہے کہ علم و معرفت اور عقل و تدبر ہی کے ذریعہ انسان ہدایت قبول کرتا ہے اس لئے علم اور جہل برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی سلسلہ مضمون میں آپ کو حکم دیا گیا کہ لوگوں کو ایمان و تقویٰ کی دعوت دیں اور یہ کہ اعلان فرما دیں خود میرا عمل اور طرز زندگی سراپا اخلاص اور عبادت خداوندی ہے اور خوف خدا اور فکر آخرت سے میں کسی بھی طرح غافل نہیں اب اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص اپنی باغیانہ روش ترک نہیں کرتا تو آپ اس سے بیزاری کا اعلان فرما دیجئے اور یہ کہہ دیجئے کہ ایسے لوگ خود اپنے آپ کو اور اپنے اہل و متعلقین کو بھی ہلاکت

دنیا ہی میں مبتلا کر رہے ہیں ارشاد فرمایا بھلا کیا وہ شخص جو اطاعت و بندگی میں لگا ہوا رات کے گھڑیوں میں جبکہ بالعموم لوگ آرام و راحت کے ساتھ بستروں پر ہوں یہ بجائے نیند اور استراحت کے خدا کی یاد میں عبادت کرتا ہے اور کھڑا ہوا اللہ کو پکار رہا ہے آخرت سے ڈر رہا ہے اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار بھی ہے اور وہ شخص جو خدا سے غافل اور آخرت سے بے فکر شرک و کفر اور نافرمانی میں مبتلا ہے برابر ہو سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ قانت و مطیع اللہ کی بندگی میں مصروف رات کی تاریکیوں میں اس کے لیے سربسجود جو اس کے عذاب و قہر سے ڈر رہا ہے اور رحمت کا امیدوار ہے اللہ کے نزدیک محمود و پسندیدہ اور محبوب ہے اور وہ مشرک و نافرمان جو مطلب نکلنے کے بعد خدا کو بھلا دیتا ہے خدا کے نزدیک مبغوض اور قابل نفرت ہے آپ اس حقیقت کو سمجھانے کے لیے کہہ دیجئے کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ لوگ جو علم والے ہیں اور وہ جو جاہل ہیں کسی قسم کا قطعاً علم نہیں رکھتے۔

دنیا اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ علم اور جہل برابر نہیں اور عالم و جاہل کا درجہ یکساں نہیں ہو سکتا اسی طرح یہ بھی ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ ایمان و کفر اور مؤمن و کافر برابر نہیں ہو سکتے مگر افسوس کہ ان حقائق کو اکثر لوگ نہ سوچتے ہیں اور نہ اس سے عبرت و سبق حاصل کرتے ہیں ان چیزوں سے تو صرف وہی لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں اور جب یہ واضح اور ثابت ہو گیا کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ لوگ صرف وہی ہیں جن کا شیوہ اللہ کی بندگی اور فکر آخرت ہی ہے تو آپ فرما دیجئے میرے بندوں کو میری طرف سے میرا یہ پیغام اے میرے وہ بندو! جو ایمان لائے ڈرو تم اپنے رب سے اب اس طرح کا ڈر جو اس ذات بابرکت کا حق تقویٰ ادا کرنے والا ہے اور اس خوف و خشیت سے تم عبادت پر دوام و پابندی اختیار کئے رکھو اور یہ سمجھو کہ جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکی کے کام کئے انکے واسطے بہترین بدلہ ہے آخرت میں تو یہ بدلہ ضرور ملنا ہی ہے دنیا میں بھی موجب رحمت و برکت ہے خواہ ظاہر ہو یا باطن اور اگر جس سرزمین میں تم بستے ہو وہاں طاعت و بندگی سے موانع ہیں تو ہجرت کر کے دوسری جگہ جا سکتے ہو اللہ کی زمین بہت وسیع ہے طاعت و نیکی میں استقلال و استقامت اختیار کرو کیونکہ صبر و استقامت اختیار کرنے والوں کو اجر بے حساب دیا جاتا ہے اور ہر عمل اخلاص ہی سے بارگاہ خداوندی میں قابل اعتبار ہے تو آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ مجھ کو تو اللہ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اس طرح کہ اسی کے لیے عبادت و بندگی کو خالص کرنے والا ہو جاؤں جس میں شرک کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ ہو اور مجھ کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ میں طاعت کرنے والوں میں سب سے پہلا اطاعت کرنے والا ہوں تاکہ دنیا میں خدا کا ہر مطیع و فرمانبردار بندہ میری اطاعت و فرمانبرداری کو اپنے واسطے اسوہ اور نمونہ بنائے اور ظاہر ہے کہ اطاعت و بندگی خشیت خداوندی کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ کوئی نڈر غلام اپنے آقا کا کبھی فرمانبردار نہیں ہو سکتا اس لیے یہ بات بھی کہہ دیجئے میں تو ڈرتا ہوں اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں ایک بڑے دن کے عذاب سے

آپ اگر ان تمام باتوں کے بعد بھی ان نافرمانوں میں اللہ کی طرف رجوع کا کوئی ارادہ محسوس نہ کریں تو پھر کہہ دیجئے میں تو اللہ کی عبادت اسی طرح کرتا رہوں گا اسکے لئے اپنی بندگی خالص کرتے ہوئے اب تم جس کی چاہو عبادت کرو اسکو چھوڑ کر تمہیں خود اپنا انجام معلوم ہو جائے گا اس حقیقت کے پیش نظر آپ اتمام حجت کے طور پر کہہ دیں پورا خسارہ اور نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جو اپنی جانوں اور اپنے اہل وعیال کو جو انکے نقش قدم پر چلے ہلاکت اور خسارہ میں ڈالنے والے ہیں قیامت کے روز یاد رکھو یہی صریح خسارہ ہے کہ نہ انسان کو خود نجات نصیب ہوئی اور نہ اہل وعیال اور متعلقین کو راحت دیکھنا نصیب ہوئی تو اس سے بڑھ کر اور کون سا خسارہ یا تباہی ہو سکتی ہے ان لوگوں کے واسطے تو ان کے اوپر سے سائبان ہوں گے آگ کے شعلوں کے اور ان کے نیچے سے بھی آگ کے محیط شعلے ہوں گے اور یہ اوپر اور نیچے کے شعلے اس طرح ہوں گے جیسے سمندر کی موجوں کے اندر غرق انسان کے اوپر بھی موجیں اور نیچے بھی طوفانی تھپیڑے ہوں تو یہ وہ عذاب ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے کہ اے میرے بندو مجھ سے ڈرو اور میرے احکام کی اطاعت میں لگ جاؤ ورنہ تو نافرمانوں کے لئے جو عذاب اللہ نے تیار کر رکھا ہے اس سے کوئی نہیں بچ سکتا۔

اور جو لوگ شیطان سے بچتے ہیں اس بات میں کہ اس کی پرستش کریں اور اسکے کہنے پر چلیں اور انہوں نے نفس وشیطان سے منہ موڑ کر خالصۃً اپنی زندگی کا رخ اللہ کی طرف کر دیا ہے تو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اللہ کی بات کی طرف کان لگاتے ہیں توجہ سے سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں یہی ہیں وہ جن کو اللہ نے ہدایت دی اور یہی ہیں وہ جو عقل والے تو ایسے ایمان واخلاص اور توجہ سے اللہ کی باتیں سننے اور ماننے والوں اور ان پر عمل کرنے والوں کو حق تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اور جنت میں ہر طرح کے انعام واعزاز کی بشارت سنا دیجئے۔

آیت مبارکہ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ کا مضمون جس میں مطیعین کی تعریف اور ان پر انعامات خداوندی کا ذکر فرمایا گیا بعینہٖ وہی مضمون ہے جو آیت لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ میں گزر چکا ان کلمات سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ قنوت کا مفہوم صرف قیام نہیں بلکہ اس کے معنی خشوع کے زیادہ واضح معلوم ہوتے ہیں سفیان ثوریؒ بروایت مسروقؒ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ قانت بمعنی مطیع ہے یعنی اللہ عزوجل اور اسکے رسولؐ کے احکام کی اطاعت کرتا ہو آناء اللیل رات کے ٹکڑوں کو کہا جاتا ہے رات کی تاریکی میں عبادت باعث سکون وراحت بھی اور موجب قرب خداوندی بھی قیام لیل اور تہجد خدا کی بارگاہ میں اس قدر محبوب عمل ہے کہ فرشتے اس عمل کو بارگاہ خداوندی میں پیش کرنے کیلئے باہم مسابقت کرتے ہیں ہر ایک فرشتہ کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اس عمل کو لے کر وہی سب سے پہلے بارگاہ رب العزت میں پہنچے جیسے کہ حدیث اختصام ملاء اعلیٰ میں ذکر فرمایا گیا۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں یعنی جو بندہ

رات کی نیند اور آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگا کبھی اس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا کبھی سجدہ میں گرا ایک طرف آخرت کا خوف اس کے دل کو بے قرار کئے ہوئے ہے اور دوسری طرف اللہ کی رحمت نے ڈھارس بندھا رکھی ہے تو کیا یہ سعید بندہ اور وہ بدبخت انسان جس کا ذکر اوپر ہوا کہ مصیبت کے وقت خدا کو پکارتا ہے اور جہاں مصیبت کی گھڑی ٹلی خدا کو چھوڑ بیٹھا دونوں برابر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ایسا ہو تو یوں کہو کہ ایک عالم اور جاہل یا سمجھدار اور بیوقوف میں کچھ فرق نہ رہا مگر ظاہر ہے کہ اس بات کو وہی سوچتے اور سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے (انتہیٰ کلامہ) ایمان کی حقیقت اور اصل روح چونکہ خوف و رجا ہے اس وجہ سے یہاں اہل ایمان و طاعت کی یہ مخصوص صفت بیان کی گئی یَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَیَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ یعنی آخرت کا ڈر اور اپنے رب کی رحمت کی امید حالت عبادت میں قائم کئے ہوئے ہو کیونکہ جس طرح یہ صفت ایمان کا کمال ہے اسی طرح یہ وصف عبادت کا بھی کمال ہے خوف و رجاء دونوں کیفیتیں ایمان کی روح اور عبادت کے جوہر ہیں مگر ان میں سے ایک کیفیت خوف زندگی میں غالب رہنی چاہئے اور جب انسان دنیا سے رحلت کر رہا ہو تو پھر رجاء و امید بھاری ہونا چاہئے کیونکہ اب وقت رجاء اور امید رحمت و بخشش کا ہے خوف جو اصلاح عمل کے لئے ضروری تھا اب یہ انسان دار العمل سے روانہ ہونے کی وجہ سے اس مرحلے سے گزر چکا ہے عمل کے میدان کو عبور کر کے دار الجزاء کے دروازے پر کھڑا ہے تو یہ وقت رجاء کے غلبہ کا ہے۔

عبد بن حمیدؒ نے باسناد انس بن مالک رضی اللہ عنہ یہ حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے جب کہ وہ مرض الموت کی حالت میں تھے آپ نے اس شخص سے دریافت فرمایا بتاؤ تم اس وقت اپنے آپ کو کس حالت میں پاتے ہو تو جواب دیا اِنّی اَرجو اللّٰہ واخاف ذنوبی کہ میں اللہ کی رحمت کا امیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر بھی رہا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ دو صفتیں کسی مومن بندہ کے قلب میں جمع ہوں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز عطا فرماتے جس کی اسے امید ہے اور اس چیز سے اس کو مامون و محفوظ فرما دے جس سے وہ ڈر رہا ہے (جامع ترمذی۔ سنن نسائی)۔

ابن ابی حاتمؒ بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ البکاءؒ نے ایک دفعہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ——— یہ آیت اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ پڑھتے ہوئے سنا تو سن کر فرمایا یہ شخص جس کا ذکر قرآن کریم نے ان کلمات میں کیا وہ تو عثمان بن عفانؓ ہیں کیونکہ ان کی یہی شان تھی کہ پوری رات تہجد اور تلاوت میں گذر جاتی تھی اور کبھی ایسا ہوتا

کہ

کو ایک ہی رکعت میں پورا قرآن کریم پڑھ لیتے۔

اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَةٌ کے ترجمہ میں اضافہ کردہ کلمات سے یہ ظاہر کیا گیا کہ انسان اگر اپنے وطن میں عبادت نہیں کر سکتا تو پھر اس کو چاہئے کہ اس سرزمین سے ہجرت کر کے ایسی جگہ جائے جہاں اپنے رب کی اطاعت کر سکے اس تفسیر پر ماقبل سے ربط بھی واضح ہو رہا ہے کہ اس دنیا میں نیکی کرنے والوں کی نیکی کا بدلہ ضرور ملا کرے گا رہا یہ کہ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ میں تو ایسی جگہ محصور ہوں اور کفار کا غلبہ و تسلط ہے کہ تنگی اور عبادت کر ہی نہیں سکتا تو اس کو فرمایا جا رہا ہے اگر یہ زمین تیرے واسطے تنگ ہے تو کیا ہوا کہیں اور چلا جا اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَةٌ اللہ کی زمین تو بہت وسیع ہے چنانچہ مجاہدؒ اس کی تفسیر میں فرمایا کرتے تھے فتھاجروا فیھا وجاھدوا واعتزلوا الاوثان مجاہدؒ کے اس کلمہ نے ایک لطیف اشارہ بھی کر دیا مسلمانوں پر اگر کافروں کے غلبہ اور تسلط سے کوئی جگہ تنگی اور عبادت کے لئے تنگ ہے تو ہجرت کے ساتھ جہاد بھی کرو تاکہ جہاد کے ذریعہ اللہ کی وسیع زمین فتح کرو اور وہاں اللہ کا دین قائم کرو۔

عطاءؒ کا قول ہے کہ جب تم کو کسی معصیت کی طرف بلایا جائے تو تم اس جگہ سے راہ فرار اختیار کرو اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَةً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا اسی معنی اور حکم کو ثابت کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے کتاب الایمان میں ایک باب من الدین الفرار من الفتن قائم کیا ہے کہ دین کے شعبوں میں سے ایک شعبہ یہ ہے کہ فتنوں کی سرزمین سے انسان راہ فرار اختیار کرے۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْہِ کَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ

بھلا جس پر ٹھیک ہو چکا عذاب کا حکم بھلا تو خلاص

تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰکِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا

کرے گا آگ میں پڑے کو لیکن جو ڈرتے رہے

رَبَّہُمْ لَہُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِہَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ ۙ تَجْرِیْ مِنْ

اپنے رب سے ان کو ہیں جھروکے ان پر اور جھروکے چنے ہوئے بہتی ان کے نیچے

تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ ۬ؕ وَعْدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ الْمِیْعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ

نہریں وعدہ ہوا اللہ کا اللہ نہیں خلاف کرتا وعدہ تو نے نہیں

اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ

دیکھا کہ اللہ نے اُتارا آسمان سے پانی پھر چلایا وہ پانی چشموں میں زمین کے

ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ

پھر نکالتا ہے اس سے کھیتی کئی کئی رنگ بدلتے اس پر پھر آئی تیاری پر تو دیکھے

مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي

اس کا رنگ زرد پھر کر ڈالتا ہے اسکو چورا بے شک اس میں نصیحت ہے

الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾

عقلمندوں کو

مذمت و وعید بر شقاوت مجرمین و فلاح و کامرانی مومنین

قال اللّٰہ تعالیٰ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ ...... اِلیٰ .... لِاُولِي الْاَلْبَابِ

ربط: گذشتہ آیات میں بالقصد اور اصل بیان مومنین و مطیعین کا اور عند اللہ انکے درجات و انعامات کا تھا اور درمیان میں ضمناً مجرمین کے خسارہ کا بھی ذکر ہو گیا تھا اب ان آیات میں ایسے بدنصیب اور محروم لوگوں کی ذلت و ناکامی اور اہل ایمان و طاعت کی کامیابی کا بیان ہے اور یہ کہ اللہ رب العزت کے یہاں انکے درجات کس قدر بلند ہوں گے۔

ارشاد فرمایا کیا وہ شخص جس پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہے بھلا کیا آپ اسکو دوزخ کے عذاب سے چھڑا سکتے ہیں اس لیے کہ جن کے حق میں یہ فیصلہ ہو چکا وہ ہر گز گمراہی سے نہیں نکل سکتے اور گمراہی پر مرنا عذاب جہنم کا موجب ہے اور جب انکی ہدایت اور ایمان اس تقدیری فیصلہ کے باعث ممکن نہ رہا تو کوئی بھی انکو جہنم میں جانے سے نہیں روک سکتا اور نہ اس کے عذاب سے چھڑا سکتا ہے جیسا کہ خود پروردگار عالم نے یہ فیصلہ ان بدنصیبوں کے حق میں فرما دیا جو اپنی شقاوت کے باعث ہدایت سے محروم کر دیئے گئے تو اس صورت حال میں کون انکو جہنم سے بچا سکتا ہے اس لیے آپ ان پر غم اور ملال نہ کریں ان پر اس طرح کا غم بے سود ہے لیکن جو لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے اپنے رب کا تقویٰ اختیار کیا بے شک وہ انعامات خداوندی کے مستحق ہیں انکے واسطے جنت کے بالاخانے ہیں جن کے

اوپر اور بالاخانے بنے ہوئے ہیں اور ان محلات کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہ اللہ کا وعدہ ہے جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ اپنے وعدہ میں خلاف نہیں کرتا ایسے انعامات جنت کے محل اور باغات پر تعجب کیوں ہو جو نعمتیں اللہ نے دنیا میں بندوں کو عطا کیں اور جیسی قدرت کی نشانیاں نظروں کے سامنے ہیں انکو دیکھ کر یہ سب کچھ سمجھنا آسان ہے تو کیا اے مخاطب تو نے نہیں دیکھا اللہ نے آسمان سے کس طرح پانی برسایا پھر وہ اپنی قدرت سے اس پانی کو زمین کے سوتوں میں داخل کر دیتا ہے چنانچہ زمین کے ان ٹکڑوں سے پانی نکلتا ہے کنویں اور چشمے اپنے قعر اور گہرائیوں سے پانی ابال کر اوپر پھینکتے ہیں جس سے زمینیں سیراب ہوتی ہیں پھر اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کھیتیاں پیدا کرتا ہے جن کے رنگ اور اقسام مختلف ہوتے ہیں پھر وہ کھیتی پک جاتی ہے تو اے مخاطب اس کو تو دیکھے گا خشک ہو جانے کے بعد زرد رنگ کی پھر اس کو چورا چورا کر دیتا ہے جب کہ کھیتی کٹنے کے بعد روندی جاتی ہے بے شک اس میں بڑا ہی نمونہ ہے عبرت کا عقل والوں کے لیے تو بس یہی حالت دنیوی حیات کی ہے کہ ابتداء اسکی شادابی اور رونق و زینت ہے لیکن اس کی انتہا پامالی اور ہلاکت ہے اور پھر اس ضمن میں یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ جو پروردگار عالم دنیا میں آسمان سے پانی برساتے اور سبزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے اسکی قدرت سے جنت کی ان نعمتوں پر بھی کوئی تعجب نہ کرنا چاہیے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر فوائد میں یہ فرماتے ہیں یعنی عقلمند آدمی کھیتی کا حال دیکھ کر نصیحت حاصل کر سکتا ہے کہ جس طرح اسکی رونق اور سرسبزی چند روزہ تھی پھر چورا چورا کیا گیا یہی حال دنیا کی چہل پہل کا ہوگا چاہیے کہ آدمی اس کی عارضی بہار پر مفتون ہو کر انجام سے غافل نہ ہو جائے جیسے کھیتی مختلف اجزاء سے مرکب ہے مثلاً اس میں دانہ ہے جو آدمیوں کی غذا بنتا ہے اور بھوسہ بھی ہے جو جانوروں کا چارہ بنتا ہے اور ہر ایک جزء سے متمتع ہونا بدون اسکے ممکن نہیں کہ دوسرے اجزاء سے اسکو الگ کریں اور اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچائیں اسی طرح دنیا کو سمجھ لو کہ اس میں نیکی بدی راحت تکلیف وغیرہ سب ملی جلی ہیں ایک وقت آئے گا کہ یہ کھیتی کٹے اور خوب چورا چورا کی جائے اور پھر اس میں ہر ایک جزء کو اس کے مناسب ٹھکانے پر پہنچا دیا جائے نیکی اور راحت اپنے مستقر و مرکز پر پہنچ جائے اور بدی یا تکلیف اپنے قرار میں جا ملے (نیکی اور راحت کا مستقر جنت ہے اور بدی و تکلیف کا مستقر جہنم ہے اس لحاظ سے نیکی کا انجام جنت اور جنت کی راحتیں سمجھ لینی چاہئیں اور بدی کا مستقر جہنم ہے تو بدی کا مآل جہنم اور جہنم کی تکالیف ہوگا)

غرض کھیتی کے مختلف احوال دیکھ کر عقلمند لوگ بہت مفید سبق حاصل کر سکتے ہیں نیز مضمون آیت میں ادھر بھی اشارہ ہوگیا کہ جس خدا نے آسمانی بارش سے زمین میں چشمے جاری کئے وہ ہی جنت کے محلات میں نہایت قرینہ کے ساتھ نہروں کا سلسلہ جاری کر دے گا۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ

بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے مسلمانی پر سو وہ اُجالے میں

عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ

ہے اپنے رب کی طرف سے سو خرابی ہے ان کو جن کے دل سخت ہیں اللہ کی

اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢٢﴾ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ

یاد سے وہ پڑے پھرتے ہیں بھٹکتے صریح اللہ نے اتاری بہتر

الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ

بات کتاب آپس میں ملتی دہرائی ہوئی بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھال پر

الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ

ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل

إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ ۚ

اللہ کی یاد پر یہ ہے راہ دینا اللہ کا اس طرح راہ دیتا ہے جس کو چاہے

وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾ أَفَمَن يَتَّقِي

اور جس کو راہ بھلا دے اللہ اس کو کوئی نہیں سمجھانے والا بھلا ایک جو روکتا ہے

بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ

اپنے منہ پر بُرا عذاب دن قیامت کے اور کہئے بے انصافوں کو

ذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٢٤﴾ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ

چکھو جو تم کماتے تھے جھٹلا چکے ہیں ان سے اگلے پھر پہنچا

فَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٥﴾ فَأَذَاقَهُمُ

ان پر عذاب جہاں سے خبر نہ رکھتے تھے پھر چکھائی ان کو

ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل سخت ہو چکے ہیں اللہ کے ذکر اور یاد سے ایسے لوگ بے شک کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اللہ نے تو نازل کر دیا ہے نہایت بہترین کلام ایک کتاب کی صورت میں یعنی قرآن حکیم جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہے کہ اسکی تمام آیات اور باتیں فصاحت و بلاغت اور اسرار و حکم اور سعادت و فلاح کے مضامین و حقائق ہونے میں متشابہ ہیں اور ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں ان آیات و احکام اور علوم میں نہ باہم اختلاف ہے نہ تضاد اور نہ تفاوت و فرق جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ کلام اسی قادر مطلق پروردگار کا ہے جس نے تمام کائنات کو کیسے حسن و تناسب اور سلیقہ سے بنایا اگر یہ کتاب غیر اللہ کی طرف سے ہوتی تو ضرور تفاوت اور اختلاف پایا جاتا جیسے ارشاد ہے وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا یہ ملتی جلتی متشابہ آیات ایسی ہیں جو بار بار دہرائی گئی ہیں جن کا تکرار اور دہرانا مختلف حکمتوں اور فوائد پر مشتمل ہوتا ہے اور اس لئے کہ یہ مضامین قلب و دماغ میں راسخ ہو جائیں اور انسان اپنی فکری اور ذہنی صلاحیتوں سے ان چیزوں کو اپنی عملی زندگی میں اپنانے کے لئے تیار ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ فکر و تحقیق ایک دفعہ بطور پیغام کسی بات کو بیان کر دینے سے نہیں حاصل ہوتا تا وقتیکہ مختلف اسلوبوں کے ساتھ پہلے ایک بات ذہن نشین نہ کرا دی جائے پھر اس کی حکمتوں اور فوائد کے تکرار سے اسکی رغبت دل میں دلچسپی پیدا ہونے سے یہ شوق و رغبت اس کو عمل پر مجبور کر دے اس کتاب الٰہی کی ایسی عظیم تاثیر ہے کہ کانپ اٹھتی ہیں کھالیں یعنی بدن ان لوگوں کے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر اس ایمانی اور قلبی خشیت الٰہی جس سے ان کا بدن بھی کانپتا ہو ترقی کر کے ان کی عملی زندگی کو اتباع و اطاعت کے ایسے منور ترین مقام پر پہنچا دے کہ نرم ہو جائیں انکی کھالیں یعنی بدن اور دل اللہ کے ذکر کی طرف اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ یعنی پوری توجہ اور انقیاد کے ساتھ ان کی حالت اور اعمال ذکر اللہ سے متاثر ہو جاتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت جس کی سراپا تفسیر و تشریح قرآن کریم ہے اس کلام الٰہی کی تلاوت اس پر غور و فکر اور عمل ہدایت و سعادت اور کامیابی کی راہیں کھولتا ہے جس کو بھی اللہ چاہے اسکے ذریعے ہدایت سے سرفراز فرما دیتا ہے اور جس کو خدا گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں جب ایسا بدنصیب جس نے اپنی قساوت قلبی سے کبھی اللہ کی طرف رخ نہ کیا ہو تو ظاہر ہے کہ اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے سورج کی روشنی سے تو وہی منتفع ہو سکتا ہے جو اپنی آنکھیں کھولے اور سورج کا رخ کرے اور جو عناد و نخوت میں اپنی آنکھیں نور ہدایت سے بند کئے ہوئے ہے اسکو اب کیا نور حاصل ہو سکتا ہے یہی وہ بات ہے جس کو ارشاد فرمایا گیا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ بہرکیف وہ قلوب جن میں ایمان و تقویٰ ہے اور خوف خدا سے وہ نرم رہتے ہیں وہ ان قلوب کی طرح نہیں ہو سکتے جو قساوت کی وجہ سے مردہ ہو چکے اسی وجہ سے ہر صاحب فہم یہ سمجھ سکتا ہے بھلا کیا وہ شخص جو عذاب کی سختی سے بچنے کا اپنے منہ کے ذریعہ اس کو یہ بناتے ہوئے قیامت کے دن وہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو اللہ کی نعمتوں اور جنتوں کی طرف لے جایا جا رہا

ہے بھلا شخص ذلت و خواری کی اس حالت میں مبتلا ہے کہ ہاتھ بندھے ہوتے ہیں اور عذاب خداوندی
سامنے سے آرہا ہے انکو اتنی بھی قدرت نہیں کہ ہاتھ کے ذریعہ سے سامنے سے آنے والی چیز کو دفع
کرے تو وہ اپنے چہرے ہی کو سامنے کرکے ہوئے اس عذاب کو دور کرنا چاہے گا اور دوسرا شخص
جس کا دل اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تھا وہ اعزاز و اکرام اور انعامات کا مستحق ہوگا اور اس وقت
کہا جائے گا ظالموں سے کہ چکھو تو تم مزہ اپنے ان اعمال کا جو تم کیا کرتے تھے کفار مکہ کو چاہیئے کہ یہ باتیں ہیں
کہ یقین کرلیں اگر انہوں نے جھٹلایا تو پھر سمجھ لینا چاہیئے ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا عذاب خداوندی کو
جو ان سے پہلے گذرے ہیں لیکن آگیا ان پر عذاب خداوندی ایسے طریقے سے کہ انکو خبر بھی نہ تھی اور تصور
بھی نہ کرسکتے ہیں اس طرح بھی کوئی ناگہانی عذاب کسی قوم کو تباہ و برباد کرسکتا ہے تو چکھا دیا اللہ نے انکو
ذلت کا مزہ دنیا کی زندگی ہی میں اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی بڑا ہے کاش یہ لوگ جان لیتے
کہ دنیا میں کتنی قومیں ایسی گذری ہیں کہ اللہ رب العزت کے پیغمبروں کی تکذیب و نافرمانی کی وجہ سے
طرح طرح کے عذاب سے تباہ کردی گئیں۔

اکثر مفسرین مثلاً سُدیؒ وغیرہ کا قول ہے کہ اسلام کے لیے سینہ کھول دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ
کے ہر حکم پر انقیاد و اطمینان نصیب ہو جائے اور یہ اطمینان و وثوق اس درجہ ہو کہ دل میں کسی بھی امر
خداوندی پر کوئی تنگی باقی نہ رہے یہاں تک کہ احکام شریعت اور طبیعت کے تقاضوں میں کوئی فرق
باقی نہ رہے اور یہ کیفیت اسکی ایمانی استعداد کے کامل ہونے کا نام ہے۔

صدر سینہ کو کہتے ہیں اور چونکہ قلب انسانی سینہ میں محفوظ کردیا گیا ہے اور یہی قلب روح کا منبع
ہے تو جس طرح ظرف کا ذکر کرکے مظروف مراد لیا جاتا ہے یہاں بھی سینہ کے کھل جانے سے قلب
کا کھل جانا مراد لیا گیا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو ہم نے عرض کیا یا نبی اللہ سینہ کا کھلنا کس طرح ہے
آپ نے فرمایا جس وقت اس میں نور داخل ہوتا ہے تو وہ کشادہ ہو جاتا ہے یعنی اللہ کی اطاعت
و فرمانبرداری کی رغبت اور اشتیاق محسوس کرنے لگتا ہے، ہم نے عرض کیا تو پھر یا رسول اللہ اس کی کوئی
علامت ہے آپ نے فرمایا ہاں اسکی علامت ہے اور وہ الانابۃ الیٰ دار الخلود والتجافی عن
دار الغرور والتأھب للموت قبل النزول، یعنی رجوع کرلینا ہمیشہ کے مسکن (جنت) اور آخرت
کی طرف اور علیحدگی (وبیزاری) اختیار کرلینا دھوکہ کی جگہ یعنی دنیا اور دنیا کی لذتوں سے اور موت کے لیے
تیاری کرنا موت کے اترنے سے پہلے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے افمن شرح اللہ صدرہ کا
مصداق صدیق اکبرؓ ہیں مراد یہ کہ جس طرح پیغمبر کی تصدیق اور قبول حق میں صدیق اکبرؓ سب سے
مقدم ہیں اسی طرح اسلام کے واسطے سینہ کھل جانے میں بھی وہ سب سے مقدم اور سب
سے افضل ہیں۔

لفظ تَقْشَعِرُّ اقشعرار سے ہے اصل میں سکڑ جانے کو کہتے ہیں جب کہ شدت خوف سے کسی کی کھال سکڑ جائے اور رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ کا عنوان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان مجرموں پر خدا کا عذاب آنے لگے گا تو طبعی تقاضہ کے باعث یہ اس عذاب کو دفع کرنے کی کوشش کریں گے لیکن ان ظالموں کے ہاتھ جکڑے ہوئے ہوں گے تو عذاب کے تھپیڑے سیدھے منہ پر پڑتے ہوں گے، اس بے بسی کے عالم میں یہ اپنا منہ اس کے سامنے کر دے گا تو گویا یہ مجرم اپنے چہرہ کے ذریعے عذاب سے اپنے آپ کو بچانے والا ہوگا اور اس وقت کہا جاتا ہوگا مزید تذلیل و توہین کے طور پر اے ظالمو! اپنے کیے ہوئے اعمال کا مزہ چکھو لو تو اس منظر کو ذکر کر کے سوال کیا جا رہا ہے کیا ایسا شخص اور وہ مومن جو آخرت میں ہر تکلیف و پریشانی اور ذلت و حقارت سے مامون و محفوظ ہوگا برابر ہو سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔

اس آیت کا مضمون ورنگ تو آیت مبارکہ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ میں بیان فرمایا گیا یا اسی طرح ارشاد ہے اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰي وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ کہ کیا وہ شخص جو چل رہا ہو اوندھے منہ اپنے سر کے بل وہ راہ راست پر ہے یا وہ شخص جو چل رہا ہے برابر استقامت کے ساتھ صراط مستقیم پر۔

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کفار مکہ اور دشمنان اسلام کو دنیا کی زندگی میں سب سے پہلی دفعہ غزوہ بدر میں شکست کھا کر انتہائی ذلت کہ بڑے بڑے سردار مارے گئے قیدی ہوئے اور اپنا مال و متاع چھوڑ کر بھاگے جو اللہ نے مسلمانوں کے لئے غنیمت بنایا فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

صدق اللہ العظیم

□□□□□□□□□□□

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

اور ہم نے بیان کی لوگوں کو اس قرآن میں سب

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝۲۷

ہر چیز کی کہاوت کہ شاید وہ سوچیں

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۲۸

قرآن ہے عربی زبان کا جس میں کجی نہیں کہ شاید وہ بچ کر چلیں۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ

اللہ نے بتائی ایک کہاوت ایک مرد ہے کہ اس میں کئی شریک ضدی اور

رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ

ایک مرد ہے پورا ایک شخص کا کوئی برابر ہوتی ہے انکی کہاوت سب خوبی اللہ کو ہے

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾

پر وہ بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے بے شک تو بھی مرتا ہے اور وہ بھی مرتے ہیں

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾

پھر مقرر تم دن قیامت کے اپنے رب کے آگے جھگڑو گے

تمثیل حق و باطل و فرق درمیان عبد مؤمن و مطیع و بندۂ مشرک و عاصی

ربط : گزشتہ آیات میں یہ بیان فرمایا گیا تھا کہ جس کسی کا دل اللہ نے ایمان کے لیے کھول دیا وہ ہدایت وسعادت کی روشنی پر ہے تو ایسا شخص جس کو نور ہدایت حاصل ہو چکا وہ اس بدنصیب انسان کی طرح نہیں ہو سکتا جو کفر و گمراہی کی تاریکیوں میں مبتلا ہے اب ان آیات میں حق و باطل کی تمثیل اور مومن و مشرک کے فرق کو ایک حسی مثال میں پیش کیا جا رہا ہے اور یہ بیان کیا جا رہا ہے ان حقائق کو سمجھانے میں قرآن کریم نے کوئی کمی نہیں کی دلیلوں سے سمجھا دیا مثالوں سے واضح کر دیا اس کے بعد بھی اگر کوئی نہ سمجھے اور نہ مانے تو یہ اس کی حماقت و غفلت ہے قرآن کے بیان میں کوئی کمی نہیں تو ارشاد فرمایا اور بے شک ہم نے بیان کر دی ہے لوگوں کی ہدایت و عبرت کے لیے ہر قسم کی مثال میں سے عمدہ اور بلیغ مثال امید ہے کہ لوگ اس کے ذریعہ نصیحت حاصل کریں جنکی شان یہ ہے کہ وہ قرآن عربی ہے جس میں ذرہ برابر بھی کجی نہیں یہ صاف اور سیدھی باتیں اس لیے اتاری گئیں تاکہ یہ لوگ اللہ کا تقویٰ اختیار کر لیں ان واضح حقائق کو سن کر ہر شخص ایمان و کفر اور توحید و شرک کی حقیقت بخوبی سمجھ سکتا ہے اور یہ کہ شرک و نافرمانی کا کیسا برا انجام ہے چنانچہ (ملاحظہ ہو کہ) بیان کر دی ہے اللہ نے ایک مثال موحد اور مشرک کی کہ ایک شخص ہے غلام جس میں متعدد شرکاء ہیں جو آپس میں کھینچا تانی اور مزاحمت کرتے رہتے ہیں ہر ایک مالک چاہتا ہے کہ یہ میرا کام انجام دے جو دوسرے مالک کی مرضی

ہی جھوٹے معبودوں کو خوش رکھنے کی فکر میں رہتا ہے۔ اسکے برخلاف موحد کی کل توجہات، خیالات اور دادو دہش کا مصرف ایک مرکز ہے اور وہ پوری دل جمعی کے ساتھ اسکو خوش رکھنے کی فکر میں ہے اور سمجھتا ہے کہ اسکی خوشنودی کے بعد کسی اور کی خوشنودی کی ضرورت نہیں۔

عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ کی تفسیر میں بالعموم مفسرین اہل حق اور باطل کی خصومت مراد لیتے ہیں جس کی طرف دوران ترجمہ اضافہ کردہ کلمات سے اشارہ کر دیا گیا۔ حافظ ابن مندہ نے کتاب الروح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ جھگڑا صرف انسانوں کے درمیان ہی نہیں ہوگا بلکہ روح اور جسم بھی ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑتے ہوں گے۔ روح جسم سے کہے گی کہ یہ سب کچھ تو نے کیا۔ جسم روح سے کہے گا نہیں میں تو بے قصور ہوں اصل حکم اور عمل کرانے والی طاقت تو تو ہی تھی، ہر ایک دوسرے کو مجرم ٹھہراتا ہوگا تو اس خصومت کی حالت میں اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجے گا تاکہ اسکے درمیان فیصلہ کر دے، یہ فرشتہ ان سے آکر یہ کہے گا تمہارے واسطے ایک مثال ہے اور تم دونوں کا حال اسکی مانند ہے ایک اپاہج معذور شخص آنکھوں والا ہے جس کو نظر تو سب کچھ آتا ہے لیکن چل پھر نہیں سکتا۔ دوسرا شخص نابینا مگر چل پھر سکتا ہے دونوں ایک باغ میں داخل ہوگئے اپاہج نے اندھے سے کہا اے میرے ساتھی میں یہاں باغ میں بہت سے پھل اور میوے دیکھ رہا ہوں لیکن معذور ہوں پھلوں تک پہنچ نہیں سکتا۔ اندھے نے اپاہج سے کہا تو مجھ پر سوار ہو جا اور مجھے وہاں تک لے چل جہاں تو پھل دیکھ رہا ہے چنانچہ اپاہج اندھے پر سوار ہو کر پھلوں تک پہنچا اور پھل کھانے لگا تو بتاؤ ان میں سے کون ظالم ہے۔ جسم اور روح دونوں نے جواب دیا ان دو میں سے کوئی ایک تنہا ظالم نہیں ہے، ظالم تو دونوں ہی ہیں۔ فرشتہ یہ فیصلہ سن کر بولا اے جسم و روح بس تم نے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ مجرم اور ظالم تم دونوں ہو۔ مراد یہ کہ جسم سواری ہے اور روح اس پر بمنزلہ سوار کے ہے کہ جو اس سواری پر سوار ہو کر اعمال وافعال کا ارتکاب کرتی پھرتی ہے لہٰذا جسم و روح دونوں ہی عذاب اور سزا کے مستحق ہوں گے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴)

الحمدللہ ۲۳ واں پارہ مکمل ہوا۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ

پھر اس سے ظالم کون؟ جس نے جھوٹ بولا اللہ پر اور جھٹلایا

بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

سچی بات کو جب پہنچی اس پاس، کیا نہیں دوزخ میں ٹھکانا منکروں کا۔

وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ

اور جو لایا سچی بات اور سچ مانا اس کو وہی لوگ ہیں

الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ

ڈر والے۔ ان کو ہے جو چاہیں اپنے رب کے پاس، یہ ہے

جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِىْ

بدلہ نیکی والوں کا۔ تا اتارے اللہ ان سے برے کام جو کیے

عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِىْ كَانُوْا

تھے اور بدلے میں دے ان کو نیک بہتر کاموں کا، جو کرتے

يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ

تھے۔ کیا اللہ بس نہیں اپنے بندے کو؟ اور تجھ کو ڈراتے ہیں

بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ

ان سے، جو اس کے سوا ہیں، اور جس کو راہ بھلاوے اللہ تو کوئی نہیں اس کو

هَادٍ ﴿۳۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ

راہ دینے والا۔ اور جس کو راہ سجھاوے اللہ اس کو کوئی نہیں بھلانے والا۔ کیا نہیں

اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِى انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾

ہے اللہ زبردست بدلہ لینے والا۔

تنبیہ وتہدید بر تکذیب حق وصداقت و بیان حسرت و ملال مکذبین

قال اللہ تعالیٰ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ ... الی ... بِعَزِيْزٍ ذِى انْتِقَامٍ

ربط: گذشتہ آیات میں توحید و شرک کی حقیقت ایک مثال کے رنگ میں بیان کر کے یہ ظاہر فرمایا گیا کہ شرک کا انجام سوائے حیرت و اضطراب اور ناکامی کے اور کچھ نہیں حقیقی اطمینان و سکون اور انسان کی اصل فلاح و سعادت توحید خداوندی اور صرف اپنے ایک ہی رب کے ساتھ رشتۂ حیات وابستہ کر لینے میں ہے اب ان آیات میں ان بدنصیبوں پر تنبیہ فرمائی جارہی ہے جو کلام اللہ پر بہتان باندھتا اور اللہ کے رسول کی تردید و تکذیب کرتا ہے اور یہ کہ ایسے بدنصیب تباہی سے کبھی نہیں بچ سکتے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ اور ہدایت اختیار کرتے ہیں وہ صرف یہی نہیں کہ کامیاب ہوں ان کے گناہوں کو بھی کفارہ اور معافی فرمائی جاتی ہے تو ارشاد فرمایا جب کہ قیامت کے روز بوقت خصومت ہر ایک کا انجام سامنے آجائے گا تو پھر بتاؤ اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور مثلاً یہ کہے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور خدا کے ساتھ اور بھی معبود شریک ہیں اور سچی بات کو جھٹلائے یعنی قرآن جو سراپا صداقت و حق ہے۔ جب کہ وہ سچی بات اس کے پاس پہنچ چکی تو کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانہ منکروں کا یقیناً یہ منکرو کافر سب سے بڑے ظالم ہیں اور ظلم پر عقوبت و سزا عقل و فطرت کا تقاضا ہے اس لیے ظالموں اور حق سے منہ موڑنے والوں کا یہی انجام ہو سکتا ہے اور اس کے برعکس جو سچی بات لے کر آیا خدا کی طرف سے یا خدا کے رسول کی طرف سے اور اس نے اس کی تصدیق بھی کی تو بیشک یہ لوگ ہی صاحب تقویٰ ہیں خدا کے ایسے برگزیدہ اور متقی بندوں کا انجام یہ ہوگا کہ ان کے لیے جو وہ چاہیں گے ان کے پروردگار کے یہاں ہوگا اور ظاہر ہے کہ ان کی ہر خواہش اور طلب کا پورا کیا جانا انتہائی اعزاز و اکرام ہوگا۔ بیشک یہ صلہ ہے نیکوکاروں کا یہ صلہ اور انعام ان کے واسطے اس لیے تجویز کیا گیا تاکہ کفارہ کر دے اللہ تعالیٰ ان کے ان برے کاموں کا جو انہوں نے کیے اور ثواب دے ان کو ان کے بہترین کاموں کا جو وہ اپنی دنیوی زندگی میں کیا کرتے تھے۔ منکرین کا رسول خدا کو جھٹلانا اور نافرمانی کرنا خدا کے رسول اور اہل ایمان کے لیے باعث تشویش و رنج نہ ہونا چاہیے کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔ جب اللہ کافی ہے تو وہی حفاظت بھی کرے گا اور وہی منکرین و مجرمین کو ذلیل اور رسوا کرے گا۔ اور یہ لوگ ڈراتے ہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ان جھوٹے معبودوں سے خدا کے سوا جو انہوں نے تجویز کر رکھے ہیں۔ حالانکہ ان معبودان باطلہ میں تو کوئی قدرت نہیں عاجز محض ہیں۔ اس لیے ان مشرکوں اور کافروں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈرانا اور یہ کہنا کہ ہم اپنے معبودوں سے کہیں گے کہ وہ آپ کو دیوانہ کر دیں حقیقت میں کھلی ہوئی حماقت اور گمراہی ہے۔ اور جس کو اللہ گمراہ

کردے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ خداوند عالم کی اس قدرت عظیم کے پیش نظر خدا کے رسول کو اور نہ ہی اہل ایمان کو ان کی ایسی احمقانہ دھمکیوں سے مرعوب و خوف زدہ ہونا بلکہ یقین رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ ضرور ان سے ایسی بیہودہ باتوں اور مجرمانہ اعمال کا بدلہ لے گا کیا خدا تعالیٰ زبردست انتقام والا نہیں ہے؟ وہ اپنے رسول کی مدد کرے گا۔ اور نافرمانوں سے انتقام لے گا۔ اور ان مجرموں کے معبود بے بس و لاچار ہیں تو ہمارے عذاب سے ان مجرموں کو ان کے معبود بچا بھی نہیں سکیں گے۔ اور ہم قادر مطلق ہیں اس لیے ہماری نصرت و حمایت کو کوئی روک نہیں سکتا۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ۔ صدق سچائی کا نام ہے۔ خدا کی کتاب سچی کتاب ہے۔ خدا کا ہر پیغام سچا ہے۔ بالخصوص یہ پیغام توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی صداقت و حقانیت تو اس قدر روشن ہے کہ کائنات کی ایک ایک چیز اس کی دلیل ہے حافظ ابن کثیرؒ نے وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ کی تفسیر میں متعدد اقوال ذکر فرمائے ہیں مجاہدؒ، قتادہؒ، ربیع بن انسؒ اور ابن زیدؒ سے منقول ہے کہ وہ سچائی لانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اس کی تصدیق کرنے والا ہر وہ شخص ہے جو آپؐ پر ایمان لائے اور ظاہر ہے کہ جو شخص دنیا میں سب سے پہلے آپؐ کی تصدیق کرنے والا ہو وہ اس آیت کا اولین مصداق ہے۔ اور وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

بعض مفسرین نے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ جبریل امینؑ ہیں جو اللہ کی طرف سے سچائی اور ہدایت لے کر آئے اور وَصَدَّقَ بِہٖ کے مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ وحی الٰہی کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے خدا کے رسول ہی ہوتے ہیں۔ ترجمہ آیت کے درمیان اضافہ کردہ کلمات میں انہی دو قولوں کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن جمہور مفسرین نے پہلے قول کو ترجیح دی اور آیت مبارکہ میں آخری کلمہ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

****

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اور جو تو ان سے پوچھے کس نے بنایا آسمان اور زمین کو؟

لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

تو کہیں اللہ نے۔ تو کہہ بھلا دیکھو تو! جن کو پوجتے ہو اللہ کے

اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ

سوا۔ اگر چاہے اللہ مجھ پر کچھ تکلیف وہ ہیں کہ کھول دیں تکلیف اس کی ڈالی؟

اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ

یا وہ چاہے مجھ پر مہر وہ ہیں کہ روک دیں اس کی مہر ؟

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ؕ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ

تو کہہ مجھ کو بس ہے اللہ، اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں بھروسہ رکھنے والے۔ تو کہہ

یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ

اے قوم! کام کیے جاؤ اپنی جگہ، میں بھی کام کرتا ہوں اب آگے

تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ یَحِلُّ عَلَیْهِ

جان لوگے۔ کس پر آتی ہے آفت! کہ اس کو رسوا کرے، اور اترتی ہے

عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ

اس پر سدا کی مار۔ ہم نے اتاری ہے تجھ پر کتاب لوگوں کے واسطے

بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰی فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا

سچے دین کے ساتھ، پھر جو کوئی راہ پر آیا سو اپنے بھلے کو، اور جو کوئی بہکا سو یہی کہ بہکا

یَضِلُّ عَلَیْهَا ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ﴿۴۱﴾

اپنے برے کو۔ اور تجھ پر ان کا ذمہ نہیں۔

بیانِ قدرتِ خداوندی و عدمِ استطاعتِ مدافعتِ عذاب

قال اللہ تعالیٰ۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ۔

ربط۔ مضمون سابق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے یہ فرمایا گیا تھا کہ مجرمین کو بس اللہ ہی کا عذاب سرکوبی کے لیے بہت کچھ ہے اور یہ مجرم اس عذاب خداوندی سے کسی طرح نہیں بچ سکتے کیونکہ اللہ عزیز ذو انتقام ہے اب ان آیات میں اللہ رب العزت اپنی اس قدرت و طاقت

کا ذکر فرمایا ہے جو خود ان منکرین کو تسلیم ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مشرکین کا یہ لغو اور بعید از عقل طریقہ کہ آپ کو اپنے معبودوں سے ڈراتے ہیں اور حال یہ ہے کہ اگر ان سے پوچھو کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا تو اقرار کرتے ہیں کہ کائنات کا خالق اللہ ہی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ اور ظاہر ہے ایسی عظیم مخلوقات کا پیدا کرنا اس کی کمال قدرت کی دلیل ہے تو آپ اس اقرار و تسلیم کے بعد ان سے یہ کہہ دیجئے تو پھر تم مجھے یہ بتلاؤ کہ جن معبودوں کو اللہ کے سوا تم پکارتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو، اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا تمہارے معبود اس کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اللہ اگر مجھ پر اپنی عنایت کرنا چاہے تو کیا یہ اس کی عنایت کو روک سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس پر ان کو اسی طرح جواب دینا پڑے گا جیسا خدا کی خالقیت کو تسلیم کرنے کا جواب دیا، تو جب صورت حال یہ ہے کہ وہ اپنی خالقیت میں بھی منفرد ہے اسی طرح وہ کمال قدرت میں بھی منفرد ہے جیسا کہ اس کی خالقیت میں کوئی شریک نہیں۔ اسی طرح اس کی قدرت کے مقابلہ میں کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ پھر یہ کس منہ سے لئے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اپنے معبودوں سے ڈراتے ہیں۔ اس لیے آپ کہہ دیجئے بس میرا خدا ہی میرے واسطے کافی ہے اسی پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں اور میں بھی اسی رب پر بھروسہ اور توکل کر رہا ہوں۔ اس لیے مجھ کو تمہاری دھمکیوں کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ اور جب دلائل و براہین کے ذریعے حقیقت واضح ہو گئی۔ تو آپ یہ بھی کہہ دیجئے۔ اچھا اگر تم اس کے باوجود بھی اپنی روش سے باز نہیں آتے تو تم اپنی حالت پر عمل کیے جاؤ میں بھی اپنے طرز پر کاربند ہوں اور یہ کیسے ممکن ہے۔ اہل باطل تو باطل نہ چھوڑیں مگر اہل حق ان کی رعایت سے حق سے پہلو تہی کر لیں سو اب تم کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون وہ شخص ہے جس پر دنیا میں عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو ذلیل کر دے گا۔ اور بعد از مرگ ایسا عذاب اس پر مسلط ہوگا جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گا۔ چنانچہ بدر میں اللہ نے ان پر ایسی سزا مسلط فرمائی کہ بہت سے قتل ہوئے بہت سے قید ہوئے اور ذلت کے ساتھ شکست کھا کر مکہ واپس لوٹنا پڑا۔ دنیا کا یہ عذاب اور ذلت و رسوائی تو اللہ رب العزت نے ۲ھ میں دکھادی اور اس کے علاوہ آخرت کی ذلت اور عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا اور وہ عذاب دائمی ہوگا۔

وحی الٰہی کے ذریعے ایسے حقائق دنیا کے سامنے ظاہر کر دیئے گئے کہ اب کسی کو انکار و تردد کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ بے شک ہم نے یہ کتاب قرآن حکیم آپ پر اتاری ہے۔ حق و صداقت کے ساتھ لوگوں کے نفع ہی کے لیے آپ کا کام لوگوں تک اللہ کے احکام و پیغامات پہنچا دینا ہے۔ اب اس کے بعد جو شخص راہ راست پر آئے گا تو وہ اسی کے نفع کے لیے ہوگا اور جو شخص گمراہ ہوگا اس کے گمراہ ہونے کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اور آپ ان پر ذمہ دار نہیں بنائے گئے ہیں کہ ان کی گمراہی کا الزام یا اس کی باز پرس آپ سے ہو۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سند سے مرفوعاً یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ احب ان یکون اقوی الناس فلیتوکل علی اللہ ومن احب ان یکون اغنی الناس فلیکن بما فی ید اللہ عز و جل اوثق منہ بما فی یدیہ ومن احب ان یکون اکرم الناس فلیتق اللہ عز وجل۔

جس شخص کو یہ بات محبوب ہے کہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ قوی ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اللہ پر توکل کرے اور جو شخص چاہتا ہے کہ سب سے زیادہ غنی ہو اس کو چاہئے کہ جو چیز خدا کے ہاتھ میں ہے اس پر اس چیز سے زائد بھروسہ کرے جو خود اس کے ہاتھوں میں ہے۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ عزت والا ہو تو اسے چاہئے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔

عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ ان الفاظ میں مجرمین کو دو قسم کے عذاب کی دھمکی دی گئی، ایک دنیوی سزا کی جس کو یُخْزِیْہِ کی قید کے ساتھ بیان فرمایا گیا، اور ظاہر ہے کہ دنیا میں مجرم کی ذلت و رسوائی سزا میں بہت اہمیت رکھنے والی بات ہے تو عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ سے دنیا کا عذاب ذکر کیا گیا اور آخرت کا عذاب وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ بیان فرمایا، جس کو مقیم یعنی ہمیشہ قائم و باقی رہنے کی صفت سے متصف کیا گیا اور اس میں شبہ نہیں کہ آخرت کا عذاب وہی شدید عذاب ہے جو کبھی مجرم سے نہ ٹلے، بلکہ ہمیشہ قائم رہے۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ

اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں

تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا

مریں ان کی نیند میں، پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا

الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ

ٹھہرایا، اور بھیجتا ہے دوسروں کو ایک ٹھہرے وعدہ تک، البتہ اس

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ

میں پتے کی باتیں ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں۔ کیا انہوں نے پکڑے ہیں اللہ کے

اللّٰهِ شُفَعَآءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا

سوا کوئی سفارش والے ۔ تو کہہ اگر چہ ان کو اختیار نہ ہو کسی چیز کا اور نہ بوجھ

يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٣﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ

تو بھی ۔ تو کہہ اللہ کے اختیار ہے سفارش ساری ۔ اسی کا راج

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَاِذَا ذُكِرَ

ہے آسمان اور زمین میں ۔ پھر اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے ۔ اور جب نام لیجئے

اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ

اللہ کا نرا ، رک جاتے ہیں دل ان کے جو یقین نہیں رکھتے پچھلے گھر کا

وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٥﴾

اور جب نام لیجئے اس کے سوا اوروں کا ، تبھی وہ لگیں خوشیاں کرنے ۔

بیان قدرت خداوندی اثبات حشر و تنبیہ بر شناعت مشرکین

قال اللہ تعالیٰ: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا ... الیٰ ... اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۔

ربط: گذشتہ آیات میں حق تعالیٰ نے منکرین کی رد میں اپنی قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا تھا اور اس سے مقصود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینی تھی، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا تھا کہ قیامت کے روز مجرمین کا انجام خود ان کی نظروں کے سامنے آجائے گا، اب ان آیات میں قیامت اور قیامت کے روز انسانوں کی حق تعالیٰ شانہ کے سامنے پیشی کا ایک منظر بیان کیا جارہا ہے اور یہ منظر ایسی ایک حالت ہے جو ہر روز و شب ہر انسان پر واقع ہوتی ہے وہ انسان کا سونا جو بمنزلہ موت ہے اور بیدار ہونا جو بعث بعد الموت کا نمونہ ہے ارشاد فرمایا۔

اللہ ہی قبض کرلیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت جبکہ قضاء الٰہی سے ان کی موت کا وقت آجائے تو من کل الوجوہ ان کو قبض کرلیتا ہے اور ان جانوں کو بھی قبض فرماتا ہے حالت خواب میں جن کی موت نہیں آئی ہے ان کے سونے کے وقت میں۔ اس طرح سے کہ حواس تو معطل کر دیتے

جاتے ہیں مگر حیات باقی رہتی ہے پھر اس کے بعد ان جانوں کو تو ابدان کی طرف لوٹنے سے روک لیتا ہے جن پر موت کا فیصلہ فرما دیا اور باقی ان دوسری جانوں جن پر بحالت نوم صرف ادراک و شعور سے تعطل واقع فرمایا ہے اور ابھی ان کی موت کا وقت نہیں آیا ان کو چھوڑ دیتا ہے اور واپس فرما دیتا ہے ابدان کے تصرف کی جانب ایک وقت معین تک کے لئے تاکہ بیداری کے بعد پھر سے بدستور یہ جان بدن میں تصرف کرنے لگے۔ بے شک اس تمام مجموعہ حال میں بہت بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو غور و فکر کی صلاحیت رکھنے کی وجہ سے ان احوال و واقعات میں غور و فکر کرتے ہیں اور بے شک پھر انسان کا سونا اور سو کے جاگ اٹھنا بعث بعد الموت اور قیامت کی بہت ہی واضح نشانی ہے۔ اب باوجود ان واضح دلائل کے قیام کے مشرکین کا پھر بھی حق تعالیٰ کی الوہیت و توحید کو نہ ماننا یا قیامت پر ایمان نہ لانا کیا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے خدا کے سوا اپنے واسطے کچھ سفارشی بنالیے ہیں جن پر انہوں نے بھروسہ کر لیا ہے کہ یہ ان کو کسی قسم کی تکلیف و عذاب نہ پہنچنے دیں گے یا عذاب سے بچا لیں گے آپ کہہ دیجئے کیا یہ ممکن ہے کہ یہ ان کے معبود ان کو خدا کے عذاب سے بچا لیں گے اگرچہ یہ نہ کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ ہی کچھ سمجھتے ہوں۔ ظاہر ہے کہ شفاعت کے لیے علم اور قدرت دونوں چیزیں ضروری ہیں تو جو معبود نہ علم رکھتے ہوں اور نہ ان کو ذرہ برابر کسی چیز کی قدرت ہو بھلا وہ کسی کی کیا سفارش کر سکیں گے یا کسی مصیبت سے وہ کسی کو کیسے بچا سکیں گے آپ کہہ دیجئے سفارش تو سب کچھ اللہ ہی کے اختیار میں ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی شفاعت نہ کر سکے گا۔ اور جس کسی کو سفارش کی اجازت دی جا سکتی ہے وہ دو بنیادوں پر ہی تو ہے۔ ایک شفیع کا مقبول و پسندیدہ ہونا اور دوسرے جس کی سفارش کی جائے اس کا قابل معافی ہونا۔ اب جن معبودوں کو یہ مشرکین اپنا شفیع قرار دے رہے ہیں وہ اللہ کے نزدیک کسی درجہ میں بھی پسندیدہ نہیں۔ اور خود یہ لوگ اس کے اہل نہیں کہ ان کی نافرمانی معاف کی جائے پھر کس بناء پر ان کو زعم ہے کہ ہمارے معبود ہمیں آخرت کے عذاب سے بچا لیں گے اگر عذاب آنے بھی لگے۔ اس لیے سمجھ لینا چاہئے کہ اسی کے واسطے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی۔ کائنات کی کوئی چیز اس کے حکم کے بغیر کچھ حرکت بھی نہیں کر سکتی چہ جائیکہ اللہ کے عذاب اور قہر کا مقابلہ یا اس کی مدافعت کر سکے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور اس کی بارگاہ میں حاضری پر تمہارے یہ سب دعوے اور فریب زائل ہو جائیں گے اور باوجود اس کے کہ دلائل توحید قائم ہو چکے لیکن کفار مکہ اور مشرکین کا حال یہ ہے کہ جب اللہ وحدہ لا شریک لہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل منقبض ہو جاتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب خدا کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو فوراً ہی خوش ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کو ایمان و توحید سے نفرت ہے اور کفر و شرک کی محبت دلوں میں رچی ہوئی ہے۔ اسی کا یہ اثر ہے کہ اللہ کے ذکر سے ان کے دل بجھ جائیں اور چہرے کبیدہ ہو جائیں اور غیر اللہ کے ذکر پر انبساط و فرحت کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اسی بناء پر یہ چیز دیکھی جاتی ہے کہ اہل باطل کو

ایمانی باتوں کے سننے سے کراہت ہوتی ہے اور مادی دنیا کے تذکرے سے لذیذ و خوشگوار معلوم ہوتے ہیں۔

لفظ توفی کی تشریح [illegible]

توفی کی ایک قسم منام یعنی نیند اور دوسری قسم موت ہے

اور سورۂ انعام میں گزر چکی۔ آیت کے مضمون نے یہ واضح کر دیا کہ حالت نوم [illegible] میں ہوا کسی روح کا قبض کر لینا بھی توفی ہے۔ جیسے دوسرے موقع پر ارشاد ہے وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ۔ اس لیے توفی کے معنی صرف موت کے کرنا خلاف لغت کے ہونے کے بھی ہے اور قرآنی تعبیرات اور تصریحات کی رو سے بھی درست نہیں۔

علامہ آلوسیؒ نے تفسیر روح المعانی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس کی تفسیر میں یہ ذکر فرمایا کہ ابن آدم میں نفس اور روح ہے جن دونوں کے درمیان سورج کی شعاع کی طرح ایک تعلق ہے، نفس کے ذریعہ فہم و تمیز اور احساس کا سلسلہ رہتا ہے اور روح سے حیات و حرکت کا تعلق قائم رہتا ہے تو موت کے وقت روح اور نفس دونوں قبض کر لیے جاتے ہیں جس کے بعد حیات و حرکت کا بھی سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن نیند کے وقت صرف نفس قبض کیا جاتا ہے جس سے عقل و ادراک اور تمیز کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ (روح المعانی ج ۲۴ ص ۹)

یہی وہ چیز ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں (رات یعنی جس رات سفر جہاد میں راستہ میں آرام کرنے کے لیے ٹھہرے تو آنکھ نہ کھلی تا آنکہ سورج نکل آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا: إِنَّ اللَّهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حِينَ شَاءَ وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِينَ شَاءَ (صحیح بخاری، سنن نسائی) اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ هَذِهِ الْأَرْوَاحَ عَارِيَةٌ فِي أَجْسَادِ الْعِبَادِ فَيَقْبِضُهَا اللَّهُ إِذَا شَاءَ وَيُرْسِلُهَا إِذَا شَاءَ۔

سلیم بن عامرؓ سے روایت ہے کہ ایک روز فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ تعجب کی بات ہے کہ بعض شخص خواب دیکھتا ہے اور اس کے دل پر اس کا شعور بھی نہیں گویا ہوتا پھر وہ خواب ہو بہو پورا واقع ہوتا ہے اور بعض شخص خواب دیکھتا ہے وہ غلط [illegible] ہوتا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا اے امیر المؤمنین اس کی وجہ میں عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ روحیں قبض کرتا ہے۔ پس جو روحیں آسمان پر جا کر کچھ دیکھتی ہیں وہ حق ہوتا ہے اور وہ رویائے صادقہ ہے اور جو آسمان پر کچھ نہیں دیکھتیں بلکہ جب اجسام کی طرف واپس آتی ہیں تو راستہ میں کہ جب وہ واپس ہوتی ہیں شیاطین انہیں کچھ القاء کرتے ہیں، وہ رویائے کاذبہ ہے۔ حضرت عمرؓ اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔

(روح المعانی ج ۲۴ اثر الحکیم [illegible])

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ

تو کہہ، اے اللہ پیدا کرنے والے آسمان و زمین کے، جاننے والے چھپے

وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا

اور کھلے کے، تو ہی فیصلہ کرے اپنے بندوں میں جس چیز میں وہ

فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي

جھگڑ رہے تھے۔ اور اگر گنہگاروں کے پاس ہو جتنا کچھ کہ

الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ

زمین میں ہے سارا، اور اتنا ہی اس کے ساتھ، سب دے ڈالیں اپنی چھڑوائی

سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

میں بری طرح کی مار سے دن قیامت کے۔ اور نظر آیا ان کو اللہ کی طرف سے

مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا

جو خیال نہ رکھتے تھے۔ نظر آئے ان کو برے کام اپنے جو

كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

کمائے تھے، اور الٹ پڑا ان پر جس چیز پر ٹھٹھا کرتے تھے۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ

سو جب لگے آدمی کو کچھ تکلیف ہم کو پکارے۔ پھر جب ہم بخشیں اس کو

نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ ۭ بَلْ هِيَ

اپنی طرف سے کوئی نعمت، کہے یہ تو مجھ کو ملی کہ آگے سے معلوم تھی! کوئی نہیں! یہ

فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا

جانچ ہے پر وہ بہت لوگ نہیں سمجھتے۔ کہہ چکے ہیں

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

بات اُن سے اگلے۔ پھر کچھ کام نہ آیا اُن کو جو کماتے

يَكْسِبُوْنَ ۝﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۭ وَالَّذِيْنَ

تھے۔ پھر پڑیں اُن پر برائیاں جو کمائی تھیں۔ اور جو

ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَ

گنہگار ہیں ان میں سے ان پر بھی اب پڑتی ہیں برائیاں جو کمائی ہیں اور

مَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ

وہ نہیں تھکانے والے۔ اور کیا نہیں جان چکے کہ اللہ پھیلاتا ہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

روزی جس کو چاہے اور ماپ کر دیتا ہے۔ البتہ اس میں پتے ہیں

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝﴿۵۲﴾

ان لوگوں کو جو مانتے ہیں۔

تسلی برائے نبی کریم بضمن تلقین دعا

وبیان بیچارگی عالم پیش قدرت رب کبریاء

قال اللہ تعالیٰ: قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ... الیٰ ... لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔

ربط: گذشتہ آیات مجرمین و منکرین کی سزا اور قیامت کے روز ان کی ذلت و ندامت کے بیان پر مشتمل تھیں، اب ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عظیم دعا کی تلقین و تعلیم کے ضمن میں تسلی دی جا رہی ہے تاکہ آپ کفار کی مخالفت اور شدت عناد سے مغموم و متاسف نہ ہوں۔

ارشاد فرمایا:

کہہ دیجئے اے ہمارے پیغمبر اپنے پروردگار سے دعا و مناجات کرتے ہوئے کہ اے اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، ظاہر و باطن کے جاننے والے آپ ہی قیامت کے روز اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے ان امور میں جن کے متعلق وہ باہم اختلاف کرتے تھے اور یہ کہ آپ ہر معاملہ اللہ کے حوالے کر دیجئے۔ اللہ خود ہی فیصلہ فرما دے گا اور یہ فیصلہ کوئی ایسا فیصلہ نہیں ہوگا کہ جس کو کسی تدبیر اور ذریعہ سے رد کر دیا جائے حتیٰ کہ اگر ان لوگوں کے پاس جو کفر و شرک کر کے ظلم کرنے والے ہیں، دنیا بھر کی تمام چیزیں بھی ہوں اور بلکہ ان کے ساتھ اتنی ہی چیزیں اور بھی ہوں تو یہ لوگ ان چیزوں کو فدیہ کرنے لگیں قیامت کے دن سخت عذاب سے بچنے کے لیے اور خدا کی طرف سے ظاہر ہوگا ان کے لیے ایسا معاملہ عذاب و ذلت کا جس کا وہ گمان بھی نہ کرتے تھے، اور اس وقت ان کو اپنے وہ تمام برے اعمال ظاہر ہو جائیں گے جو وہ کیا کرتے تھے اور جس عذاب کا وہ استہزاء و مذاق کرتے تھے وہ ان کو آکر گھیر لے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسا انسان اپنی نالائقی اور کج فطرت کے باعث یہ روش اختیار کرتا ہے کہ جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے اور اپنے ان معبودوں کو اس وقت بھول جاتا ہے جن کو وہ ہماری الوہیت و عبادت میں شریک کرتا تھا مگر پھر جب اس کو اپنی جانب سے نعمتوں سے نواز دیتے ہیں تو یہ کہنے لگتا ہے کہ یہ نعمت تو مجھے صرف اپنے علم و ہنر اور تدبیر کی وجہ سے ملی ہے گویا اتنے ہی فرق اور حالت کی تبدیلی سے جس توحید کا اثر اس کے قلب میں اس اضطرار و پریشانی کے عالم میں پیدا ہوا تھا فوراً ہی ختم ہو جاتا ہے، اور خدا کے دیے ہوئے انعام میں اپنی تدبیر اور ہنر کو شریک کرنے لگ جاتا ہے حق تعالیٰ اس ناپاک ذہنیت کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں نہیں ہرگز ایسا نہیں بلکہ یہ نعمت تو ایک آزمائش ہے تاکہ ہم دیکھیں کہ بندہ اس نعمت کے ملنے پر ہمیں یاد کرتا ہے شکر ادا کرتا ہے یا ہم کو بھول جاتا ہے اور انعامات کے ذریعے بندوں کا امتحان یہ ہمارا قانون ہے لیکن انسانوں سے اکثر لوگ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں، اور طرز بغاوت و ناشکری کا آج اس قوم کا کوئی نیا طرز نہیں ہے بلکہ یہ بات ان لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان سے پہلے گزرے ہیں کہ قارون نے بھی کہا تھا إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي تو ان کی کوئی تدبیر ان کے کام نہ آئی جو وہ کرتے تھے بلکہ ان کی وہ تمام بداعمالیاں ان پر آ پڑیں جو وہ کرتے تھے اور جس طرح ان کی بداعمالیوں کا انجام ان پر مسلط ہوا اسی طرح ان میں کے ظالموں کی بداعمالیاں بھی عنقریب ان پر پڑیں گی اور یہ لوگ اس سے بچ نہیں سکتے چنانچہ بدر میں شکست اور بڑی ہی ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ حالانکہ ان کے پاس ساز و سامان کی کوئی کمی نہ تھی اور مسلمان بے سر و سامان اور تعداد میں نہایت قلیل تھے۔ ایسے تاریخی حقائق سے منکروں کو عبرت حاصل کر لینی چاہیے۔ اور دنیا کی دولت اور مادی اسباب پر غرور نہ کرنا چاہیے۔ کیا انہیں اب تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس کے

واسطے چاہے رزق پھیلا دیتا ہے اور جس کے واسطے چاہے تنگ کر دیتا ہے رزق کی وسعت و کثرت نہ حق کی دلیل ہے اور نہ غضب کی نشانی ہے۔ بے شک اس چیز میں بہت بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو ایمان و یقین رکھتے ہیں چنانچہ ہر صاحب فہم دنیا کے احوال دیکھ کر اس اقرار پر مجبور ہوتا ہے کہ رزق کی وسعت اور تنگی انسان کے ہنر و علم پر موقوف نہیں بلکہ یہ صرف اللہ کی طرف سے تقسیم ہے بہت سے بے ہنر اور بے تمیز مال و دولت کے انبار رکھتے ہیں اور بہت سے سمجھدار اور ہنر و تدبیر والے خسارہ اور ناکامی کا شکار ہوتے ہیں۔ اگر رزق علم و ہنر سے ہی حاصل کیا جاتا تو علم و ہنر والے جاہلوں اور بے ہنر لوگوں کے واسطے حبہ بھی نہ چھوڑتے۔ الغرض ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمانے کے ساتھ کافروں اور ظالموں کو انجام بد سے متنبہ فرمایا اور یہ بھی واضح کر دیا کہ مال و دولت سے مغرور نہ ہونا چاہئے۔ اور نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ ہمارے علم و ہنر کا نتیجہ ہے بلکہ اس کو محض انعام خداوندی ماننا چاہئے اور منعم کا شاکر و مطیع ہونا چاہئے اور یہ کہ خدا کے عذاب و قہر کے مقابلہ میں دنیا کے تمام اسباب و وسائل بھی عاجز ہیں تو اس پیغام تسلی کے ساتھ مجرمین کو تہدید و دھمکی بھی ہے اور ساتھ ہی اپنے رسول کو کامیابی اور غلبہ کی بشارت بھی دی جا رہی ہے۔ ان آیات میں یہ دعائیہ کلمات نہایت ہی جامع اور پر اثر ہیں۔ ان کلمات مبارکہ میں ایمان و معرفت اور توکل علی اللہ کی حقیقت پوری طرح روشن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی ابتداء انہی کلمات سے فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت رات میں بیدار ہو کر نماز کا سلسلہ شروع فرماتے آپ یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرِیْلَ وَ مِیْکَائِیْلَ وَ اِسْرَافِیْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِھْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اِنَّکَ تَھْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (تفسیر ابن کثیر)

ربیع بن خیثم کی مجلس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر کیا گیا اور بعض حاضرین مجلس نے اس بارہ میں ان سے کچھ دریافت کرنا چاہا تو بڑے ہی رنج و کرب کی کیفیت کے ساتھ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَ الشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى

کہہ دے اے بندے میرے جنہوں نے زیادتی کی اپنی

اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

جان پر، مت آس توڑو اللہ کی مہر سے - بے شک اللہ

يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٥٣﴾

بخشتا ہے سب گناہ۔ وہ جو ہے وہی ہے معاف کرنے والا مہربان۔

وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن

اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف، اور اس کی حکمبرداری کرو پہلے اس سے کہ

يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ﴿٥٤﴾ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ

آوے تم پر عذاب، پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آوے گا۔ اور چلو بہتر بات پر

مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ

جو اتری تم کو تمہارے رب سے، پہلے اس سے کہ پہنچے تم پر

الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٥٥﴾ أَن تَقُولَ

عذاب اچانک، اور تم کو خبر نہ ہو۔ کہیں کہنے لگے

نَفْسٌ يَا حَسْرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطتُ فِي جَنبِ اللَّهِ وَ

کوئی جی اے افسوس! اس پر کہ میں نے کمی کی اللہ کی طرف سے اور

إِن كُنتُ لَمِنَ السَّاخِرِينَ ﴿٥٦﴾ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ

میں تو ہنستا ہی رہا۔ یا کہنے لگے اگر اللہ مجھ

هَدَانِي لَكُنتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٥٧﴾ أَوْ تَقُولَ حِينَ

کو راہ دیتا تو میں ہوتا ڈر والوں میں۔ یا کہنے لگے جب

تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾

دیکھے عذاب کسی طرح مجھ کو پھر جانا ہے، تو میں ہوں نیکی والوں میں۔

بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ

کیوں نہیں! پہنچ چکے تھے تجھ کو میرے حکم پھر تو نے ان کو جھٹلایا اور غرور کیا

وَكُنتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٥٩﴾ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ

اور تو تھا منکروں میں ۔ اور قیامت کے دن تو دیکھے ان کو جو

كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ ۚ أَلَيْسَ فِي

جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر، ان کے منہ سیاہ ۔ کیا نہیں

جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٦٠﴾ وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا

دوزخ میں ٹھکانا غرور والوں کو ۔ اور بچا دے گا اللہ ان کو جنہوں نے ڈر

بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦١﴾

رکھا ان کے بچاؤ کی جگہ، نہ لگے ان کو برائی، اور نہ وہ غم کھاویں ۔

اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿٦٢﴾

اللہ بنانے والا ہے ہر چیز کا، اور وہ ہر چیز کا ذمہ لیتا ہے ۔

لَّهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

اسی کے پاس ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی، اور جو منکر ہوئے ہیں

بِآيَاتِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٦٣﴾

اللہ کی باتوں سے وہ جو ہیں، وہی ہیں ٹوٹے میں پڑے ۔

بیانِ ترتبِ عفو و نجات بر قبولِ اسلام۔ و ہلاکت و حسرت برائے مجرمانِ ربِ انام

قال اللہ تعالیٰ۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ

(ربط) اس سے قبل چند آیات میں مشرکین کی مذمت اور ان کے دل آزار طریقوں کا بیان تھا اور ساتھ ہی نہایت موثر انداز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں شرک و کفر کی گندگی اور مذمت کو سنتے ہوئے ممکن تھا کہ کسی کے دل میں قبولِ اسلام کی رغبت پیدا

ہوئی اور ساتھ ہی یہ تصور بھی گذر سکتا تھا کہ جب انسان اس قدر ذلت اور گندگیوں میں آلودہ ہو چکا اسی رذالت اور کمینہ پن کر چکا تو اب اس کو اپنی نجات اور عذاب خداوندی سے بچنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے تو اس طرح مایوسی کو آسترچھا ہونا ایک طبعی سا امر تھا تو اس کو دلوں سے نکالنے کے لیے یہ آیات نازل کی گئیں جن میں ہر اس شخص کو اللہ کی رحمت و مغفرت کی بشارت دی گئی جو اس سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف اپنا رخ کرلے۔ جیسے کہ عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ کچھ اہل مکہ یہ کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہیں جس شخص نے بت پرستی کی اور خدا کے ساتھ کسی اور کو معبود بنایا کسی کو قتل کیا تو اس کی کبھی مغفرت نہ ہوگی تو ہم کیسے ہجرت کریں۔ اور کس طرح اسلام لائیں حالانکہ ہم نے تو بتوں کو پوجا ہے اور خدا کے ساتھ دوسرے معبودوں کو شریک کیا اور قتل بھی کیا تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں بعض سندوں سے یہ مضمون اس طرح منقول ہے۔ کچھ لوگ اہل شرک میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے جو اسلام کی رغبت رکھتے تھے اور جاہلیت کے زمانہ میں انہوں نے شرک بھی کیا تھا۔ قتل کے بھی مرتکب ہوئے تھے اور زنا و چوری بھی خوب کی تھی تو انہوں نے یہ عرض کیا یا رسول اللہ! آپ جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں وہ نہایت ہی بہترین چیز ہے اب ہم اسلام تو لانا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ ہم نے کیا ہے اور ان چیزوں کے باعث ہم ڈرتے ہیں تو کیا اسلام لانے پر ہماری نجات ہو جائے گی اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ ارشاد فرمایا قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا کہہ دیجئے آپ میرے ان بندوں سے جنہوں نے کفر و شرک اور قتل و زنا جیسے کام کر کے اپنے اوپر زیادتی کی ہے کہ تم اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو، اور اس خیال سے کہ یہ گناہ کیسے معاف ہوں گے، ایمان لانے میں ہرگز تامل و تردد نہ کرو بے شک اللہ رب العزت اسلام لانے کی وجہ سے تمام گناہوں کی مغفرت فرما دے گا۔ اگرچہ وہ سابق زندگی کا گناہ کفر اور شرک ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اسلام لانے سے تو کفر ایمان و طاعت کی صورت میں تبدیل ہو گیا اور اس نے شرک کی گندگی سے پاکی حاصل کر کے توحید کو اختیار کر لیا ہے۔ واقعی وہ بڑا ہی مغفرت کرنے والا مہربان پروردگار ہے۔ اس کی رحمت و مغفرت میں کمی نہیں۔ بس صرف شرط اتنی ہے کہ بندہ اس کی طرف رجوع کرلے۔ اس لیے اے انسانو! خواہ اب تک تم نے کچھ ہی کر لیا ہو مگر اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار ہو جاؤ قبل اس کے کہ تم پر عذاب خداوندی آجائے پھر تو تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ عذاب خداوندی کو ٹالنا اور اس کو دفع کرنا خدا کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ خدا کے ساتھ مقابلہ کرنے کی تمام کائنات کو بھی طاقت نہیں۔ اگر دنیا کی طاقت ہوا کے جھونکے روکنے سے عاجز ہے تو پھر زمین پر برستا ہوا عذاب و قہر کس کی مجال ہے کہ روک سکے جب عذاب خداوندی کی یہ نوعیت ہے کہ کسی کی کوئی مدد نہ ہو سکے گی تو اے لوگو! تم کو چاہئے کہ تم ان بہترین احکام کی پیروی کرو جو تمہاری طرف اتارے گئے تمہارے رب کی طرف سے قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب خداوندی آجائے اور حال یہ کہ تم کو اس کا احساس بھی نہ ہو کہ ناگہاں ایسے

وقت عذاب آجائے گا اور نہ ہی یہ احساس و گمان ہوگا وہ ایسا شدید عذاب ہوگا کہ دنیا کی کوئی طاقت
اس کو نہیں روک سکے گی لہٰذا تم کو چاہئے کہ ایسا وقت آنے سے پہلے احکامِ خداوندی کی پیروی کرنے لگو۔
کہیں ایسی نوبت نہ آجائے کہ کوئی انسان یہ کہنے لگے ہائے حسرت و افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے
اللہ کے بارہ میں کی کوتاہی اور غفلت تو کیا میں تو بے شک احکامِ خداوندی اور اس کے دین کو مذاق اڑانے
والوں میں سے رہا یا اس سے پہلے ایمان لے آؤ کہ کوئی کہنے لگے کاش اگر اللہ مجھ کو ہدایت کرتا تو میں ایمان و
تقویٰ والوں میں سے ہو جاتا لیکن یہ میرے اعمال اور احوال کی وجہ سے میری بدنصیبی تھی کہ میں اللہ کی توفیق و
ہدایت سے محروم رہا یا اس سے قبل اے لوگو! ایمان لے آؤ کہ کوئی کہنے والا یہ کہنے لگے جس وقت کہ
عذاب دیکھنے لگے کاش اگر میرے واسطے دنیا کی طرف واپسی کا کوئی امکان ہو جائے تو پھر میں نیک بندوں
میں ہو جاؤں۔ خبردار اے مخاطب منکر یہ باتیں ہرگز تجھے زیب نہیں دیتیں نہ تو حق میں کوئی خفا اور شبہ
تھا اور نہ تو احمق و غافل تھا کہ اس کے دور ہونے پر تو حق و ہدایت قبول کر لیتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہاں
بے شک تیرے پاس میری آیات احکام و دلائل کے ساتھ پہنچیں لیکن تو نے ان کو جھٹلایا اور تکبر کیا۔
اللہ رب العزت کے سامنے اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ سر جھکانے سے۔ اور یہ نہیں کہ یہ حالت کسی
وقت رہی ہو اور پھر عقل و ہوش آ گیا ہو بلکہ تو تو کفر ہی کرنے والوں میں رہا۔ ہدایت تو اس
وقت ممکن تھی جب کہ قبولِ حق کا کوئی ارادہ کرتا جب کہ ایسے مجرموں نے یہی طے کیا ہوا تھا کہ اسلام کی
مخالفت اور اللہ کی بغاوت ہی کرنی ہے تو پھر ظاہر ہے ان حسرتوں اور آرزوؤں سے کچھ کام نہ بنے گا۔ اور
اے ہمارے پیغمبر آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے خدا پر جھوٹ باندھا تھا کہ ان کے چہرے سیاہ
ہوتے ہیں تو کیا ایسے نافرمانوں اور متکبروں کے واسطے جہنم میں ٹھکانا نہ ہوگا۔ جنہوں نے بڑی ڈھٹائی
کے ساتھ اللہ کی نافرمانی کی اور اس کے احکام کا مذاق اڑایا اور اس کے فرمانبرداروں کی ذلت و اہانت
کی۔ لیکن اس کے برعکس اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو کفر و نافرمانی سے بچتے تھے جہنم سے نجات دے گا
ان کی کامیابی کے ساتھ اس طرح کہ ان کو ذرہ برابر بھی نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے کیونکہ

ف۔ سیاہ ہوتے ہیں۔ یہ ترجمہ مسودہ کا کیا گیا۔ جس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ چہرے جو در اصل خلقی طور پر ایسے
سیاہ نہ تھے ان کو قیامت کے روز سیاہ کر دیا جائے گا جو زیادہ ڈراؤنے اور ہیبت ناک نظر آئیں گے بخلاف چہرہ
کی اس سیاہی کے جو پیدائشی طور پر دنیا میں بہت سے انسانوں کے ہوتی ہے جیسے سیاہ فام اقوام، تو ایسی سیاہی نہ عیب ہے
اور نہ دیکھنے میں یہ چہرے ہیبت ناک اور ڈراؤنے نظر آتے ہیں جھوٹ نزدیک معنوی ظلمت ہے چہ جائیکہ اللہ
کے بارہ میں جھوٹ بولا جائے یا اس کی باتوں کو جھٹلایا جائے۔ تو ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کون سا درجہ
ہو سکتا ہے معنوی ظلمت کا۔ اور قیامت کے روز خیالات و صفات ظاہری حقائق کی صورت میں رونما ہوتے
ہیں۔ اس وجہ سے اللہ کی باتوں کی تکذیب اور اس پر جھوٹ باندھنے کا یہ وبال ہوگا کہ چہرے سیاہ ہوں گے۔

التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ "کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ تو بہ قبول کر لیتا ہے اپنے بندوں کی۔" کہیں ارشاد فرمایا۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا "کہ جو شخص بھی برا کام کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے اور پھر وہ اللہ سے معافی مانگے تو اللہ کو پائے گا کہ وہ بڑا ہی مغفرت کرنے والا مہربان ہے"۔ کہیں منافقین کے حق میں خصوصیت سے فرمایا۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا "کہ منافقین جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ہوں گے اور اے مخاطب تو ان کے واسطے کوئی مددگار نہیں پائے گا۔ لیکن جو لوگ تائب ہو جائیں اور اپنے عمل کی اصلاح کر لیں تو بے شک وہ اس عذاب سے نجات پانے والے ہوں گے"۔ اہل کتاب میں سے نصاریٰ کے شرک اور کفر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ان کے اس شرک و کفر کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ "کہ یہ لوگ کیوں نہیں خدا کی طرف رجوع کرتے اور تائب ہوتے اور کیوں نہیں اس سے معافی مانگتے"۔

الغرض ان آیات سے مجموعی طور پر یہ واضح ہوا کہ انسان کی بداعمالیاں ہوں یا کفر و شرک ہو یا نفاق کی گندگیوں میں مبتلا ہو۔ ان میں سے ہر ایک جس وقت بھی اپنے جرائم و گناہوں اور کفر و شرک یا نفاق سے تائب ہو کر مطیع و فرمانبردار بننا چاہے تو اس کو بارگاہ رحمت سے دھتکارا نہیں جائے گا۔ نزع روح سکرات موت نزول عذاب اور قیامت کے وقوع سے پہلے جب بھی وہ اللہ کی طرف رجوع کریگا تو يَجِدِ اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا اللہ کو بڑا ہی مہربان توبہ قبول کرنے والا پائے گا۔ حسن بصریؒ آیت اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ کی تفسیر میں فرمایا کرتے تھے دیکھو اس جود و کرم کی کیا انتہا ہے کہ جن لوگوں نے مومنین کو ستایا، اولیاء کو قتل کیا۔ انہیں کو رحمت و مغفرت کی طرف دعوت دی جا رہی ہے گناہوں کی زندگی سے تائب ہو کر تڑپ اور بیقراری کے ساتھ رحمت کی طرف دوڑنے والے کو رحمت خداوندی کس طرح اپنی آغوش میں لے لیتی ہے؟ اس کا اندازہ اس حدیث سے ہو سکتا ہے جو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل میں سے کسی کا واقعہ بیان فرمایا کہ جو ننانوے آدمیوں کو قتل کر چکا تھا۔ بعد میں اس کو ان بداعمالیوں پر ندامت ہوئی اور اس نے کسی عابد و زاہد کا پتہ معلوم کرنا چاہا کہ جس کے ہاتھ پر جا کر تائب ہو اور اپنی زندگی درست کر لے۔ ایک راہب کا پتہ معلوم ہونے پر اس کے پاس پہنچا اور اس سے دریافت کیا کہ کیا میرے واسطے توبہ کا امکان ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ اس جواب پر غم و غصہ کی کیفیت میں اس راہب کو بھی قتل کر کے سو کا عدد پورا کر دیا۔ لیکن بدستور وہی تڑپ برقرار رہی اور تلاش میں رہا کہ کسی کے ہاتھ پر بیعت کروں اور تائب ہو جاؤں۔ کسی عالم سے پوچھا کہ کیا میرے واسطے توبہ کا امکان ہے۔ اس نے جواب دیا کہ کون حائل ہو سکتا ہے تیرے اور تیری توبہ کے درمیان۔ اور فلاں بستی میں ایک

عالم و عابد ہے تو اس کے پاس جا۔ اور اسی بستی میں رہ کر خدا کی عبادت کرتا رہ۔ یہ شخص روانہ ہوا، سفر کے دوران موت کے آثار واقع ہوئے تو رحمت اور عذاب کے فرشتے آگئے اور باہم خصومت کرنے لگے عذاب کے فرشتے کہتے ہیں ہم اس کی روح قبض کریں گے اور رحمت کے فرشتے کہنے لگے کہ نہیں ہم اس کی روح قبض کرکے رحمت کے مقام میں لے جائیں گے حق تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا کہ زمین ناپ لو جس جگہ سے قریب ہو اسی حکم میں اس کو شمار کرو، ساتھ ہی اللہ نے اس طرف کی زمین کو جہاں یہ جا رہا تھا حکم دیا کہ تو نزدیک ہو جا، پیمائش کرنے پر توبہ کی زمین قریب نکلی۔ اس پر رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح قبض کی، اور ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ جس وقت وہ زمین پر گر رہا تھا اس نے اپنا سینہ اور رخ اسی طرف جھکا دیا جس طرف وہ جا رہا تھا تو ایک بالشت کے بقدر ادھر زمین کم رہ گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ کا حکم ہوا سر زمین معصیت کو کہ تو بعید ہو جا اور توبہ کی زمین کو حکم ہوا تو قریب ہو جا اور اس طرح ملائکہ رحمت کو قبض روح کا حق عنایت کر دیا گیا۔

گویا قانون الٰہی سے اس شخص کو نافرمانیوں اور معصیتوں سے تائب اور پاک شمار کر لیا گیا کیونکہ جس تڑپ اور جذبہ کے ساتھ یہ اپنی جگہ سے نکلا اور ارض معصیت کو نفرت سے چھوڑتے ہوئے ارض اطاعت کا رخ اختیار کر لیا تو درحقیقت یہ اس ارشاد خداوندی کا مصداق بن گیا وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اور اللہ کے نزدیک اس کا شمار تائبین و مطیعین میں ہو گیا اور تائب انسان بطرز اس معصوم بچہ کی طرح ہے جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

انابت الی اللہ کا مفہوم

انابت اور رجوع الی اللہ کی حقیقت نافرمانی اور معصیت سے بیزار و متنفر ہو کر اللہ رب العزت کی اطاعت و بندگی کی طرف رخ کر لینا ہے۔ اس طرح سے کہ گزشتہ کیے ہوئے اعمال پر ندامت و شرمساری ہو اور بارگاہ خداوندی سے عفو کا طالب ہوتے ہوئے یہ عہد کرے کہ آئندہ ان بد اعمالیوں سے پرہیز کروں گا۔ حدیث سید الاستغفار کے الفاظ یہ ہیں: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ان کلمات سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ توبہ و استغفار کی مجموعی حقیقت یہ ہے کہ بندہ حق تعالیٰ کی الوہیت اور ربوبیت و خالقیت کا اعتقاد کامل رکھتے ہوئے اپنی بندگی کا اقرار کرے اور خدا سے کیے ہوئے عہد و پیمان کی تکمیل کا اپنی علی حد استطاعت تک عزم رکھے۔ ساتھ ہی اپنی کی ہوئی برائیوں کا تصور ہو اور اس بات کا احساس ہو کہ خدا کے انعامات کس قدر ہیں اور ان انعامات کے بالمقابل میری تقصیرات کتنی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس احساس کا نتیجہ ندامت و شرمندگی کی صورت میں ظاہر ہوگا اور اس طرح کے اعتقاد و عزم اور احساس ندامت کے ساتھ معافی کی طلب

اور اس بات کا عہد کہ آئندہ اس طرح کی معصیت کا مرتکب نہ ہوں گا۔

تو ان تمام احوال و کیفیات کا مجموعہ درحقیقت اللہ کی طرف انابت و رجوع ہے تو ایسے رجوع الی اللہ پر بشارت سنائی جا رہی ہے رحمت و مغفرت کی اور اسی کے ساتھ مایوسی کا تصور قلب و دماغ سے نکال دینے کا بھی امر فرمایا جا رہا ہے۔

رحمتِ خداوندی سے مایوسی جرمِ عظیم ہے

دعوت رحمت اور بشارت مغفرت کے ساتھ یہ بھی فرمایا جا رہا ہے۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کہ اللہ کی رحمت سے اے لوگو! ہرگز مایوس نہ ہو، اور رحمت خداوندی سے مایوسی کو کفر کے درجہ میں شمار کیا گیا جیسے ارشاد ہے، اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ دوسری جگہ فرمایا وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّاۗلُّوْنَ (الحجر)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے فرمایا اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص اللہ کی رحمت سے مایوس ہو تو درحقیقت ایسا شخص کتاب اللہ کا منکر ہے (ابن کثیر ج ۴) عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے، اعظم ترین آیت کتاب اللہ میں آیۃ الکرسی اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْـحَيُّ الْقَيُّوْمُ ہے اور خیر و شر کے لیے جامع ترین آیت قرآن کریم میں اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ہے اور سب سے زیادہ مسرت و خوشی کی آیت يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ہے اور تفویض و اعتماد علی اللہ کے باب میں سب سے زیادہ مضبوط و قوی آیت وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ہے۔ مقاتل بن حیانؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے ہم لوگ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آنحضرتؐ کے زمانہ میں) یہ سمجھا کرتے اور کہا کرتے تھے ہم جو بھی نیکیاں کرتے ہیں وہ یقیناً قبول ہوتی ہیں یہاں تک کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ (محمد) تو ہم نے سوچا کہ یہ کون سی چیز ہو سکتی ہے جو اعمال کو باطل کر دے تو ہمیں معلوم ہوا کہ یہ کبائر و فواحش ہیں کہ ان کے ارتکاب سے انسان کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں تو اس پر ہم گھبرا گئے اور کہنے لگے یقیناً جو شخص بھی کسی گناہ کا ارتکاب کرلے وہ تباہ و برباد ہو گیا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے ان دونوں باتوں سے رجوع کیا۔ یعنی نہ ہم اس تخیل پر رہے کہ ہر نیکی ضرور قبول ہوگی اور نہ یہ عقیدہ رہا کہ گناہ کے ارتکاب کے بعد ہلاکت و تباہی کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں بلکہ اس کے برعکس ہم نے سمجھا گناہوں کے ارتکاب کے بعد توبہ و استغفار اور رجوع الی اللہ سے بندہ اللہ کی مغفرت، عنایات اور رحمتوں کا مستحق ہو جاتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴)

انابت کا مفہوم رجوع ہے اور وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ الخ کے معنی یہ ہیں، اے لوگو! تم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو معصیتوں سے اعراض کرتے ہوئے

ان پر ندامت و شرمندگی کے ساتھ۔ اور بعض ائمہ تفسیر نے اس کا مفہوم یہ ذکر کیا ہے کہ تم نفس اور اس کے تقاضوں سے منقطع ہو کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف اس کی عبادت و بندگی اور ذکر کے ساتھ رجوع کرو۔

توبہ کے معنی بھی اہل لغت رجوع کے بیان کرتے ہیں اور انابت کے معنی بھی رجوع کے ہیں، جیسے کہ بیان کیا گیا۔ شیخ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں میں لطیف فرق بیان کیا، فرمایا تائب اس کو کہیں گے جو خوف عقاب کی وجہ سے رجوع کرے یعنی سزا اور عقوبت سے ڈر کر معصیت سے تائب ہو اور طاعت کی طرف رجوع کرے۔ اور منیب اس رجوع کرنے والے کو کہیں گے جو حق تعالیٰ کے انعامات و کرم سے شرما کر معاصی سے باز آئے۔ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ کے بعد وَاَسْلِمُوْا کا حکم حق تعالیٰ سبحانہ کے لیے اخلاص پر متوجہ و آمادہ کر رہا ہے اور انابت کے بعد اخلاص کا حکم اس مقصد کے لیے ہے کہ بندہ یہ بات سمجھ لے کہ اس کی نجات و کامیابی اس کی انابت کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اس کے فضل و کرم سے ہے اور اسی کا فضل تھا کہ انابت کی توفیق حاصل ہوئی (تفسیر روح المعانی ۲۵۲)

الغرض آیت کا مقصد اور اس پیغام رحمت کی غرض یہ ہے کہ کسی شخص کو قبول حق اور رجوع الی اللہ کے لیے یہ بات مانع نہ ہونی چاہیے کہ اس نے اپنی سابق زندگی میں عظیم گناہ کیے ہیں، نہ اس کو اس وجہ سے قبول حق سے رکنا چاہیے اور نہ ہی اس کو رحمت خداوندی سے مایوس ہونا چاہیے۔ اس لیے ان آیات سے یہ سمجھنا کہ اللہ کی نافرمانی اور معصیت میں کوئی مضائقہ نہیں، اور ان اعمال کے مواخذہ کی کوئی فکر نہ کرنی چاہیے، قطعی غلط ہے، عقل اور الفاظ کی دلالت ہرگز ایسے مفہوم کی اجازت نہیں دیتی۔ حاصل یہ کہ ان آیات سے انسان کو بے فکر ہو کر گناہوں پر جری نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ مایوسی کا خیال دل سے نکال دینا چاہیے۔

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا

تو کہہ اب اللہ کے سوا کسی کو بتاتے ہو کہ پوجوں اے

الْجٰهِلُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى

نادانو ۔ اور حکم ہو چکا ہے تجھ کو اور تجھ

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ

سے اگلوں کو ۔ اگر تو نے شریک مانا ۔

لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾

اکارت جاویں گے تیرے کیے اور تو ہووے گا ٹوٹے میں آیا ۔

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمَا

نہ بلکہ اللہ ہی کو پوج اور رہ حق ماننے والوں میں ۔ اور نہیں

قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا

سمجھے اللہ کو جتنا کچھ وہ ہے ۔ اور زمین ساری ایک

قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ

مٹھی ہے اس کی دن قیامت کے اور آسمان لپٹے ہیں اس کے داہنے ہاتھ میں ۔

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ

وہ پاک ہے اور بہت اوپر ہے اس سے کہ شریک بتاتے ہیں ۔ اور پھونکا گیا نرسنگا

فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا

پھر بیہوش ہو گیا جو کوئی ہے آسمانوں میں اور زمین میں ۔ مگر

مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ

جس کو اللہ نے چاہا ۔ پھر پھونکا گیا دوسری بار ۔ پھر تبھی وہ کھڑے

يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ

ہو گئے دیکھتے ۔ اور چمکی زمین اپنے رب کے نور سے اور لا دھرا

الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ

دفتر ، اور حاضر آئے پیغمبر اور گواہ ۔

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾

اور فیصلہ ہوا ان میں انصاف سے ۔ اور ان پر ظلم نہ ہوگا ۔

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ

اور پورا پا چکا ہر جی کو جو کیا ، اور اس کو خوب خبر ہے

بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۷۰﴾

جو کرتے ہیں ۔

اعلان برائت از شرک و تنبیہ و وعید بحبط اعمال و خسران انجام بر نافرمانی ربّ العالمین

قال اللہ تعالیٰ۔ قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِّي ..... الی ..... وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ۔

ارتباط گذشتہ آیات میں دنیا کے تمام انسانوں کو دعوت رحمت دی گئی اور یہ کہ دلائل حق واضح ہو لینے پر اگر کوئی شخص قبول حق سے محض اس وجہ سے اعراض کرتا ہے کہ اس کو اپنے سابق اعمال کا ڈر ہے اور یہ تصور ہے کہ اس کی نجات ممکن نہیں تو اس کا یہ خیال غلط ہے۔ اس کو چاہیئے کہ مایوسی کا یہ تصور قلب و دماغ سے نکال دے۔ اب ان آیات میں اس امر کی ہدایت کی جارہی ہے کہ ہر حق پرست اور موحد انسان کو شرک سے برائت و بیزاری کا اعلان کر دینا چاہیئے۔ تاکہ کافروں کو اس کے بارہ میں ایسی کوئی طمع باقی نہ رہے کہ شاید کسی ذریعہ یہ شخص راہ راست سے بھٹک سکتا ہے۔ اسی ضمن میں یہ بھی فرمادیا گیا۔ اللہ رب العالمین کی نافرمانی انسان کے لیے تمام اعمال خیر کو برباد کرتی ہے اور اس کا انجام خسارہ اور تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ فرمایا

کہہ دیجئے اے ہمارے پیغمبر تو کیا غیر اللہ کی عبادت کرنے کی مجھ سے فرمائش کرتے ہو تم اے جاہلو۔ بعد اس کے کہ حق واضح ہو چکا اور توحید ثابت ہو گئی۔ اب بجائے اس کے کہ تم اس توحید کو قبول کرو۔ خود تمہاری یہ جرات اور طمع کیسے ہوئی کہ تم مجھ ہی سے غیر اللہ کی پرستش کے لیے کہنے لگے۔ اور حال یہ ہے کہ بے شک آپ کی طرف وحی بھیجی جا چکی۔ اور ان انبیاء کی طرف جو آپ سے پہلے گذرے کہ اے مخاطب اگر تو شرک کرے گا تو یقیناً تیرا سارا عمل برباد ہو گا اور تو خسارہ میں پڑے گا۔ اے مخاطب شرک تو کیا بلکہ تو ہمیشہ اللہ ہی کی عبادت کیا کر اور ہمیشہ اللہ کے شکر گذار بندوں میں سے رہنا اور جب سے بڑا حق اللہ کا اس کی عظمت و توحید پر ایمان لانا ہے تو ظاہر ہے کہ شرک کے ارتکاب کے ساتھ اللہ کا شکر کیسے ادا ہو سکتا ہے۔ اور جو لوگ شرک کے مرتکب ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ خدا کی عظمت

اور قدر و منزلت کو پہچانتے ہی نہیں، چنانچہ یہ وہی لوگ ہیں کہ انہوں نے خدا کی عظمت نہیں کی جیسے کہ خدا کی عظمت کا حق تھا اور حق عظمت ادا کرنا قبول توحید کے بغیر ممکن نہیں، حالانکہ اس کی شان یہ ہے کہ ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے روز اور تمام آسمان لپٹے ہوئے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں پاک ہے اس پروردگار کی اور برتر ہے وہ ذات ان کے ہر شرک سے جو وہ کرتے ہیں اور قیامت کے روز جس میں حق تعالیٰ کی یہ شان عظمت ہوگی، صور میں پھونک ماری جائے گی تو مدہوش ہو کر گر پڑیں گے تمام زمین و آسمان والے مگر اس کے کہ جس کو خدا چاہے کہ اس مدہوشی سے محفوظ ہے۔ پھر اس صور میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی تو دفعۃً سب ہوش میں آنے کے بعد اپنی قبروں سے باہر نکل کر کھڑے دیکھتے ہوں گے حیرت و تعجب سے کہ سب کچھ کیا ہوگیا اور کیسے ہوگیا۔ اور پھر حق تعالیٰ جب اپنی شان بے چون و بیچگوں کے ساتھ زمین کی طرف نزول و تجلی فرمائیں گے تو زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی اور یہ نور اللہ کی تجلی کا ہوگا جیسے کہ ارشاد ہے۔ وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا اور ہر ایک کا نامۂ اعمال اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور لایا جائے گا پیغمبروں کو اور گواہوں کو۔ انبیاء گواہی دیں گے کہ ہم نے اللہ کے احکام پہنچا دیئے تھے اور گواہ جو خود ان کے ہاتھ پاؤں بھی ہوں گے علاوہ فرشتوں اور امت محمدیہ کے ان کے اعمال کی گواہی دیتے ہوں گے اور اس طرح سب مکلفین کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا حق و انصاف کے ساتھ مجرمین و نافرمانوں کے واسطے سزا کا اور مطیعین فرمانبرداروں کے لیے نجات و انعامات کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہی فیصلہ حق و انصاف کا فیصلہ ہوتا ہے اور پورا پورا دے دیا جائے گا ہر ایک شخص کو اس کے عمل کا بدلہ جو اس نے کیا، نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی اور نہ کوئی ظلم کے بدلے سے بچ سکے گا، اور وہ پروردگار تو سب کے کاموں کو خوب جانتا ہے جو وہ کرتے تھے۔ اس لیے اس کے علم اور نظر سے کسی کا کوئی عمل اور کسی کی کوئی حالت پوشیدہ نہیں مگر اس کے باوجود نامۂ اعمال مرتب ہوں گے جو ان کے سامنے ہوں گے انبیاء علیہم السلام احکام خداوندی پہنچا دینے کی گواہی دے رہے ہوں گے۔ اعمال کے لکھنے والے فرشتے اور خود ان کے ہاتھ پاؤں گواہی دیتے ہوں گے کہ اس شخص نے یہ کیا، اس طرح عدل و انصاف سے فیصلہ کر دیا جائے گا۔ جس کے بعد مجرمین جہنم کی طرف گھسیٹے جا رہے ہوں گے اور مطیعین انعام و اکرام اور اعزاز کے ساتھ جنت میں داخل ہو رہے ہوں گے اور فرشتے دروازوں پر استقبال کے لیے کھڑے ہوں گے اور تحیہ و سلام ہوتا ہوگا۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ منقول ہے کہ اس کے مصداق تمام کافر ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ کی عظمت کو پہچانا ہی نہیں، اگر وہ اس کی قدر و منزلت کو پہچان لیتے تو ضرور ایمان لے آتے یعنی مشرکین نے اس کی عظمت و جلال کو اس حد تک نہ سمجھا جہاں تک ایک بندہ کو سمجھنا اور ملحوظ رکھنا چاہیے تھا، یہ کیسے ممکن تھا کہ اس کی شان رفیع کا سمجھنے والا ایک عاجز مخلوق حتیٰ کہ پتھروں کو اس کا شریک بناتا۔

وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ کی تفسیر میں حضرات مفسرین نے متعدد روایات بیان کی ہیں اور مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں لیکن اہل سنت والجماعت اور تمام ائمہ سلف اس قسم کی جملہ آیات کو متشابہات میں سے قرار دیتے ہیں اور آیات متشابہات میں سلف کا یہی موقف ہے کہ ظاہر پر برقرار رکھتے ہوئے ان پر ایمان لایا جائے اور کسی کیفیت کی تحقیق اور تعیین سے گریز کیا جائے۔ اس آیت کے شان نزول میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو حدیث امام بخاری نے اور دیگر ائمہ محدثین نے عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمرؓ سے تخریج کی ہے، وہ سلف کے اس موقف کے خلاف نہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک عالم علماء یہود میں سے آپ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کتاب میں یہ پاتے ہیں کہ اللہ عزوجل آسمانوں کو ایک انگلی پر اٹھائے گا اور زمینوں کو ایک انگلی پر درختوں کو ایک انگلی پر، پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر ———— اور باقی تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر (اس طرح تمام کائنات کو اپنے دست قدرت میں لے لے گا اور پھر فرمائے گا میں ہی ہوں بادشاہ اور مالک تمام کائنات کا) اور ایک روایت میں ہے اس طرح تمام کائنات کو پانچوں انگلیوں پر لیے ہوئے حرکت دے گا اور ایک روایت میں ہے کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیفیت بھی اپنے دست مبارک سے ظاہر فرمائی۔ الغرض جب اس یہودی عالم نے یہ کہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک بھی ظاہر ہو گئے۔ اس عالم کی بات پر تعجب کے طور پر یا بعض احادیث کے کلمات کی رو سے تصدیق کے طور پر۔ اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ۔ ان تمام روایات کا استیعاب حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں کر دیا ہے۔ اہل علم مراجعت فرمائیں۔

نفخ صور کی تفصیل

نفخ صور والی آیت مبارکہ سے یہی ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ صور پھونکنے پر آسمانوں اور زمین والے سب مدہوش ہو کر گر پڑیں گے اور دوبارہ نفخ صور پر سب انسان میدان حشر میں رب العالمین کے سامنے کھڑے حیرت کے ساتھ اس منظر کو دیکھ رہے ہوں گے۔ پہلے نفخ کو نفخۃ الصعق کہا جاتا ہے جس پر آسمان و زمین کے احیاء پر موت کی مدہوشی طاری ہوگی۔ اس کے بعد پھر اسرافیل کو جب دوبارہ نفخ صور کا حکم ہوگا تو تمام اموات حتیٰ کہ وہ مردے جن کی ہڈیاں اور گوشت پوست ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے یا سمندروں میں غرق ہو چکے ہوں گے یا ہواؤں میں منتشر ہو چکے ہوں گے سب زندہ ہو کر قیامت کے یہ ہولناک منظر دیکھنے لگیں گے۔ اسی چیز کو حق تعالیٰ شانہ نے اس آیہ مبارکہ میں ارشاد

ایک گواہی یہ ہوگی۔ مزید ایک گواہی امت محمدیہ کی طرف سے ہوگی تو امت کے افراد بھی بطور گواہ بلائے جائیں گے جیسے کہ ارشاد ہے۔ لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ، تیسری قسم کی گواہی ہر انسان کے اعضاء وجوارح کی ہوگی جیسے کہ ارشاد ہے۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ و تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ چوتھی گواہی ملائکہ اور کراماً کاتبین کی ہوگی۔ چنانچہ فرمایا گیا۔ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا

اور ہانکے گئے جو منکر تھے، دوزخ کو جتھے جتھے۔ یہاں تک کہ جب

جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ

پہنچے اس پر، کھولے گئے اس کے دروازے اور کہنے لگے ان کو داروغہ اس کے، کیا

يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ

نہ پہنچے تھے تم پاس رسول تم ہی میں کے؟ پڑھتے تھے تم پر باتیں تمہارے رب کی،

وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ

اور ڈراتے تم کو تمہارے اس دن کی ملاقات سے۔ بولے، کیوں نہیں، پر ثابت

حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ قِيْلَ

ہوا حکم عذاب کا منکروں پر۔ حکم ہوا

ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ

کہ پیٹھو دروازوں میں دوزخ کے، سدا رہنے کو اس میں، سو کیا بری

مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ

جگہ ہے رہنے کی غرور والوں کو! اور ہانکے گئے، جو ڈرتے رہے تھے اپنے رب سے

اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ

بہشت کو جتھے جتھے۔ یہاں تک کہ جب پہنچے اس پر، اور کھولے گئے

أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ

اس کے دروازے، اور کہنے لگے ان کو داروغہ اس کے سلام پہنچے تم پر، تم لوگ پاکیزہ ہو

فَادْخُلُوهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ

سو داخل ہو جاؤ اس میں سدا رہنے کو۔ اور وہ بولے شکر اللہ کا جس نے سچ

صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ

کیا ہم سے اپنا وعدہ، اور وارث کیا ہم کو اس زمین کا گھر پکڑ لیں

الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى

بہشت میں سے جہاں چاہیں، سو کیا خوب بدلہ ہے محنت کرنے والوں کا۔ اور تو دیکھے

الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ

فرشتے، گھر رہے ہیں عرش کے گرد پاکی بولتے ہیں۔

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ

اپنے رب کی خوبیاں۔ اور فیصلہ ہوا ہے ان میں انصاف کا اور یہی بات

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾

ہوئی کہ سب خوبی ہے اللہ کو جو صاحب ہے سارے جہان کا۔

بیانِ انجام حقارت تذلیل کفار و مجرمین و انعام و اکرام اہل ایمان و مطیعین

قال اللہ تعالیٰ۔ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ... الی ... الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

(ربط) گزشتہ آیات میں مشرکین و کفار کو متنبہ کیا گیا تھا کہ اگر وہ شرک و نافرمانی سے باز نہ آئیں گے

تو زندگی میں کیے ہوئے تمام اعمال حبط و برباد ہوں گے اور انسان کو نہ قیامت سے بے فکر ہونا چاہئے اور نہ محاسبہ سے لاپرواہی برتنی چاہئے۔ قیامت بھی برحق ہے، محاسبۂ اعمال بھی، اعمال اس پروردگار پر پوشیدہ نہیں وہ اعمال کو دیکھتا اور جانتا ہے۔ اس نے ہر انسان کا نامۂ اعمال بھی تیار کر رکھا ہے۔ اعمال پر گواہ بھی ہیں اس حیثیت سے مجرم کو اعمال کی سزا دی جائے گی اور جو مطیع و فرمانبردار ہیں ان کو ان کی نیکیوں پر انعام و جزا دی جائے گی تو اس طرح جزا و سزا کا اجمالی ذکر کرنے کے بعد اب آئندہ آیات میں اس کی تفصیل کی جا رہی ہے۔ ہر گروہ کے ساتھ قیامت کے روز کیا معاملہ ہوگا تو ارشاد فرمایا۔

اور اس قضاء حق اور فیصلۂ عدل کے بعد ہانکے جائیں گے کافروں کو جہنم کی طرف گروہ گروہ بنا کر اس طرح ان کو ذلت کے ساتھ بھیڑ کر کے چلایا جائے گا جیسے جانوروں کو دھکیل کر کسی جگہ لے جایا جاتا ہو اور ظاہر ہے کہ یہ کفار جانے کے لیے تیار نہ ہوں گے تو زبردستی ان کو دھکیلا جاتا ہوگا۔ اور کافروں کے کفر و شرک کی بہت انواع ہیں تو اسی لحاظ سے ہر نوع کفر و شرک کے مرتکب کا ایک گروہ ہوگا۔ اس طرح گروہ در گروہ جہنم کی طرف گھسیٹے جائیں گے یا یہ کہ رؤسا اور ان کے سرغنے آگے آگے ہوں گے اور متبعین و پیروکار پیچھے پیچھے[1]۔ یہاں تک کہ جب یہ کفار دوزخ کے سامنے پہنچیں گے تو دوزخ کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تاکہ ایک دم جہنم کے شعلے اور لپٹیں انکو جھلسنا شروع کر دیں۔ اور دروازے کھلتے ہی دائمی عذاب اور وہاں کے ہولناک مناظر نظروں کے سامنے آتے ہی حسرت و ملال کی بے چینی پیدا کر دیں گے اور ان سے دوزخ کے نگران فرشتے بطور ملامت کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہاری ہی جنس سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں سنایا کرتے تھے اور احکام خداوندی سکھایا کرتے تھے اور تم کو ڈرایا کرتے تھے تمہارے اس دن کے پیش آنے سے کہ سوچو لوگو قیامت کا دن آنا ہے اس کی فکر کرلو۔ اللہ کی نافرمانی سے بچو ورنہ عذاب خداوندی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس وقت ذلت و لاچاری کے عالم میں کافر کہیں گے کیوں نہیں! بے شک ہمارے پاس اللہ کے رسول آئے اور انہوں نے عذاب الٰہی سے ڈرایا، بے شک اسباب ہدایت سب موجود تھے لیکن ہم نے نہ ان سے فائدہ اٹھایا اور نہ راہ راست پر آئے لہٰذا اب عذاب کا فیصلہ ثابت ہو کر رہا کافروں پر اور اب حسرت و ندامت کے ساتھ سوائے اس اعتراف کے اور کوئی چارہ نہیں کہ بے شک ہم نے کفر کیا اور کافروں کے حق میں جس عذاب کا فیصلہ اور وعدہ تھا وہ اب ہمارے سامنے موجود ہے تو یہ ہماری نالائقی ہے اور ہم اس کے مستحق ہیں۔ اس وقت ان لوگوں سے کہا جائے گا اے جاہل

---

[1] اسی کو حق تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ظاہر فرمایا: ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا یعنی کافروں کی ہر جماعت میں سے ہم ان لوگوں کو چھانٹ لیں گے جو کفر میں زیادہ شدید تھے تو بڑے بڑے کفار علیحدہ ہوں گے اور چھوٹے چھوٹے الگ ہوں گے۔

تو جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس طرح کہ ہمیشہ اس میں رہو گے۔ غرض یہ متکبرین اور اللہ کے احکام سے سرکشی کرنے والوں کا بہت ہی برا ٹھکانا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے بخلاف اہل توحید میں سے گنہگاروں کے کہ اگر وہ اپنے گناہوں کے باعث بطور سزا جہنم میں گئے بھی تو سزا بھگتنے کے بعد ان کو عذاب جہنم سے آزاد کر دیا جائے گا، جہنم ان کا دائمی ٹھکانا اور حقیقی مثویٰ نہیں) اور اس کے برعکس جو لوگ اپنے خدا سے ڈرتے اور اپنے رب پر ایمان لاتے ان کو نہایت ہی عزت و اکرام کے ساتھ چلایا جائے گا جنت کی جانب گروہ گروہ بنا کر (اس طرح کہ متقین کی جماعتیں مراتب تقویٰ کے لحاظ سے جدا جدا ہوں گی، ہر جماعت کی ایک علیحدہ شان ہوگی وہ اس شان کے ساتھ جنت کی طرف لے جائے جا رہے ہوں گے۔ مجرمین کو فرشتے ذلت و حقارت سے گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے گئے تھے تو ان فرمانبرداروں اور مومنین کے اللہ کے فرشتے ان کے ساتھ چلتے ہوں گے جس طرح بادشاہوں کے محافظ اور درباری خدام اپنے درمیان اپنے بادشاہ کو لے کر چلتے ہوں۔ اہل جہنم کا سوق حقارت و توہین کے رنگ میں تھا جیسے چوروں ڈاکوؤں کو طوق و سلاسل کے ساتھ سپاہی لے جاتے ہوں لیکن اہل جنت کا جنت کی طرف سوق اعزاز و اکرام کے ساتھ ایسا ہوگا جیسے بادشاہ کو اس کے مصاحبین لیے جاتے ہوں۔ فرشتے ان کو تقاضا کرکے جلدی جلدی لیے چلتے ہوں گے اور خدام پیچھے سے ان کی سواریوں کو ہنکاتے ہوں گے۔ غرض یہ سوق عزت و کرامت کا ہوگا جو بعد شوق و رغبت ہوگا) یہاں تک کہ جب یہ اہل ایمان جنت تک

۔ پہلی آیت میں ان دوزخیوں کو کافرین کہا گیا اور اس آیت میں متکبرین۔ عذاب جہنم تو بیشک کفر ہی کی وجہ سے ہے لیکن کفر کا اصلی سبب اور علت تکبر ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ ایک چیز عذاب کی علت ہے اور دوسری چیز یعنی تکبر وہ علۃ العلۃ ہے تو ان دو تعبیروں سے اشارہ کر دیا گیا کہ جو لوگ کفر میں مبتلا ہیں دراصل ان کا یہ کفر ان کے تکبر کا نتیجہ ہے۔ نخوت اور تکبر ہی ہمیشہ کافروں کے کفر کا سبب بنا، انہوں نے اللہ کے پیغمبروں کے سامنے سر جھکانے سے تکبر کیا تو ایک موقعہ پر علت عذاب کو ذکر کر دیا گیا اور دوسری آیت میں علت کی علت بیان کرکے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ ان کافروں کا یہ کفر ان کے تکبر کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک کے کافروں کی یہی نخوت، کفر و نافرمانی کا سبب بنی رہی جیسے کہ ارشاد ہے اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ اور تکبر ہی تمام رذائل کا سرچشمہ ہے اس وجہ سے اس کی سزا میں کفار کو انتہائی ذلت و خواری کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس طرح ذلت و حقارت کیساتھ جہنم میں گھسیٹ کر لے جایا جائے گا جیسے جانور ہنکائے جا رہے ہوں، اسی وجہ سے لفظ سِیقَ استعمال کیا گیا جو سوق بمعنی ہنکانے سے مشتق ہے۔

۔ ان کلمات سے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ لفظ اہل جنت کے لیے بطور صنعت مشاکلت کے استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اہل جنت تو ظاہر ہے کہ بصد اکرام جنت میں بیجائے جائیں گے جیسے کہ ارشاد ہے۔ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ۔

پہنچ جائیں گے اور اس کے دروازے پہلے ہی سے کھلے ہوئے ہوں گے اور جیسے کہ معزز مہمانوں کی آمد سے قبل ان کے استقبال کے لیے دروازے کھلے رکھے جاتے ہیں اور ان کو دیکھتے ہی جنت کے نگران ان سے کہیں گے سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ سلامتی ہو تم پر اللہ کی عنایات و رحمتوں کے ساتھ اور خوش رہو تم۔ پس داخل ہو جاؤ اس جنت میں اس شان سے کہ تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو گے ہر جانب سے تم پر اللہ کی رحمتیں ہوں گی نہ کبھی کوئی تعب و مشقت پیش آئے گی اور نہ کسی قسم کا رنج و غم واقع ہوگا۔ اہل جہنم کو تو خازنین جہنم داخل ہونے سے پہلے ملامت اور سرزنش کریں گے لیکن اہل جنت کے لیے خازنین جنت تحیہ و سلام اور پیغام بشارت اور ان کی ثناء و توصیف اور اعزاز و اکرام کے ساتھ استقبال کرتے ہوں گے اور آئندہ کے لیے بھی سکون و چین کا مژدہ سنا کر مطمئن کریں گے۔ پس یہ اہل جنت خوش ہوں گے اور فرط مسرت اور جذبۂ تشکر سے یہ کہیں گے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ”شکر ہے اس خدا کا جس نے پورا کر دکھایا جو وعدہ اس نے ہم سے کیا تھا ہمارے ایمان لانے پر تو وعدہ تھا جنت کا وہ وعدہ محض اپنے فضل سے پورا کر دیا اول تو وعدہ ہی محض اس کا فضل تھا پھر اس مہربانی پر مزید یہ کرم کہ اس نے ایمان کی توفیق دی پھر یہ انعام کہ ہم کو اس پر قائم رکھا۔ پھر اور کرم بالائے کرم یہ کہ اس کو قبول فرمایا اور خوشنودی کا ذریعہ بنایا لہٰذا یہ سب کچھ اس کا فضل ہی فضل ہے اس پر جس قدر بھی اس کا شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے اور ہم کو اس سرزمین کا وارث بنا دیا کہ ہم عالم جنت میں جہاں چاہیں اپنا ٹھکانا بنا لیں۔ کوئی روک ٹوک نہیں حالانکہ دنیا میں تو کوئی ایک بالشت زمین کا ٹکڑا بھی جہاں چاہے نہیں حاصل کر سکتا تھا۔ پھر یہاں ہر خوشی اور خواہش پوری ہو رہی ہے ہر طلب پوری کی جا رہی ہے جیسے کہ ارشاد ہے۔ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ تو آخر اس سے بڑھ کر انعام و اکرام کا کیا درجہ ہو سکتا ہے۔ پس کیا ہی اچھا ہے اجر و ثواب نیک عمل کرنے والوں کا۔

الغرض جب اہل جنت اللہ کے فضل سے جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخیوں کو جہنم میں دھکیل کر ڈال دیا جائے گا تو اللہ کے برگزیدہ بندے اللہ رب العزت کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہو جائیں گے اور اے دیکھنے والے تو اس روز دیکھے گا فرشتوں کو اس طرح کہ گھیرے ہوئے ہوں گے ہر جانب سے عرش الٰہی کو پاکی بیان کرتے ہوں گے اپنے رب کی حمد و ثناء کرتے ہوئے کہ پروردگار عالم کی تسبیح و تحمید میں غرق ہوں گے اور عرش الٰہی کعبۃ اللہ کی طرح ملائکہ کا مطاف بنا ہوا ہوگا اور عرش خداوندی کے طواف کے دوران ملائکہ کا ورد ہوگا۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور تمام خلائق کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اللہ رب العزت کی اس شان عظمت و کبریائی اور عدل و انصاف کو دیکھ کر ہر زبان اور ہر سمت سے یہی صدا جاری ہوگی۔ ” اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ یعنی ہر طرف سے فرشتوں اور اہل جنت کی زبان جوش و خروش کے ساتھ اللہ کی حمد و ستائش میں مصروف ہوگی۔

اور کہا جاتا ہوگا۔ ساری خوبیاں اس خدا کو زیبا ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

فرشتوں کا عرش الٰہی کے گرد گھیرا بنائے تسبیح و تحمید میں مصروف ہونا اس وقت ہوگا جب حق تعالیٰ کا نزول اجلال ہوگا بندوں کے حساب کے لیے۔ اس وقت کی عظمت و ہیبت کا یہ اثر ہوگا، فرشتے بھی عرش الٰہی کا گھیرا دیے یا طواف کرنے کی حالت میں حمد و ثنا میں مصروف ہوں گے۔

ان آیات میں عجیب ربط و تناسب ہے جس سے مزید شان اعجاز کلام خداوندی کی ظاہر ہوتی ہے قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّىْٓ سے کلام کا آغاز فرمایا گیا تھا، اثبات توحید اور نفی شرک موضوع خطاب تھا اس سے کلام کی ابتدا کرتے ہوئے معاد اور آخرت کا ذکر شروع کر دیا گیا اس میں جنت و جہنم اور اہل جنت و جہنم کا ان کے اعمال کا ان کے جنت و جہنم میں داخل ہونے کی کیفیات کا بیان فرمایا گیا اور ان تمام تفصیلات کو آخر میں حق تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت کے بیان پر ختم فرمایا۔ یہ کہتے ہوئے الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ، یہاں جنت کی سرزمین کو لفظ ارض سے مجازاً اس لحاظ سے تعبیر کیا گیا کہ وہ جگہ اسی طرح چلنے پھرنے اور ٹھکانا بنانے کی ہوگی جیسے عالم دنیا میں زمین ہوتی ہے۔

دوزخ و جنت کے دروازے اور ان میں داخل ہونے والوں کی کیفیات

حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا اہل جہنم کے جہنم کے سامنے پہنچنے کی کیفیت میں یہ فرمایا گیا یہاں تک کہ جب وہ جہنم کے سامنے پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔ اِذَا جَاۗءُوْهَا شرط پر فُتِحَتْ کا جملہ جزائیہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے پہنچتے ہی فوراً دروازے کھولے جائیں گے تاکہ جلد سے جلد ان کفار و مجرمین کو دارالعقوبت میں پہنچا دیا جائے اور ایک لمحہ کی بھی مہلت نہ ملے جیسے مجرمین کے ساتھ یہی طریقہ برتا جاتا ہے کہ جیل خانہ بند ہوتا ہے جوں ہی مجرم لایا گیا جیل کے نگران فوراً دروازہ کھول کر مجرم کو اندر دھکیل دیتے ہیں۔ اس کے بالمقابل اہل جنت کا جنت میں جانا اعزاز و اکرام کے ساتھ ہوگا اور اعزاز و اکرام کا مقتضیٰ یہ ہے کہ معزز مہمانوں کے استقبال کے لیے دروازے پہلے کھلے رہیں اس لیے وہاں وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا کی تعبیر اختیار کی گئی جس کا ترجمہ کیا گیا اور دروازے کھلے ہوں گے جیسا کہ ایک موقع پر دخول جنت کے ذکر میں مُفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ فرمایا گیا۔

زُمَرًا یعنی گروہ گروہ اور جماعتیں جماعتیں، اہل جنت کے گروہ و جماعتیں ہوں گی جن پر رضا کا انعام ہے اور وہ انبیاء، وصدیقین و شہداء اور صالحین کے گروہ ہیں جو یکے بعد دیگرے جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ ارشاد ہے۔ اُولٰۗىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا (نساء)

جنت میں داخل ہونے والا سب سے پہلا گروہ اگرچہ حضرات انبیاء کا ہوگا لیکن وہ ذات جو سب سے پہلے جنت میں جائے گی وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے جیسے کہ ارشاد ہے۔ انا اول من یقرع باب الجنۃ (صحیح مسلم) کہ میں ہی سب سے پہلا وہ شخص ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ اور صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز میں جنت کے دروازہ پر پہنچ کر دستک دوں گا پھر خازن جنت دریافت کرے گا کون؟ میں جواب دوں گا میں ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تو خازن جنت کہے گا۔ مجھے آپ ہی کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے اور یہ حکم ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے واسطے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے جو گروہ جنت میں داخل ہوگا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔ ان کے بعد دوسرا گروہ ہوگا جو زیادہ سے زیادہ روشن ستاروں کے مانند ہوں گے پھر اسی ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے داخل ہونے والے گروہوں کے حسن وجمال کا حال ہوگا۔

جنت کے دروازے اعمال کی مناسبت سے متعین ہوں گے

جنت کے دروازوں کا جدا جدا ہونا بھی آٹھ ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت ہے إِنَّ فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةَ أَبْوَابٍ بَابٌ مِنْهَا يُسَمَّى بَابَ الرَّيَّانِ لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُونَ اور باب الفضل وغیرہ میں ہے فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ۔

جنت کے دروازوں میں کوئی باب الصلوٰۃ ہوگا کوئی دروازہ باب الصدقہ ہوگا کوئی باب الصیام جس کو باب الریان فرمایا گیا، کوئی باب الجہاد ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ ان دروازوں میں ہر ایک دروازہ سے داخل ہونے والے وہ ہوں گے جو اپنی زندگی میں ان عبادات اور عمل سے خاص شغف رکھنے والے ہوں گے مثلاً جن پر نماز کا رنگ غالب ہوگا وہ باب الصلوٰۃ سے اور جن پر صدقہ وخیرات کا رنگ غالب ہوگا وہ باب الصدقہ سے داخل ہوں گے اور جن پر جہاد کا رنگ غالب تھا وہ باب الجہاد سے اور اسی لحاظ سے ان کو پکارا جائے گا۔ ایک مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ بیان فرما رہے تھے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ اس بات کی کسی کو ضرورت تو نہیں ہے کہ کسی کو تمام دروازوں سے پکارا جائے اور بلایا جائے کیونکہ ایک آدمی ایک ہی دروازے سے داخل ہوتا ہے لیکن پھر بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا کوئی ہوگا ایسا جس کو سب دروازوں سے پکارا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں ایسا بھی کوئی شخص ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص اے ابوبکر تم ہی ہوگے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الحمد للہ رب العالمین کی صدا جوش ومسرت کے ساتھ

لگانے والے کون ہوں گے؟ بالعموم حضرات مفسرین کا خیال ہے کہ یہ مومنین اور اللہ کے فرشتے ہوں گے حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں یہ کہنے والی کائنات کی ہر شے ہوگی کہ ہر موجود شے اس فیصلہ کے عدل و انصاف کو دیکھ کر اللہ کی پاکی اور حمد و ثنا میں مصروف ہو جائے گی (تفسیر ابن کثیر ۶۴ ج ۴) عالم کائنات کی جب ہر چیز اللہ کی حمد و ثنا کرتی ہے جیسے کہ ارشاد ہے۔ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اسی وجہ سے صیغہ مجہول وَقِيْلَ استعمال کیا گیا تاکہ عموم قائل پر دلالت کرے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ہر مخلوق حمد خداوندی کے ساتھ ناطق ہوگی اور اس کی پاکی کی گواہی دینے والی ہوگی۔

قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق اپنی حمد سے فرمائی جیسے کہ فرمان ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تو مناسب ہوا کہ تمام مخلوقات کا انجام اور فیصلہ اور ان کے امور کی انتہا بھی حمد خداوندی پر ہو۔ اسی بناء پر اس عدل و انصاف کے آخری فیصلہ کو اسی عنوان کے ساتھ ذکر فرمایا گیا۔ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ ابتداء خلق بھی حمد سے تھی تو تمام امور کا انجام و انتہا بھی حمد خداوندی پر کی گئی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ آج مورخہ ۲۲ ذی الحجہ الحرام ۱۳۹۱ھ یوم شنبہ بعد العشاء سورۂ زمر کی تفسیر ختم ہوئی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اوّلاً و آخراً۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ مُؤْمِن

سورۂ مومن بھی مکی سورت ہے۔ اس سورت کو سورۂ غافر بھی کہتے ہیں۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، یہی قول حسنؒ، عطاءؒ، جابرؓ اور عکرمہؓ کا ہے۔ قتادہؒ کا قول ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ دو آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اس سورت میں پچاسی آیات اور نو رکوع ہیں۔

بیہقیؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آل حٰمٓ یعنی جو سورتیں حٰمٓ سے شروع ہوتی ہیں وہ سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازے ہیں۔ ہر دروازے پر سورۂ حٰمٓ اپنے تلاوت کرنے والے کو عذاب جہنم سے بچانے والی ہوگی۔

(ربط) اس سے قبل سورۂ زمر کی ابتداء وحی الٰہی اور قرآن کریم کی حقانیت کے بیان سے تھی اور انتہا اس مضمون پر تھی کہ حق تعالیٰ اپنی مخلوقات کے درمیان صحیح صحیح فیصلہ اور عدل و انصاف قائم کرنا

حق تعالیٰ کی شان عزت وکبریائی اور علم وحکمت پر مبنی ہے تو یہ سورت حق تعالیٰ کے ایسے ہی اوصاف عظیم کے ذکر سے شروع ہو رہی ہے مثلاً اس کا الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ زبردست ہونا، علم والا ہونا، غَافِرِ الذَّنْبِ گناہوں کی مغفرت کرنے والا، قَابِلِ التَّوْبِ توبہ قبول کرنے والا، شَدِيدِ الْعِقَابِ سرکشوں کو شدید سزا دینے والا، ذِي الطَّوْلِ بڑی بخشش والا، لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ کہ وہ تنہا یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں جو اس کو کسی بات سے روک لے، إِلَيْهِ الْمَصِيرُ اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ ان صفات خداوندی کے ساتھ کلام کی ابتداء فرمائی جا رہی ہے ارشاد فرمایا حٰمٓ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ۔

آیاتها ۸۵ — (۴۰) سُورَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ (۶۰) — رکوعاتها ۹

سورۃ مومن مکی ہے اس میں ۸۵ آیات اور ۹ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بےحد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿۲﴾

اُتارا کتاب کا اللہ سے ہے جو زبردست ہے خبردار

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي

گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنا سخت مار دینا، مقدور والا

الطَّوْلِ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿۳﴾ مَا يُجَادِلُ

صاحب۔ کسی کی بندگی نہیں سوا اس کے، اسی کی طرف پھر جانا ہے۔ وہی جھگڑتے

فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرْكَ

ہیں اللہ کی باتوں میں، جو منکر ہوئے سو تو دھوکا نہ کھا اس پر

تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿۴﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَ

کہ چلتے پھرتے ہیں شہروں میں۔ جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے قوم نوح کی، اور

الْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ ۖ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ

کتنے فرقے ان سے پیچھے ۔ اور ارادہ کیا ہر امت نے اپنے رسول پر

لِيَأْخُذُوهُ ۖ وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ

کہ اس کو پکڑ لیں، اور لانے لگے جھوٹے جھگڑے کہ اس سے ڈگا دیں سچا دین،

فَأَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ وَكَذَٰلِكَ حَقَّتْ

پھر میں نے انکو پکڑا، تو کیسی ہوئی میری سزا دینی ! اور ویسے ہی ٹھیک

كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ

ہو چکی بات تیرے رب کی منکروں پر ، کہ یہ ہیں دوزخ

النَّارِ ۝ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ

والے ۔ جو لوگ اٹھا رہے ہیں عرش اور جو اس کے گرد ہیں

يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ

پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں، اور اس پر یقین رکھتے ہیں اور گناہ بخشواتے

لِلَّذِينَ آمَنُوا ۖ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا

ہیں ایمان والوں کے، اے رب ہمارے ہر چیز سمائی ہے تیری مہر میں اور خبر میں،

فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ

سو معاف کر ان کو جو توبہ کریں، اور چلیں تیری راہ، اور بچا ان کو آگ

الْجَحِيمِ ۝ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي

کی مار سے ۔ اے رب ہمارے اور داخل کر انکو بسنے کے باغوں میں، جن کا

وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ

وعدہ دیا تو نے ان کو، اور جو کوئی نیک ہو ان کے باپوں میں اور عورتوں میں،

وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَقِهِمُ

اور اولاد میں ۔ بے شک تو ہی ہے زبردست حکمت والا ۔ اور بچا انکو

السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ

برائیوں سے ۔ اور جس کو تو بچاوے برائیوں سے اس دن اس پر مہر کی تو نے ۔

وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اور یہ جو ہے یہی ہے بڑی مراد پانی ۔

بیان عظمت خداوندی وتہدید برمقابلہ ومجادلہ مغرورین ومتکبرین

قال اللہ تعالیٰ: حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ... الیٰ ... هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔

ربط: گزشتہ سورت کے مضامین مجموعی طور پر قرآن کریم کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اثبات پر مشتمل تھے۔ ساتھ ہی ان لوگوں پر وعید و تنبیہ تھی جو خدا کے پیغمبر کے ساتھ تمسخر و مذاق کرتے تھے تو اسی مناسبت سے اس سورۂ مومن یا غافر میں بھی اسی طرح کے مضامین ذکر فرمائے گئے جو اثبات توحید خداوندی اور وحی الٰہی کی حقانیت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے متعلق ہیں، اور اسی کے ضمن میں ان مغرور و متکبر اور سرکش قسم کے انسانوں پر وعید ہے جو اپنے دنیوی جاہ و جلال اور مال و دولت کے نشہ میں مست ہو کر خدا سے غافل ہیں تو مجموعی طور سے اس سورت کے مضامین تین انواع پر مشتمل ہیں، ایک نوع مضمون اثبات توحید ہے۔ دوسری قسم مجادلین فی الحق کی مذموم خصلتیں بیان کرتا ہے، تیسری قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے مضامین کی ہے۔ تو ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

حٰمٓ اللہ ہی اس کی مراد خوب جانتا ہے یہ کتاب اتاری ہوئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے اس لیے وہ اپنے بندوں کے ہر عمل کو جانتا ہے اور ہر عمل کا بدلہ دینے پر بھی پوری پوری قدرت رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ گناہ بخشنے والا ہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے مجرموں کو بڑی قدرت رکھنے والا ہے مطیعین و فرمانبرداروں پر انعام و بخشش کی، نہیں ہے کوئی لائق عبادت اس کے سوا بس اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ اس قرآن کریم کے نزول اس کی حقانیت اور ذات خداوندی کی عظمت و کبریائی اور اس امر کو کہ نہ اس کے سوا کوئی

بچا لیجئے تکلیفوں سے اور اے پروردگار آپ جس کو اس روز قیامت کی تکلیفوں سے بچالیں بس اس پر تو آپ نے بڑا ہی رحم و کرم فرما دیا اور یہی تو سب سے بڑی کامیابی ہے کہ مغفرت بھی ہو گئی رضا اور خوشنودی بھی میسر آ گئی آخرت اور روزِ قیامت کی کلفتوں اور شدتوں سے محفوظ ہو گیا اور جنت کے بے پایاں انعامات سے نوازدیا گیا تو ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کون سی کامیابی ہو سکتی ہے۔

اللہ کی آیات میں جدال وخصومت ہلاکت کا سامان

مَا یُجَادِلُ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰہِ اِلَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا کا عنوان یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ کی آیات میں خصومت وجدال اہلِ ایمان کو زیب نہیں دیتا، مومن کی شان تو یہ ہونی چاہیے کہ ان کے سامنے جب بھی اللہ کی آیات تلاوت کی جائیں وہ سراپا انقیاد و اطاعت بن جائیں۔ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ کا مصداق ہو جائیں، یہ جائیکہ حجت بازی اور خصومت کا رنگ اختیار کریں، عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے منقول ہے کہ ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو سنا کہ وہ کسی آیت میں نزاع اور خصومت کر رہے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا انما ھلک من کان قبلکم بھذا ضربوا کتاب اللّٰہ بعضہ ببعض انما نزل کتاب اللّٰہ یصدق بعضہ بعضا فلا تکذبوا بعضہ ببعض، فما علمتم فقولوہ وما جھلتم فکلوہ الی عالمہ (رواہ البغوی)۔ (یعنی تم سے پہلے صرف اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ پر مارا اور مخالفت و تردید کے جذبہ میں تعارض و تناقض ثابت کرنے کی فکر میں لگ گئے حالانکہ کتاب اللہ کا تو ایک حصہ دوسرے حصہ کی تصدیق کرتا ہے، نہ کہ تردید و تکذیب اس لیے تم ایک حصہ کی دوسرے کسی حصہ سے تکذیب اور تردید نہ کرو، جو جانتے ہو وہ بیان کرو، اور جو چیز تم نہیں جانتے وہ اس کے عالم کے حوالہ کر دو۔

صحیح مسلم میں یہ ہے کہ آپ نے دو شخصوں کی آواز سنی کہ وہ کسی آیت میں جھگڑ رہے ہیں تو آپ کو اس قدر ناگواری ہوئی کہ چہرۂ انور سے غصہ کے آثار ظاہر ہو رہے تھے، اس پر آپ نے فرمایا، تم سے پہلی قومیں اپنی کتاب میں اختلاف کرنے ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں۔

بہرکیف یہ جدال وخصومت جو کافروں کی صفت بیان کی گئی ہے وہ جدال وخصومت ہے۔ جس کا مقصد قرآن کریم پر طعن اور اعتراض ہو یا حق کا مقابلہ مقصود ہو اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ کتاب اللہ کی تفسیر اور بیان معانی میں صرف اسی شخص کو بولنے کا حق ہے جو علم رکھتا ہو، علوم قرآن اور علوم شریعت کی اس کو معرفت ہو اور جو ان علوم سے نابلد ہو اس کو کوئی حق نہیں کہ وہ اپنے جہل کے باوجود کتاب اللہ میں اپنی رائے ٹھونسنے لگے۔

نیز فَلَا یَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ سے یہ واضح کر دیا گیا مال و دولت اور دنیوی جاہ و اقتدار سے کسی بھی وقت انسان کو حق اور باطل کے درمیان کسی قسم کا شبہ اور تردد نہ کرنا چاہئے، یہ دنیوی طرح طرح کا سامان کی دلیل نہیں ہے نہ خدا کے یہاں مقبول ہونے کی نشانی ہے۔

ملائکہ حاملین عرش کی اہل ایمان کیلئے دعا

اہل ایمان و تقویٰ اور تابعین و مطیعین کی قرآن کریم میں بہت سی خوبیاں اور ان پر انعامات بیان کی گئیں لیکن اس مقام پر جو خاص انعام اور اعزاز پر تفصیل و کرم ذکر کیا گیا وہ یہ کہ ملائکہ حاملین عرش ایسے وقت کہ عرش الٰہی اٹھائے ہوئے اس کی حمد و تسبیح میں مصروف ہونا یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار مغفرت فرما دے ان مومنوں کی جو تیری طرف رجوع کر چکے اور تیرے راستہ پر چلے، ان کو جہنم کے عذاب سے بچا اور جنات عدن میں داخل فرما دے نہ صرف ان کو بلکہ ان کے آباء ان کی ذریت اور ان کی ازواج کو بھی ان ہی کے ساتھ ملحق کر دے اگرچہ وہ خود اس درجہ کے مستحق نہ ہوں۔

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ حاملین عرش فرشتوں اور ان کے گرد ملائکہ کو کروبین کہا جاتا ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرش کے حاملین چار فرشتے ہیں، ایسے فرشتے جن کی عظمت کا وہم تصور بھی نہیں کر سکتے اگر ایک ستارہ زمین کی سطح سے لاکھوں گنا بلند ہو سکتا ہے تو کیا تعجب ہے کہ فرشتوں کی عظمت ایسی ہو کہ وہ عرش خداوندی کے حامل بن جائیں۔ اس روایت سے حاملین عرش کا عدد چار معلوم ہوا لیکن قرآن مجید کی آیت وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ بتاتی ہے کہ قیامت کے روز عرش کے اٹھانے والے فرشتے آٹھ ہوں گے تو بظاہر يَوْمَئِذٍ کی قید اس پر دلالت کرتی ہے کہ قیامت کے روز ان کی تعداد چار سے بڑھ کر آٹھ ہو جائے گی۔

شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں ان آٹھ حاملین عرش میں سے چار کی تسبیح تو یہ ہوتی ہے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ، اے اللہ تیری پاکی ہے حمد و ثنا کے ساتھ اور تیرے ہی واسطے حمد ہے تیرے اس حلم پر جو تیرے علم کے بعد ہے۔ اور چار کی تسبیح اس طرح ہوتی ہے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ یعنی تیری حمد و ثنا ہے تیرے عفو و درگزر پر باوجود تیری قدرت کے تو ان دو تسبیحوں سے رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا کی حقیقت ظاہر ہو رہی ہے اس وسعت علمی کے باوجود کہ تقدیر علم اور کمال قدرت کے باوجود یہ درگزر یقیناً اس کی وسعت رحمت کا پورا پورا مظہر ہے۔

ان حاملین عرش فرشتوں کی تسبیح و تحمید کے ساتھ مزید ایک وصف بیان کیا گیا، وَيُؤْمِنُونَ بِهٖ کہ یہ فرشتے اس پروردگار پر ایمان رکھتے ہیں عام ملائکہ فرشتوں کا ایمان اور پروردگار کی معرفت تو محتاج

بیان میں نہیں کیونکہ ان کے سامنے تو ہمہ وقت اللہ رب العزت کی تجلیات ظاہر ہیں اور اس کی عظمت کبریائی کا ان سے بڑھ کر کس کو مشاہدہ ہو سکتا ہے تو ان کے لیے وصف ایمان کا ذکر ایمان کی عظمت اور شرف کو ظاہر کرنے کے لیے ہے یعنی ایمان ایسی عظیم نعمت ہے کہ فرشتے بھی اس سے متصف ہوتے ہیں۔ ایسا ہی ہے جیسے انبیاء اور رسولوں کا ایمان لانا بیان کیا جائے نیز یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ کے لفظ سے اشارہ ہے کہ ان فرشتوں کی ایک صفت تو یہ ہے خداوندی کمال عظمت ہے اور دوسروں کی جانب ان کا رنگ کمال شفقت کا ہے جیسا کہ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ظاہر کر رہا ہے فرشتوں کی دعا جو اہل ایمان کے حق میں حق تعالیٰ کی طرف سے مؤمنین پر ایک خاص انعام ہوگا۔ یہ دعائیں اجزاء پر مشتمل ہے ایک مغفرت و معافی کے لیے جس پر لفظ فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا دلالت کر رہا ہے۔ دوسرے جنت کی لازوال نعمتوں کے لیے۔ تیسرے ان جنتیوں کے ساتھ ان کے ماں باپ اولاد اور بیویوں کے ملا دیئے جانے کے لیے کہ یہ بھی ان کے ساتھ جنت کے ان ہی درجات میں پہنچا دیئے جائیں جو خود ان کے ہیں اگرچہ یہ لوگ ان درجات کے مستحق نہ ہوں مگر محض اس لیے کہ ان اہل ایمان و تقویٰ والوں کی راحت اور خوشنودی مکمل ہو جائے اور اپنے کسی عزیز کے فراق کا قلب پر کوئی ملال و رنج نہ ہو۔

امام بغوی نے سعید بن جبیر سے ایک روایت تخریج کی ہے بیان کرتے ہیں جس وقت ان مؤمنین کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا جو اعزاز و اکرام سے اپنے اپنے ٹھکانے و درجات میں پہنچا دیئے جائیں گے تو ان مؤمنین میں سے بعض کہیں گے کہاں ہے میرا باپ کہاں ہے میری ماں کہاں ہے میرا بیٹا کہاں ہے میری بیوی یا میرا خاوند تو جواب دیا جائے گا۔ ان کا عمل تو تیرے عمل جیسا نہیں ہے یعنی وہ اپنے اعمال کے لحاظ سے اس رتبہ کے نہیں ہیں تو یہ مؤمن کہے گا کہ میں تو دنیا میں جو عمل کرتا تھا وہ اپنے واسطے اور ان کے واسطے بھی کیا کرتا تھا اس پر حکم ہوگا اچھا ان لوگوں کو بھی اس مؤمن کے ساتھ لاحق کر دو[۱]۔ اس مضمون کو بیان کر کے سعید بن جبیر یہ آیت تلاوت فرمایا کرتے۔ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ الخ۔ یہی وہ مضمون ہے جو آیت مبارکہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ میں ذکر فرمایا گیا۔

فرشتوں کی دعا میں ان تین اجزاء کے بعد چوتھا ایک خاص جزء بھی بطور الحاق و تکمیل دعا ہے۔ وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ یعنی برائیوں سے ان مؤمنین کو ہر تکلیف سے بچا لیجئے۔ اگرچہ پہلے عذاب جحیم سے بچانے کی دعا ہو چکی لیکن اب اس جملہ دعائیہ میں ہر قسم کی تکلیف و دشواری سے بچنے کی دعا ہے کہ حساب کی تکلیف ہو قبر کی ہو میدان حشر کی بے چینی کی اور تمام پریشانی کی۔ فرشتوں کی اس دعا نے اہل ایمان کو یہ سبق سکھایا کہ مؤمن کو چاہئے کہ وہ اپنی عملی زندگی میں ان سب باتوں سے خائف رہے اور

---

[۱] بحوالہ تفسیر مظہری جلد ۸۔

اللہ کی ان نعمتوں اور رحمتوں کا طالب رہے، یہی خوف اور شوق اس کو گناہ عظیم سے جھگڑا بنانے والا ہوگا۔ اللّٰھم اجعلنا منھم وحبب الینا الایمان وزینہ فی قلوبنا وکرہ الینا الکفر والفسوق والعصیان، توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین غیر خزایا ولا مفتونین، آمین یا رب العالمین۔ (تفسیر مظہری ۲۰۸)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ

جو لوگ منکر ہیں ان کو پکار کے کہیں گے اللہ بیزار

مِن مَّقْتِكُمْ أَنفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ

ہوتا تھا زیادہ اس سے کہ تم بیزار ہوئے ہو اپنے جی سے جس وقت تم کو بلاتے تھے یقین لانے کو

فَتَكْفُرُونَ ﴿١٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا

پھر تم منکر ہوتے تھے۔ بولے اے رب ہمارے! تو موت دے چکا ہم کو دو بار اور زندگی دے

اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ

چکا دو بار، اب ہم قائل ہوئے اپنے گناہوں کے، پھر اب بھی ہے نکلنے کو

مِّن سَبِيلٍ ﴿١١﴾ ذَٰلِكُم بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ

کوئی راہ؟ یہ تم پر اس واسطے کہ جب کسی نے پکارا اللہ کو اکیلا

كَفَرْتُمْ ۖ وَإِن يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا ۚ فَالْحُكْمُ لِلَّهِ

تو تم منکر ہوتے، اور جب اس کے ساتھ شریک پکارے تو تم یقین لانے لگے اب حکم وہی جو

الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ﴿١٢﴾ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ

کرے اللہ سب سے اوپر بڑا۔ وہی ہے تم کو دکھاتا ہے اپنی نشانیاں اور اتارتا

لَكُم مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا ۚ وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَن

تمہارے واسطے آسمان سے روزی۔ اور سوچ وہی کرے جو رجوع

يُنِيبُ ﴿١٣﴾ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ

رجوع رہتا ہو۔ سو پکارو اللہ کو، نری کر کر اس کے واسطے بندگی، اور

كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿١٤﴾ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي

پڑے برا مانیں منکر۔ صاحب اونچے درجوں کا، مالک تخت کا۔ اتارتا

الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ

ہے بھید کی بات اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں کہ وہ ڈراوے

يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿١٥﴾ يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ ۖ لَا يَخْفَىٰ عَلَى

ملاقات کے دن سے۔ جس دن وہ لوگ نکل کھڑے ہوں گے، چھپی نہ رہے گی

اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ

اللہ پر اُن کی کوئی چیز۔ کس کا راج ہے اُس دن؟ اللہ کا ہے، جو

الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿١٦﴾ الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

اکیلا ہے دباؤ والا۔ آج بدلہ پاوے گا ہر جی، جیسا

كَسَبَتْ ۚ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٧﴾

کمایا۔ ظلم نہیں آج، بے شک اللہ شتاب لینے والا ہے حساب۔

بعضے از احوال کفار بعد دخول نار و بیان دلائل قدرت پروردگار

قال اللہ تعالیٰ: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ سَرِيعُ الْحِسَابِ۔

ربط۔ گزشتہ رکوع میں کتاب الٰہی کی حقانیت بیان فرماتے ہوئے مجادلین و معاندین پر وعید و تہدید تھی اور ساتھ ہی اہل ایمان و طاعت کا اعزاز و اکرام اور حاملین عرش فرشتوں کی طرف سے ان کے حق میں دعا و استغفار کا ذکر تھا۔ تو اس کے بعد ان آیات میں کافروں کی ذلت و حقارت کا

دُعا کی رُوح اخلاص اور توجہ الی اللہ ہے

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کی تفسیر میں: امام احمد بن حنبلؒ سے فرض نماز کے بعد ان کلمات دعائیہ کو بھی بیان کیا گیا جو عبداللہ بن زبیرؓ سے منقول ہیں کہ ہر نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ اور عبداللہ بن زبیرؓ یہ فرمایا کرتے تھے کہ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کا عموم اگرچہ مومن کی زندگی کے ہر حال کے لیے شامل ہے توحید اور عبادت کے اخلاص سے لے کر ہر نماز کے بعد ان کلمات کو پڑھنے تک، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کی مراد یہ بھی ہے کہ اللہ سے اس طرح دعا مانگی جائے کہ اس کی قبولیت کا اللہ کے فضل سے یقین کامل ہو۔

لَمَقْتُ اللّٰهِ لغت میں مقت کے معنی نفرت اور بغض کے ہیں اور بعض اہل لغت شدت بغض کے معنی بیان کرتے ہیں۔ لام مفتوح تاکید کا ہے۔ عربیت اور اصول نحو کی رو سے مَقْتُ اللّٰهِ اِذْ تُدْعَوْنَ کا مفعول اور مقولہ ہے کہ کافروں کو پکار کر جو کہا جائے گا وہ یہ قول ہوگا۔ لَمَقْتُ اللّٰهِ الخ

مَقْتُ اللّٰهِ ترکیب اضافی ہے اور مصدر کی اضافت فاعل کی جانب ہے۔ اکثر مفسرین اس آیت کی تفسیر اسی ترکیب کے لحاظ سے کرتے ہیں اور اِذْ کو ظرفیت کے معنی پر محمول کرتے ہیں تو اس صورت میں مراد یہ ہوگی کہ کافروں کو پکار کر کہا جائے گا کہ یقیناً اللہ کا مبغوض رکھنا تم کو دنیا میں جب کہ تمہیں ایمان کی طرف دعوت دی جاتی تھی اس نفرت و بغض سے بڑھ کر تھا جو آج تم کو اس وقت اپنی جانوں سے ہے کیونکہ انسان جب مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو جس امر کے کرنے کی وجہ سے وہ مبتلا ہے اس سے متنفر ہوتا ہے چنانچہ مجاہدؒ کا قول ہے یہ جہنمی جب جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے تو کہیں گے اے میری جان میں تجھ کو مبغوض رکھتا ہوں اور تجھ سے مجھے نفرت ہو رہی ہے، اس پر فرشتے کہیں گے۔ بے شک اللہ کا بغض و نفرت تم سے اس سے زائد تھا جیسے آج تم کو خود اپنے سے ہے، یہ مفہوم تو اِذْ کے ظرفیہ ہونے کی صورت میں ہوا۔ اور اگر اِذْ کو تعلیلیہ لیا جائے تو اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ علت ہوگی بیان کردہ اللہ کے مقت بالا کی اور ماحصل اور معنی یہ ہوں گے: تم کو اپنی جانوں سے بغض و نفرت ہے مگر اللہ کو تم سے دنیا میں آج سے بھی زیادہ بغض تھا کیونکہ تم کو بار بار ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم کفر و انکار کرتے تھے۔ (روح المعانی جلد ۲۴)

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ، رفیع صیغہ صفت مشبہ ہے بمعنی مرتفع اور بلند، رفیع الدرجات بلند مرتبے والے کو کہا جاتا ہے۔ ان بلند مرتبوں سے جو اللہ رب العزت کے ہیں یہاں ذکر فرمائے جا رہے ہیں، یعنی ان کی صفات

عظیم اور جلال و کمال ہے کہ پروردگار عالم اپنی صفات کمالیہ عظمت و جلال کے باعث بہت اونچے مرتبوں والا ہے وہ اپنی وحدانیت و عظمت کے باعث تمام مخلوق سے مستغنی و بے نیاز ہے اور ساری مخلوق خواہ عالم اجسام ہو یا عالم ارواح اسی کی محتاج ہے۔ مخلوق کی احتیاج مادی اور احتیاج روحانی ہر قسم کی احتیاج اسی کی نگاہ و عنایت سے پوری ہوتی ہے۔ رزق کے ذریعہ مادی احتیاج پوری فرماتا ہے اور وحی نازل فرما کر روحانی احتیاج کو پورا فرماتا ہے تو اس پہلو کے لحاظ سے يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ فرما کر انعام تشریع اور وحی الٰہی کو بیان فرما دیا گیا کہ جس طرح اللہ رب العزت رزق پیدا فرما کر مخلوق کی عام مادی حاجتیں پوری فرماتا ہے اسی طرح وحی نازل فرما کر بندوں کی روحانی حاجتیں بھی پوری کی جاتی ہیں۔ تو اس ذات خداوندی کو ایسی بلند بالا صفات سے متصف ہونا اور شان صمدیت (بے نیازی) اور اس امر کو کہ کل کائنات اس کی محتاج ہے۔ مادی احتیاج کے لحاظ سے بھی اور روحانی احتیاج کے لحاظ سے بھی ہر طرح یہ جملہ امور اسکے مقتضی ہیں کہ وہ یکتا ہے اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بعض اقوال مفسرین کی رو سے رفیع بمعنی رافع یعنی بلند کرنے والا ہے اور درجات سے مخلوق کے درجات و مراتب مراد ہیں تو مراد یہ ہوگی کہ وہ مخلوق کے درجات بلند کرنے والا ہے کہ انبیاء و اولیاء کے درجات عام مومنین پر بلند کیے اور مومنین کے درمیان علم و فضل اخلاق کے لحاظ سے کسی کے درجے کسی پر بلند کیے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ اور اہل ایمان کو کل بنی آدم میں فوقیت دی، اسی طرح ملائکہ میں بعض کو بعض پر بلندی عطا کی جیسے کہ وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ۔

علیٰ ہذا القیاس اجسام میں بھی اللہ نے بعض اجسام کو بعض دوسرے اجسام پر فضیلت و بلندی عطا کی بعض سفلیات ہیں تو بعض علویات۔ بعض اجسام کثیف و بے نور اور ظلمت و تاریک ہیں تو بعض اجسام روشن و نور بلکہ عالم کو روشن کرنے والے ہیں۔

بعض اقوال مفسرین میں درجات سے آسمان مراد لیے ہیں کہ آسمانوں کو بلند بنایا وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا اور رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا جیسے ارشاد فرمایا گیا، سعید بن جبیرؓ سے منقول ہے، فرمایا کرتے وہ ہر آسمان کے اوپر دوسرا آسمان ہے اور سبع سموات پر عرش الٰہی۔

روح سے مراد وحی الٰہی ہے جیسے آیت مبارکہ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا میں وحی کو روح کے عنوان سے تعبیر کیا گیا۔ روح سے مراد بعض نے جبرائیل امین لیا ہے کیونکہ وہ روح القدس ہیں چنانچہ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ ——— میں حضرت جبرئیل امین کا بھی اترنا بیان کیا گیا۔

یوم التلاق قیامت کا نام ہے

یوم التلاق۔ تلاقی لغت میں ایک کا دوسرے سے ملنا ہے۔ تلاقی بمعنی ملاقات علی بن طلحہؓ حضرت

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

پکارتے ہیں اس کے سوا نہیں چکاتے ہیں کچھ ۔ بے شک اللہ

هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝۲۰ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

جو ہے وہی ہے سنتا دیکھتا ۔ کیا پھرے نہیں ملک میں ؟

فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ

کہ دیکھیں آخر کیسا ہوا انجام ان کا جو تھے ان سے پہلے

قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا

وہ تھے ان سے سخت زور میں اور جو نشان چھوڑ گئے

فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَمَا

زمین میں ۔ پھر ان کو پکڑا اللہ نے ان کے گناہوں پر ۔ اور نہ

كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝۲۱ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

ہوا ان کو اللہ سے کوئی بچانے والا ۔ یہ اس پر کہ ان پاس

كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا

آتے تھے ان کے رسول کھلے نشان لے کر ۔ پھر منکر ہوئے

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲۲ وَلَقَدْ

پھر ان کو پکڑا اللہ نے بے شک وہ زور آور ہے سخت عذاب دینے والا ۔ اور ہم نے

اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۲۳ اِلٰى

بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر اور کھلی سند ۔

فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۲۴

فرعون اور ہامان اور قارون پاس ، پھر کہنے لگے یہ جادوگر ہے جھوٹا ۔

فَلَمَّا جَآءَهُم بِالْحَقِّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا اقْتُلُوٓا

پھر جب پہنچا اُن پاس لے کر سچی بات ہمارے پاس سے، بولے مار ڈالو بیٹے

أَبْنَآءَ الَّذِينَ ءَامَنُوا مَعَهُۥ وَاسْتَحْيُوا نِسَآءَهُمْ ۚ وَ

ان کے جو یقین لائے ہیں اس کے ساتھ اور جیتی رکھو ان کی عورتیں۔ اور

مَا كَيْدُ الْكَٰفِرِينَ إِلَّا فِى ضَلَٰلٍ ﴿٢٥﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ

جو داؤ ہے منکروں کا سو غلطی میں ہے۔ اور بولا فرعون

ذَرُونِىٓ أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُۥٓ ۖ إِنِّىٓ أَخَافُ

مجھ کو چھوڑو کہ مار ڈالوں موسیٰ کو اور پکارے اپنے رب کو، میں ڈرتا ہوں

أَن يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَن يُظْهِرَ فِى الْأَرْضِ

کہ بگاڑ دے تمہاری راہ یا نکالے ملک میں خرابی

الْفَسَادَ ﴿٢٦﴾ وَقَالَ مُوسَىٰٓ إِنِّى عُذْتُ بِرَبِّى وَرَبِّكُم

اور کہا موسیٰ نے، میں پناہ لے چکا ہوں اپنے اور تمہارے رب کی

مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٢٧﴾

ہر غرور والے سے جو یقین نہ کرے حساب کے دن کا۔

تنبیہ و وعید برائے ظالمین از کرب و اضطراب

روز قیامت مع تذکرۂ قصۂ موسیٰ

قال اللہ تعالیٰ۔ وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ ... الیٰ ... مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ

(ربط) گزشتہ آیات میں منکرین کی ذلت و رسوائی کا بیان تھا اور یہ کہ قیامت کے روز عذاب خداوندی دیکھ کر وہ اس کی تمنا کریں گے کہ کسی طرح ہمیں پھر دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے تاکہ ہم ایمان لے آئیں اور نیک کام

تو ہو چکا تھا اور ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی بھی محض عیاری، اپنی بڑائی اور قوت کا رعب ڈالنے کے لیے تھا ورنہ دل اندر سے کانپ رہا ہوگا۔ غرض فرعون کی طرف سے تو یہ سازشیں و مکاری کا سلسلہ جاری تھا۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے یہ سب کچھ معلوم ہونے پر نہایت ہی اطمینان سے کہا کہ میں پناہ حاصل کرتا ہوں اپنے رب کی ہر مغرور و متکبر شخص سے جو حساب کے دن پر ایمان نہ رکھتا ہو اور اسی وجہ سے وہ بڑی دلیری اور اطمینان کے ساتھ حق کے مقابلہ پر تلا ہوا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اس طرح کا غرور و نخوت سوائے اس کے اور کسی وجہ سے نہیں ہو سکتی کہ اس شخص کو نہ قیامت کا ڈر ہے اور نہ خداوند عالم کے مواخذہ کی فکر ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ

اور بولا ایک مرد ایماندار فرعون کے لوگوں میں جو چھپاتا تھا

إِيمَانَهُۥٓ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّىَ ٱللَّهُ وَ

اپنا ایمان، کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور

قَدْ جَآءَكُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ مِن رَّبِّكُمْ ۖ وَإِن يَكُ كَٰذِبًا

لایا ہے تم پاس کھلی نشانیاں تمہارے رب کی۔ اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو

فَعَلَيْهِ كَذِبُهُۥ ۖ وَإِن يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُم بَعْضُ

اس پر پڑے گا اس کا جھوٹ۔ اور اگر وہ سچا ہوگا تو تم پر پڑے گا کوئی وعدہ

ف۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا اس وقت تھا جب ان کو فرعون اور فرعون کے درباریوں کے اس مشورہ کا علم ہوا تو اپنی قوم سے فرمایا کہ مجھے ان دھمکیوں کی ہرگز کوئی پروا نہیں میں تو اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں اس کی پناہ کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں توڑ سکتی اور فرعون یا اس کے ارکان حکومت تو کیا مجھے تو دنیا کے سارے متکبرین و جبارین کا بھی کوئی ڈر نہیں مجھے بس اسی کی پناہ و حمایت کافی ہے تو اپنی قوم سے مخاطب کی بنا پر بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ کہہ کر اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لیتا ہوں کا عنوان اختیار کیا۔ جب کہ ممکن ہے وَرَبِّکُمْ کا عنوان فرعون کے لوگوں کو سنانے کے لیے کہا ہو تاکہ ان پر یہ بات واضح ہو کہ وہ تمہارا بھی رب ہے تم کدھر بھٹکے ہوئے ہو۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کے تمام جبار و متکبر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے میں تنہا اسی رب کی پناہ لے رہا ہوں وہی میرا حامی و مددگار ہے جیسے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی حضرت تھانویؒ اسی کلمہ متکبر کے ترجمہ میں یہ لفظ فرماتے ہیں ہر مغرور و سخت مزاج شخص۔

الَّذِي يَعِدُكُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ

جو وعدہ دیتا ہے ۔ بے شک اللہ راہ نہیں دیتا اس کو جو ہو بے لحاظ

كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾ يَا قَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ فِي

جھوٹا ۔ اے قوم میری! تمہارا راج ہے آج ، چڑھ رہے ہو

الْأَرْضِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا ۚ

ملک میں ، پھر کون مدد کرے گا ہماری اللہ کی آفت سے اگر آگئی ہم پر

قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ

بولا فرعون ، میں وہی سمجھاتا ہوں تم کو جو سوجھا مجھ کو اور وہی راہ بتاتا ہوں

إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ﴿٢٩﴾ وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ

جس میں بھلائی ہے ۔ اور کہا ایماندار نے ، اے قوم میری

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ﴿٣٠﴾ مِثْلَ

میں ڈرتا ہوں کہ آوے تم پر دن ان فرقوں کا سا ، جیسے

دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ

دستور پڑا قوم نوح کی اور عاد اور ثمود کی اور جو ان کے

بَعْدِهِمْ ۚ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ ﴿٣١﴾ وَيَا قَوْمِ

پیچھے ہوئے ۔ اور اللہ بے انصافی نہیں چاہتا بندوں پر ۔ اور اے قوم میری!

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿٣٢﴾ يَوْمَ تُوَلُّونَ

میں ڈرتا ہوں تم پر آوے دن ہانک پکار کا ۔ جس دن بھاگو گے

مُدْبِرِينَ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۗ وَمَنْ

پیٹھ دے کر ۔ کوئی نہیں تم کو اللہ سے بچانے والا ۔ اور جس کو

يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ

غلطی میں ڈالے اللہ، تو کوئی نہیں اس کو سمجھانے والا ۔ اور تم پاس آچکا ہے

يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ

یوسف اس سے پہلے کھلی باتیں لے کر، پھر تم رہے دھوکے ہی میں ان چیزوں

مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ

سے جو وہ لایا ۔ یہاں تک کہ جب مر گیا کہنے لگے ہرگز نہ بھیجے گا

اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ

اللہ اس کے بعد کوئی رسول ۔ اسی طرح بہکاتا ہے اللہ اس کو

هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ

جو ہو زیادتی والا شک کرتا ۔ وہ جو جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں

اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ

میں بغیر کچھ سند کے، جو پہنچی ہو ان کو۔ بڑی بیزاری ہے اللہ کے ہاں،

وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ

اور ایمان والوں کے ہاں ۔ اسی طرح مہر کرتا ہے اللہ ہر دل

قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾

پر غرور والے سرکش کے ۔

قصۂ مرد مؤمن از آل فرعون و نصیحت ارشاد و دعوت ایمان

فرعون و ارکان سلطنت و زجر و توبیخ بر ارادۂ قتل موسیٰ علیہ السلام

قال اللہ تعالیٰ ۔ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ... الیٰ ... كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۔

اگر ان کو کسی قسم کا نقصان نہ ہوگا، پھر کیا فائدہ کہ بیٹھے بیٹھے بے مقصد کسی کو قتل کر ڈالا جائے، چنانچہ یٰقَوْمِ
لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ سے یہ کہہ کر سمجھانا چاہا کہ ملک واقتدار کے حاصل ہو جانے پر نہیں یہ بات زیب
نہیں دیتی کہ ظلم و تشدد کی روش اختیار کی جائے بلکہ اگر ایسا کیا جائے گا تو نہ صرف یہ کہ انسانی فطرت
سے بعید ہے بلکہ اللہ کے غضب و انتقام کا بھی موجب ہے اور خداوند عالم کے غضب اور انتقام سے کوئی
طاقت نہیں بچا سکتی تو ان کلمات میں نہایت لطیف انداز سے فرعون کے ذہن کو اس طرف متوجہ کیا کہ اگر تو
غور کرے تو سمجھ جائے گا کہ یہ حکومت اور غلبہ جو تیرا حاصل کردہ نہیں ہے کہ تو نے اپنی کسی صلاحیت یا قوت
سے اسے حاصل کیا ہو یقیناً تجھے ماننا چاہیے کہ کوئی قدرت و طاقت ایسی ہے جو انسانی قدرت اور وسائل
سے بالاتر ہے بس اسی قدرت کا مالک اللہ ہے جس نے تجھ کو یہ سلطنت دی اور جس نے اپنی بڑی
حکومت دی ہے وہ پروردگار تجھ سے چھین بھی سکتا ہے اور اپنا قہر و غضب بھی نازل کر سکتا ہے تو اگر
ایسا ہو تو پھر اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت نہیں کر سکتی تو اس حقیقت بین مرد مومن نے
نہایت ہی لطیف انداز سے قدرت خداوندی اس کی نعمت اور اس کی سزا کا ذکر کر ڈالا اور اس فرعون
کو جو یہ کہتا تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کا ان کلمات سے اس طرف فکر کی دعوت دی کہ ان چیزوں کو سوچ کر دعوائے
ربوبیت کو چھوڑ کر اس پر ایمان لائے ورنہ اللہ کے قہر کے نتائج سے باز آ جائے۔

یہ تھے وہ خصوصی نکات جن پر اس مرد مومن کا ناصحانہ خطاب مشتمل تھا، اس ناصحانہ دلپذیر معقول
مدلل خطاب اور انسانی فطرت اور اس کے شعور کو بیدار کرنے والے حقائق سے فرعون بظاہر متاثر
ہونے لگا ہوگا اور ڈرا ہوگا کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ لوگ خود ہی اپنے ذہن میں جمے ہوئے تصورات اور
معتقدات کو غلط قرار دے دیں، تو فوراً بات کو کاٹنے کے انداز میں اس مرد مومن کے وعظ کے دوران جو
ابھی مزید نصیحت و حقائق بیان کرنے والا تھا بول پڑا جس کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا قَالَ
فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ، فرعون اس پر کہنے لگا کہ لوگو!
میں بس تم کو وہی بات سمجھاتا ہوں اور اسی چیز کی رہنمائی کرتا ہوں جس کو میں خود بہتر سمجھتا ہوں اور
میں تم کو صرف بھلائی کا راستہ دکھا رہا ہوں۔

اس مرد مومن نے اس طرح بہکی باتوں پر بات کی تردید و تغلیط کی طرف رخ کرنے کے
بجائے پھر وہی اصل حکیمانہ خطاب کے باقی اہم نکات کا سلسلہ بیان شروع کر دیا جو فرعون نے بیچ میں غلط
طریقہ سے کاٹ دیا تھا۔

چنانچہ مزید گزشتہ تاریخی عبرتناک واقعات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ
عَلَيْكُمْ کہ اگر تمہاری یہی روش رہی تو پھر مجھے اسی قسم کے عذاب کا خطرہ ہے جو پہلی قوموں قوم
نوح، عاد و ثمود اور ان کے بعد والوں پر نازل ہوا اور یہ بھی سمجھ لو کہ اس دنیا کے عذاب کوئی وقتی اور
اتفاقی قسم کے پیش آنے والے حادثات نہیں بلکہ یہ بلاشبہ قدرت رب العزت کی طرف سے مجرمین

کو سزا ہوئی ہے اور اس طرح کی سزا میں کسی قسم کا ظلم نہیں ہوتا بلکہ مجرمین درحقیقت ایسی ہی سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو بندوں پر ذرہ برابر ظلم کا ارادہ نہیں رکھتے اور جو رب ایسا ارادہ بھی نہیں رکھتا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس سے واقعۃً ظلم کا تحقق ہو جائے۔

اور چونکہ یہ تو جو کچھ ہوا وہ دنیوی زندگی تک کا معاملہ ہے مگر یہ جان رکھو کہ اسی پر بس ہونے والا نہیں بلکہ تم اس سے بھی بڑھ کر تمہاری نسبت یوم التناد یعنی اس دن کے عذاب کا ڈر ہے جس دن آواز پہ آواز پڑا کرے گی۔ پکارا جائے گا۔ کوئی پکار اور ندا والے ان کا معاملہ تو یہ ہوگا کہ تم پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگو گے۔ اور تم کو عذاب خدا سے کوئی بھی بچانے والا نہ ہوگا۔ اور پھر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم اس بات پر بھی سوچو کہ یہ تمہاری بدبختی اور گمراہی خدا کی طرف سے محرومی ہے جس کی وجہ سے یہ باتیں تم سے ظاہر ہو رہی ہیں۔

اور یہی تم کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ تمہاری یہ صفت تمہارے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملی ہے تمہارے بزرگوں کے زمانہ میں اس سے پہلے اللہ کے پیغمبر حضرت یوسفؑ آئے۔ ان کے ساتھ بھی معاملہ نافرمانی اور ایذا رسانی کا کیا اور آج تم اسی نقش قدم پر چل رہے ہو۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فوائد میں تحریر فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں مصر والے ان کی نبوت کے قائل نہ ہوئے۔ ان کی موت کے بعد جب مصر کی سلطنت کا نظم بگڑ گیا تو کہنے لگے کہ یوسفؑ کا قدم اس شہر پر کیسا مبارک تھا۔ اب ایسا کوئی آئندہ کوئی نہیں آئے گا۔

غرض اس بات سے مراد یہ تھی کہ نعمت کی قدر زوال کے بعد ہوتی ہے۔ فی الحال تم کو موسیٰ علیہ السلام کی قدر نہیں لیکن یاد رکھو تم اسی طرح پچھتاؤ گے جیسے کہ اہل مصر یوسفؑ کے بعد پچھتائے۔ ان نصائح اور دلائل باہرہ کے بعد حقائق کو بیان کرتے ہوئے مرد مومن نے اخیر میں صاف کہہ ڈالا کہ سب کچھ تمہاری طرف سے غلط قسم کی تعدی اور زیادتی ہے اور خدا کی نشانیوں میں بے دلیل بحث بازی اور جھگڑا کرنا ہے اور یہ تمام امور اس بات کی نشاندہی کر رہی ہیں کہ تمہارے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اور واقعی تم جیسے مغرور اور متکبر لوگوں کے تو دلوں پر مہر لگا دیا ہے پھر کوئی گوشہ ایسا باقی نہیں رہتا کہ قلب کسی بات سے ہدایت و رہنمائی حاصل کرلے گویا یہ بتا دیا کہ یہ غفلت کا درجہ ہو جانا یہ ہی انسان کی انتہائی بدبختی ہے۔

آل فرعون کے مرد مومن کے ایمان و اخلاص سے
صدیق اکبرؓ کا جذبہ ایمان بڑھ کر تھا

امم سابقہ میں جو فضائل و کمالات حق تعالیٰ نے عطا فرمائے وہ اس امت کے افراد میں بھی بدرجہ اتم و اکمل پائے جاتے ہیں۔ یہ کلمات جس مرد مومن کے اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ جو قرآن کریم نے ذکر فرمائے وہی الفاظ ہیں جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے اس وقت نکلے جب کہ کفار مکہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و ستم ڈھانے پر تلے ہوئے تھے۔ عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ جو تکلیف پہنچائی وہ مجھے بتاؤ، تو فرمایا ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آکر آپ کی گردن میں کپڑا ڈال اور اس زور سے کھینچا کہ گلا گھٹنے لگا انتہائی تکلیف انتہائی شدت کو پہنچ چکی تھی سامنے سے ابوبکر رضی اللہ عنہ آگئے اور عقبہ کو زور سے ایک دھکا دیا اور فرمایا۔ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (افسوس تم ایک شخص کو قتل کرنے کے در پے ہو محض اس بات پر کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور حال یہ ہے کہ وہ تو تمہارے پاس نبوت و رسالت کے واضح اور روشن دلائل تمہارے رب کی طرف سے لے کر تمہارے پاس آیا ہے) تو آل فرعون کا مرد مومن تو اپنے ایمان کو چھپانے والا تھا مگر صدیق اکبر کا یہ مرد مومن وہ تھا کہ جس نے روز اول سے اپنے ایمان کا اعلان کیا۔ مسند بزار اور دلائل ابو نعیم میں محمد بن علی سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اثناء خطبہ یہ فرمایا۔ بتاؤ سب سے زیادہ بہادر اور طاقتور کون ہے لوگوں نے جواب دیا ہم میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر تو آپ ہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میرا حال تو یہ ہے کہ جس کسی نے میرا مقابلہ کیا میں نے اس سے انتقام لیا۔ سب سے زیادہ شجاع تو ابوبکرؓ تھے۔ ہم نے دیکھا کہ قریش کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جا رہے ہیں انت جعلت الالھة الٰھا واحدا (کیا تو ہی ہے وہ شخص جس نے بہت سے معبودوں کو ایک معبود بنا دیا) تو اس وقت ہم میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ آپ کے قریب جھٹکے۔ اتفاقاً سامنے سے ابوبکرؓ آگئے اور مشرکین کے ہجوم میں گھس پڑے اور بڑی قوت کے ساتھ کسی کے لات ماری اور کسی کو گھونسہ مارا اور باواز بلند مشرکین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ وَيْلَكُمْ (ہلاکت ہو تمہاری) اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ کہہ کر رو پڑے اور فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آل فرعون کا مرد مومن افضل تھا یا ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ لوگ خاموش ہو گئے تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم ابوبکرؓ کی ایک گھڑی آل فرعون کے مرد مومن کی تمام زندگی سے بدرجہا بہتر ہے۔ اس نے تو اپنے ایمان کو چھپایا تھا مگر ابوبکرؓ نے اپنے ایمان کا اظہار و اعلان کیا۔ پھر یہ کہ اس مرد مومن کی حمایت ناصحانہ خطاب اور باتوں تک محدود رہی گو یہ بھی بہت بڑا جہاد تھا لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو زبانی نصیحت و حمایت کے علاوہ اپنے ہاتھ پاؤں اور عمل سے اللہ کے پیغمبر کی حمایت اور مدد کی تو بے شک یہ بہت ہی اونچا اور اعلیٰ مقام تھا جو اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

یوم التناد کی تفسیر

یوم التناد کی تفسیر میں با عموم مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ قیامت کا دن ہے کہ اس میں

اہل الخطیات تو جب بھی تو انہی کے ساتھ اٹھے گا جس میں تو بھی خیال کر رہا ہوں کہ اسی طرح تیرا اٹھنا اہل خطا ہی کے ساتھ ہوگا۔ خواہ وہ کتنے ہی اقسام و انواع کی خطائیں ہوں۔

ابن ابی حاتمؒ نے کتاب السنۃ میں عبداللہ بن عمرؓ سے تخریج فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز ایک منادی ندا کرے گا۔ خبردار کھڑے ہوجائیں وہ لوگ جو خدا سے جھگڑنے والے ہیں اس ندا پر فرقہ قدریہ کھڑا ہوگا اور اس گمراہ فرقہ کے علاوہ علیٰ ہذا القیاس جو بھی فرقے اہل بدعت کے ہوں گے خواہ ان کی بدعات عملی ہوں یا اعتقادی سب کھڑے ہوجائیں گے اور اسی روز اہل جنت اہل نار کو پکاریں گے، اور اہل اعراف جہنمیوں کو آوازیں دیں گے جس کی تفصیل سورۃ اعراف میں گزر چکی۔ یہاں تک کہ آخری ندا یہ ہوگی۔ ہر ایک سعید و شقی کا نام پکارتے ہوئے، یہ ہیں سعادت والے جو کبھی ناکام نہ ہوں گے اور یہ اہل اشقیاء و بدبخت جو کبھی کامیاب و کامران نہ ہوں گے۔ (بیہقی)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم کو قیامت کے روز میزان اعمال پر لایا جائے گا اور درمیان میں کھڑا کر دیا جائے گا۔ اگر اس کے اعمال حسنہ بھاری اور غالب ہوئے تو فرشتہ اس کی کامیابی کا اعلان کر دے گا اور اگر اس کے اعمال سیئہ بھاری اور غالب ہوگئے تو اس کی بدبختی کا اعلان کر دیا جائے گا اور یہ ایسی ندا ہوگی جس کو تمام مخلوق سنے گی۔

طبرانی نے ابوہریرہؓ سے ایک روایت تخریج کی ہے۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایک منادی کو حکم فرمائے گا۔ جو ندا کرے گا اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ میں نے ایک نسب بنایا تھا اور تم نے ایک نسب بنایا۔ میں نے تو یہ نسب مقرر کیا تھا کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کہ تم میں سب سے زیادہ کرامت و عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔ مگر اے لوگو! تم نے یہ بات نہیں مانی اور تم باز نہ آئے مگر یہ کہ تم یہی کہو فلاں ابن فلاں بہتر ہے فلاں ابن فلاں سے یعنی تم خاندانی شرافت اور برتری میں لوگوں کو تولتے رہے۔ بس سمجھ لو کہ آج میں اپنے نسب کو بلند کرتا ہوں اور تمہارے نسب کو گھٹاتا ہوں۔ (اعلان ہوگا) کہاں ہیں تقویٰ والے۔ تو اس طرح اس روز اہل تقویٰ کو پکارا جائے گا اور اسی دن ایک اور ندا دی جائے گی۔ جس وقت کہ موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔ یا اہل الجنۃ خلود ولا موت و یا اہل النار خلودٌ لا موت۔ امام بخاری و مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنتی جب جنت میں چلے جائیں گے اور جہنمی جہنم کو چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا (ایک چتکبرے یعنی مینڈھے کی شکل میں) یہاں تک کہ اسے جنت اور جہنم کے درمیان رکھا جائے گا اور پھر اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ اس اعلان کے ساتھ کہ اے اہل جنت اب ہمیشہ جنت میں رہنا ہے آئندہ کوئی موت نہیں اور اے اہل نار اب ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے آئندہ کوئی موت نہیں کہ مر کر ہی اس عذاب سے نجات مل جائے تو اس ندا و اعلان پر اہل جنت کی خوشیوں پر مزید خوشی کا اضافہ ہو جائے گا اور اہل نار کے غموں پر رنج و غم کا اضافہ

ہو جائے گا۔ الغرض اس طرح کی تمام نداؤں کا اجتماع اس دن کو یوم التناد بنادینے والا ہوگا۔

یہ تفصیل اس صورت میں ہے کہ یوم التناد دال کے کسرہ اور تخفیف کے ساتھ پڑھا جائے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ضحاکؒ اس کو دال کی تشدید کے ساتھ یوم التنادّ پڑھا کرتے تھے تو اس قرأت کی رو سے یہ مصدر مشتق ہوگا نَدَّ یَنِدُّ سے ہوگا، یعنی بھاگنا، پڑکنا، کہا جاتا ہے نَدَّ البعیر جب اونٹ بدک کر بھاگ جائے۔ اس قرأت کی تائید اس روایت سے ہے جو ابن المبارکؒ اور ضحاکؒ نے بیان کی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا، اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کو حکم فرمائے گا تو وہ مع اپنی تمام مخلوق کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، ملائکہ اس کے کناروں پر ہو جائیں گے جس وقت پروردگار کا حکم ہوگا تو وہ اتریں گے اور زمین والوں کا احاطہ کرلیں گے، پھر اسی طرح دوسرے، تیسرے، چوتھے، پانچویں، چھٹے آسمان کو حکم ہوگا ہر ایک کے فرشتے صف در صف صفیں بنالیں گے، پھر ایک بہت بلند فرشتہ اترے گا اس کے بائیں جانب جہنم ہوگی۔ جب زمین والے جہنم دیکھیں گے تو گھبرا کر بھاگنے لگیں گے تو اس حالت میں زمین کے جس کونہ اور جانب کا رخ کریں گے وہاں فرشتوں کو صف بستہ پائیں گے کہ ان کی سات صفیں مرتب ہیں، اور انہوں نے ہر راستہ گھیر رکھا ہے۔ بھاگ کر کہاں جائیں گے، تو یہ دیکھ کر پھر اپنی جگہ لوٹ آئیں گے۔ ضحاکؒ فرمایا کرتے ہیں مراد ہے اس آیت مبارکہ اِنِّیٓ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ یَوۡمَ التَّنَادِ کی کہ میں تمہارے بارے میں خوف کر رہا ہوں اس دن کا جب ہر طرف لوگ بھاگتے ہوں گے اور ان کو کسی رخ سے بھی پناہ نہ ملے گی اور نہ نکلنے کا راستہ ہوگا۔ (تفسیر مظہری جلد ہشتم)

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے یوم التناد کے ایک اور معنی بیان کئے، فرمایا یہ وہ دن ہے جس میں فرعونیوں پر عذاب آیا جیسا کہ فرماتے ہیں۔ یہ ہانک پکار کا دن ان پر آیا جس دن بحر قلزم میں غرق ہوئے اس وقت ڈوبتے ہوئے ایک دوسرے کو پکارنے لگے (شاید اس مرد مومن کو کشف سے معلوم ہوا ہوگا یا قیاس سے کہ ہر قوم پر اسی طرح عذاب آتا ہے۔ (از فوائد شیخ الاسلام)

وَقَالَ فِرۡعَوۡنُ یٰهَامٰنُ ابۡنِ لِیۡ صَرۡحًا

اور بولا فرعون اے ہامان بنا میرے واسطے ایک محل

لَّعَلِّیۡۤ اَبۡلُغُ الۡاَسۡبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسۡبَابَ السَّمٰوٰتِ

شاید میں پہنچوں رستوں میں، رستوں میں آسمان کے

فَاَطَّلِعَ اِلٰۤی اِلٰهِ مُوۡسٰی وَ اِنِّیۡ لَاَظُنُّهٗ کَاذِبًا ؕ وَ

پھر جھانک دیکھوں موسیٰ کے معبود کو اور میری اٹکل میں تو وہ جھوٹا ہے۔ اور

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ

اسی طرح بھلے دکھلائے تھے فرعون کو اس کے بُرے کام، اور روکا گیا

السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ

راہ سے، اور جو داؤ تھا فرعون کا سو کھپنے کے واسطے۔ اور کہا

الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾

اس ایماندار نے، اے قوم! میری راہ چلو پہنچا دوں تم کو نیکی کی راہ پر۔

يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ

اے قوم! یہ جو زندگی ہے دنیا کی، سو برت لینا ہے اور وہ گھر جو

هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا

پچھلا ہے وہی ہے ٹھہراؤ کا گھر۔ جس نے کی ہے بُرائی تو وہی بدلہ پاوے گا اس

مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ

کے برابر۔ اور جس نے کی ہے بھلائی، مرد ہو یا عورت اور

هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ

وہ یقین رکھتا ہو سو وہ لوگ جاویں گے بہشت میں، روزی پاویں

فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى

گے وہاں بے شمار۔ اے قوم مجھ کو کیا ہوا ہے بلاتا ہوں تم کو

النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ

بچاؤ کی طرف، اور تم بلاتے ہو مجھ کو آگ کی طرف۔ تم بلاتے ہو مجھ کو کہ منکر ہوں

بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا

اللہ سے، اور شریک ٹھہراؤں اس کا جس کی مجھ کو خبر نہیں۔ اور میں

اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ

بلاتا ہوں تم کو اس زبردست گناہ بخشنے والے کی طرف۔ آپ ہی ہو گیا کہ جس کی طرف مجھ کو

اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ

بلاتے ہو اس کا بلاوا کہیں نہیں دنیا میں اور نہ آخرت میں

وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ

اور یہ کہ ہم کو پھر جانا ہے اللہ کے پاس اور یہ کہ زیادتی والے وہی ہیں

اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَ

دوزخ کے لوگ۔ سو آگے یاد کرو گے جو میں کہتا ہوں تم کو۔ اور

اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾

میں سونپتا ہوں اپنا کام اللہ کو۔ بے شک اللہ کی نگاہ میں ہیں سب بندے۔

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ

پھر بچا لیا اس (موسیٰ) کو اللہ نے برے داؤں سے جو کرتے تھے اور الٹ پڑا فرعون والوں پر

سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ۚ

بری طرح کا عذاب۔

بے شرمی و بیباکی فرعون و اعلان ارشاد و نصیحت

مرد مومن بعد تکذیب و تردید و مقابلہ با رسول خدا

قال اللہ تعالیٰ۔ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا ... الیٰ ... سُوْٓءُ الْعَذَابِ۔

(ربط) مرد مومن کی نصیحتوں کا سلسلہ چل رہا تھا۔ اس مرد مومن کے اس خطاب میں ایسے حقائق و دلائل اور شواہد بھی شامل تھے۔ اور ایسے قوی اصول پر یہ خطاب مشتمل تھا کہ کسی بھی صاحب عقل انسان کو ان

کے قبول کرنے میں کوئی تردد نہیں ہو سکتا۔ فرعون ان دلائل کی قوت اور ان کی تاثیر کے سامنے بے بس ہو کر رہ گیا تھا، درمیان میں کچھ بے دلیل باتیں بھی کی تھیں وہ اس قدر بے اصل بات تھی کہ مرد مومن کے معقول خطاب کے سامنے اس کا بولنا ہی اپنی حماقت کا ثبوت دینا تھا۔ ان حالات کے پیش نظر اب فرعون نے اپنی فرعونیت کا اعلیٰ مظاہرہ کرتے ہوئے بے شرمی اور حماقت کا ایک اور رخ اختیار کیا۔ جس میں وہ اپنی رعونت بھی ظاہر کرنا چاہتا تھا تاکہ اگر مرد مومن کو خاموش کرنے کے لیے دلیل نہیں پیش کر سکتا تو زور اور دباؤ کا ہی مظاہرہ کر کے دیکھ لوں تو اب ان آیات میں فرعون کی مغرورانہ دھونس کا ذکر کرنے کے بعد مرد مومن کے ناصحانہ خطاب کا دوسرا حصہ بیان فرمایا۔ ارشاد فرمایا گیا۔

اور کہا فرعون نے اے ہامان میرے واسطے بناؤ ایک اونچی عمارت تاکہ میں اس پر چڑھ کر دیکھوں، شاید میں رسائی حاصل کر لوں ایسے راستوں کی جو راستے آسمانوں تک پہنچانے کے ہوں پھر وہاں پہنچ کر میں جھانکوں موسیٰ کے خدا کی جانب، اور جھانک کر دیکھوں کہ موسیٰ کا خدا کیسا ہے اور میں تو موسیٰ کو اس کے اس دعوے میں کہ میرے علاوہ کوئی اور خدا ہے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں[۱]۔ بہرکیف یہ بے ہودہ بات تھی جو اس نے کہی اور اس طرح آراستہ کر دی گئی تھی فرعون کے لیے اس کے عمل کی برائی منجملہ دیگر برائیوں کے جیسے یہ بات اس کے ذہن میں رچی اور اس کو عمل معلوم ہوئی حالانکہ یہ انتہائی درجہ کی حماقت اور جہالت کی بات تھی۔ اس بات کو کہہ کر تو اس نے یہ ثابت کر دیا کہ نہ اس کو آسمان کی بلندی کا علم ہے اور نہ اس کو اس بات کا اندازہ ہے کہ کوئی عمارت کتنی بلند بنائی جا سکتی ہے اور خواہ وہ کتنی بھی بلند بنا لی جائے لیکن اس پر چڑھ کر آسمانوں کے اوپر کے احوال کا اس کو کیسے مشاہدہ ہو سکتا ہے اور وہ روک دیا گیا ہر سیدھے عقل اور ہدایت کے راستے سے اس لیے اب اس کے بعد کوئی توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ عقل اور ہدایت کا کوئی راستہ پائے۔ اور یہ سب کچھ تدبیریں موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں کرتا رہا۔ مگر فرعون کی ہر تدبیر غارت ہو گئی۔ اور نتیجہ سوائے ہلاکت و ذلت کے اور کچھ نہ ہو سکا۔

مرد مومن نے فرعون کی ایسی احمقانہ اور سراپا جہالت کی بات سن کر دوبارہ انداز نصیحت اختیار کرتے ہوئے حسب سابق رشد و ہدایت کا پیغام دینا شروع کر دیا اور کہا اس مرد مومن نے جو موسیٰؑ پر ایمان لا چکا تھا اور اس ناصحانہ خطاب میں اپنا ایمان ظاہر بھی کر چکا تھا۔ اے میری قوم تم میری بات مانو۔

---

[۱] ان کلمات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے نمرود کی طرح ایسی بلند عمارت بنانے کا حکم دیا اور وہ بنائی گئی بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ وہ بنائی نہیں گئی۔ بہرکیف جو کچھ بھی ہو اس ملعون کی یہ بات یا استہزاء و تمسخر تھی یا وہ اس قدر پاگل دیوانہ ہو گیا تھا کہ ایسی احمقانہ باتیں سوچنے لگا۔ بعض مفسرین نے بیان کیا کہ یہ تو وہ بھی جانتا تھا کہ کتنی بھی بلند تعمیر بنائے مگر آسمان تک نہیں پہنچ سکتا۔ پھر بھی بعض لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے یہ حرکت کی۔ قرطبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ یہ بلند عمارت تعمیر کرائی گئی لیکن بلندی پر پہنچتے ہی منہدم ہو گئی۔

نہیں تمہیں دکھا رہا ہوں وہ ہدایت کا سیدھا راستہ جس پر میں واضح دلائل پیش کر رہا ہوں اور ایسے حقائق ہیں جن کو ہر شخص جو فطرت سلیمہ اور عقل صحیح رکھتا ہو تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ برخلاف فرعون کے اس دعوے کے جو وہ کر رہا تھا۔ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ۔ وہ محض اپنی بات کی پچ اور تقلید ہے اور ایک جاہل دعوی ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔ فرعون محض دنیا کی دولت اور سلطنت کی وجہ سے غرور میں پڑا ہوا تھا جس کا نتیجہ ہے کہ وہ اپنی جہل اور حماقت کی بات کو یہ کہتا ہے کہ میں تمہیں سیدھا راستہ ہی بتلا رہا ہوں۔ اس نے کہا اے میری قوم تم خوب سمجھ لو یہ دنیا کی زندگی اور سلطنت و دولت تو صرف چند روزہ نفع اٹھا لینے کا سامان ہے[۱] جو قلیل اور حقیر سامان ہے اور یقیناً آخرت ہی دار القرار مستقل ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ وہاں کا قیام دائمی ہوگا۔ وہاں کی راحت و نعمت بھی دائمی ہے اور عذاب بھی دائمی ہے۔ یہ بہت بڑی چوک اور حماقت کی بات ہوگی کہ انسان عارضی متاع دنیا سے اس قدر دھوکہ اور فریب میں پڑ جائے کہ اصل دائمی ٹھکانہ بھلا دے اور اس کی راحت و آرام اور وبال کی اذیت و آلام کی کوئی فکر ہی نہ کرے حالانکہ یہ قانون طے ہو چکا ہے کہ جو شخص کوئی برائی کرے تو اس کا بدلہ بس اسی کے برابر دیا جائے گا نہیں کہ اس پر کچھ اضافہ ہو اور جو شخص نیکی کا کام کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے لوگ تو جنت میں داخل ہوں گے جن کو رزق اور ہر طرح سامان راحت عطا کیا جائے گا بغیر کسی حساب کے کہ وہ جزاء عمل کی حد تک محدود و مقید نہ ہوگا بلکہ وہ اللہ رب العزت کی طرف سے محض فضل و ثواب و انعام ہوگا جس کی نہ کوئی حد ہوگی اور نہ انتہا اور نہ اس کے لیے فنا ہوگی، اور نہ انقطاع بلکہ دوام و تسلسل کے ساتھ ان انعامات کا سلسلہ اہل ایمان و عمل صالح کے لیے جاری رہے گا اور دیکھنا چاہیے کہ پروردگار عالم کی یہ کس قدر عظیم عنایت و رحمت ہے کہ برائی کا بدلہ اللہ تعالیٰ نے تو صرف برائی کی حد تک محدود رکھا ہے لیکن ایمان اور اعمال صالحہ کا بدلہ اعمال کے بقدر نہیں رکھا بلکہ کم از کم دس سے لے کر سات سو گنا تک اور اس سے بھی زائد جس کے لیے چاہے۔ تو ایسی صورت میں تم میں سے ہر ایک کو یہی چاہیے کہ دنیا کی حقیر اور قلیل منفعت کو آخرت کے بے پایاں انعامات پر ترجیح نہ دے اور ایسے حقیر اور قلیل متاع دنیا کے دھوکہ میں مبتلا ہو کر اس دار القرار کی ابدی تکالیف و آلام میں اپنے آپ کو نہ ڈال دے عاقل کا کام تو یہ ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے دار القرار کی تیاری کرے۔ اور میری قوم مجھے کیا ہوا میں یہ عجیب منظر دیکھ رہا ہوں کہ میں تم کو دعوت دے رہا ہوں نجات کے راستہ کی طرف اور تم مجھ کو بلا رہے ہو دوزخ کی آگ کی جانب۔ تم مجھ کو اس بات کی دعوت دے رہے ہو تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ کہ میں اللہ کا انکار کر دوں اور اس کے ساتھ کفر کروں اور اس کے ساتھ ایسی چیز شریک کروں جس کا مجھے کوئی علم اور میرے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں اور میں تم کو

---

[۱] اشارہ ہے کہ متاع پر تنوین تقلیل اور تحقیر دونوں معنی پر دلالت کے لیے ہے حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اسی طرح مراد بیان فرمائی ہے۔ ۱۲

بلا رہا ہوں اس عزت والے خطا بخش پروردگار کی طرف کہ جس کی قوت وعزت کے باعث کوئی اس کی رحمت کو روک نہیں سکتا اور باوجودیکہ اس کی عزت وعظمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا وہ غفار و خطا بخش ہے۔ یقیناً جس چیز کی تم مجھے دعوت دے رہے ہو اس کے واسطے نہ تو دنیا ہی میں کوئی پکار ہے کہ کوئی اس کو دنیا میں اپنی کسی حاجت کے لیے پکارے کیونکہ وہ اس لائق ہی نہیں اور نہ ہی آخرت میں کسی عذاب اور پریشانی کے دفع کرنے کے لیے اس کے واسطے کوئی پکار ہے اور بے شک ہم سب کا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے اور بے شک زیادتی کرنے والے اور عبودیت و بندگی کی حدود سے نکل جانے والے وہاں جا کر بس وہ سب کے سب جہنمی ہی ہوں گے اور اس وقت اگرچہ میری یہ نصیحت اور بات تمہارے دل کو نہیں لگتی مگر تم عنقریب یاد کرو گے۔ یہی بات جو میں تم کو کہہ رہا ہوں اور جواب میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ میں اپنی حجت پوری کر چکا اور جو کچھ نصیحت و ہمدردی سمجھانا تھا وہ سمجھا چکا۔ اپنی اس ذمہ داری کو پورا کر لینے کے بعد بس میں اپنا معاملہ اسی کے حوالہ کرتا ہوں، جس سے کسی کی کوئی حالت پوشیدہ نہیں نہ میرا اخلاص اور یہ جذبہ اور تم کو راہ راست پر لانے کی امکانی جدوجہد اور نہ تمہارا اعراض و بے رخی۔ اس لیے وہ میرا پروردگار ہر ایک کو اس کے کردار کا بدلہ دے گا۔ حق و باطل کی یہ کشاکش جاری رہی۔ فرعون اور فرعون کے متبعین ہر طرح کی تدبیر کرتے رہے اور اس مرد کے خلاف سوچتے رہے لیکن اللہ نے بچا لیا اس مرد مؤمن کو ان کی سازشوں و تدابیر کی تمام برائیوں سے [1] اور اس مرد مؤمن کو کسی بھی سازش سے نقصان نہ پہنچا سکے۔ اور اس کے برعکس الٹا چمٹ پڑا فرعونیوں پر بہت ہی برا عذاب۔

مرد مؤمن کا دوسرا ناصحانہ خطاب۔ دنیا کی بے ثباتی اور جزاء اعمال کا معیار

مرد مؤمن نے اپنے ناصحانہ خطاب کے دوسرے حصہ میں پہلے حصہ سے بڑھ کر اہم اور عظیم نکات کی طرف اشارہ کیا اور نہایت واضح انداز میں ہدایت و گمراہی پر مرتب ہونے والے آثار اور ثمرات کا ذکر کر دیا ساتھ ہی تنبیہ اور وعید بھی بلیغ انداز میں کر دی۔ سب سے پہلے توجہات دنیا اور عقبیٰ کا فرق واضح کرتے ہوئے یہ بتایا کہ دنیا کی ہر نعمت اور ہر راحت عارضی اور ناپائیدار بلکہ محض دھوکہ و فریب ہے۔ اور دار آخرت ہی حقیقتاً قرار و پائیداری کی جگہ ہے وہاں کی راحتیں اور نعمتیں ہی پائیدار اور ابدی ہیں اور اگر عذاب و تکلیف ہے تو وہ بھی دائمی ہے۔ اس وجہ سے عقل کا تقاضا ہے کہ انسان دائمی اور پائیدار کی فکر کرے۔ عارضی

[1] بعض مفسرین نے فرعونیوں کی مختلف سازشوں کا ذکر کیا ہے مگر کچھ بھی وہ کر سکتے ہوں انہوں نے یقیناً اس میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا ہوگا مگر اللہ نے ہر چیز سے محفوظ رکھا۔ ۱۲

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا

آگ ہے کہ دکھا دیتے ہیں اُن کو صبح اور شام۔

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوٓا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ

اور جس دن قائم ہوگی قیامت - داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت

الْعَذَابِ ﴿٤٦﴾ وَإِذْ يَتَحَاجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ

عذاب میں - اور جب آپس میں جھگڑیں گے آگ میں، پھر کہیں گے

الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوٓا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا

کمزور غرور کرنے والوں کو ہم تھے تمہارے پیچھے،

فَهَلْ أَنْتُمْ مُّغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ النَّارِ ﴿٤٧﴾

پھر کچھ تم ہم پر سے اُٹھا لوگے حصہ آگ کا؟

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوٓا إِنَّا كُلٌّ فِيهَآ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ

کہیں گے جو غرور کرتے تھے ہم سبھی پڑے ہیں اس میں، اللہ فیصلہ

حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿٤٨﴾ وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ

کر چکا بندوں میں - اور کہیں گے جو لوگ پڑے ہیں آگ میں

لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا

دوزخ کے داروغوں کو مانگو اپنے رب سے کہ ہم پر ہلکا کرے کسی دن

مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾ قَالُوٓا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُمْ

تھوڑا عذاب - وہ بولے کیا نہ آتے تھے تم پاس تمہارے رسول

بِالْبَيِّنٰتِ ۖ قَالُوا بَلٰى ۚ قَالُوا فَادْعُوا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا

کھلے نشان لے کر؟ کہیں گے کیوں نہیں! بولے: پھر پکارو - اور کچھ نہیں پکارنا

اللہ تعالیٰ نے انہی اجزاء مخصوصہ کے ساتھ روح کا تعلق قائم فرما کر زندہ کر دیں گے اور نکیرین کا سوال و جواب در اصل انہی اجزاء مخصوصہ سے ہوگا اور پھر قیامت کے روز یہی اجزاء اصلیہ حشر و نشر کے وقت اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوں گے۔

(نہایۃ الاقدام لامام الشہرستانی۔ بحوالہ عقائد الاسلام حضرت مولانا محمد ادریس رحمۃ اللہ علیہ)

بہر کیف یہ آیات اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا برزخ میں عذاب قبر کو ثابت کر رہی ہے اور یہ کہ یہ عذاب قبل از قیامت ہوگا جیسے کہ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ کی تصریح اس پر دلالت کر رہی ہے اور حبیب نجار کے تذکرہ میں جن کو کفار نے شہید کر دیا تھا قرآن کے متعلق ہے قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ کہ شہادت کے بعد یہی حکم ہو گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور جنت میں داخل ہو گیا تو اس کو تمنا ہوئی کاش میری قوم کو بھی اس نعمت و کرامت کا علم ہو جاتا تاکہ وہ بھی ایمان لے آتے تو ظاہر ہے کہ یہ ثواب مرنے کے بعد قبل از قیامت ہوا۔ اس طرح سے ثابت ہوا کہ قبل از قیامت عذاب کی طرح ثواب قبر بھی ہے جو مومنین و مطیعین کے لیے ہوگا۔ اسی طرح آیت و اما ان کان من المقربین فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ۔ اور یہ سلسلہ انعام مرنے کے بعد فوراً ہی ہے اور کفار کے حق میں مرنے کے بعد متصل یہ حال بیان کیا گیا مِّمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا جیسے ہی ڈوبے پانی کی اور جہنم کی آگ میں گھسا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عذاب قبر سے پناہ مانگنا احادیث متواترہ اور صحیحہ سے ثابت ہے۔

عذاب قبر کی وحی قبل از ہجرت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی یا مدینہ منورہ میں

فرعونیوں کے حق میں یہ آیات اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ سورۂ مومن کی آیات ہیں جو باتفاق اہل تفسیر مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی سورت ہے تو ان آیات میں عذاب قبر کا ذکر یہ بتلاتا ہے کہ قبل ہجرت مکہ ہی میں عذاب قبر کے بارے میں وحی نازل ہو چکی تھی۔ لیکن امام احمد بن حنبلؒ کی تخریج کردہ وہ حدیث جس کا یہ مضمون ہے کہ ایک یہودی عورت ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آیا کرتی اور حضرت عائشہؓ اسکی بہبود فرمایا کرتیں تو جب بھی ان کے ساتھ کوئی احسان وغیرہ کرتیں تو وہ یہودیہ یہ دعا دیتی وقاک اللہ عذاب القبر۔ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب قبر سے بچائے۔ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔ یہ یہودیہ جھوٹ بولتی ہے، اور یہ لوگ تو اللہ پر بہت ہی جھوٹ بولتے ہیں قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں، پھر آپؐ کچھ دن گزرنے کے بعد ایک روز نصف النہار کے وقت اپنی چادر اوڑھے باہر نکلے، اور گھبراہٹ کی وجہ سے آپ کی آنکھیں سرخ تھیں اور آپ باواز بلند فرما رہے تھے القبر کقطع اللیل المظلم کہ قبر تو رات کے تاریک ٹکڑوں کی طرح ہے۔ اے لوگو! اگر تم وہ باتیں معلوم ہو جائیں جو میں جانتا ہوں تو تم لوگ کثرت سے رویا کرو اور بہت کم ہنسا کرو۔ اے لوگو:

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿٥١﴾

دنیا کے جیتے اور جب کھڑے ہوں گے گواہ ۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ

جس دن کام نہ آوے گا منکروں کو ان کا بہانا ،

وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا

اور ان کو پھٹکار ہے اور ان کو برا گھر ۔ اور ہم نے دی

مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿٥٣﴾

موسیٰ کو راہ کی سوجھ اور وارث کیا بنی اسرائیل کو کتاب کا ۔

هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٥٤﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ

سوجھانے اور سمجھانے عقلمندوں کو ۔ سو تو ٹھہرا رہ بیشک

وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ

وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے اور بخشوا اپنا گناہ ، اور پاکی

بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿٥٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

بول اپنے رب کی خوبیاں شام کو اور صبح کو ۔ جو لوگ جھگڑتے

يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ

ہیں اللہ کی باتوں میں ، بغیر کچھ سند کے جو پہنچی ہو ان کو

اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ

اور کچھ نہیں ان کے جی میں غرور ہے کہ کبھی وہ نہ پہنچیں گے اس تک.

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿٥٦﴾

سو تو پناہ مانگ اللہ کی ، بیشک وہ ہے سنتا دیکھتا ۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ

البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا بڑا ہے لوگوں کے بنانے سے،

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي

لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے ۔ اور برابر نہیں

الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اندھا اور دیکھتا ۔ اور نہ ایماندار جو بھلے کام کرتے ہیں

وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ

اور نہ بدکار ۔ تم تھوڑا سوچ کرتے ہو ۔ تحقیق وہ گھڑی آنی

لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

ہے ، اس میں دھوکا نہیں ، لیکن بہت لوگ

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ

نہیں مانتے ۔ اور کہتا ہے تمہارا رب مجھ کو پکارو کہ پہنچوں تمہاری

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ

پکار کو ۔ بے شک جو لوگ بڑائی کرتے ہیں میری بندگی سے اب داخل ہوں گے

جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾

دوزخ میں ذلیل ہو کر ۔

پیغام بشارت بہ نصرت خداوندی وتلقین صبر واستقامت

وبیان ذلت ونا کامی اہل جدال وخصومت

قال اللہ تعالیٰ۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۔

ربط: گزشتہ آیات میں مجرمین و کفار کی آخرت میں ایک دوسرے پر لعنت وملامت کا ذکر تھا اور یہ کہ وہاں کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا، اور ایسے مجرمین کا مدد کے لیے پکارنا سب بیکار و ضائع ہوگا۔ اب ان آیات میں حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کی نصرت اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کی کامیابی کا بیان فرمایا اور صبر و استقامت کی تلقین فرمائی گئی، اور یہ کہ اللہ کی راہ میں جو بھی دشواریاں اور مشکلیں پیش آئیں اللہ رب العزت اپنی قدرت سے ان کو دور فرماتا ہے، اس کی قدرت کے سامنے کسی چیز کی کوئی حقیقت نہیں۔ ارشاد فرمایا۔

بیشک ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان لانے والوں کی دنیا کی زندگی میں بھی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے ظاہر ہوگیا اور اس روز بھی جب گواہیاں دینے والے کھڑے ہوں گے۔ وہ اللہ کے فرشتے ہیں جنہوں نے بندوں کے اعمال لکھے اور وہ نامہائے اعمال لیے کھڑے ہوں گے اور وہ گواہی دیتے ہوں گے کہ اللہ کے پیغمبروں نے اللہ کے احکام اس کے بندوں کو پہنچا دیئے لیکن ان کافروں اور مجرموں نے رسولوں کو جھٹلایا اور ان کی اطاعت نہ کی یہ قیامت کا روز ہوگا۔ جہاں کسی طرح کی معذرت و ندامت کام نہ آئے گی تو یہ وہ دن ہوگا کہ ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہیں دے گی، اور ان کے واسطے لعنت ہوگی اور بہت ہی برا ان کے واسطے ٹھکانا ہوگا تو اسی طرح اے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بھی آپ کا پروردگار مدد کرے گا اور آپ کی تکذیب و انکار کرنے والوں کے لیے دنیا میں بھی لعنت ہوگی اور قیامت کے روز بھی شدید عذاب ہوگا اور بے شک ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور اپنی دی عطا کی اور بنی اسرائیل کو وارث بنایا کتاب کا، یعنی تورات کا جو ہدایت و نصیحت تھی عقل والوں کے لیے کہ اگر اہل عقل اپنی عقل سے کام لیتے تو ضرور وہ اس ہدایت سے منتفع ہوتے مگر اس بدنصیبی کا کیا علاج ہو کہ ایک بینا انسان اپنی آنکھیں بند کرکے اور سورج کی روشنی سے نفع نہ اٹھائے جس سے سارا عالم روشن ہے۔ اے پیغمبر اب یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ ان کو علوم و ہدایت اور کتاب الٰہی آپ کے ذریعے دی گئی مگر یہ بجائے اس سے نفع اٹھانے کے اپنے آپ کو ہلاکت و گمراہی میں مبتلا کیے ہوئے ہیں تو آپ کفار مکہ کی ایذاؤں پر صبر کیجئے اور تسلی رکھیے بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے، اور اپنے قصور و فروگذاشت کی اللہ سے معافی طلب کیجئے اگر ان کفار مکہ کی ایذاؤں پر صبر و تحمل میں نبوت و رسالت کے مقام عالی کی نسبت سے کوئی کمی رہ گئی ہو۔ اور اپنے رب کی پاکی بیان کرتے رہیے، اس کی حمد و ثنا کے ساتھ صبح و شام تسبیح و تحمید قلب کی غذا ہے اس سے قلب کو تقویت حاصل ہوگی۔ اور ان تکالیف و شدائد کو برداشت کرنا آسان ہوگا، جو راہ حق میں آپ کو پیش آرہی ہیں اور ان جدال و خصومت کرنے والوں کی آپ ہرگز کوئی فکر نہ کریں یقیناً جو لوگ اللہ کی آیتوں میں خصومت اور جھگڑا کر رہے ہیں بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل و حجت آچکی ہو، ایسے خصومت کرنے والے کبھی بھی کامیاب نہیں ہوا کرتے اور نہ ان کے جھگڑوں سے حق میں کسی قسم کا اشتباہ و التباس واقع ہو سکتا ہے۔

ان کی یہ خصومت تو محض غرور و تکبر کی ہے ان کے سینوں میں کبر ہے مگر وہ اس بڑائی تک نہیں پہنچنے والے جس
کرجس بڑائی اور شہرت کے باعث ان کو آپ سے کد ہے جیسا کہ معلوم ہوتا ہے وہ ہرگز اس بڑائی اور عزت
کے مقام تک نہیں پہنچ سکیں گے بلکہ انہیں ذلت و ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تو آپ پناہ مانگتے رہیے
اللہ کی بے شک وہی سب کچھ سننے دیکھنے والا ہے۔ جب وہ ہر بات دیکھتا اور سنتا ہے تو آپ کے دشمنوں
کا کوئی فعل و قول بھی اس سے چھپا ہوا نہیں اور اس کی پناہ و حفاظت نہایت اعلیٰ اور مکمل پناہ ہے جس کو
توڑنے کی کسی کو مجال نہیں ہو سکتی۔ آخر یہ منکرین آپ کی باتوں کو کیوں جھٹلاتے ہیں، اور کیوں نہیں قیامت
پر ایمان لاتے۔ ان کو بعث بعد الموت پر کیا تعجب ہے۔ یقیناً آسمانوں اور زمین کا ابتداءً پیدا
کرنا تو بہت بڑا کام تھا بہ نسبت انسانوں کے دوبارہ پیدا کرنے کے تو جب ایک بڑی عظیم قدرت کا
نمونہ ان کے سامنے موجود ہے تو اس سے کمتر چیز کا کیسے انکار کر رہے ہیں۔ یہ چیز بلاشبہ عقل کے خلاف ہے
لیکن اکثر لوگ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ہیں اسی وجہ سے کہ وہ کبھی ایسے حقائق اور شواہد پر غور نہیں کرتے
اور نہ ان پر کبھی اس طرح نظر ڈالتے ہیں کہ ان سے ایسی چیزیں سمجھ لیں۔ حالانکہ یہ دلائل سمجھنے کے لیے بہت
کافی ہیں۔ اور بات یہ ہے کہ نابینا آدمی اور بینا آدمی برابر نہیں یقیناً ان میں تفاوت ہے۔ اسی طرح انسانوں
کا وہ طبقہ جو ان حقائق اور شواہد سے اللہ رب العزت کی معرفت حاصل کرتا ہے اور وہ طبقہ جو نابینا آدمی
کی طرح اس سے محروم رہتا ہے باہم بڑا تفاوت رکھتے ہیں۔ اور جب ان دونوں طبقوں میں زمین و آسمان کا
فرق ہے تو ظاہر ہے کہ اسی طرح ان کے انجام میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہوگا اسی لیے یہ حقیقت سمجھ لینی
چاہیئے کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیکی کے کام کیے اور وہ جو بدکار اور برے کام کرنے والے ہیں برابر نہیں
یہ فرق اور تفاوت ایسا واضح ہے کہ ہر انسان کو سمجھ لینا چاہیے لیکن بہت ہی کم ہیں ایسے جو سمجھتے ہوں اور عبرت
حاصل کرتے ہوں۔ یہ امر بالکل واضح ہے قیامت بے شک ضرور آکر رہے گی جس میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں۔ مگر
پھر بھی بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں اور ان کافروں کی مخالفت و معاندانہ اعمال کی طرف سے
پیش آنے والی تکلیفوں اور مشقتوں سے مت گھبراؤ اے مسلمانو! تمہارے رب نے کہہ دیا ہے تم مجھ
کو پکارو اور مجھ سے مانگو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ وہ درخواست جس میں تمہارے واسطے خیر اور
فلاح ہو۔ اسی لیے جب بھی سعادت و فلاح اور اہل ایمان کے غلبہ و کامیابی نیز کافروں کی ناکامی کی دعا مانگو گے
میں قبول کروں گا بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے
ذلت و رسوائی کے ساتھ بعد اس کے کہ دنیا میں بھی ان کی ذلت و رسوائی ہو چکی ہوگی کیونکہ ہمارا وعدہ جو
اہل ایمان سے نصرت و کامیابی کا ہو چکا ہے وہ ضرور پورا ہوگا اور وہ نصرت و کامیابی جب دنیا میں ہی ہے
تو ظاہر ہے کفار و نافرمان دنیا میں بھی ذلیل ہوں گے۔ اور آخرت میں جہنم میں بھی ذلت کے ساتھ داخل
ہوں گے۔

سے روز جو بدلہ ہوگا وہ اس کے علاوہ ہے۔

الغرض حق تعالیٰ کی یہ سنت قدیم ہمیشہ سے جاری رہی کہ وہ اپنے مومن بندوں کی مدد فرماتا ہے اور ان کے ظالموں سے بدلہ لے کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔ حق تعالیٰ کی اس سنت قدیم کو ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک سے نقل فرماتے ہیں، فرمایا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے جو بھی میرے کسی دوست سے دشمنی کا معاملہ کرے پس اس نے میرے مقابلہ میں اعلان جنگ کر دیا۔ اور میدان میں میرے سامنے نکل آیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں عالم نے قوم نوح، عاد و ثمود، قوم لوط اور اصحاب مدین اور ایسے اللہ کے رسولوں سے عداوت و مقابلہ کرنے والوں کا کیسا عبرت ناک انجام دنیا کو دکھایا۔ اور سب سے آخر میں خاتم الانبیاء والمرسلین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی اللہ نے کیسی مدد اور کامیابی فرمائی اور دشمنوں کو ذلیل و رسوا کر کے [illegible] اور بظاہر وقتی انسانی نظر میں ایسا منظر دکھایا کہ گویا ایک وقت مغلوبیت کا گزرا کہ مکہ سے ہجرت بھی کرنی پڑی۔ مگر مغلوبیت اور بے بسی کے اس دور کے ساتھ ہی ساتھ انصار کا گروہ مہیا فرما دیا جن کی زندگیاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان پر ایمان لانے والوں کے لیے وقف اور نصرت ہی کی خاطر تھیں۔ پھر اللہ نے کفار پر جنگ بدر میں غلبہ دیا۔ ان کے رؤسا اور سردار قتل کیے گئے، قید و بند کی ذلت سامنے آئی فدیہ دیکر رہائی حاصل کرنا ہی اپنے ہاتھوں اپنی ذلت دیکھی کہ انھیں گرفتار کر لیا تھا۔ تا آنکہ مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ وہی سردار وہی رؤسا قریش دست بستہ سرنگوں و شرمسار آپ کے سامنے معافی مانگنے کے لئے حاضر ہو رہے ہیں۔ اور آپ ان پر احسان فرماتے ہوئے یہ فرماتے جا رہے ہیں۔ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ جزیرۃ العرب اور یمن آپ کا مطیع ہوا اور اہل کتاب جزیہ گزار ہو گئے۔ اور لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے۔ پھر آپ کی رحلت کے بعد خلفاء راشدین کے دور میں فارس روم، افریقہ، اندلس اور کابل تک فتوحات کا سلسلہ پھیل گیا۔ اور اسلام کا کلمہ اور دین کا غلبہ مشرق و مغرب میں دنیا نے دیکھ لیا۔ (تفسیر ابن کثیر ۳۲)

يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۔ باجماع مفسرین یہ دن قیامت کا دن ہے۔ اور اَشْهَاد کی تفسیر اوپر گزر چکی جو بندوں کے تمام اعمال کے لئے میدان حشر میں موجود ہوں گے۔ سُوْٓءُ الدَّارِ کی تفسیر میں بعض مفسرین حضرات نے یہ بیان کیا ہے بئس المنزل و المقیل۔ یعنی بہت ہی بری اترنے کی جگہ اور بہت ہی بری آرام گاہ۔ اور جہنم کو آرام گاہ کہنا ایسا ہوگا جیسے فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۔ میں لفظ بشارت استعمال کیا گیا۔ ابن عباسؓ اس کی تفسیر انجام کی تباہی اور بربادی سے فرمایا کرتے تھے۔

اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۔ انس بن مالکؓ نے ایک حدیث قدسی کا مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے فرمایا حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔ چار باتیں ہیں جن میں سے ایک میرے واسطے اور ایک جو میرے ذمہ تیرے واسطے ہے۔ اور ایک میرے اور تیرے درمیان ہے

ہے

اور ایک وہ ہے جو تیرے اور میرے اور میرے تمام بندوں کے درمیان ہے۔

جو چیز میرے واسطے ہے وہ یہ ہے کہ تو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا۔ اور جو چیز تیری بابت ہے وہ یہ ہے کہ جو بھی تو عمل خیر کرے گا اس کی جزا میرے ذمہ ہے اور جو چیز میرے اور تیرے درمیان ہے وہ یہ کہ تو دعا کرے اور میں اس کو قبول کروں اور جو تیرے اور مخلوق کے درمیان ہے وہ یہ کہ تو ان کے واسطے وہی چیز پسند کر جو اپنے واسطے پسند کرتا ہے۔ نعمان بن بشیرؓ کی حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الدُّعَآءَ هُوَ الْعِبَادَةُ یعنی دعا عبادت ہی ہے۔ اس وجہ سے دعا کے مضمون کو اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ پر مکمل فرمایا۔ اور اس سے ظاہر ہوا کہ استکبار عن العبادۃ جیسے کفر و نافرمانی ہے اسی طرح دعا سے اعراض و بے رخی کرنا بھی اسی کا مصداق ہے حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص دعا نہیں کرتا خدا اس پر ناراض ہوتا ہے۔

دعا اور دعا کی قبولیت کی تفصیل آیت وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ میں گزر چکی ہے مراجعت فرمائی جائے۔

دعا کی حکمت اور اس کی قبولیت اور عدم قبولیت کا راز

بارگاہ خداوندی میں انسان کے لیے سب سے بڑی عزت و عظمت اور قرب کا محل دعا ہے۔ کیونکہ دعا عبدیت کا مظہر اتم ہے۔ اور حق تعالیٰ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر اسراء کا ذکر فرمایا تو عنوان سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا میں عبد کا لفظ اختیار فرمایا، اسراء چونکہ سب سے زیادہ عظمت و بلندی کا واقعہ تھا تو اس کو وصف عبدیت سے ذکر کر کے اشارہ فرما دیا گیا کہ عبدیت ہی تو وہ وصف ہے جو ان عظمتوں کا باعث بنا اور ظاہر ہے کہ دعا میں یہ جملہ اوصاف موجود ہیں۔ دعا کرنے والا عجز و تواضع کا بھی رنگ رکھتا ہوگا۔ دعا کرنے والا اپنے احتیاج کا بھی یقیناً تصور رکھتا ہے۔ ساتھ ہی رب العزت کی عظمت و کبریائی کا اعتقاد بھی قلب میں راسخ اور تازہ ہوگا۔ اور اس اجمالی ضمن میں پروردگار عالم کا تعلق اور عبدیت بھی حاصل ہوگی۔ اسی وجہ سے دعا مانگنے والا بندہ خدا کے نزدیک بڑی عزت کا مستحق ہوتا ہے اور اللہ کو اپنے بندوں کے مانگنے سے خوشی ہوتی ہے اور دعا نہ کرنا ایک قسم کا استغناء اور کبر ہے جو اللہ کو ہرگز پسند نہیں تو اسی وجہ سے جو شخص دعا نہیں مانگتا خدا اس سے ناراض ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ مخلوق کے سامنے اپنی حاجت پیش کرنا اور مانگنا ذلت ہے۔ لیکن خالق کے سامنے اپنی حاجت کو پیش کرنا اور اس سے مانگنا عزت کا ذریعہ ہے۔

یہ دنیا عالم اسباب ہے۔ اور بندہ طرح طرح کی حاجتوں میں جکڑا ہوا ہے۔ انسان اپنی حوائج کی تکمیل کے لیے مادی اسباب مہیا کرنے کا مکلف ہے۔ لیکن مادی اسباب کی کامیابی اسی پروردگار

بندہ جو دعا مانگتا ہے وہ خود اس کے واسطے مضر ہوتی ہے تو خدا کی رحمت یہی ہوتی ہے کہ اس دعا کی قبولیت نہ ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ آداب دعا کی رعایت نہ کی ہو اس وجہ سے قبول نہیں ہو رہی ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ شرائط دعا کی رعایت نہ کی ہو تو اثر ظاہر نہ ہو رہا ہو یہ بھی ممکن ہے کہ اس شخص کا کھانا پینا لباس وغیرہ سب کچھ حرام ہو تو ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ دعا کیسے قبول ہوگی۔ جیسے کہ حدیث میں ہے ایک شخص پراگندہ حال طویل سفر طے کرتے ہوئے دعا کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ ملبسہ حرام ومشربہ حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب یعنی اس کا لباس حرام اس کا کھانا پینا بھی حرام الغرض اس کی غذا بھی حرام ہے تو پھر ایسی صورت میں کہاں اس کی دعا قبول ہوگی۔

ٱللَّهُ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ

اللہ ہے جس نے بنا دی تم کو رات

لِتَسْكُنُوا۟ فِيهِ وَٱلنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَذُو

کہ اس میں چین پکڑو اور دن دیا دکھانے والا۔ اللہ تو فضل رکھتا

فَضْلٍ عَلَى ٱلنَّاسِ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا

ہے لوگوں پر لیکن بہت لوگ حق نہیں

يَشْكُرُونَ ﴿٦١﴾ ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمْ خَٰلِقُ كُلِّ شَىْءٍ

مانتے وہ اللہ ہے رب تمہارا ہر چیز بنانے والا،

لَّآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٦٢﴾ كَذَٰلِكَ يُؤْفَكُ

کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، پھر کہاں سے پھیرے جاتے ہو۔ اسی طرح پھیرے جاتے

ٱلَّذِينَ كَانُوا۟ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٦٣﴾ ٱللَّهُ ٱلَّذِى

تھے جو لوگ رہتے تھے اللہ کی باتوں سے منکر ہوتے۔ اللہ ہے جس

جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ قَرَارًا وَٱلسَّمَآءَ بِنَآءً

نے بنا دی تم کو زمین ٹھہراؤ اور آسمان عمارت

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ

اور تم کو صورت بنائی پھر اچھی بنائیں صورتیں تمہاری، اور روزی دی تم کو

الطَّيِّبَاتِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۖ فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ

ستھری چیزوں سے، وہ اللہ ہے رب تمہارا، سو بڑی برکت ہے اللہ کی جو رب

الْعَالَمِينَ ﴿٦٤﴾ هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ

ہے سارے جہان کا۔ وہ ہے زندہ رہنے والا، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، سو اس کو پکارو

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٥﴾

نری کر کر اس کی بندگی، سب خوبی اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا۔

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ

تو کہہ مجھ کو منع ہوا کہ پوجوں جن کو تم پکارتے ہو

مِن دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِيَ الْبَيِّنَاتُ مِن رَّبِّي وَ

سوا اللہ کے جب پہنچ چکیں مجھ کو کھلی نشانیاں میرے رب سے اور

أُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِي

حکم ہوا کہ تابع رہوں جہان کے صاحب کا۔ وہی ہے جس

خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ

نے بنایا تم کو خاک سے، پھر پانی کی بوند سے، پھر لہو

عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ

کی پھٹکی سے، پھر تم کو نکالتا ہے لڑکے، پھر جب تک پہنچو اپنے زور کو، پھر

لِتَكُونُوا شُيُوخًا ۚ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ مِن قَبْلُ

جب تک ہو جاؤ بوڑھے، اور کوئی ہے تم میں کہ مر لیا پہلے اس سے

وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ هُوَ

اور جب تک پہنچو لکھے وعدے کو، اور شاید تم بوجھو۔ وہ

الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ

ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب حکم کرے کسی کام کو، تو یہی کہے اس کو

لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٦٨﴾

کہ ہو، وہ ہو جاتا ہے۔

بیان انعامات خداوندی وذکر دلائل قدرت و اسباب معرفت

قال اللہ تعالیٰ۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ ... الیٰ ... كُنْ فَيَكُوْنُ۔

ربط: گزشتہ آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے اپنے انبیاء اور اہل ایمان کی نصرت و کامیابی کا قانون بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی تھی اور ساتھ ہی ساتھ تسلی بھی کی گئی، اور صبر و استقامت کی تلقین فرمائی۔ اب ان آیات میں اپنے انعامات عامہ اور خاصہ کا ذکر فرمایا، تاکہ ان سے اللہ کی معرفت حاصل ہو، اس کی قدرت کا طریق پر ایمان لایا جائے تو فرمایا اللہ ہی ہے جس نے تمہارے آرام کے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو، اور اسی نے دن کو روشن بنایا تاکہ تم اس کی روشنی میں اپنے کاروبار انجام دے سکو، بے تکلف چل پھر کر کسب معاش کرو، بیشک اللہ تعالیٰ بڑے فضل و انعام والا ہے لوگوں پر کہ ان کے مصالح کی کیسی رعایت فرمائی، ان کی راحت اور کسب معاش کے کیسے اسباب پیدا فرمائے، لیکن اکثر لوگ ان نعمتوں کا شکر نہیں کرتے۔ ان انعامات کا تقاضا تو یہ تھا کہ خداوند عالم کی عبادت کرتے اس کی عظمت و محبت قلب میں ہوتی، اور اس کی نافرمانی پر اس کے قہر و غضب اور ناراضگی سے ڈرتے، مگر اکثر لوگ نہ باتیں سمجھتے ہیں اور نہ سوچتے ہیں، حالانکہ یہ باتیں روز روشن کی طرح واضح ہیں کیونکہ اللہ تو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو پھر اے لوگو بعد اس کے کہ خدا کی خالقیت توحید اور ربوبیت ظاہر ہے تم کہاں الٹے پاؤں شرک ہی کی طرف لوٹے جا رہے ہو اور گمراہی کے بیابانوں میں بھٹک رہے ہو، اے مخاطبین یہ بات آج تمہاری کوئی نئی بات نہیں ہے، اسی طرح وہ لوگ بھی بھٹکتے رہے جو اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے، خواہ وہ نشانات تکوینی ہوں یا وہ دلائل و احکام ہوں جو اللہ نے نازل کیے۔ آپ کو ایسی باتوں پر صدمہ اور فکر نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ اللہ ہی ہے جس نے سب انسانوں!

تمہارے واسطے زمین کو قرار کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت کی طرح بنایا، اور تمہارا نقشہ بنایا، اور بہترین نقشہ بنایا کہ اس طرح کی موزوں جسم کی ساخت اور اعضا کا تناسب کسی بھی حیوان میں نہیں رکھا گیا، جیسا انسان میں رکھا چنانچہ ارشاد ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ اور تم کو عمدہ عمدہ پاکیزہ کھانے دیئے کہ طرح طرح کے رنگ: بس یہی تو ہے وہ اللہ جو تمہارا رب اور معبود ہے جس نے تم کو بہترین شکل میں پیدا کیا۔ اور عمدہ عمدہ غذائیں اور لذتیں کھانے کو دیں، سو بہت ہی عظیم برکت اور بزرگی والا ہے وہ اللہ جو رب ہے سارے جہانوں کا۔ وہی حی لایموت ہے ازلی اور ابدی ہے کہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ جس کے سوا ہرگز کوئی عبادت کے لائق نہیں، سو تم صرف اسی کو پکارو، اسی کی عبادت کرو۔ اسی کے واسطے اپنے اعتقاد کو خالص کرتے ہوئے۔ بے شک سب خوبیاں اسی اللہ کے لیے ہیں جو رب ہے تمام جہانوں کا۔ جب اللہ رب العزت کی قدرت خالقیت اور ربوبیت وحدانیت سب پر ظاہر اور ثابت ہے تو آپ کہہ دیجئے ان مشرکین کو سنانے کے لیے اور شرک سے بیزاری و نفرت کا اعلان کرتے ہوئے بے شک میں تو منع کیا گیا ہوں اس چیز سے کہ میں عبادت کروں خدا کو چھوڑ کر ان معبودوں کی جن کی تم عبادت کرتے ہو خدا کو چھوڑ کر جب کہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے کھلی نشانیاں آچکیں اور ایسے واضح دلائل و شواہد جو عقلی بھی ہیں اور نقلی بھی۔ اور مجھ کو تو بس یہی حکم ہے کہ میں اسی اللہ کے سامنے سر جھکاؤں جو رب العالمین ہے۔

اے لوگو! عجیب بات ہے کیا تمہیں خبر نہیں، وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا کہ تمہارے باپ آدم مٹی سے پیدا کیے گئے۔ پھر آئندہ ان کا سلسلہ نسل اس طرح قائم کیا کہ تم کو نطفہ سے، پھر خون کے لوتھڑے سے پھر تم کو بعد اس کے بصورت طفل ماں کے رحم میں تخلیق و تصویر کی مراحل مکمل ہو گئے ہوں نکالتا ہے ان کے پیٹ سے بچہ کی شکل میں پھر تم کو زندگی دیتا ہے تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ، پھر اور بھی مزید حیات عطا کرتا ہے یہاں تک کہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔ اور بعض تم میں سے وہ ہوتا ہے جو اس سے پہلے مر جاتے ہیں جوانی یا بڑھاپے کی نوبت ہی نہ آئے غرض یہ سب کا حال علیحدہ علیحدہ ہے کوئی بوڑھا ہوا اور کوئی نہیں، کوئی جوان ہوا۔ اور کوئی اس سے پہلے ہی مر گیا اور یہ سارا تقدیری نظام اس وجہ سے ہے کہ تم پہنچ جاؤ اس وقت پر جو مقرر و متعین کر دیا گیا ہے تو جو وقت جس انسان کا تقدیر خداوندی سے طے ہو چکا ہوتا ہے وہ اسی وقت تک پہنچتا ہے۔ کوئی طاقت اس وقت کو آگے پیچھے نہیں کر سکتی۔ اور یہ سب کچھ اس لیے کیا ہے۔ تاکہ تم لوگ ان احوال میں غور و فکر کرکے سمجھ جاؤ کہ درحقیقت وہی ایک ذات موت و حیات کی مالک ہے اور وہی عبودیت کے لائق ہے۔ وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے۔ جب وہ کسی بھی کام کو ارادہ کرتا ہے۔ اس کے لیے بس کہہ دیتا ہے کن ہو جا تو بس وہ ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ کوئی چیز دفعۃً پیدا کرنا چاہے یا بتدریج جیسے بھی اس کی حکمت و مشیت ہو، اسی کے مطابق وہ چیز ہو جاتی ہے۔ ان آیات میں حق تعالیٰ نے اپنے انعامات کے ذکر میں رات بنانے کی حکمت سکون کو بیان فرمایا کہ بندے دن کے وقت محنت اور نقل و حرکت کی مشقتوں کے بعد رات کی تاریکی اور خاموشی میں سکون و راحت حاصل کر لیں اور اسی سکون

کے بعد پھر رات کی روشنی میں اپنے مشاغل میں مشغول ہیں۔ دن کی روشنی بھی کتنا عظیم انعام ہے ظاہر ہے کہ کاروباری معاملات اور ضروریات زندگی کی تکمیل بغیر روشنی کے کیسے ممکن ہوتی اللہ تعالیٰ نے کتنا انعام فرمایا کہ دن کو روشن کر دیا تو تکمیل مشاغل کے لئے جس چیز کی سب سے زیادہ حاجت تھی اللہ نے وہ عطا کر دی اور راحت و سکون جس کے بغیر تو کوئی کام نظام قائم نہیں رہ سکتا تھا وہ بھی رات کی تاریکی میں عطا فرما دیا۔ پھر آسمان کتنی عظیم مخلوق ہے۔ اسی سے متعلق چاند سورج اور ستاروں کی کیسی عجیب اور عظیم نشانیاں ہیں کس قدر فوائد و منافع انسانی حیات کے ان سے متعلق ہیں۔ ان تمام دلائل سے صرف نظر کسی بھی صاحب عقل انسان سے ممکن نہیں۔ نیز خود انسان کا وجود اس کی شکل و صورت کی خوبی اور اس کی قوت و حیات و کمالات کتنے بلند پایہ دلائل ہیں پھر موت و حیات اور بعد حیات لوازم حیات غرض سب چیز کا تنہا وہی پروردگار مالک و خالق ہے جب ان تمام چیزوں میں کوئی اس کا شریک نہیں تو پھر انسان کو یہ بات کیسے زیب دیتی ہے کہ وہ اس کی الوہیت میں کسی کو شریک کرے اور انسان نہ اللہ کی قدرت کا انکار کر سکتا ہے نہ اس کی ربوبیت و وحدانیت کا۔ ان حقائق کے پیش نظر انسان کی یہ بڑی ہی بدنصیبی اور حماقت ہوگی کہ ایسی ذات اور قادر مطلق کی عبادت نہ کرے اور اس پر ایمان نہ لائے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کی تفسیر میں ابن جریرؒ سے منقول ہے فرمایا حضرات سلف کی ایک جماعت یہ کہا کرتی تھی کہ جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے اس کو چاہئے کہ اس کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ بھی کہا کرے تاکہ اس آیت پر پورا عمل ہو جائے۔ بروایت مسلمؒ مجاہدؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہی نقل فرمایا کرتے تھے۔ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ ہر نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات پڑھا کرتے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِيَّاهُ ۔ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَآءُ الْحَسَنُ ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

اور یہ بیان کیا کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ کلمات ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔
(رواہ مسلم، نسائی: تفسیر ابن کثیر جلد رابع)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ

تو نے نہ دیکھا جو جھگڑتے ہیں اللہ

اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿69﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ

کی باتوں میں کہاں سے پھیرے جاتے ہیں؟ جنہوں نے جھٹلایا یہ کتاب

وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٠﴾

اور جو بھیجا ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ، سو آخر جان لیں گے ۔

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ﴿٧١﴾

جب طوق پڑے ہیں ان کی گردنوں میں، اور زنجیریں، گھسیٹے جاتے ہیں ۔

فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيْلَ

جلتے پانی میں، پھر آگ میں ان کو جھونکتے ہیں ۔ پھر ان کو کہا ہے کہ

لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٣﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ

کہاں گئے جن کو شریک بتاتے تھے! اللہ کے سوا ۔

قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ

بولے ہم سے چوک گئے، کوئی نہیں ہم تو پکارتے نہ تھے پہلے

شَيْـــًٔا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٤﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا

کسی چیز کو ۔ اسی طرح بچلاتا ہے اللہ منکروں کو ۔ یہ بدلہ اس کا

كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ

جو تم اکڑتے پھرتے تھے زمین میں ناحق، اور اس کا جو تم

تَمْرَحُوْنَ ﴿٧٥﴾ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ

اتراتے تھے ۔ پیٹھو دروازوں میں دوزخ کے، سدا رہنے کو اس میں

فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

سو کیا برا ٹھکانا ہے غرور والوں کا ۔ سو تو ٹھہرا رہ، بے شک وعدہ اللہ

حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ

کا ٹھیک ہے۔ پھر اگر کبھی ہم دکھادیں تجھ کو کوئی وعدہ جو ان کو دیتے ہیں یا

نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٧٧﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا

پھر لیں تجھ کو، پھر ہماری طرف پھر سے آویں گے۔ اور ہم نے بھیجے ہیں بہت رسول

مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم

تجھ سے پہلے، کوئی ان میں ہیں کہ سنایا تجھ کو ان کا احوال، اور کوئی ہیں

مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن

کہ نہیں سنایا۔ اور کسی رسول کو مقدور نہ تھا، کہ

يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ

لے آتا کوئی نشانی، مگر اللہ کے حکم سے۔ پھر جب آیا حکم اللہ کا،

قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٧٨﴾

فیصلہ ہو گیا انصاف سے، اور ٹوٹے میں آئے اس جگہ جھوٹے۔

حیرت و استعجاب بر جدال مجادلین و مکذبین و وعید از عذاب آخرت

قال اللہ تعالیٰ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ ..... الیٰ ..... وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۔

(ربط) آیات سابقہ میں حق تعالیٰ نے اپنے انعامات اور دلائل قدرت کا ذکر فرما کر کفر و جدال اور شرک پر وعید و تنبیہ فرمائی تھی اور یہ کہ انسان کی فطرت اسی کا تقاضا کرتی ہے کہ خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لائے۔ اب ان آیات میں جدال و خصومت کرنے والے منکرین پر تعجب و حیرت کا اظہار فرمایا جا رہا ہے اور جتایا جا رہا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کا حال جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔ عجیب بات ہے یہ کہاں بھٹک رہے ہیں بے شک جن لوگوں نے اس کتاب یعنی قرآن کریم کو جھٹلایا اور اس چیز کو بھی جھٹلایا جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا تھا۔ جن میں احکام خداوندی تھے معجزات و دلائل تھے۔ سو عنقریب ہی یہ لوگ جان لیں گے۔ بہرحال قیامت آنے گی اور اس کا آنا قریب ہی ہے کیونکہ نبی آخر الزمان کی بعثت ہی قرب قیامت کی علامت ہے تو یہ خوب جان لیں گے۔ جب کہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی کہ جن میں یہ جکڑے ہوں گے اور اس حال میں

گھسیٹے جا رہے ہوں گے کھولتے ہوئے پانی میں، پھر جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے پھر ان سے کہا جائے گا
کہاں ہیں وہ تمہارے معبود جن کو تم شریک کرتے تھے عبادت خداوندی میں خدا کو چھوڑ کر۔ اس کے جواب
میں یہ لوگ کہیں گے وہ تو سب غائب ہو گئے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم تو اس سے پہلے بھی ان میں سے کسی
کو نہیں پوجتے تھے۔ کیونکہ ہم جانتے تھے یہ معبود بے جان اور بے حقیقت ہیں، ان میں کوئی قدرت اور
طاقت و اختیار ہے، یہ تو محض ہماری طرف سے ایک خیال تھا دین حق سے اور محض اپنے آباؤ اجداد کے رسوم
و رواج کی پیروی تھی۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح بھٹکاتا ہے کافروں کو کہ
جس چیز کو وہ خود اپنی عقل و دانش سے لاشئ سمجھتے ہیں اسی کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہیں۔ یہ سزا ملے
گی اس وجہ سے ہے کہ تم دنیا میں خوشیاں ہوتے تھے ناحق یعنی باطل عقیدے سے اور غلط اعمال کو اچھا
سمجھتے تھے اور اس پر خوش ہوتے تھے، اور اس وجہ سے کہ تم اترایا کرتے تھے۔ کہا جائے گا جہنم کے دروازوں
میں گھسو، سدا اس میں رہنے والے ہو گے۔ سو وہ متکبرین کا بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ اور اے
ہمارے پیغمبر جب آپ کے علم میں یہ آگیا کہ یہ مجرمین و منکرین اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے تو اب ان
کافروں کی بیہودگیوں اور ان کے طرز عمل پر نہ زیادہ رنجیدہ ہو جئے اور نہ کسی قسم کا فکر و تشویش کیجئے۔ بس
آپ صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے وہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔ پھر جس عذاب کا ہم وعدہ کر رہے
ہیں تو اس میں سے کچھ آپ کو دکھا دیں یا آپ کو اس سے قبل ہم وفات دے دیں، دونوں صورتوں
میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن ہر کیف وہ ہماری طرف لوٹائے جائیں گے اس لئے اگر آپ کی حیات میں عذاب
نازل نہ ہوا تو تب بھی وہ آخرت کے عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ اور اگر آپ کی حیات میں عذاب نازل
ہو گیا تو یہ عذاب ان کو آخرت کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا اس لئے کہ اصل عذاب تو وہی ہوگا جو
ہماری طرف لوٹا دیئے جانے کے بعد ہوگا، اور یہ بات تو پیش نظر رکھئے کہ ہم نے آپ سے پہلے
بہت سے پیغمبر بھیجے جن میں سے بعضے تو وہ تھے کہ جن کا قصہ ہم نے آپ کو سنایا خواہ اجمالاً یا تفصیلاً
اور بعضے وہ تھے کہ جن کا ہم نے آپ کو کوئی ذکر نہیں سنایا اور کسی رسول کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ
کوئی نشانی لے آئے بغیر اللہ کے حکم اور اس کی مرضی کے اور جس طرح وہ اپنے معجزات و نشانیاں ظاہر کرنے
لگے جو اس پیغمبر کی امت چاہتی اور مطالبہ کرتی تو اسی طرح یہ کفار مکہ آپ سے کچھ مخصوص نشانیاں اور
معجزات طلب کر رہے ہیں اور وہ اللہ کی حکمت و مشیت کے خلاف ہے آپ کو نہیں دی جاتیں تو آپ
ان پر کوئی غم و صدمہ نہ کیجئے۔ اللہ اپنی حکمت سے جب کوئی چیز مناسب سمجھے گا ظاہر کر دے گا۔ ابھی

ف تفرح کا ترجمہ خوشی کیا گیا اور مرح کا ترجمہ اترانا کیونکہ وضع لغت کے لحاظ سے فرح کا تعلق قلب سے
ہے اس کو خوشی کہا جاتا ہے اور مرح کا تعلق بدن سے ہے جس کو اترانا اور اکڑنا کہا جاتا ہے جس
کا اثر انسان کے بدن اور چال ڈھال پر نمایاں ہوتا ہے۔

صبر کریں۔ پھر جب اللہ کا حکم آئے گا نزول عذاب کا خواہ دنیا میں یا آخرت میں تو فیصلہ کر دیا جائے گا ٹھیک ٹھیک: اور اس وقت اہل باطل بڑے خسارہ میں رہ جائیں گے کیونکہ آخرت دار الجزاء ہے، لہٰذا انسان نے دنیا میں جیسا عمل کیا اس کا بدلہ ویسا ہی ہوگا۔

تکذیب کتاب اور تکذیب رسول ہر ایک مستقل سبب عذاب ہے

آیت اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِالْکِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا۔ میں بطریق عطف دو چیزوں کی تکذیب پر ان مکذبین کی سزا بیان کی ہے کیونکہ مشرکین و مکذبین کے پیش نظر یہ خطاب ہے وہ دونوں قسم کی تکذیب کے مرتکب تھے۔ اور مقصد یہ نہیں کہ اگر دونوں کی تکذیب نہ ہو صرف ایک کی ہو تو پھر وہ معذب نہ ہوں گے بلکہ ہر ایک ان میں معذب ہونے کا مستقل سبب ہے اور اس طرح کی مثالیں قرآن کریم میں بہت موجود ہیں۔ اور اہل لسان کے محاورات اور روزمرہ میں بھی یہ مفہوم معروف ہے۔

عذاب حمیم و جحیم کی ترتیب اور حضرت تھانویؒ کی تحقیق انیق

اس سلسلہ عذاب میں یہاں ترتیب یہ ذکر کی گئی۔ یُسْحَبُوْنَ فِی الْحَمِیْمِ۔ گھسیٹے جائیں گے کھولتے ہوئے پانی میں، ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ، پھر وہ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حمیم میں گھسیٹا جانا مقدم ہے اور اس کے بعد جہنم میں جھونکا جانا ہوگا تو بعض علماء مفسرین اسی کے پیش نظر اس بات کے قائل ہوئے کہ حمیم خارج جہنم ہے تو پہلے حمیم میں گھسیٹا جائے گا پھر جہنم میں داخل کیے جائیں گے اور ان حضرات نے سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَی الْجَحِیْمِ کو بھی اسی پر محمول کیا کہ حمیم پلانے کے وقت ان کو جہنم سے باہر لایا جائے گا۔ اور حمیم پلانے کے بعد پھر جہنم کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے جیسا کہ لفظ ثُمَّ مَرْجِعَهُمْ اس کا قرینہ ہے، لیکن بعض دوسرے حضرات اس کے قائل نہیں۔ ان کی نظر میں آیت یہ ہے خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب حمیم دخول جہنم کے بعد ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عذاب حمیم کے لئے جہنم سے باہر کسی جگہ جانا نہیں ہوگا بلکہ وہ جہنم ہی میں ہوگا کہ ان کے سروں پر یہ کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تفسیر بیان القرآن میں اس اشکال کو رفع کرنے کے لئے ایک لطیف تحقیق فرمائی۔ فجزاہ اللہ۔ قرآن کی آیات میں غور کرنے سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ میں انواع و اقسام کے عذاب ہوں گے کبھی کچھ کبھی کچھ۔ ان میں سے حمیم و جحیم بھی ہیں پس دونوں کا سلسلہ برابر جاری رہے گا پس ہر نوع باعتبار فرد کے دوسری نوع سے مقدم بھی ہے اور باعتبار دوسرے فرد کے اس سے مؤخر بھی ہے اور دوزخ کا اطلاق

کبھی حمیم کے مقابل پر آتا ہے (یعنی جحیم) کبھی حمیم سے عام مفہوم پر (جس میں دونوں داخل ہیں) کیونکہ جحیم کا حمیم ہونا خود اس نار کا اثر ہے پس اس تقابل میں ملابست اشارہ ہے تو معنی اول کے لحاظ سے حمیم کو خارج از جحیم کہہ سکتے ہیں اور معنی ثانی کے اعتبار سے عدم خروج من النار کو تصریح رہتا ہے (تو جس آیت میں دخول جہنم کے بعد عذاب حمیم کا ذکر ہے وہ اسی لحاظ سے ہے) اور اس تقریر پر تمام آیتیں جمع ہوگئیں (اور باہم ان میں کوئی تعارض نہ رہا) اور تائید اس تقریر کی اس آیت سے ہوتی ہے هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ (تو طواف اسی معنی کی تائید کرتا ہے کہ تقدیم و تاخیر ایک نوع عذاب کی دوسری نوع کے ساتھ ہوتی رہے گی) انتہی کلامہ بتوضیح یسیر۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا

اللہ ہے جس نے بنا دیئے تم کو چوپائے تا سواری کرو کتنوں پر، اور کتنوں کو

تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً

کھاتے ہو۔ اور ان میں تم کو بہت فائدے ہیں، اور تا پہنچو ان پر چڑھ کر

فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾

کسی کام تک جو تمہارے جی میں ہو اور ان پر، اور کشتی پر لدے پھرتے ہو۔

وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ

اور دکھاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں، پھر کون کون نشانیاں اپنے رب کی نہ مانو گے! کیا

يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

پھرے نہیں ملک میں! کہ دیکھتے آخر کیسا ہوا

عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ

ان سے پہلوں کا! وہ تھے ان سے زیادہ

وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ

اور زور میں سخت، اور نشانیوں میں جو چھوڑ گئے ہیں زمین پر، پھر کام نہ آیا ان کو

مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم

جو کماتے تھے ۔ پھر جب پہنچے ان پاس رسول ان کے

بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ

کھلی نشانیاں لے کر، ریجھنے لگے اس پر جو ان کے پاس تھی خبر، اور الٹ پڑی

بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٨٣﴾ فَلَمَّا رَأَوْا

ان پر جس چیز پر ٹھٹھا کرتے تھے ۔ پھر جب دیکھی انہوں

بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا

نے ہماری آفت بولے ہم یقین لائے اللہ اکیلے پر، اور چھوڑ دیں جو

كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ

چیزیں شریک بتاتے تھے ۔ پھر نہ ہوا کہ کام آوے ان کو یقین لانا ان کا،

لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ۖ سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي

جس وقت دیکھ چکے ہمارا عذاب، رسم پڑی ہوئی اللہ کی، جو چلی آئی ہے اس کے

عِبَادِهِ ۖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ﴿٨٥﴾

بندوں میں اور خراب ہوئے اس جگہ منکر ۔

ذکر انعامات توحید رب العالمین وتہدید منکرین ومشرکین

قال اللہ تعالیٰ۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ ... الیٰ ... وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ۔

ربط: گزشتہ آیات میں مضمون توحید خداوندی تھا اور دلائل قدرت کے بیان کے ساتھ مجرمین کے انجام ہلاکت پر افسوس و ملامت کا اظہار ہے، اور یہ کہ خود مجرمین آخرت میں اپنے اعمال پر کس قدر پچھتائیں گے۔ آیات میں مزید انعامات خداوندی ذکر فرما کر مضمون توحید اور منکرین ومشرکین

کی تہدید پر سورت کو ختم فرما دیا گیا، ارشاد ہے، اللہ ہی ہے جس نے تمہارے (انتفاع کے) لئے مویشی بنائے تاکہ ان میں سے بعض سے تم سواری لو اور ان میں سے بعض کو کھاؤ، اور بھی بہت سے فوائد رکھے کہ ان کے بال اون اور کھالوں سے نفع حاصل کرو، اور اس لئے کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنے اس مقصد تک پہنچ جاؤ جو تمہارے دلوں میں ہے، خواہ ملاقات ہو یا تجارتی سفر ہو یا تعلیم و تعلم، جہاد ہو یا حج کے لئے سفر ہو اور صرف یہی نہیں کہ تم ان پر سواری کرو بلکہ ان پر اور کشتیوں پر بھی تم لدے پھرتے ہو، تم اور تمہارا سامان ان پر لادا جاتا ہے نقل و حمل کا سلسلہ جاری ہے جس سے تمہارے معاشی مسائل حل ہوتے ہیں اور حصول منافع کا سلسلہ قائم ہے اور بھی قدرت کی نشانیاں اللہ تم کو دکھاتا ہے سو تم اللہ کی نشانیوں میں سے کون کونسی نشانیوں (اور دلائل قدرت) کا انکار کرو گے، کیا ان لوگوں نے زمین کا سفر نہیں کیا ہے کہ دیکھ لیتے کیسا انجام ہوا ان منکرین کا جو ان سے پہلے گذرے ہیں وہ ان سے زائد تھے اپنی تعداد میں اور ان سے زائد تھے اپنی طاقت اور نشانیوں کے اعتبار سے جو آثار و نشانیاں انہوں نے اپنی دولت و ثروت اور عزت و حکومت کی چھوڑیں مگر ان کے کچھ کام نہ آئیں یہ تمام باتیں جو کرتے تھے، اور وہ مادی تدابیر اپنی شان و شوکت کی اور اللہ کے پیغمبروں کے مقابلہ میں ہر طرح کی سازشیں، اور کسی طرح بھی وہ عذاب الٰہی سے نہ بچ سکے، غرض جب ان کے پاس ان کے پیغمبر اللہ کی کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ اپنے اس علم پر خوش ہوتے اور ناز کرنے لگے جو ان کے پاس تھا دنیوی اور معاشی علوم میں سے اور اس کے مقابلہ میں خدا اور اس کے رسول کے علم کو حقیر جانا تو آ پڑا ان پر عذاب اسی چیز کی بدولت جس کا وہ تمسخر و مذاق کرتے تھے پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے ہم ایمان لائے خدائے واحد پر اور ہم نے ان سب چیزوں کا انکار کیا جن کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے اس وقت عذاب خداوندی کے ظاہر ہونے اور دیکھنے کے بعد تو کوئی ایمان لانا معتبر نہیں ہو سکتا تھا تو ان کا ایمان لانا ان کے واسطے کسی درجہ میں نافع نہیں ہوا جب کہ انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اس لئے کہ اب یہ ایمان بالغیب نہ رہا جب کہ عذاب کا مشاہدہ ہو گیا اور نہ اختیاری رہا بلکہ اضطراری ہو گیا، اور ایمان تو وہی معتبر ہے جو بالغیب ہو اور بحالت اختیار حق ہو، اللہ کا یہی قانون اور طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں پہلے سے چلا آرہا ہے اور ظاہر ہے کہ اس وقت جب کہ کافروں پر عذاب خداوندی مسلط ہو گیا اور ان کا ایمان بھی نافع و معتبر نہ ہوا تو خسارہ میں پڑ گئے، اللہ کا انکار و کفر کرنے والے، اور یہ خسارہ انتہائی اور آخری درجہ کا ہے کیونکہ اس کے بعد تو تلافی کا کوئی امکان ہی نہیں، نہ ایمان لانے کا وقت رہا، نہ توبہ کی صفت رہی، بخلاف اس کے کہ اگر ایسے لوگ عذاب نازل ہونے سے پہلے کفر و نافرمانی کا تدارک کر لیتے تو تدارک ہو سکتا تھا۔

ف تمام ائمہ متکلمین کا اجماع ہے کہ ایسا ایمان، ایمان یاس کہلاتا ہے، اور نص قرآنی سے ایسا ایمان ناقابل اعتبار قرار دیا گیا جیسے ارشاد فرما دیا گیا — لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا، اسی طرح سکرات موت شروع ہو جانے پر بھی ایمان معتبر نہیں، اس کو ایمان یاس کہا جاتا ہے۔

بحث ایمان باس و ایمان یاس

اب تو نہ پچھتانے سے کوئی فائدہ اور نہ توبہ و معذرت سے کوئی ثمرہ مرتب ہوگا۔
فرعون نے غرق ہوتے وقت جب ایمان لانا چاہا تو اس کو رد کر دیا گیا کہ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ، کہ اب ایمان لاتا ہے اور حال یہ کہ پہلے سے نافرمانی کرتا رہا اور موت کے وقت میں ایمان چونکہ ایمان بالغیب نہیں رہتا، اس لیے وہ بھی معتبر نہیں جیسے کہ ارشاد فرما دیا گیا۔ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓي اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَھُمْ كُفَّارٌ (تفصیل سابق میں گزر چکی) حدیث میں ارشاد ہے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ تعالیٰ يقبل توبة العبد ما لم يغرغر یعنی کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک کہ وہ غرغرہ یعنی نزع کی حالت میں نہ پہنچے تو حق تعالیٰ نے کافروں کی اس قدیم روش کا ذکر کرتے ہوئے نتیجہ یہ فیصلہ فرما دیا کہ ایسا ایمان کسی درجہ میں بھی نفع بخش نہ ہوا اور منکرین و کافرین خائب و خاسر ہوئے۔

اللّٰھم احفظنا من الخسرین واحفظنا من غضبك وعذابك وتوفنا مسلمین والحقنا بالصالحین غیر خزایا ولا نادمین ولا مفتونین، آمین یا رب العالمین۔ تم سورۃ المؤمن بفضل اللہ وتوفیقہ ولہ الحمد حمداً کثیرا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ حٰم سجدہ

اس کا نام سورۃ فصلت بھی ہے، اس کو بعض حضرات نے سورۃ المصابیح بھی کہا ہے باتفاق ائمہ مفسرین مکی سورت ہے جس میں ۵۴ آیات اور چھ رکوع ہیں سورۃ مومن کے اکثر مضامین اثبات توحید و دلائل قدرت اور اثبات قیامت پر مشتمل تھے، اس سورت کے مضامین کا حاصل زیادہ تر اثبات رسالت ہے۔ اور ضمناً بعث بعد الموت اور حشر و نشر کو بھی ثابت کیا گیا، بالخصوص قریش کے لوگ جو توحید خداوندی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے سے اعراض کرتے تھے ان پر وعید و تہدید بھی ہے۔
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز قریش کے لوگ جمع ہوئے اور باہم مشورہ کرتے ہوئے کہنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے ہمارے

درمیان تفریق ڈال دی۔ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ ان کے پاس چل کر بات چیت کرنی چاہیے دیکھیں کیا جواب دیتے ہیں۔ باہمی مشورہ سے گفتگو کرنے کے لیے عتبہ بن ربیعہ کو متعین کیا گیا، جو کہ وہ ان میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ اور علم و فہم والا شخص شمار کیا جاتا تھا۔ عتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے سلسلہ گفتگو اس طرح کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم یہ بتاؤ کہ تم بہتر ہو یا عبد اللہ بہتر ہیں؟ آپ خاموش رہے پھر کہا آپ بہتر ہیں یا عبد المطلب۔ اس پر بھی خاموش رہے۔ کچھ کے بعد خود ہی کہنے لگا کہ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ آپ سے بہتر تھے اور آپ کے بزرگ تھے تو انہوں نے ان بتوں کی عبادت کی ہے جن کی تم برائی کرتے ہو۔ اور اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم ان سے اچھے ہو تو پھر بات کرو تاکہ ہم سنیں کہ وہ کون سی نئی بات ہے جس کے باعث تم اپنے کو ان سے بہتر کہہ سکتے ہو۔ اور ہمارے معبودوں کی مذمت آپ سے بڑھ کر ہم نے کسی شخص کو اپنی قوم اور قبیلہ میں تفرقہ ڈالنے والا نہیں دیکھا، تم نے ہمارے خداؤں کو جدا جدا کر دیا۔ تم ہمارے معبودوں کی برائی کرتے ہو، ہمارے دین کو برا کہتے ہو۔ اور تم نے ہمیں تمام عرب میں ذلیل کیا یہاں تک کہ یہ بات پھیل چکی ہے کہ قریش میں ایک جادوگر پیدا ہوا ہے، ان میں ایک کاہن ہے۔ اب کیا اسی بات کا انتظار ہے کہ ہماری قوم میں ایک آواز بلند ہو اور پھر ایک دوسرے کے مقابل تلوار لے کر میدان میں نکل آئے۔ اے شخص اگر تمہیں مال کی ضرورت ہے تو کہو، ہم سب تمہیں اتنا مال جمع کر کے دے دیں گے کہ تم عرب کے سب سے زیادہ مالدار آدمی ہو جاؤ گے۔ اگر عورتوں کی چاہت ہے تو دس ہم دینے کو تیار ہیں اور اگر نفس کی کوئی خواہش ہے تو وہ بھی پوری کر دی جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی سے تمام گفتگو سنتے رہے۔ جب وہ بول کر خاموش ہوا تو آپ نے فرمایا کہہ چکے؟ تو کہا کہ ہاں۔ آپ نے کہا اچھا اب تو اطمینان سے سنئے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اسی سورت حم کی ابتداء سے تلاوت شروع فرمائی حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ۔ یہاں تک کہ جب آپ پڑھتے پڑھتے آیت فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً آخر آیت تک پہنچے تو عتبہ جو اب تک سر جھکائے بڑی محویت سے سن رہا تھا بول اٹھا بس بس،[1] اگر آپ کے پاس کوئی اور کلام ہو تو سنائیے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس تو یہی کلام ہے جو اللہ نے مجھ پر نازل کیا۔ عتبہ واپس لوٹا تو لوگوں نے پوچھا کیا کر کے آیا ہے جو کچھ تم لوگوں نے کہا تھا وہ سب کچھ میں نے ان سے کہا۔ مجھے تو اس میں سے کچھ سمجھ نہیں آیا بجز اس کے اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ۔ کہ میں تمہیں ایک بجلی سے ڈراتا ہوں جیسا عاد و ثمود پر عذاب آیا تھا۔ یہ لوگ کہنے لگے عجیب بات ہے کہ وہ عربی میں بولتے تھے، تم عرب کا فصیح انسان ہوتے ہوئے بھی نہیں سمجھ پایا۔ کہنے لگا بس میں تو صاعقہ کے ذکر کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھا۔ ایک روایت میں ہے کہ قریش کے لوگ کہنے لگے خدا کی قسم ابوالولید (عتبہ کی کنیت تھی) تو اس حالت سے

---

[1] ایک روایت میں ہے کہ اس نے گھبرا کر آپ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگا بس کیجیے۔

بدل کر آیا جس حالت میں یہاں سے گیا تھا، یعنی بدلا ہوا نظر آرہا ہے۔ عتبہ نے کہا خدا کی قسم جو قول میں نے اس سے سنا ہے وہ نہ شعر ہے نہ کہانت ہے اور نہ سحر ہے تم اس کا مقابلہ نہ کرو۔ اگر دوسرے عرب قبائل نے اس کو مغلوب کر دیا تو وہ ہی تمہیں کفایت کر جائیں گے اور اگر وہ غالب آگیا تمام عرب پر تو اس کا ملک تمہارا ملک ہوگا اور اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی اور تم دنیا میں سب سے زیادہ سعادت و عزت والے ہو جاؤ گے۔ قریش کے لوگ یہ سن کر بولے کہ ابو الولید اس نے اپنے کلام سے تجھ پر بھی جادو کر دیا۔ عتبہ یہ سن کر کہنے لگا اچھا پھر تمہاری مرضی جو چاہو کرو۔

آیاتہا ۵۴ ۔ (۴۱) سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۶۱) ۔ رکوعاتہا ۶

سورۂ حٰم سجدہ مکی ہے اس میں چوّن آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۲﴾ كِتٰبٌ

یہ اتارا ہے بڑے مہربان رحم والے سے۔ کتاب ہے کہ

فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾

جدی جدی کی ہیں اس کی آیتیں قرآن عربی زبان کا ایک سمجھ والے لوگوں کو۔

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا

سناتا خوشی اور ڈر، پھر دھیان نہ لائے وہ بہت لوگ پھر وہ نہیں

يَسْمَعُوْنَ ﴿۴﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا

سنتے۔ اور کہتے ہیں ہمارے دل غلاف میں ہیں اس بات سے جس

تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَ

طرف تو ہم کو بلاتا ہے اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے بیچ

بَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُونَ ۝ قُلْ إِنَّمَا

بیچ میں اوٹ ہے ، سو تو اپنا کام کر ہم اپنا کام کرتے ہیں ۔ تو کہہ میں بھی

أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ

آدمی ہوں جیسے تم ، حکم آتا ہے مجھ کو کہ تم پر بندگی ایک حاکم کی

وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ ۗ وَوَيْلٌ

ہے ، سو سیدھے رہو اس کی طرف ، اور اس سے گناہ بخشواؤ ۔ اور خرابی

لِّلْمُشْرِكِينَ ۝ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُم

ہے شریک والوں کو ۔ جو نہیں دیتے زکوٰۃ ، اور وہ

بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

آخرت سے منکر ہیں ۔ البتہ جو یقین لائے ، اور

الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

کیے بھلے کام ، ان کو نیگ ملتا ہے جو بس نہ ہو ۔

حقانیت قرآن کریم و رسالت سید المرسلین انجام مکذبین و منکرین، اجر و ثواب مومنین

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ۔ حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔۔ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۔

ارتباط: جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ذکر کیا گیا کہ پہلی سورت مضامین توحید پر مشتمل تھی اب اس سورت میں قرآن کریم کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ثابت کرنا مقصود ہے۔ اور یہ کہ منکرین کا انجام کس طرح ہلاکت و تباہی کا ہوگا اور اہل ایمان کس اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔ ارشاد فرمایا۔

حٰمٓ خدا ہی اس کی مراد خوب جانتا ہے۔ یہ کلام نازل کیا جا رہا ہے رحمٰن و رحیم کی طرف سے جو ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں اس طرح کہ یہ قرآن ہے عربی زبان میں اگر اہل عرب اس کے معارف و معانی بسہولت سمجھ کر ایمان لے آئیں اور بہت سہولت سے یہ جان لیں کہ کسی بشر کا کلام

نہیں کیونکہ وہ عربی میں فصاحت و بلاغت کے امام ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر عرب کا کوئی امی عربی کلام پیش کر رہا ہے تو ان فصحاء و ادباء کو اس سے بڑھ کر کلام پیش کر دینا چاہیے۔ چہ جائیکہ وہ مقابلہ سے عاجز رہیں۔ اور عاجز رہنا بذاتِ خود اس کا ثبوت ہوگا کہ یہ کلام بشر نہیں، بہرکیف یہ اللہ کا کلام قرآن اہلِ ایمان کے لیے ہدایت ہے۔ اس قوم کیلئے جو عقل رکھتی ہو، جو مانتے اور عمل کرنے والوں کے واسطے بشارت سنانے والا ہے اور انکار و نافرمانی کرنے والوں کے لیے ڈرانے والا ہے۔ قرآن حکیم اور ان صفات کا تقاضا تو یہ تھا کہ ایسی عظیم کتاب ہدایت پر سب لوگ ایمان لاتے۔ لیکن اکثر لوگوں نے اس سے روگردانی کی پھر وہ اپنے دلی عناد و نفرت کی وجہ سے سنتے ہی نہیں ہیں۔ اور جب ان کو حق و ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل تو غلافوں اور پردوں میں محفوظ ہیں اس بات سے جس کی طرف آپ ہم کو بلا رہے ہیں۔ اس لیے آپ کی کوئی بات بھی ہمارے دل قبول نہیں کرتے۔ اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے اس لیے اصل میں ہمیں آپ کی بات سنائی ہی نہیں دیتی۔ اور ہمارے آپ کے درمیان تو ایک حجاب رکاوٹ اور پردہ ہے تو اس صورت میں آپ کی طرف وہ رخ ہو سکتا ہے اور نہ قلبی میلان ہو سکتا ہے لہٰذا آپ اپنا کام کیے جائیے ہم اپنا کام کر رہے ہیں اب ہم سے کسی طرح کی امید و توقع رکھنے کی ضرورت نہیں۔ آپ فرما دیجئے میں اس بات کی تو قدرت نہیں رکھتا کہ زبردستی تمہارے دلوں کو ایمان کی طرف پھیر دوں۔ اور تمہیں اس کے قبول کرنے پر مجبور کر دوں۔ بس میں تم ہی جیسا ایک بشر ہوں اور کسی بشر کو یہ قدرت نہیں کہ وہ کسی کا دل پھیر دے۔ یہ قدرت اور طاقت تو صرف رب العالمین کو ہے۔ البتہ یہ شرف اور برتری اور امتیاز مجھ کو عطا کیا گیا ہے کہ مجھ پر اللہ کی وحی نازل کی جاتی ہے جو عین عقل و فطرت کے مطابق ہے وہ یہ کہ اے لوگو! بس تم سب کا معبود تو صرف ایک ہی خدا ہے۔ اس لیے بس اسی کی طرف تم اپنا رخ پوری استقامت و پختگی کے ساتھ کرو نہ کسی اور کی عبادت کرو۔ اور زندگی کے ہر شعبہ میں بس اسی کی پیروی کرو۔ اور آج تک جو قصور و گناہ سرزد ہوئے ان کی اسی سے معافی مانگو۔ اور اصل حقیقت تو یہ ہے کہ شرک کرنے والوں کے لیے بڑی ہلاکت و تباہی ہے۔ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار ہی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کے بالمقابل جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کے واسطے آخرت میں ایسا اجر ہے جو کبھی بھی منقطع ہونے والا نہیں۔ کیونکہ آخرت کی ہر نعمت دار الخلد کی نعمت ہے اور ان نعمتوں کو زوال و فنا نہیں۔ جیسے کہ ارشاد ہے۔ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ کہ یہ ایسی عطا ہے جو کبھی قطع نہیں کی جائے گی۔

ملہ یہ سورت مکی ہے اور زکوٰۃ کا حکم مدینہ میں نازل ہوا اور پھر شرک کرنے والوں کا حال بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا جانا کہ ہلاکت ہے ان مشرکین کے لیے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تو باعث تردد ہوتا ہے کہ مشرک زکوٰۃ کیا ادا کریں گے اور عدم ادائیگی پر وعید کا کیا مفہوم ہو سکتا ہے۔ اس لیے اگر یہاں زکوٰۃ کا لغوی مفہوم طہارت و پاکی کا لحاظ کرتے ہوئے ترجمہ اس طرح کر لیا جائے۔ "جو پاکی اور طہارت نہیں حاصل کرتے" تو یہ اشکال رفع ہو جائے گا۔

فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ

اس میں بوجھ اوپر سے، اور برکت رکھی اس کے اندر اور ٹھہرائیں

فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ ۖ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ﴿١٠﴾

اس میں خوراکیں اس کی چار دن میں۔ پورا ہوا پوچھنے والوں کو۔

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا

پھر چڑھا آسمان کو اور وہ دھواں ہو رہا تھا، پھر کہا اس کو

وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا ۖ قَالَتَا أَتَيْنَا

اور زمین کو آؤ دونوں خوشی سے یا زور سے۔ وہ بولے ہم آئے

طَائِعِينَ ﴿١١﴾ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ

خوشی سے۔ پھر ٹھہرا دیئے وہ سات آسمان دو دن میں،

وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا ۚ وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ

اور اتارا ہر آسمان میں حکم اس کا۔ اور رونق دی ہم نے

الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ

ورلے آسمان کو چراغوں سے، اور نگہبانی۔ یہ سادھا ہے زبردست

الْعَلِيمِ ﴿١٢﴾ فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً

خبردار کا۔ پھر اگر وہ ٹلا دیں تو تو کہہ میں نے خبر سنا دی تم کو ایک

مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ﴿١٣﴾ إِذْ جَاءَتْهُمُ الرُّسُلُ

کڑاکے کی جیسا کڑاکا آیا عاد اور ثمود پر۔ جب آئے ان کے پاس رسول

مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا

آگے سے اور پیچھے سے، کہ نہ پوجو کسی کو

إِلَّا اللّٰهَ ۖ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً

سوا اللہ کے، کہنے لگے اگر ہمارا رب چاہتا تو اتارتا فرشتے،

فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ

سو ہم تمہارے ہاتھ بھیجا نہیں مانتے۔ سو وہ جو عاد

فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ

تھے غرور کرنے لگے ملک میں ناحق کا اور کہنے لگے کون

اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ

ہے ہم سے زیادہ زور میں، کیا دیکھتے نہیں کہ اللہ جس نے

خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

ان کو بنایا وہ زیادہ ہے ان سے زور میں۔ اور تھے ہماری نشانیوں

يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا

سے منکر۔ پھر بھیجی ہم نے ان پر باؤ تند زور کی

فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي

کئی دن مصیبت کے کہ چکھا دیں ان کو رسوائی کی مار

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا

دنیا کے جینے میں۔ اور آخرت کی مار میں تو پوری رسوائی ہے اور ان کو

يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا

کہیں مدد نہیں۔ اور جو ثمود تھے سو ہم نے ان کو راہ بتائی پھر ان کو خوش

الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ

لگا اندھے رہنا سوجھنے سے، پھر پکڑا ان کو کڑاکے نے ذلت کی مار کے

اور عقل کا تو یہی تقاضا ہے کہ وہ آپ کی بات کی اتباع کریں اور اس پر ایمان لائیں لیکن اس کے باوجود پھر بھی اگر وہ اعراض و بے رخی کریں تو آپ کہہ دیجئے۔ لے لوگو میں تم کو ایسی ہی کڑک اور عذاب سے ڈراتا ہوں جیسی عاد و ثمود پر مسلط ہونے والی کڑک تھی جب کہ ان کے پاس ان کے رسول آئے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے بھی یعنی ان کی طرف مبعوث ہونے والے پیغمبر جو تعداد میں بہت تھے، ان کو ہر طرح تبلیغ کرتے رہے۔ اور ایمان باللہ کی دعوت دیتے رہے۔ حضرت نوحؑ کی طرح کبھی سامنے سے آتے۔ اور کبھی پیچھے سے نصیحت اور تفہیم میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا یہی کہتے تھے کہ ہرگز عبادت نہ کرو سوائے اللہ کے کسی کی۔ مگر شقاوت اور بدنصیبی کہ کہنے لگے کہ اگر ہمارے رب کو منظور ہوتا کہ ہماری طرف کسی کو پیغمبر بنا کر بھیجے تو فرشتوں کو اتار دیتا اور وہ یہ کام سر انجام دیتے جو تم کر رہے ہو۔ بس اب اس صورت میں تو ہم اس توحید کا انکار کرتے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے۔ یہی شقاوت جس کے باعث انہوں نے اللہ کے رسولوں کا انکار کیا۔ تو آج کے ان کافروں کو بھی معلوم ہو جانا چاہیئے کہ ان منکرین و مکذبین کے غرور و نخوت کا کیا حال تھا اور کس طرح عذاب خداوندی سے تباہ و برباد کیے گئے۔ بہر حال وہ جو عاد کے لوگ تھے وہ نخوت غرور میں پڑ گئے۔ زمین میں سرکشی و نافرمانی کا ناحق مظاہرہ کیے ہوئے اور کہنے لگے کون ہے ہم سے زیادہ طاقت زور والا۔ اپنی جوانی، تنومندی ہاتھ پاؤں کے زور پر اکڑتے تھے جو اس بات کو بھلا دیا کہ جس ذات نے ایسے تنومند مضبوط طاقتور آدمی پیدا کیے وہ ان سے بھی زائد طاقت والا ہے۔ افسوس[1] کیا انہیں نظر نہیں آیا کہ جس ذات نے ان کو پیدا کیا ہے وہی ان سے زیادہ طاقت و زور والا ہے وہ ہماری ان نشانیوں کا انکار کرتے تھے۔ اگرچہ دل میں یقین تھا اور سمجھتے تھے کہ یہ اللہ کی برحق نشانیاں ہیں مگر عناد اور تکبر کی وجہ سے انکار اور ضد پر تلے ہوئے تھے۔ تو ان کی اس روش کی وجہ سے ہم نے ان پر بھیج دی ایک تیز اور تند ہوا جو ہر چیز کو اکھاڑ پھینک دینے والی تھی کئی دنوں جو ان کے واسطے بڑی نحوست کے تھے تاکہ چکھا دیں ہم ان کو ذلت و رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں بھی تاکہ ان کا غرور ٹوٹے۔ سات[2] راتیں اور آٹھ روز تک مسلسل یہ طوفان چلتا رہا اور آخرت کا عذاب تو بڑی ذلت و رسوائی کا ہے۔ یہ تو حشر و انجام ہوا عاد والوں کا۔ اور وہ جو ثمود تھے سو ہم نے ان کو راستہ حق اور ہدایت کا دکھلایا لیکن انہوں نے اندھا پن ہی اختیار کیے رکھا۔ ہدایت کے روشن راستے کے مقابلہ میں اس لیے پکڑ لیا ان کو ذلت کے عذاب کی کڑک نے ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک ایسی ہیبت ناک آواز (جس سے جگر بھی پھٹ جائیں) کے ساتھ زلزلہ آیا۔ جس سے وہ تباہ ہو گئے۔ اور بچا لیا ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اللہ کا

ملہ اَوَلَمْ یَرَوْا کے ترجمہ میں لفظ افسوس اس لیے بڑھایا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس جگہ ہمزہ استفہام توبیخ و ملامت کے لیے ہے اور لفظ افسوس توبیخ و ملامت کی ترجمانی کر رہا ہے۔ ۱۲

ملہ جیسے ارشاد مبارک ہے۔ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا (الحاقۃ)

مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ میں خَلَقَهٗ قَدَّرَهٗ کے معنی میں ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

بہرکیف آلوسیؒ نے اس طرح کے اقوال نقل کر کے ان آیات کے تعارض کو رفع کیا تفصیل کے لیے تفسیر ابن کثیر ج ۴، روح المعانی ج ۲۴ از صفحہ [illegible] تا صفحہ [illegible] ملاحظہ فرمائیں۔

استاذ محترم شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے فوائد میں فرماتے ہیں احقر کو ابوحیانؒ کی تفسیر پسند ہے کہ آیت ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ اور وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا میں یہ ضروری نہیں کہ ثم اور لفظ بعد تراخی زمانی کے لیے ہو ممکن ہے کہ تراخی فی الاخبار یا تراخی رتبی مراد ہو جیسے آیت ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا میں حالانکہ ظاہر ہے کہ جو اوصاف اس سے قبل بیان کیے گئے ہیں وہ مؤمن ہی کے اوصاف ہیں اور ایمان کے بعد ہی ان اوصاف کا تحقق ہوتا ہے نہ کہ ایمان ان اوصاف کے بعد حاصل ہو، بہرحال قرآن کریم میں ترتیب زمانی کی تصریح نہیں، ہاں نعمت کے تذکرہ میں زمین کا ذکر مقدم رکھا اور عظمت و قدرت کے تذکرہ میں آسمان کا ذکر مقدم رکھا جس کی لطافت اولی تامل و غور سے ظاہر ہے، تو اس ترتیب ذکری سے یہ لازم نہیں کہ اس کو ترتیب وقوعی اور ترتیب وجودی قرار دیا جائے تخلیق کے اوقات میں دنوں کی بعض روایات میں تعیین بھی آئی ہے مثلاً حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ مٹی کو اللہ نے سنیچر کے روز پیدا کیا اور پہاڑوں کو اتوار کے روز اور درختوں کو پیر کے روز، برائیوں اور بیماریوں کو منگل کے روز، نور اور بھلائیوں کو بدھ کے روز، چوپائے اور جانور جمعرات کے روز اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے روز کے آخری پہر میں عصر و مغرب کے درمیان، لیکن ابن کثیرؒ نے اس کو معلول فرمایا، اگرچہ امام مسلمؒ نے اس حدیث کو تخریج فرمایا ہے، مگر ابن کثیرؒ نے اس کو غرائب صحیح میں بیان کیا، امام بخاریؒ نے بھی اس کو معلول فرمایا، امام بخاریؒ اور علی بن المدینیؒ اس کو کعب احبارؒ کا کلام قرار دیتے ہیں، واللہ اعلم بالصواب (فوائد شیخ الاسلامؒ)۔

ابن جریرؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے بیان کیا کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آسمانوں اور زمین کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پہلی شنبہ اور یک شنبہ کے دن پہاڑ اور پہاڑوں کے منافع سہ شنبہ کے دن، اور درخت، پانی، شہریں اور آبادیاں چہارشنبہ کے دن یہ چار دن مکمل ان تمام چیزوں کے پیدا کرنے کے ہو گئے اس کے بعد پنجشنبہ کے دن آسمان بنائے اور جمعہ کے روز ستارے، چاند، سورج اور فرشتے پیدا کیے۔ تو یہ مضمون پہلی روایت سے مختلف ہے، مناسب اور بے تکلف وہی چیز ہے جس کو شیخ الاسلامؒ نے اختیار فرمایا۔

عاد و ثمود کی تاریخ اہل عرب کے لیے عظیم درس عبرت

مقام عبرت و تنبیہ میں عاد و ثمود کے واقعہ کا حوالہ ان آیات میں خاص طور پر اسی وجہ سے دیا گیا کہ قریش کے لوگ اور عرب میں بسنے والے ان قوموں کو خوب جانتے تھے ان کے ساز و سامان مادی

وسائل کی کثرت و فراوانی اور طاقت و شجاعت سب کچھ تاریخی حیثیت سے مشہور و معروف تھا تو ان کا ذکر کرکے یہ واضح کردیا گیا کہ جب یہ طاقت ور قومیں بھی اللہ کی نافرمانی اور اللہ کے رسولوں کا مقابلہ کرکے اللہ تعالیٰ کے قہر و عذاب سے نہیں بچ سکیں جن کے آثار و نشانات آج تک بھی اہل عرب یمن اور شام کے سفر میں دیکھتے ہیں کہ کس طرح عذاب خداوندی نے ان کو ہلاک کیا۔ ان آیات میں عاد و ثمود کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا گیا اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ یعنی جب کہ ان کے پاس ان کے رسول آئے آگے پیچھے کے ساتھ، قوم عاد کے رسول تو حضرت ہود علیہ السلام تھے اور ثمود کے رسول حضرت صالح علیہ السلام تھے تو ان دو رسولوں کو جمع کے صیغے سے بیان کرنے کی بنا پر تعبیر فرمایا گیا کہ ممکن ہے کہ ان دو کے علاوہ بھی کچھ اور رسول دیگر قوم عاد و ثمود کے لیے بھیجے گئے ہوں۔ لیکن قرآن کریم نے انہی دو حضرات کا ان کی عظمت وخصوصیت کے باعث ذکر کیا۔ اور بعض دیگر انبیاء کا ذکر نہیں فرمایا جیسا فرمایا مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ یا اس بناء پر کہ کسی قوم کا ایک رسول کی تکذیب کرنا بھی اللہ کے سب پیغمبروں کو جھٹلانا ہے جیسے کہ ارشاد فرمایا كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے تمام رسولوں کو جھٹلایا حالانکہ قوم نوح تو صرف نوح علیہ السلام کی تکذیب کی مرتکب ہوئی تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ گزشتہ مضامین میں متعدد مواقع پر بیانات و دلائل سے واضح کیا جا چکا کہ حق تعالیٰ کے تمام انبیاء و رسل اصول توحید جزا و سزا اور قیامت کے مسئلہ میں متفق ہیں اس وجہ سے کسی بھی ایک رسول کا انکار اللہ کے تمام رسولوں کا انکار ہے۔ اسی پہلو پر عیسائی و یہودی تمام اہل کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے خود اپنے پیغمبر پر بھی ایمان رکھنے والے نہ رہیں گے۔ اس کے برعکس ہر مسلمان جس طرح وہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے اسی طرح وہ حضرت عیسیٰ و حضرت موسیٰ حضرت داؤد حضرت یعقوب اور حضرت ابراہیم علیہم السلام پر ایمان رکھتا ہے۔ تو عیسائیوں اور حضرت موسیٰ پر ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب تک وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائیں گے وہ حضرت عیسیٰ و حضرت موسیٰ کے بھی کافر و منکر رہیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت تو یہ ہے کہ اگر بالفرض آج موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے لو کان موسیٰ حیاً لما وسعہ الا اتباعی اسی بنا پر ہے کہ جب حضرت عیسیٰ قیامت کے قریب زمین پر نزول فرمائیں گے تو وہ آپ کے امتی ہوں گے اور قرآن پر عمل کریں گے اور اسی کو نافذ و جاری کریں گے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ

اور جس دن جمع ہوں گے دشمن اللہ کے دوزخ پر، پھر ان کی

يُوزَعُونَ ﴿١٩﴾ حَتَّىٰٓ إِذَا مَا جَآءُوهَا شَهِدَ

مثلیں بنیں گی ۔ یہاں تک کہ جب پہنچے اس پر، بتا دیں گے

عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَٰرُهُمْ وَجُلُودُهُم

ان کو ان کے کان ، اور ان کی آنکھیں ، اور ان کے چمڑے،

بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُوا۟ لِجُلُودِهِمْ

جو کچھ وہ کرتے تھے ۔ اور وہ کہیں گے اپنے چمڑوں کو

لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوٓا۟ أَنطَقَنَا

تم نے کیوں بتایا ہم کو ۔ وہ بولے ہم کو بلوایا

ٱللَّهُ ٱلَّذِىٓ أَنطَقَ كُلَّ شَىْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ

اللہ نے جس نے بلوایا ہے ہر چیز کو، اور اسی نے بنایا تم کو پہلی

مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢١﴾ وَمَا كُنتُمْ تَسْتَتِرُونَ

بار ، اور اسی کی طرف پھر جاتے ہو ۔ اور تم پردہ نہ کرتے تھے

أَن يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ أَبْصَٰرُكُمْ وَلَا

اس سے کہ تم کو بتا دیں گے تمہارے کان ، نہ تمہاری آنکھیں ، نہ

جُلُودُكُمْ وَلَٰكِن ظَنَنتُمْ أَنَّ ٱللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا

چمڑے ، پر تم کو یہ خیال تھا کہ اللہ نہیں جانتا بہت چیزیں

مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢٢﴾ وَذَٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ ٱلَّذِى ظَنَنتُم

جو کرتے ہو ۔ اور یہ وہی تمہارا خیال ہے، جو رکھتے تھے

بِرَبِّكُمْ أَرْدَىٰكُمْ فَأَصْبَحْتُم مِّنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴿٢٣﴾

اپنے رب کے حق میں، اسی نے تم کو غارت کیا، پھر آج رہ گئے ٹوٹے میں ۔

فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۖ وَإِنْ

پھر اگر وہ صبر کریں تو آگ ان کا گھر ہے ۔ اور اگر

يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُم مِّنَ الْمُعْتَبِينَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضْنَا

وہ منایا چاہیں تو ان کو کوئی نہیں مناتا ۔ اور لگا دیے

لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُم مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ

ہم نے ان پر تعیناتی، پھر انہوں نے بھلا دکھلایا ان کو جو ان کے آگے اور

مَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ

جو ان کے پیچھے اور ٹھیک پڑی ان پر بات، مل کر سب فرقوں میں

خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ

جو ہو چکے ہیں ان سے آگے جنوں کے اور آدمیوں کے، وہ تھے

كَانُوا خَاسِرِينَ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا

ٹوٹے والے ۔ اور کہنے لگے منکر نہ کان دھرو

لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ﴿۲۶﴾

اس قرآن کے سننے کو اور بک بک کرو اس کے پڑھنے میں شاید تم غالب ہو ۔

فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

سو ہم کو ضرور چکھانی ہے منکروں کو سخت مار ، اور ان کو بدلہ دینا ہے

أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۷﴾ ذَٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ

بُرے کاموں کا جو کرتے تھے ۔ یہ سزا ہے اللہ کے دشمنوں

اللَّهِ النَّارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَاءً بِمَا كَانُوا

کی، آگ ۔ ان کو اس میں گھر ہے سدا کا ۔ بدلہ اس کا جو ہماری

بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا

باتوں سے انکار کرتے تھے ۔ اور کہیں گے جو لوگ منکر ہیں اے رب ہمارے

الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا

ہم کو دکھلا دے دونوں جنہوں نے ہم کو بہکایا جو جن ہے اور جو آدمی، کہ ڈالیں ہم

تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ

ان کو اپنے پاؤں کے نیچے، کہ وہ رہیں سب سے نیچے ۔ تحقیق

الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ

جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان پر اترتے

الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا

ہیں فرشتے کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ، اور خوشی سنو

بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ

اس بہشت کی، جس کا تم کو وعدہ تھا ۔ ہم ہیں تمہارے رفیق

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا

دنیا میں اور آخرت میں اور تم کو وہاں ہے جو

تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾

چاہے جی تمہارا، اور تم کو وہاں ہے جو مانگو ۔

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ

مہمانی ہے اس بخشنے والے

رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾

مہربان سے ۔

تفصیل عذابِ آخرت و ذلتِ ناکامی منکرین و انعاماتِ مطیعین

قال اللہ تعالیٰ ۔ وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ ... الیٰ ... نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ

ربط: گذشتہ آیات کا مضمون دلائل قدرت کے سلسلہ بیان میں مجرمین کی نافرمانیوں پر دنیاوی عذاب کا ذکر تھا۔ اور یہ کہ ایسے واضح دلائل قدرت کے ہوتے ہوئے اس قادرِ مطلق کی نافرمانی بڑی ہی حیرت اور افسوس کی بات ہے۔ اور وہ اس سرکشی کے باعث دنیا کے عذاب اور ذلت و خواری سے نہیں بچ سکے۔ اب ان مجرمین پر عذابِ اخروی بیان کیا جارہا ہے کہ آخرت کی ذلت و رسوائی کا کیسا ہولناک منظر ہوگا، ساتھ ہی مطیعین پر انعامات خداوندی اور ان کا اعزاز و اکرام کا مضمون ارشاد فرمایا جارہا ہے ۔ ارشاد ہے۔

اور جس روز کہ جمع کیا جائے گا اللہ کے دشمنوں کو دوزخ کی آگ کی طرف کھینچتے ہوئے تو وہ اس وقت روکے ہوئے چلائے جائیں گے۔ تاکہ سب کے سب جمع ہو جائیں اور یکبارگی ان تمام مجرمین کو موقف حساب میں حساب اعمال کے لیے پیش کیا جائے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب آجائیں گے یعنی جہنم اور اس کی آگ کی لپٹیں انہیں موقف حساب سے قریب ہی نظر آتی ہوں گی تو گواہی دیں گے ان کے خلاف ان کے کان ان کی نگاہیں اور ان کی کھالیں ان تمام اعمال کی جو یہ کیا کرتے تھے۔ اس وقت یہ بیچارے اس عالم میں حیران ہو رہے ہوں گے اور کہیں گے۔ اپنی کھالوں اور اپنے اعضاء سے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی اور کیسے دی حالانکہ تم میں تو بولنے کی صلاحیت اور قدرت نہیں ہے۔ جواب دیں گے گویائی دی ہم کو اسی اللہ رب العزت نے جس نے ہر ایک چیز کو گویائی دی۔ جو گویا ہے خواہ اس کی گویائی متعارف و معتاد ہو جیسے انسانوں کی گفتگو اور جانوروں پرندوں کی آوازیں خواہ غیر متعارف و غیر معتاد ہو یعنی جو چیز بھی گویائی کی صلاحیت رکھتی ہے وہ اس کے کسی ذرہ اور طبیعت کا تقاضا نہیں بلکہ وہ محض عطاء الٰہی اور قدرت خداوندی ہے تو اب جس کو اختیار ہے وہ اپنی قدرت سے جس کسی چیز اور حصہ میں بھی قوت نطق و گویائی پیدا کردے اس کے سمجھنے ماننے میں آخر کیا تردد ہے۔ اس کی عظمت قدرت کا یہ عالم ہے۔ پھر اسی نے تو پیدا کیا تھا تم کو پہلی بار جس کا تم مشاہدہ کر چکے تو اب اسی پروردگار نے اپنی قدرت سے تم کو دوبارہ یہاں اٹھایا اور جمع کیا اور تمہاری کھال اور ہاتھ پاؤں اور بدن کے ٹکڑوں میں گویائی پیدا کردی اور وہ بول رہے ہیں اور تم دنیا میں اپنے آپ کو ان چیزوں سے نہیں چھپا سکتے کہ تمہارے کان تمہارے خلاف گواہی دیں اور نہ اس سے کہ تمہاری نگاہیں اور نہ اس سے کہ تمہاری کھالیں۔ اس لیے کہ انسان پر قادر ہی نہیں اپنے اعمال و افعال اپنی آنکھوں اور کانوں اور خود اپنے بدن کے ٹکڑوں سے چھپا لیں دنیا کی نگاہ اور لوگوں سے بے شک پردہ حاصل کر سکتا ہے لیکن خود اپنے ہی سے وہ کیونکر چھپ جائے گا۔ اس حقیقت و مشاہدہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ اے لوگو: تم کسی وقت بھی جرم کے مرتکب نہ ہوتے۔ لیکن تم نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ بہت سی

وہ چیزیں نہیں جانتا جو تم کرتے ہو، نہ تم کو قیامت کا خیال آیا، اور نہ حساب و کتاب کا خوف بے فکری
سے یہ سب کچھ کرتے رہے ہے۔ اور تمہارا یہی تو تھا وہ تمہارا گمان فاسد جو تم نے اپنے رب کے ساتھ قائم کیا،
جس نے تم کو ہلاک و تباہ کیا تو بس اسی گمان اور تصور کی وجہ سے تم لوگ ہو گئے ہو تباہ و برباد ہو جانے والوں میں،
پھر کیفیت یہ ہوگا انجام ایسے مجرموں کا جنہوں نے دنیاوی زندگی اسی دھوکہ میں گذار دی، نہ کبھی آخرت کو
سوچا اور نہ وہاں کے عذاب کی فکر کی تو اس صورت حال میں اگر یہ صبر کریں اور فیصلہ خداوندی پر کسی طرح
کی تہمت بازی اور حیلہ بہانہ نہ کریں تو بھی دوزخ کی آگ ان کا ٹھکانہ ہے، یہاں یہ ممکن نہ ہوگا کہ خاموشی
اور صبر سے مہربانی اور رحمت کے آثار ان کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اور اگر عذر پیش کرنا چاہیں گے تو ان کی
کوئی معذرت قبول نہ ہوگی اور عذاب الٰہی کا جو فیصلہ ان کے حق میں ہوگا وہ اس سے کسی طرح نہ بچ سکیں گے
اور ہم نے دنیا میں ان کافروں کے واسطے کچھ ساتھی مقرر کر دیئے تھے شیاطین میں سے ان کی بد نصیبی اور
مسلسل عناد و تکبر کی وجہ سے سو انہوں نے رچا دیئے تھے ان کے لیے ان کے تمام اعمال اگلے اور پچھلے اس
بنا پر وہ اپنے اعمال پر مصر رہے۔

اور جب وہ ان کو مستحسن سمجھتے تھے تو ظاہر ہے کہ ان کے چھوڑنے پر کیونکر تیار ہوتے، لہٰذا ان پر
مسلط ہو گیا وہ فیصلہ جو ان سے پہلی گذری ہوئی قوموں کے حق میں نافذ ہو چکا تھا۔ خواہ وہ جن میں سے ہوں یا
انسانوں میں سے کہ بیشک وہ سب ہی خسارہ اور بربادی میں پڑنے والوں میں سے ہیں، کیونکہ اللہ رب العزت
کے مقابلہ میں سرکشی اور نافرمانی کا یہی انجام ہو سکتا ہے۔ اور اسی کے مطابق پہلی قومیں ہلاک کی گئیں تو اسی طرح
بعد کے مجرمین کا بھی یہی حشر ہوگا۔ قیامت کے روز حسرت و ناکامی کا جب ایسا منظر سامنے ہوگا تو کافر بد حواس
ہوں گے اور نہ صبر کرتے بن پڑے گی، اور نہ معذرت و معافی سے کام چلے گا۔ ان واقعات کو سن کر چاہیے تو
یہ تھا کہ کفار کچھ عبرت حاصل کرتے، کفر و بغاوت سے باز آتے لیکن اس کے برعکس اور کافروں نے یہ کہا کہ
کان ہی نہ لگاؤ اس قرآن کی جانب اور نہ سنو، اور اگر پیغمبر سنانے لگے تو اس میں شور و شغب مچاؤ، شاید
تم ہی غالب آجاؤ، ان کافروں کو اپنی اس بیہودہ حرکت کا انجام معلوم ہونا چاہیے کہ ہم ضرور بالضرور کافروں
کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے، اور ضرور ہم ان کو بدلہ دیں گے ان بُرے کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے
یہی ہے سزا اللہ کے دشمنوں کی اور وہ جہنم کی آگ ہے، ان کے واسطے اس جہنم میں ہمیشہ کا ٹھکانا ہوگا،
اس چیز کے بدلے کے طور پر کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے اور اس فیصلہ اور انجام سے برزخ
اور حشر کے عالم میں کافر کہیں گے اے ہمارے پروردگار دکھا دے تو ہمیں وہ لوگ جن و انس میں سے جنہوں
نے ہم کو گمراہ کیا تھا کہ ہم ان کو روند دیں اپنے قدموں کے نیچے تاکہ وہ بھی خوب ذلیل و خوار ہونے والوں میں
سے ہو جائیں۔ اگرچہ ان کو گمراہ کرنے والے شیاطین جن و انس بھی جہنم کی آگ میں ہوں گے لیکن جہنم تو
ایک وسیع عالم ہے اس بنا پر دیکھنے کی تمنا کریں گے۔ اور ذلت و خواری میں تو وہ پہلے ہی مبتلا ہو چکے ہوں
گے لیکن مزید رسوائی ان کی اس طرح دیکھنا چاہتے ہوں گے کہ اپنے قدموں کے نیچے ان کو روندیں جن کو انہوں

نے دنیا میں اپنے مقتدیٰ و پیشوا بنا رکھا تھا یہ تو انجام ہوگا مجرمین و کفار کا مگر اس کے بالمقابل اللہ سے تعلق رکھنے والے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے مؤمنین کا اعزاز و اکرام اس طرح ہوگا کہ بے شک جن لوگوں نے اقرار کر لیا دل کی گہرائیوں سے کہ ہمارا رب اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود و مربی نہیں اور پھر وہ اسی پر مضبوطی سے جمے رہے اور صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ چلتے رہے اور مرتے دم تک اسی پر قائم رہے تو ان پر فرشتے اتریں گے، اللہ کا پیغام رحمت و بشارت لے کر کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو اللہ کی عنایت و رحمت سے تم دنیا میں بھی ہر اندیشہ سے مامون اور ہر فکر و غم سے محفوظ ہو گے اور اس دنیاوی زندگی کے بعد آخرت میں خوشخبری سن لو اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہم تمہارے ولی سرپرست اور رفیق ہیں، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی چنانچہ اسی ولایت و رفاقت کا یہ اثر تھا کہ اہل ایمان کو طاعت اور نیک کام کی توفیق اور مصائب و شدائد پر صبر اور ایمان و تقویٰ پر استقامت نصیب ہوتی اور اسی پر خاتمہ ہوا اور تمہارے واسطے اے ایمان و تقویٰ والو ہر وہ نعمت ہوگی، جس کے واسطے تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے واسطے ہر وہ چیز ہوگی جو تم طلب کرو گے یہ سب کچھ بطور مہمانی اور اکرام کے ہوگا۔ اس پروردگار کی طرف سے جو بڑی مغفرت کرنے والا بڑا ہی مہربان ہے۔ جو اپنی شان مغفرت سے ان کوتاہیوں سے درگذر کرنے والا ہوتا ہے جن کے بعد شاید ایسے اکرام و اعزاز کا استحقاق نہ ہوتا اور بڑا ہی مہربان ہے کہ اپنی شان رحیمی سے بندوں کے قلیل و حقیر پر ایسے بلند پایہ انعامات سے نوازتا ہے۔

استقامت کا مفہوم اور اس پر مرتب ہونے والے ثمرات

آیۃ مبارکہ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا میں ایمان اور ایمان پر استقامت کے ذکر کے بعد اس پر مرتب ہونے والے عظیم ثمرات اور بہترین نتائج کا بیان ہے۔

پہلا ثمرہ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ ہے کہ فرشتے ان پر اترتے ہیں۔ اور فرشتوں کا ان اہل ایمان و اہل استقامت پر اترنا ان کا انتہائی اعزاز و اکرام ہے۔

دوسرا ثمرہ پیغام بشارت أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا ہر خوف اور غم کے دور ہو جانے کا۔

تیسرا ثمرہ جنت اور جنت کی نعمتوں کی بشارت جو وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ کے عنوان سے فرمائی گئی تاکہ اس بشارت کو سن کر ذہن ابتداء ہی سے ان بلند پایہ انعامات اور نعمتوں کی طرف متوجہ ہو جائے جن کی تفصیل نعماء جنت کے ذیل میں بیان کی جا چکی۔

چوتھا ثمرہ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ کہ ہم تمہارے ولی، سرپرست اور دوست ہیں دنیا اور آخرت

میں اور رضا جو ہے کہ حق تعالیٰ کی ولایت اور محبت دنیا میں اور آخرت میں ایک ایسا عظیم انعام ہے کہ دنیا اور ما فیہا کی ساری نعمتیں اس کے مقابلہ میں حقیر ہیں۔ بلکہ فردوس کی نعمتوں میں بھی یہ بہت ہی بلند پایہ نعمت ہے کیونکہ اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی جنت کی ہر نعمت اور راحت سے زائد اور بلند ہے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ جنت میں اہل جنت کو تمام انعامات سے نوازنے کے بعد فرمائیں گے اے میرے بندو! کیا تمہیں کچھ اور چیز مطلوب ہے۔ جنتی جواب دیں گے ہمارے رب اب بھی اور کیا چاہئے ہم کو تو وہ نعمتیں دے دی گئیں ہیں جو جہان والوں میں کسی کو نہیں دی گئیں۔ اس پر اعلان ہوگا۔ رِضَائِیْ لَا اَسْخَطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَہٗ اَبَدًا۔ کہ میری رضامندی اور خوشنودی ہے تمہارے لیے۔ اب آئندہ میں تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔

پانچواں ثمرہ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ۔ کہ ہر خواہش کو پورا ہونا۔

چھٹا ثمرہ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ کہ ہر طلب کی تکمیل کہ جو بھی چیز جنتی طلب کریں گے وہ حق تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہو جائے گی۔ اور ہر طلب کا پورا ہونا اور ہر مطلوب کا مل جانا نہایت ہی عظیم انعام ہے۔

ساتواں انعام و ثمرہ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ۔ اعزاز و اکرام ہے۔ جیسے مہمان کا اعزاز ہوتا ہے اور اس اعزاز و اکرام میں خدا کی شان غفوری و رحیمی ہر تقصیر سے درگزر کرتے ہوئے استحقاق سے بڑھ کر بے پایاں رحمتوں سے نوازنے والی ہوگی۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے فرمایا ان اوصاف کا مظہر اور بشارات کا محل سب سے اولین مصداق خلفاء راشدین پھر مہاجرین اولین تھے جن کے ایمان و استقامت کی عظمت و بلندی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اللہ کی ربوبیت انکے اعتقاد و کمال کی پوری تصویر اور ان کی عملی زندگی تھی۔ پھر اطاعت و فرمانبرداری کا وہ مقام تھا کہ دنیا کی کوئی مشقت و رکاوٹ ان کی راہ اطاعت میں حائل نہ ہو سکی تھی۔ رَبُّنَا اللّٰہُ عقیدۂ توحید کی ترجمانی ہے اور اس کے بعد استقامت طاعت و بندگی کا کمال ہے کیونکہ استقامت ہر مامور اور حکم کی تعمیل و پیروی اور ہر ممنوع اور خلاف شرع چیز سے پرہیز کرنے کا نام ہے جس میں اعمال قلوب اور افعال جیسے دعا بھی داخل ہیں اور اس عملی کیفیت کا نام ہے جو ایمان اسلام اور احسان کے مقام کو جامع ہو۔ اسی وجہ سے حضرت عارفین کا قول ہے کہ استقامت ہزار ہا کرامتوں سے بڑھ کر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آیۃ فَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ الخ سے زائد کوئی سخت آیت نہیں نازل ہوئی۔ بعض صحابہؓ نے ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر تو بڑھاپا بہت جلد ہی آگیا اچانک آپ پر آثار ضعف واقع ہو گئے تھے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا ہے۔ اور یہ آیت سورۂ ہود ہی میں ہے۔

امام غزالیؒ نے بیان کیا کہ صراط مستقیم اور شریعت کے راستہ اور مقامات جہنم پر قائم کردہ صراط (پل) پر گزرنے سے زیادہ شدید ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہاں صراط مستقیم پر استقامت اور دین پر آخرت کی صراط جہنم پر سے گزرنا بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ مرتبہ استقامت کی اسی عظمت کے باعث ہر نماز میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کا حکم فرمایا گیا تاکہ صراط مستقیم پر استقامت کی درخواست بارگاہ خداوندی میں پیش کی جاتی رہے۔

نزول ملائکہ اور مواقع نزول

روایات و نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کا نزول تین موقعوں پر ہوتا ہے، ایک تو مؤمن کی موت کے وقت جیسا کہ احادیث میں ہے کہ مؤمن جب انتقال کرنے لگتا ہے تو فرشتوں کا نزول ہوتا ہے قبض روح کے لیے اور کہتے ہیں، اُخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ إِلَى رَوْحٍ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ اور بعض روایات میں ہے أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ یعنی اے پاکیزہ روح یا اے نفس مطمئنہ نکل تو خوشگوار نزول اور خوشبوؤں کی طرف اور ایسے رب کی طرف جو غضبناک نہیں ہے۔ دوسرا وقت قبر میں ہوتا ہے کہ جنت کے سامنے اس کی قبر میں فرشتے آکر اس سے سوال کرتے ہیں مَنْ رَبُّكَ وَمَنْ نَبِيُّكَ وَمَا دِينُكَ۔ مؤمن جب جواب ٹھیک دے دیتا ہے تو فرشتے اس کو بشارت سناتے ہیں جنت کی نعمتوں اور راحتوں کی۔ اور کہہ دیتے ہیں نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوسِ۔ یعنی تو سو جا دلہن کی طرح جس کے لیے ہر آرام اور راحت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ تیسرا موقع نزول ملائکہ کا حشر ہے جب مؤمنین کو دخول جنت کی بشارت سناتے ہوں گے۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ اور کہا جا رہا ہوگا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ اور کافروں کو داخل نار کی وعید سنائی جا رہی ہوگی۔

یہ مواقع نزول تو موت کے وقت سے لے کر حشر اور حساب و کتاب تک ہیں لیکن انسان کی دنیوی حیات میں بھی فرشتوں کا نزول مؤمنین پر اکثر متعدد صورتوں میں ہوتا ہے کبھی اعمال صالحہ کی تلقین اور قلب میں ان کی رغبت و شوق پیدا کرنے کے لیے اترتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات انسان اپنے قلب میں غیر شعوری طور پر اعمال صالحہ کی ایک عجیب رغبت و شوق کی کیفیت محسوس کرتا ہے اور کسی مصیبت اور غم کے وقت تسکین و طمانیت کا القاء کرنے کے لیے اترتے ہیں جیسے غزوۂ بدر میں ہوا چنانچہ ارشاد ہے۔ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ۔ ان دو قسموں کے نزول اور ان تین مواقع کے علاوہ فرشتوں کا وہ نزول ہے جو بحیثیت محافظ بندوں کے اعمال لکھنے والے اور ان کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ۔

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللّٰهِ

اور اس سے بہتر کس کی بات! جس نے بلایا اللہ کی طرف

وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۳۳﴾

اور کیا نیک کام، اور کہا میں حکم بردار ہوں۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ

اور برابر نہیں نیکی نہ بدی۔ جواب میں تو کہہ اس

أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ

سے بہتر، پھر جو تو دیکھے، تو جس میں تجھ میں دشمنی تھی،

كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ

جیسے دوست دار ہے ناتے والا۔ اور یہ بات ملتی ہے انہیں کو۔

صَبَرُوا ۚ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿۳۵﴾

جو سہار رکھتے ہیں۔ اور یہ بات ملتی ہے اس کو جس کی بڑی قسمت ہے۔

وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ

اور کبھی چوک لگے تجھ کو شیطان کے چوکنے سے،

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۶﴾ وَمِنْ

تو پناہ پکڑ اللہ کی۔ بیشک وہی ہے سنتا جانتا۔ اور اس

اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوا

کی قدرت کے نمونے ہیں رات اور دن، اور سورج اور چاند۔ سجدہ نہ کرو

لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي

سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے

خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿۳۷﴾ فَإِنِ

وہ بنائے، اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔ پھر اگر

اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ

غرور کریں تو جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں پاکی بولتے ہیں اس کی رات

وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ ﴿۳۸﴾ السجدة

اور دن، اور وہ نہیں تھکتے۔

فضیلت دعوت الی اللہ و بیان صبر و استقامت و حلم و درگذر در راہ حق

قال اللہ تعالیٰ: وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللّٰهِ ..... الیٰ ..... وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ۔

(ربط) گذشتہ آیات میں اہل ایمان اور ایمان پر استقامت والوں کا اللہ کے یہاں کیا عظیم مقام و مرتبہ ہے بیان فرمایا گیا اب ان آیات میں اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی فضیلت بیان کی جا رہی ہے اور یہ کہ عقل و فطرت کے اس قانون کو بخوبی سمجھ لینا چاہئے کہ نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی ہے، اور دعوت الی اللہ اور اشاعت حق میں انسان کو بڑی رکاوٹیں اور دشواریاں پیش آتی ہیں، ان کا مقابلہ اور سد باب صبر کی ضرورت ہے، یہ چیز کمال کی نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص برا طرز عمل اختیار کرے تو اس کے جواب میں وہی طرز اختیار کیا جائے اس طرز عمل سے برائی کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اور زائد پھیلتی ہے اگر برائی کو مٹانا مقصود ہو تو اس کا بس یہی ایک طریقہ ہے کہ ملاطفت اور نرمی سے اس کو دور کیا جا سکتا ہے یہی صورت کامیابی اور ترقی کی ہو سکتی ہے۔ اور اس راہ میں جہاں خارجی رکاوٹیں پیش آتی ہیں، ساتھ ہی خود انسان کے قلب و دماغ پر بسا اوقات ایسے خطرات و خیالات وارد ہوتے ہیں کہ قریب ہوتا ہے کہ راہ حق سے اس کے قدم ڈگمگا جائیں تو خارجی رکاوٹوں کے ساتھ یہ داخلی رکاوٹیں بھی پیش آیا کرتی ہیں تو وساوس شیطانیہ سے بچاؤ صرف اللہ رب العزت کی پناہ و حفاظت سے ہو سکتا ہے تو دعوت الی اللہ کی بلند منزلوں کو طے کرنے میں اللہ ہی کی پناہ مانگنی چاہئے۔ تو فرمایا۔ اور اس سے بہتر کون شخص ہو سکتا ہے۔ اپنے قول و دعوت کے لحاظ سے جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے، اور خود نیکی کا کام کرتا ہے اور اپنی زندگی کے ہر مرحلے پر یہ اعلان کرتا رہے کہ میں تو اللہ کے فرمانبرداروں میں سے ہوں، مشرکین و منکرین ایسے ماحول میں جو اللہ کے دین کو حقیر سمجھتے ہوں، ان کے سامنے بجائے مرعوب و مغلوب ہونے کے فخر کے ساتھ یہ کہے کہ [illegible]

جواب دیے سے وہاں پوچھا نہیں کرتے بلکہ یوں بتلاتے ہیں کہ میاں اس سے اچھی کوئی تجارت نہیں اور جہاں یہ احتمال نہیں ہوتا بلکہ اعتقاد ہوتا ہے کہ مخاطب بھی پوچھنے پر یہی جواب دے گا وہاں پوچھا کرتے ہیں کہ تم ہی بتاؤ کہ کونسی بات اچھی ہے کیونکہ ظاہر بات ہے وہی ہے اور جس بات کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اسی طرح اس دعوۃ الی اللہ کی نصیحت اتنی صاف ہے ہی اور محسوس بھی کہ صرف پوچھنا کافی ہو گیا گویا کوئی کہہ ہی نہیں سکتا کہ اس سے اچھی فلاں بات ہے تو استفہام میں تو یہ بلاغت ہے۔

اَحْسَنُ قَوْلًا کی تحقیق

سو یہ افعل التفضیل کا صیغہ ہے یعنی کس کی گفتگو سب سے اچھی ہے وجہ اس ترجمہ کی ظاہر ہے کیونکہ احسن باعتبار قصد کے صفت ہے قولاً کی اور اقوال ہی کے اعتبار سے اس کی تفضیل بھی ہے اور چونکہ مفضل جنس مفضل علیہ ہی سے ہوتا ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ سب قولوں سے اچھا اس شخص کا یہ قول ہے اور یہاں تک تو کوئی اشکال نہ تھا مگر آگے ارشاد ہے، وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل صالح بھی کرے اس جملہ کو اس کے معطوف علیہ کے ساتھ ملانے سے حاصل یہ ہوا کہ سب سے اچھی بات اس شخص کی ہے جو دعوت الی اللہ کرے اور نیک کام کرے اس میں اشکال یہ ہے کہ دعوت الی اللہ کو تو احسنیت قولاً میں دخل ہو سکتا ہے کیونکہ وہ خود قول ہے اور سب سے احسن مگر عمل صالح کا اس میں کیا دخل ہے کیونکہ وہ فعل ہے قول نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ قول نہیں مگر آداب و کمالات قول سے ہے اس لیے یہ بھی قول کے احسن ہونے میں دخیل ہے تو حاصل یہ ہوا کہ صاحب قول احسن وہ ہے جو دعوت الی اللہ بھی کرے اور اس کے ساتھ ہی خود عمل بھی کرے، یعنی جو کچھ کہے اس کے موافق عمل بھی کرے تب وہ صاحب قول احسن ہے اس پر یہ سوال پیدا ہوا کہ کوئی بات اچھی بات کہے گو عمل اچھا نہ کرے تو قول تو اچھا ہے گو عمل اچھا نہیں ہے مثلاً اگر کوئی دعوت الی الاسلام کرے اور خود مسلمان نہ ہو دعوت الی الصلوٰۃ کرے اور خود نمازی نہ ہو اسلام کے اوصاف بیان کیے اور خود ان پر عقیدہ نہ رکھے تو اس پر مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا تو صادق آتا ہے کیونکہ اس کے معنی من قولہ احسن ہیں، یعنی جس کی بات بہت اچھی ہو وہ احسن قولاً ہے جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو اب اگر کوئی خود عمل نہ کرے تو اس کے قول کے احسن ہونے میں کیا خلل رہا اگر اس نے خود نماز نہ پڑھی تو اس کا یہ قول احسن ہے، نماز سے تو نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ عمل احسن نہیں تو اس سے قول کے احسن ہونے میں کیا خلل پڑا۔ اس کا جواب بجز قرآن بجز اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ قول کے اچھے ہونے میں عمل کے اچھے ہونے کو بھی دخل ہے اور اس بنا پر اس آیت سے ایک مسئلہ بھی مستنبط ہوا کہ داعی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک صاحب عمل صالح اور ایک غیر صاحب عمل صالح اول کا قول یا دعوۃ احسن ہے یا دعوۃ غیر احسن ہے۔ الدعوۃ الی اللہ ص ۱۲ باختصار، افرادِ احسنیت جب ہو گی کہ جہاں دعوت کے ساتھ عمل بھی ہو گا۔ اور جہاں نرا وعظ ہو گا اور عمل نہ ہو گا وہ بیان احسن نہ ہو گا۔ کیونکہ افعل التفضیل کی نفی سے مجرد وصف کی نفی لازم آتی ہے اور چونکہ بسا اوقات وعظ اور عمل صالح کے ساتھ ہی اس میں کبر اور عجب بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ میں بڑا صاحب کمال ہوں اس لیے آگے اس کے علاج کے لیے تواضع کی تعلیم فرماتے ہیں۔ وَقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یعنی یہ بھی کہے کہ میں تو اس

کے فرمانبرداروں میں سے ہوں کہ "من نیز از غلامانِ اویم" کے حکم پر چلتا ہوں اور نفسی معنی مسلم نہیں فرمایا کہ جس سے تفاخر کا شبہ ہوتا اس لیے اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فرمایا تاکہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ غلام اور فرمانبردار بہت ہیں ان میں سے ایک میں بھی ہوں ایک غلام نے اگر فرمانبرداری کی تو اپنا ہی کام کیا۔

جاننا چاہیے کہ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کے دو معنی ہو سکتے تھے۔ ایک دعویٰ و فخر اور ایک تواضع مگر یہاں تواضع مراد ہے اور اس کی تائید کہ ایک ہی لفظ دو معنوں میں مستعمل ہو سکتا ہے خود قرآن مجید کے دوسرے موقع سے بھی ہوتی ہے چنانچہ ایک جگہ مقبولین کی مدح میں ان کا مقولہ ارشاد ہے رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا۔ یعنی اے اللہ ہم نے ایک منادی کو سنا کہ وہ ایمان کے لیے ندا دیتا ہے کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو فوراً ہم ایمان لائے۔ اے پروردگار ہمیں بخش دیجیے ہمارے گناہ اور دور کر دیجیے ہماری برائیاں۔ دیکھیے یہاں اٰمنّا تواضع و انکسار و افتقار کے لیے ہے جس کو ذوقِ سلیم اور سیاق و سباق صاف بتلا رہا ہے۔

اب دوسری آیت دیکھیے جو اسی لفظ کو تکبر و عجب کے طور پر استعمال کرنے پر دال ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا الآیۃ یہاں بھی وہی آمنّا ہے مگر یہاں اس کو رد کیا گیا ہے جس کا سبب یہی ہے کہ وہ دعویٰ اور فخر سے کہتے تھے چنانچہ بعد والی آیت اس پر صریح دال ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۭ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ یعنی وہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں اپنے اسلام لانے کا۔ فرما دیجیے کہ احسان مت رکھو مجھ پر اپنے اسلام کا بلکہ خدا کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی بشرطیکہ تم اس قول میں سچے ہو ــــ یہاں ان کا اٰمنّا کہنا دعویٰ اور فخر کے طور پر تھا۔ اس کے جواب سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ وہ قول خدا کا احسان ہے جو اس نے تمہیں نیک کام کی ہدایت کر دی۔ اسی طرح یہاں بھی فرما دیا۔ وَقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ تو ایک تکمیل دعوت الی اللہ کی یہ ہوئی تو اب کل تین چیزیں یہ ہوئیں۔ ایک مقصود یعنی دعوت الی اللہ اور دو اس کے تکمیل یعنی عمل صالح اور تواضع و انکسار و اعتراف فرمانبرداری مع الدعوت الی اللہ۔ ف: وَقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ فخر اور لذت کے طور پر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہو۔ یعنی کہ اس کو اپنے اس عنوان اور لقب کے اظہار میں کوئی جھجک یا شرم معلوم ہو اور یہ شرم نہ تو قولاً اعلانِ اسلام میں ہو اور نہ ہی اپنے عمل سے اپنے اسلام کے اظہار میں ہو۔ ایسی صورت میں دعوت کے ساتھ عمل صالح اور ساتھ تواضع اور انکسار اور اعتراف فرمانبرداری بھی ضروری ہے اپنی دعوت اور خدمت پر فخر نہ کرے اس لیے کہ سب کام خدا کی توفیق سے ہوتا ہے اس لیے اپنے اوپر نظر نہ کرنی چاہیے۔ اب آگے بقیہ آیات کا ترجمہ اور تفسیر بیان کیے دیتا ہوں۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ یعنی اچھائی اور برائی برابر نہیں۔ یہاں سوال ہوتا ہے کہ

یعنی دشمن شیطان جو ہر وقت لگا ہوا ہے اس کا بھی علاج بتاتے ہیں، وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ، اگر آپ کو شیطان کی طرف سے وسوسہ آنے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے یعنی بعض اوقات مخالفین کی باتوں پر شیاطین غصہ دلاتے ہیں اور اس وقت صبر کے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہے تو ایسے وقت کے لیے فرماتے ہیں فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ خدا کی پناہ میں چلے جاؤ، یہ مطلب نہیں کہ صرف زبان سے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھ لیا کرو، مطلب یہ ہے کہ خدا سے دل سے دعا کرو کہ وہ شیطان کے وسوسے کو دور کردے، اور صبر پر استقامت دے۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، بلا شبہ وہ سننے والا خوب جاننے والا ہے یعنی وہ تمہاری زبان سے پناہ مانگنے کو بھی سنیں گے اور دل سے پناہ مانگنے کو بھی جانیں گے اور پھر تم کو پناہ دیں گے اور مدد کریں گے اور شیطان کو زیر کر دیں گے ان آیات میں حق تعالیٰ نے پورے پورے آداب اور طریق دعوت الی اللہ کے اور اس کے طریقے سب بتلا دیئے (انتہی کلامہٗ) اس مضمون کی احادیث کے پیش نظر تحریر کا اور تکملہ؟ یہ تمام کلمات وعظ الدعوت الی اللہ از صفحہ تا صفحہ سے نقل کیے گئے ہیں حضرات قارئین اصل کی مراجعت فرمالیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ

اور ایک اس کی نشانی یہ کہ تو دیکھتا ہے زمین کو دبی پڑی، پھر جب

اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ

اتارا ہم نے اس پر پانی، تازی ہوئی اور ابھری، بے شک جس

اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

نے اس کو جلایا وہ جلاوے گا مردے، وہ سب چیز کر سکتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ

جو لوگ ٹیڑھے چلتے ہیں ہماری باتوں میں ہم سے چھپے نہیں۔

اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ

بھلا ایک جو پڑتا ہے آگ میں، بہتر یا ایک جو

يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا

آوے گا بچ کر اس کے دن قیامت کے، کرتے جاؤ جو چاہو، بیشک جو

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا

کرتے ہو وہ دیکھتا ہے۔ جو لوگ منکر ہوئے نصیحت سے جب ان

جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ

پاس آئی۔ اور وہ کتاب ہے نادر۔ اس پر جھوٹ کا دخل نہیں

بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ

آگے سے نہ پیچھے سے۔ اتاری ہے حکمتوں والے سب

حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ

خوبیوں سراہے کی۔ تجھ کو وہی کہتے ہیں جو کہہ دیا ہے سب رسولوں کو

مِنْ قَبْلِكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ

تجھ سے پہلے۔ تیرے رب کے ہاں معافی بھی ہے اور سزا بھی ہے

اَلِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا

دکھ والی۔ اور اگر ہم اس کو کرتے قرآن اوپری زبان کا، تو کہتے اس کی باتیں

فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۭ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ۭ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ

کیوں نہ کھولی گئیں۔ اوپری زبان اور عربی آدمی، تو کہہ یہ ایمان

اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

والوں کو سوجھ ہے اور روگ کا دفع۔ اور جو یقین نہیں لاتے

فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ

ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ ان پر اندھاپا ہے۔ ان کو

يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى

پکارتے ہیں دور کی جگہ سے۔ اور ہم نے دی تھی موسیٰ

الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

کو کتاب، پھر اس میں پھوٹ پڑی۔ اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے نکل

مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ

چکی تیرے رب سے، تو ان میں فیصلہ ہو جاتا۔ اور وہ دھوکے میں ہیں اس سے جو

مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ

چین نہیں دیتا۔ جس نے کی بھلائی سو اپنے واسطے اور جس نے

اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

کی برائی وہ بھی اسی پر۔ اور تیرا رب ایسا نہیں کہ ظلم کرے بندوں پر۔

بیان دلائل قدرت و تنبیہ تہدید برائے ملحدین در آیات احکام خداوندی

قال اللہ تعالیٰ۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ ... الیٰ ... بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۔

ربط: گذشتہ آیات میں دعوت الی اللہ کے ضمن میں معاندین کے مقابلہ اور ان کی رکاوٹوں کا ذکر تھا اب ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ اپنی قدرت کی ایسی نشانیاں ذکر فرما رہے ہیں جن کو تصور کر کے داعی الی اللہ کو کسی بھی مرحلہ پر مایوس نہ ہونا چاہئے کیونکہ طبعی طور سے یہ ممکن ہے کہ داعی الی اللہ مخاطبین کی بے حسی غفلت عناد اور ضلالت کا رنگ دیکھ کر مایوس ہو جائے تو اس کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ رب العزت کی قدرت کی یہ نشانیاں دیکھنی چاہئیں کہ زمین بنجر ہو چکنے کے بعد بارش کے پانی سے زندہ ہو جاتی ہے اور ایسی خشک اور بے آب و گیاہ زمین بارش برسنے کے بعد بسا اوقات سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے سبزہ اور پھلواریاں اس میں لہلہانے لگتی ہیں تو اسی طرح یہ بہت ممکن ہے جو مخاطبین آج تک وعظ و نصیحت کا اثر نہیں قبول کر رہے ہیں، وہ کسی بھی وقت وحی الٰہی جو قلوب کے لیے حیات و شادابی کا سامان ہے سے اپنے قلوب کو شاداب بنا لیں گے، اس وجہ سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔ اسی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ ایسے مجرمین جو اللہ کے دین میں تحریف کرتے ہیں۔ وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں، اور اس سلسلہ میں جو کچھ بھی ذہنی کوفت اور اذیت آپ کو پہنچے اس پر صبر کیجئے۔ یہ بات آج کوئی نئی بات نہیں، انبیاء سابقین کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوتا رہا ہے ایسے مجرمین کا جرم بیشک اس امر کا

پ

موجب ہے کہ وہ جلدی حق تعالیٰ کے عذاب اور قہر سے ہلاک کر دیئے جائیں لیکن خدا کا یہ قانون طے ہو
ہو چکا ہے کہ ان کو مہلت دی جائے تاکہ دنیا دیکھ لے کہ اللہ کا دین رہا چھا جاتا ہے کہ ان ظالمین کی عداوت سے
اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ارشاد فرمایا:

اور اللہ کی قدرت کی عظیم نشانیوں میں سے یہ بھی ایک عظیم نشانی ہے کہ اے مخاطب تو دیکھتا ہے
زمین کو کہ وہ دبی دبائی پڑی ہے۔ پھر جب ہم نے اس پر پانی برسایا تو ابھرنے لگی۔ ابھرنے اور پھلنے پھولنے لگی
بیشک جس پروردگار نے اس خشک و بنجر زمین کو زندہ کر دیا۔ یقیناً وہی مردوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے
بے شک وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ تو اسی طرح قیامت میں مردوں کو زندہ کرے گا اور قدرت کا یہ
مظہر دنیا میں بھی مردہ قلوب کو حیات بخشی کہ ان کو ایمان و معرفت اور تقویٰ و طاعت کی حیات عالی
سے سرسبز و شاداب بنا سکتا ہے۔ حق تعالیٰ کے ارشادات کے یہ دلائل قدرت یقیناً ایسے واضح ہیں کہ ان کو سن
کر ہر ایک شخص کو چاہئے کہ اس کی طاعت و بندگی کے لئے سر جھکا دے لیکن حیرت اور افسوس کا مقام
ہے کہ پھر بھی بہت سے لوگ اللہ کی آیات میں کج روی اختیار کرتے ہیں۔ سو ایسے ملحدین کو سن لینا چاہئے کہ
بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی اختیار کرتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں ہم ان کو خوب
دیکھ رہے ہیں اور ان کو سزا دینے پر بھی ہم قادر ہیں تو بھلا یہ بتاؤ جو شخص آگ میں ڈالا جائے جیسا کہ
ان ملحدین و مجرمین کو ڈالا جائے گا وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے روز نہایت بے خوفی اور سکون
کی حالت میں آئے گا۔ یہ سب کچھ قانون خداوندی اور اس کا فیصلہ ظاہر ہو کر رہے گا۔ بے شک جو کچھ تم کر رہے
ہو وہ خوب دیکھ رہا ہے کہ ایسے مجرمین کس طرح اللہ کی باتوں اور اس کی نشانیوں اور احکام میں کج روی اختیار
کرتے ہیں۔ اور آیات اللہ کا مطلب اپنی خواہشات کے مطابق گھڑ لیتے ہیں تو ظاہر ہے ایسے مجرمین دوبارہ اللہ
کی گرفت سے نہیں بچ سکتے۔ وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے جہاں ان کا بہت بڑا حشر ہوگا اور ظاہر ہے کہ
ایسا شخص اور وہ سلیم الفطرت انسان جو اپنی سلامتی اور حفاظت سے اللہ کی باتوں کو سمجھے، مانے اور ان پر عمل
کرے یقیناً برابر نہیں ہو سکتے۔ بے شک جن لوگوں نے اللہ کے پیغام نصیحت کا انکار کیا جب کہ ان کے
پاس وہ پہنچ چکا۔ وہ درحقیقت اپنی کج روی پر ضد اور حق کے ساتھ بغاوت ہی کی وجہ سے انکار و روگردانی
کرتے ہیں۔ خود پیغام خداوندی میں کسی طرح کی بھی کوئی کمی نہیں وہ تو یقیناً ایک بہت ہی باعزت بلند پایہ
کتاب ہے کہ اس تک کبھی نہیں پہنچ سکتا ہے کوئی باطل اس تک نہ اس کے سامنے سے اور نہ اس کے پیچھے سے یہ
نازل کی ہوئی کتاب ہے اس پروردگار کی طرف سے جو بڑی حکمت والا نہایت پسندیدہ قابل تعریف ہے۔
اپنی ذات و صفات کے لحاظ سے ایسی بلند پایہ حکمتوں سے لبریز کتاب ہے پھر بھی اگر یہ بدنصیب ایمان
نہ لائیں تو اے ہمارے پیغمبر آپ اس پر غم نہ کیجئے اور نہ ہی یہ ان منکرین کی طرف سے جو کچھ بھی باتیں
کہی جا رہی ہیں آپ کو کہہ رہی ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں کو بھی کہی گئیں تو جس طرح انہوں نے ان باتوں کو
برداشت کیا آپ بھی برداشت کریں اور اس امر سے بھی تسلی حاصل کیجئے کہ بے شک آپ کا رب

بڑی مغفرت فرمانے والا ہے۔ اگر کوئی شخص بغاوت و سرکشی سے باز آ جائے اور بہت ہی دردناک سزا
والا ہے۔ اگر کوئی باز نہ آئے تو آپ کو پریشان و غمگین نہ ہونا چاہئے مطیعین و فرمانبرداروں کے واسطے
رحمت و مغفرت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور مجرمین نافرمانوں کے واسطے سزا اور عذاب کی کوئی کمی نہیں۔ اور
رہی یہ بات ان معترضین و مخالفین کی کہ قرآن کا کچھ حصہ عجمی زبان میں کیوں نہیں نازل کیا گیا تو اگر ہم اس
قرآن کو عجمی بناتے اور اس کے کچھ حصے یا کل کو عجمی زبان میں نازل کرتے تو پھر یہ لوگ یوں کہتے کیوں نہیں صاف
صاف بیان کی گئیں اس کی آیتیں۔ ہم تو عربی ہیں، اب عجمی زبان کیونکر سمجھیں اور یوں کہتے کیا عجیب بات ہے
یہ قرآن عجمی ہے۔ اور رسول عربی ہے آپ کہہ دیجئے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن تو یقین کرنے
والوں کے واسطے رہبر نیک کام اور سعادت و فلاح کے لئے ہدایت اور شفا ہے۔ ان تمام بیماریوں کے لئے جو بڑے
کاموں سے دلوں میں پیدا ہو جائیں جو لوگ اس کے باوجود بھی اس قرآن پر ایمان نہیں لاتے ہیں تو درحقیقت
ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے۔ جس کی وجہ سے کوئی نصیحت و حکمت کی بات سننے ہی پر قادر نہیں اور وہ ان
کے تدبر اور توجہ نہ ہونے کی وجہ سے چھپا ہوا ہے۔ عناد و تعصب نے ان کی آنکھیں چندھیا دی ہیں۔
جس کی وجہ سے انہیں قرآنی حقائق اور معارف نظر نہیں آ رہے ہیں جس طرح آفتاب کی روشنی خفاش
کی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے تو یہ لوگ گویا پکارے جا رہے ہیں کسی دور جگہ سے کہ آواز اگر سنائی بھی دے
تو سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ کیا کہا جا رہا ہے۔ بالکل اسی طرح یہ لوگ قرآن کریم کے مضامین اس کے حقائق اور
پیغام نصیحت سمجھنے سے قاصر و محروم ہیں اور یہ بات اور کفار مکہ کی روش کوئی نئی اور عجیب بات نہیں
اللہ کے رسولوں کے ساتھ منکرین ہمیشہ سے ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو
اس میں بھی اختلاف کیا گیا۔ کسی نے مانا اور کسی نے نہیں مانا کسی نے کج روی اختیار کی اور کسی نے سلامتی طبع
کا ثبوت دیا۔ تو آپ کو ان کفار قریش کی ایسی روش پر مغموم نہ ہونا چاہئے اور اگر ایک بات آپ
کے رب کی طرف سے طے نہ ہو چکی ہوتی اور وہ یہ کہ دنیا میں ان کو مہلت دینا ہے اور آخرت کا عذاب
ان پر دائمی مسلط کیا جانا تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور عذاب سے ہلاک کر دیئے جاتے اور یہ لوگ تو بیشک
اس عذاب کی طرف سے ایسے شک میں پڑے ہوئے ہیں جو ان کو تردد میں ڈالنے والا ہے۔ اللہ نے
تو بس یہ قانون طے کر دیا ہے کہ جو شخص نیک کام کرے تو وہ اسی کے فائدے کے لئے ہے اور جو کوئی
شخص برا کام کرے اس کا وبال اسی پر ہے اور اے ہمارے پیغمبر آپ کا پروردگار تو ذرہ برابر بھی بندوں
پر ظلم کرنے والا نہیں ہے کہ وہ کسی کی نیکی اور طاعت کو ضائع کر دے یا کسی کو بلا جرم اور معصیت کے
عذاب میں ڈال دے۔ عدل و انصاف سے ہر ایک کے ساتھ وہی معاملہ ہوتا ہے جس کا وہ مستحق ہو۔

؎ سعید بن المسیبؒ سے منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ کی مغفرت
اور درگذر نہ ہوتا کسی کی زندگی خوشگوار نہ رہتی۔ اور اگر اس کی وعید و عقاب نہ ہوتا تو ہر شخص بے خوف ہو جاتا۔

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ

اسی کی طرف حوالہ ہے خبر قیامت کی ۔ اور کوئی میوے نہیں جو نکلتے ہیں

ثَمَرٰتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثٰى وَلَا

اپنے غلاف سے اور جو پیٹ نہیں رہتا کسی مادہ کو، اور نہ وہ جنتی جس کی

تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهٖ ۚ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَآءِي ۙ قَالُوٓا

اس کو خبر نہیں ۔ اور جس دن ان کو پکارے گا کہاں ہیں میرے شریک، وہ بولیں گے

اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا

ہم نے تجھ کو کہہ سنایا، ہم میں کوئی نہیں اقرار کرتا۔ اور چوک گیا ان سے جو پکارتے

يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيصٍ ﴿٤٨﴾

تھے پہلے ۔ اور اٹکل کر لی انہوں نے کہ ان کو نہیں کہیں خلاصی ۔

لَا يَسْـَٔمُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ وَإِنْ مَّسَّهُ

نہیں تھکتا آدمی مانگنے سے بھلائی ، اور اگر لگ جاوے اس کو

الشَّرُّ فَيَـُٔوسٌ قَنُوطٌ ﴿٤٩﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا

برائی تو آس توڑ بیٹھے ناامید ہو کر ۔ اور اگر ہم چکھا دیں اس کو کچھ اپنی مہر

مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هٰذَا لِي ۙ وَمَآ

پیچھے ایک تکلیف کے جو اس کو پہنچی تھی تو کہنے لگے کہ یہ ہے میرے لائق اور

أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَلَئِنْ رُّجِعْتُ إِلٰى رَبِّيٓ إِنَّ

میں نہیں سمجھتا قیامت آنے والی ہے ۔ اور اگر میں پھر گیا اپنے رب کی طرف، بیشک

لِي عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا

مجھ کو ہے اس کے پاس خوبی ۔ سو ہم جتا دیں گے منکروں کو جو انہوں نے کیا ہے ۔

عَمِلُوْا ۫ وَ لَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿۵۰﴾ وَ اِذَاۤ

اور چکھاویں گے ان کو ایک گاڑھی مار ۔ اور جب

اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا

ہم نعمت بھیجیں انسان پر ، ٹلا جاوے اور موڑ لے اپنی کروٹ ، اور جب

مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ ﴿۵۱﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ

لگے اس کو برائی تو دعائیں کرے چوڑی ۔ تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر

كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ

یہ ہو اللہ کے پاس سے ، پھر تم نے اس کو نہ مانا ، اس سے بہکا کون !

هُوَ فِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَ

جو دور چلا جاوے مخالف ہو کر ۔ اب ہم دکھاویں گے ان کو اپنے نمونے دنیا میں

فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَ لَمْ یَكْفِ

اور آپ ان کی جان میں ، جب تک کھل جاوے ان پر ، کہ یہ ٹھیک ہے ۔ کیا

بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ فِیْ

تیرا رب تھوڑا ہے ہر چیز پر گواہ ! سنتا ہے ۔ وہ دھوکے میں ہیں

مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ﴿۵۴﴾

اپنے رب کی ملاقات سے ۔ سنتا ہے : وہ گھیر رہا ہے ہر چیز کو ۔

احاطۂ علم خداوندی و بیان ذلّت و ناکامی مجرمین در روز قیامت مع تجہیل و تحمیق اہل ضلال

قال اللہ تعالیٰ ۔ اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ۔

(ربط) گزشتہ آیات میں منکرین توحید و رسالت اور قرآن کریم میں طعن و اعتراض کرنے والوں کا ذکر تھا اور ان پر وعید و تہدید تھی۔ اب ان آیات میں مجمل طور پر ان کی تحمیق و تجہیل کی جا رہی ہے اور یہ کہ اللہ رب العزت سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ اسی ذیل میں مشرکین کا قیامت کے بارے میں تمسخر اور انکار کے رنگ میں یہ دریافت کرتے تھے کہ وہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا بھی جواب دیا گیا کہ اس کا علم خدا ہی کی طرف لوٹایا جا سکتا ہے وہی جانتا ہے کہ کب آئے گی تو فرمایا اسی پروردگار کی طرف لوٹایا جا سکتا ہے قیامت کا علم۔ بس اسی خالق کو قیامت کے وقوع کا علم ہے مخلوق کو اس کا کوئی علم نہیں اور ظاہر ہے کہ اگر مخلوق کو قیامت کے آنے کا علم نہ ہو تو اس سے یہ سمجھنا لازم آ سکتا ہے کہ قیامت آنے والی نہیں ہے جیسا کہ یہ منکرین استدلال کرتے ہیں۔ اور قیامت تو کیا ہر چیز کا علم۔ خواہ کوئی سی ہو تمام کائنات اسی کے احاطۂ علم میں گھری ہوئی ہے حتیٰ کہ درختوں پر نمودار ہوتا ہے جو پھل اپنے غلافوں اور چھلکوں سے نکلتے ہیں۔ اور اس حمل کو جو کوئی عورت اٹھائے ہوئے ہو۔ اور نہ ہی کوئی عورت بچہ جنتی ہے مگر اسی کے علم سے کہ کیا بچہ کیسا ہوگا کب ہوگا غرض یہ سب کچھ اللہ ہی کے علم میں ہوتا ہے اور قیامت تو وہ دن ہوگا کہ اس میں پروردگار پکارے گا ان مشرکین کو اور کہے گا کہاں ہے وہ میرے شریک جن کو تم نے میری عبادت اور الوہیت میں شریک ٹھہرا رکھا تھا اب ان کو بلاؤ تاکہ وہ اس مصیبت و پریشانی سے تم کو نجات دلا دیں۔ جواب دیں گے۔ اے پروردگار ہم تو آپ سے یہی کہتے ہیں کہ اب ہم میں سے کوئی بھی اس کی گواہی دینے یا دعویٰ کرنے والا نہیں ہے کیونکہ اب سب حقائق روشن ہو گئے اور وہ تمام معبود ان سے غائب ہو گئے جن کو یہ پہلے پکارا کرتے تھے۔ اور یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ اب ان کے واسطے کوئی بچاؤ نہیں ہے۔ ایسا انسان جس کے دل میں نہ ایمان ہو اور نہ اعتقاد توحید مال کی خواہش اور طلب سے کبھی نہیں تھکتا بلکہ حرص میں بڑھتا ہی ہو جاتا ہے اور یہ بات کفر و معصیت کے آثار و لوازم میں سے ہے جو انسانی طبیعت پر کچھ ایسے مرتب ہو کر رہتی ہے۔ ساتھ ہی اس کی اخلاقی خرابی اور گندگی کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچے تو ناامید اور مایوس ہو جاتا ہے۔ غرض ایسا لالچی اخلاقی خرابیوں میں مبتلا ہے سب سے بڑھ کر یہ ہیں وہ آثار خبیثہ جو کفر و شرک پر مرتب ہو کر رہتے ہیں اور ایسے آثار خبیثہ میں یہ بھی ہے کہ اگر ہم ایسے انسان کو کسی بھلائی کا مزہ چکھا دیں بعد کسی مصیبت کے کہ جو اس کو پہنچی تھی تو یہ کہنے لگتا ہے کہ یہ تو میرا حق ہی ہے۔ مجھ کو یہ ملنا ہی چاہئے تھا۔ کیونکہ میں تو بہت لائق اور باکمال ہوں میں نے تو اپنی قابلیت سے ایسی ہی تدابیر اختیار کی تھیں تو میری حسن تدبیر کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے تھا۔ اور پھر اپنی اس خود فریبی میں مبتلا غرور و بدمستی کی حالت میں یوں کہتا ہے اور میں تو نہیں سمجھتا کہ روز قیامت آنے والا ہے اور اگر مجھ کو میرے رب کی طرف لوٹنا بھی پڑ گیا تو اس کے پاس میرے واسطے بہت ہی بہترین حالت ہوگی یہ بیہودہ لوگ اپنے منہ سے اب اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ لیکن یاد رکھو یقیناً ہم ان منکروں کو خوب جتا دیں گے ان کے وہ تمام کام جو انہوں نے کیے اور ضرور بالضرور ہم ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھا دیں گے۔ ! الخ

نجامت ہی لغو بات ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ پس اس کا علم اور جواب اسی رب کی طرف لوٹا یا جائے جس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا کی تفسیر میں حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ ہم ایسے دلائل اور حجتیں قائم کر دیں گے جن سے یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ قرآن اللہ کا کلام منزل ہے جو اس کے رسول پر اتارا گیا جن میں سے بعض دلائل تو خارجیہ ہوں گے جو عالم کے کناروں اور کفار قریش کے قرب و جوار میں ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ فتوحات اسلام کی اشاعت اور تمام ادیان و مذاہب پر اس کے غلبہ نے اس حقیقت کو ظاہر اور ثابت کر دیا اور فِي أَنْفُسِهِمْ سے انسان کی تخلیق اور اس کی زندگی میں قدرت خداوندی کے عجیب کرشمے اور اس کے احوال مختلفہ مراد ہیں۔

دلائل آفاق و انفس

آیت مبارکہ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ اس امر کو واضح کرتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی خالقیت و قدرت اور وحدانیت نیز اثبات قیامت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے دلائل دو قسم کے ہیں ایک قسم دلائل کی متکلمین کے یہاں دلائل انفس کہلاتی ہے اور دوسری قسم دلائل آفاق۔ حضرات ائمہ متکلمین ان دونوں قسموں کی تفصیل و تحقیق فرماتے ہیں۔ ان تفصیلات کی تو یہاں گنجائش نہیں۔ اجمالاً یہ سمجھ لیا جائے کہ دلائل انفس سے مراد انسانی زندگی اور اس کے جملہ احوال و کیفیات ہیں کہ انسان جب بھی اپنی ذات و صفات اور ان تمام احوال و کیفیات جو اس پر طاری ہوتی ہیں غور کرے تو اس کو اس بات پر یقین کرنا پڑے گا کہ ضرور اس کا کوئی خالق ہے۔ اور وہ وہی ہو سکتا ہے جو سب کا رب ہے جس کی عظمت و کبریائی کی کوئی حد نہیں۔ دلائل انفس کے تتبع اور کاوش کے لیے حق تعالیٰ شانہ نے انسان کو فکر کی دعوت دی اور فرمایا وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ یعنی اے انسانو! خود تمہارے نفسوں میں بہت نشانیاں ہیں جن کے ذریعے تم اپنے رب کو پہچان سکتے ہو، تو کیا پھر بھی تم نہیں دیکھتے ہو۔

انسانی ہستی حق تعالیٰ کی خالقیت اور کمال قدرت کی ایسی زندہ دلیل ہے کہ دنیا کا بڑے سے بڑا فلسفی اس دلیل کے معارضہ اور مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ ظاہر ہے کہ انسان ابتداء میں معدوم محض تھا اس کو نہ کسی قسم کا حسی وجود حاصل تھا اور نہ عقلی وجود۔ خدا ہی نے اس کو وجود کا خلعت عطا کیا۔ اس مضمون پر قرآن کریم کی سینکڑوں آیات مشتمل ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کتاب منازل العرفان فی علوم القرآن [illegible]۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا استدلال

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اپنے رسالہ تحفۂ اسلام میں فرماتے ہیں کہ شخص

ایک

ہے جو بہ جانتا ہو کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ ہم پردۂ عدم میں مستور تھے، اور عنقریب پھر وہی ایک زمانہ آنے والا ہے کہ ہم اس پردۂ عدم میں جا چھپیں گے، ہمارا وجود دو عدموں میں اس طرح گھرا ہوا ہے جس طرح نورِ زمین شبِ گزشتہ اور شبِ آئندہ کی دو ظلمتوں میں محصور ہے زمین پر نور کی یہ آمد و رفت با آواز بلند کہہ رہی ہے کہ یہ نور زمین کا ذاتی نہیں ہے بلکہ مستعار اور عطاء غیر ہے کیونکہ اگر یہ نور زمین کا ذاتی ہوتا تو کبھی زائل نہ ہوتا پس اسی طرح موت و حیات کی کشمکش اور وجود و عدم کی آمد و رفت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ کائنات کا وجود ذاتی نہیں ہے، ورنہ عدم و زوال کو کبھی قبول نہ کرتا، بلکہ جس طرح زمین کی روشنی آفتاب کا فیض ہے اور پانی کی گرمی مثلاً آگ کا فیض ہے، اسی طرح ہمارا وجود بھی کسی ایسی ذات کا فیض اور عطیہ ہوگا کہ جس کا وجود اصلی اور خانہ زاد ہو اور وجود اس کی ذات کے لیے اس طرح لازم ہے، جیسے آفتاب کے لیے نور اور آگ کے لیے حرارت اور چار کے عدد کے لیے زوجیت اور تین کے لیے فردیت لازم ہے یہ ناممکن ہے کہ آفتاب ہو اور نور نہ ہو آگ ہو اور حرارت نہ ہو اسی موجود اصلی ازلی اور دائمی کا نام اللہ تعالیٰ ہے خدا اور واجب الوجود ہے یہی وہ حقیقت ہے جس کو قرآن کریم کی اس آیت نے بخوبی واضح کر دیا:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۞ (بقرہ ۲)	کیسے تم اللہ سے کفر کرتے ہو حالانکہ تم پہلے بے جان تھے، اسی خدا نے تم کو وجود و حیات عطا کی پھر وہی تم کو موت دیگا، پھر تمہیں زندہ کریگا، پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

حکیم فرفوریوس کا مقولہ ہے کہ جو امور بداہت عقل سے ثابت ہیں منجملہ ان کے ایک مسئلہ ثبوت صانع کا بھی ہے جتنے حق پسند حکماء گزرے ہیں، وہ سب اس مسئلہ کی بداہت کے قائل تھے اور جو لوگ ثبوت صانع کی بداہت کے قائل نہیں، وہ اس قابل ہی نہیں کہ ان کا ذکر کیا جائے یا ان کو حکماء کے زمرہ میں شمار کیا جائے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ اپنے فوائد قرآن کریم میں فرماتے ہیں اگر قدرت کی طرف سے قلوب بنی آدم میں ابتداء ہی سے معرفت خداوندی اور اس کی ربوبیت کی تخم ریزی نہ ہوتی اور انسانی حیات کا سب سے زیادہ اساسی اور جوہری عقیدہ کا حل ناخن عقل و فکر کے سپرد کر دیا جاتا تو یقیناً یہ مسئلہ بھی منطق استدلال کی بھول بھلیاں میں پھنسکر صرف ایک نظری مسئلہ ہی بن کر رہ جاتا، جس پر سب کا تو کیا اکثر آدمی بھی متفق نہ ہو سکتے۔ جیسا کہ تجربہ شاہد ہے کہ فکر و استدلال کی ہنگامہ آرائیاں اکثر اتفاق سے زیادہ اختلاف آراء پر منتج ہوا کرتی ہیں، اس لیے قدرت نے جہاں غور و فکر کی قوت اور نور وحی و الہام کے قبول کرنے کی استعداد بنی آدم میں ودیعت فرمائی وہیں اس اساسی و بنیادی عقیدہ کی تعلیم سے بھی الفطرۃ بہرہ ور اور مانوس بنا دیا، جس کے اجمال میں کل آسمانی ہدایات کی تفصیل لپٹی ہوئی تھی۔ اور جس کے بغیر مذہب کا کوئی ستون کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ اسی ازلی اور خدائی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ آدم

پر بھی قرآن کریم نے بڑے بسط و تفصیل سے کلام کیا، اور خلق سمٰوٰت و ارض کے دلائل سیکڑوں آیات میں ذکر فرما دیئے۔

تفصیل کے لیے کتاب منازل العرفان فی علوم القرآن ملاحظہ فرمائیں۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ میں ایسے ناقدرے انسان کی کمینہ فطرت کا ذکر فرمایا گیا جو اپنے منعم کو پہچاننے کی بجائے اس سے بے رخی اختیار کرے اور بیگانہ بن جائے۔ حالانکہ انعام کا تقاضا ہے کہ منعم سے تعلق ہو، منعم کی فرمانبرداری کرے اور منعم کی ناراضگی کا خوف ہو، اور انعام کے یہ آثار حیوان پر بھی ظاہر ہوتے ہیں جو انسانی شعور اور احساس سے عاری ہوتا ہے۔ انسان اگر ایسی روش اختیار کرے تو بلاشبہ کہا جا سکتا ہے کہ ایسے انسان نے اپنا درجہ جانوروں سے بھی زیادہ نیچا کر لیا۔ اور لفظ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ سے وہ دعا مراد نہیں جو تضرع و زاری اور انابت الی اللہ کی صورت میں ہو بلکہ یہ دعا اسی کا جزع فزع اور اللہ کی شکایت کرنا، بے صبری اور بے قراری کا مظاہرہ ہے۔ بہرکیف ان الفاظ میں ایسے انسان کی غایت درجہ دنائت اور کمینہ پن بیان کیا گیا کہ انعامات کے حصول پر فخر و تکبر اور خدا سے بیزاری بلکہ بغاوت کا رنگ اختیار کر لے۔ اور جب کوئی تکلیف پہنچے تو بے صبری کے ساتھ رب العالمین کی بارگاہ میں شکوہ کرنے لگے تو جو شخص امن و عیش میں کفر اور کفران اور تکلیف میں بے صبری اختیار کرے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی انسان ذلیل و کمینہ ہو سکتا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کلمات میں ایسی مذموم خصلت سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ وَاهْدِنَا اِلٰى سَوَاءِ الصِّرَاطِ

آمین آمین یا رب العالمین

تم بحمد اللہ تفسیر سورۃ حٰمٓ السجدۃ یوم الاثنین ۲۳ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الشُّوْرٰى

سورۃ الشوریٰ مکیہ ہے اور مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے جس کی تریپن آیات اور پانچ رکوع ہیں۔ ابن عباسؓ جابرؓ اور عکرمہؒ سے منقول ہے فرمایا یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سورۃ کو سورۃ حٰمٓ عٓسٓقٓ بھی کہا جاتا ہے۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں اس سورت میں بعض ائمہ مفسرین کے قول کے مطابق چار آیتیں ایسی ہیں جو مکہ مکرمہ میں نازل نہیں ہوئیں، ان کا نزول بعد الہجرت مدینہ منورہ میں ہوا وہ آیات قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى سے چوتھی آیت تک ہیں۔ بعض دیگر

مفسرین میں سے مقاتل بن حیانؒ وغیرہ نے آیت اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى کو مستثنیٰ قرار دیا، کسی نے وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ کو غیر مکی کہا۔ اس سورت کا مضمون سورۂ حٰمٓ السجدہ کے مضمون سے مربوط ہے، مگر اس میں بھی مضامین زیادہ تر اثبات رسالت، وحی الٰہی اور عظمت قرآن کے بیان پر مشتمل ہیں اور اسی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ کفار مکہ کی ایذائیں ان کی بیہودہ روش پر رنج نہ فرمائیں۔

آیاتہا ۵۳ (۴۲) سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ (۶۲) رکوعاتہا ۵

سورۂ شوریٰ مکی ہے اور اس میں ترپن آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ

اسی طرح وحی بھیجتا ہے تیری طرف، اور تجھ سے

مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

پہلوں کی طرف اللہ زبردست حکمت والا۔ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۴﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ

میں اور زمین میں۔ اور وہی ہے سب سے اوپر بڑا۔ قریب ہے کہ آسمان

يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ

پھٹ پڑیں اوپر سے، اور فرشتے پاکی بولتے ہیں خوبیاں

رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ

اپنے رب کی، اور گناہ بخشواتے ہیں زمین والوں کے، سنتا ہے وہی ہے

هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ

معاف کرنے والا مہربان۔ اور جنہوں نے پکڑے ہیں اس کے سوا

أَوْلِيَاءَ اللَّهُ حَفِيظٌ عَلَيْهِمْ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿٦﴾

رفیق اللہ کو وہ یاد ہیں ، اور تجھ پر نہیں ان کا ذمہ ۔

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِتُنْذِرَ أُمَّ

اور اسی طرح اتارا ہم نے تجھ پر قرآن عربی زبان کا کہ تو ڈر سنا دے

الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ

بڑے گاؤں کو اور آس پاس والوں کو اور خبر سنا دے جمع ہونے کے دن کی

فِيهِ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ﴿٧﴾ وَلَوْ

جس میں دھوکا نہیں ، ایک فرقہ جنت میں اور ایک فرقہ آگ میں ۔ اور اگر

شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ يُدْخِلُ مَنْ

چاہتا اللہ ، تو سب لوگوں کو کرتا ایک ہی فرقہ پر وہ داخل کرتا ہے جس کو

يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَلِيٍّ وَ

چاہے اپنی مہر میں ، اور گنہگار جو ہیں ان کا کوئی نہیں رفیق

لَا نَصِيرٍ ﴿٨﴾ أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۖ فَاللَّهُ

نہ مددگار ۔ کیا انہوں نے پکڑے ہیں اس سے ورے کام بنانے والے ؟ سو اللہ

هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

جو ہے وہی ہے کام بنانے والا اور وہی جلاتا ہے مردے ، اور وہ ہر چیز کر

قَدِيرٌ ﴿٩﴾ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى

سکتا ہے ۔ اور جس بات میں جھگڑتے ہو تم لوگ کوئی چیز ہو ، اس کی چکوتی ہے

اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿١٠﴾

اللہ کے حوالہ ۔ وہ اللہ ہے رب میرا ، اسی پر مجھ کو بھروسہ ، اور اسی کی طرف میری رجوع ۔

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

بنا نکالنے والا آسمانوں کا اور زمین کا۔ بنا دیئے تم ہی میں سے جوڑے،

اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ۭ

اور چوپایوں میں سے جوڑے۔ بکھیرتا ہے تم کو اسی طرح،

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑪ لَهٗ

نہیں اس کی طرح کا سا کوئی۔ اور وہی ہے سنتا دیکھتا۔ اسی

مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

پاس ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔ پھیلا دیتا ہے روزی جس کو

يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑫

چاہے اور ناپ دیتا ہے، وہ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے۔

اثبات وحی الٰہی مع بیان عظمت رب کبریا و وعید بر شرک و نافرمانی

قال اللہ تعالیٰ۔ حٰمۗ ۚ عۗسۗقۗ ..... الیٰ ..... اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔

(ربط) گذشتہ سورت کے مضامین کا حاصل مخالفین کے اعتراضات کا رد اور ان پر توبیخ و تنبیہ تھا اب اس سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور وحی الٰہی کی عظمت کو ثابت کیا جا رہا ہے، اور اسی کے ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے، اور مجرمین و منکرین پر توبیخ و وعید بھی ہے کہ یہ اپنے اعمال قبیحہ کی سزا سے ہرگز نہیں بچ سکتے۔ ارشاد ہے۔

حٰمۗ ۚ عۗسۗقۗ اللہ رب العزت ہی اس کی مراد خوب جاننے والا ہے۔ اصول دین اور احکام شریعت کی تعیین اور تحقیق کے لیے جیسے آپ پر یہ سورت نازل کی جا رہی ہے اسی طرح سلسلے ہمارے پیغمبر ہم آپ پر وحی اتارتے ہیں اور ان پیغمبروں پر بھی جو آپ سے پہلے گذرے۔ یہ وحی اس خدا کی طرف سے ہے جو بڑی عزت والا زبردست حکمت والا ہے۔ اس پروردگار کی شان یہ ہے کہ اسی کے واسطے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہی سب سے برتر اور بڑی عظیم شان والا ہے اس کی

عظمت شان کی اگر کوئی منکر ہو کافر ہو جائے تو ہو جائے لیکن اس کی عظمت شان کی حقیقت تو یہ ہے کہ قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں۔ اس کی ہیبت و عظمت کو برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے[۱] اور وہ فرشتے جو آسمانوں میں ہیں پاکی بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد و ثناء کے ساتھ اور استغفار کرتے رہتے ہیں زمین والوں کے لیے کیونکہ اللہ کا حق عظمت ادا کرنے سے ہر شخص قاصر ہے خواہ وہ کتنا ہی عابد و زاہد اور مطیع و فرمانبردار ہو اور اس لحاظ سے بندہ اپنے رب کا حق پورا ادا نہ کر سکنے کے لامحالہ مستحق عقوبت ہے تو اس وجہ سے وہ روئے زمین پر بسنے والوں کے لیے فرشتے معافی مانگتے رہتے ہیں کہ اے پروردگار تیرے حق میں بندوں سے جو کچھ تقصیر و کوتاہی ہو گئی تو اس سے درگزر فرما۔ آگاہ ہو جاؤ بے شک اللہ ہی بڑا مغفرت والا نہایت ہی مہربان ہے کہ اہل ایمان کی تقصیرات اور کوتاہیوں سے درگزر فرماتے اور نئے اپنے انعامات و رحمتوں سے نوازتا ہے۔ اور کافروں کو بھی اس نے اپنی اسی شان غفوری و رحیمی سے یہ موقع دے دیا کہ جب بھی وہ کفر سے تائب ہو کر خدا کی بندگی کا رخ کریں اور ایمان لائیں تو ان کو دھتکارا نہیں جاتا۔ اے نبی کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نافرمانوں کو دیکھ کر رنجیدہ نہ ہوں ایسے لوگوں کی نافرمانی خدا کی شان عظمت میں کوئی کمی نہیں کر سکتی۔ اور جن لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسرے معبود اور کارساز بنا لیے ہیں۔ اللہ ان کو خوب دیکھ بھال کر رہا ہے جو بھی اس کی حکمت کے لحاظ سے مناسب وقت ہو گا خدا ان کو سزا دے گا اور وہ نہ خدا کے علم سے چھپے ہوئے ہیں اور نہ خدا کی گرفت سے بچ سکتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کوئی ذمہ دار نہیں ہیں۔ آپ کا کام صرف اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے اور نہ ہی آپ کو یہ اختیار ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چاہیں ان پر عذاب نازل کر دیں۔ اور ہم نے اسی طرح جیسا کہ یہ تمام احکام خداوندی آپ کے سامنے ہیں آپ کی طرف بذریعہ وحی بھیجا ہے قرآن عربی تاکہ آپ ڈرائیں ام القریٰ یعنی مکہ میں بسنے والوں کو اور ان

---

[۱] عبداللہ بن عباسؓ سے صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ آسمانوں کا اوپر سے پھٹ پڑنا اللہ رب العزت کی عظمت اور ہیبت کے باعث بیان فرمایا گیا۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں شاید اس وجہ سے کہ کفر اور شرک کو دیکھ کر آسمان و زمین کانپ جاتے ہیں جیسا کہ سورہ مریم میں ہے تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا جامع ترمذی کی روایت میں ہے اَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ مَا مِنْ مَوْضِعِ قَدَمٍ مِنْهَا اِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلّٰهِ یعنی آسمان کراہتا چرچراتا ناقابل برداشت بوجھ کی وجہ سے اور حق تو یہ ہے کہ وہ کراہے آسمان میں چار انگل کے بقدر کوئی جگہ خالی نہیں کہ اس میں کوئی فرشتہ ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ کے سامنے سجدہ میں پڑا ہو تو عظمت خداوندی اور اس کی ہیبت و جلال سے آسمان قریب ہے کہ پھٹ پڑے۔ اور شرک و کفر سے پھٹ پڑنے کے قریب ہونا بھی رب العزت کی عظمت ہی کے باعث ہے لہٰذا ان دونوں توجیہوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ ۱۲

لوگوں کو ڈرائیں کہ اور ڈرائیں اس دن سے جو میدان حشر میں اولین و آخرین کے جمع ہونے کا ہے جس کے آنے
میں کوئی شبہ نہیں جس میں بس یہی فیصلہ ہونا ہے کہ ایک گروہ جنت میں ہوں اور ایک گروہ جہنم میں۔ اور سب
کچھ اللہ کی حکمت اور اس کی تقدیر سے ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ان انسانوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور
ان میں ایمان و کفر اور توحید و شرک کا فرق و اختلاف نہ ہوتا، لیکن یہ اللہ کی بے پایاں حکمتیں ہیں کہ وہ جس
کو چاہتا ہے ایمان و ہدایت کے لیے اس کو اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے، اور جس کو چاہے اس کی بدنصیبی
اور شقاوت کی وجہ سے محروم کر دے اور ایسے ظالموں کے واسطے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔ اور
قیامت کے روز جو یوم الجمع ہے یہ ظالم بے سروسامانی اور بدحواسی کے عالم میں عذاب شدید جہنم میں ڈال
دیئے جائیں گے۔ حق تعالیٰ کی عظمت کو پہچاننا چاہیے اور مشرکین و منکرین کو اس کے عذاب اور اس کی
گرفت سے ڈرنا چاہیے۔ آخر اس طرح کی بے توفیقی اور جرأت کس وجہ سے ہے، کیا انہوں نے خدا کے
علاوہ اپنے واسطے کچھ مددگار بنا لیے ہیں، حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بس اللہ ہی کارساز و مددگار و ولی ہے۔ وہی
سب کا کارساز ہے۔ بگڑی ہوئی بنانا تو کیا وہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے
الغرض توحید و شرک اور ایمان و کفر کا فرق دنیا میں اللہ نے اپنی حکمت سے مقدر فرمایا ہے کیونکہ دنیا
دار الامتحان ہے اور آخرت دار الجزاء ہے۔ اسی لیے بحکمت خداوندی ضروری تھا کہ دنیا میں دونوں چیزیں

ف۱ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر مجلس
میں ہمارے سامنے تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں دو دستاویزیں تھیں آپ نے فرمایا کیا تم لوگ
جانتے ہو یہ دو کتابیں کیسی ہیں۔ ہم نے عرض کیا نہیں، یا رسول اللہ مگر یہ کہ آپ ہمیں بتا دیں۔ آپ نے اس
کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو دائیں ہاتھ میں تھی، فرمایا۔ یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے۔
جس میں اہل جنت کے نام مع ان کے آباء کے ناموں کے اور قبائل کے لکھے ہوئے ہیں اور ان کے آخر میں میزان اجمالی (آخری)
لگا دی گئی ہے جس میں نہ کوئی کمی ہوگی اور نہ کوئی اضافہ ہو سکے گا، پھر آپ نے اس کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو
بائیں ہاتھ میں تھی، فرمایا اس میں اہل جہنم کے نام ہیں ان کے آباؤ اجداد اور قبائل کے ناموں کے اور پھر اخیر میں آخری میزان
لگا دی گئی کہ اب آئندہ اس میں نہ کمی ہوگی اور نہ اضافہ ہوگا، اس پر حضرات صحابہؓ نے عرض کیا تو پھر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اب عمل کی کیا ضرورت باقی رہ گئی اگر یہ فیصلہ ہو چکا؟ آپ نے فرمایا، سددوا وقاربوا (استقامت و تقویٰ کے ساتھ مسلسل عمل میں
لگے رہو اور اعتدال کے ساتھ شریعت کے راستے پر چلتے رہو) جنتی شخص کے لیے جنت کے کام کے ساتھ مہر لگا دی گئی ہے اسی
پر اس کا خاتمہ ہوگا خواہ پہلے وہ کسی قسم کا بھی کام کرتا ہو، اور جہنمی شخص جہنم کے لیے طے ہو گیا ہے۔ اسی کے واسطے جہنم کے کام کی مہر لگ گئی
ہے خواہ وہ پہلے کچھ بھی کرتا رہا ہو پھر آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ سمیٹتے ہوئے فرمایا، فرغ ربکم من العباد ایک ہاتھ سے ایک
طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ اور بائیں ہاتھ سے دوسری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ فَرِيقٌ
فِي السَّعِيرِ (جامع ترمذی) اس موضوع کی تفصیلات مسئلہ تقدیر کے ذیل میں گذر چکیں۔ ۱۲ واللہ اعلم بالصواب

کو حکم نازل ہوا۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کو ام القریٰ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ کرۂ ارضی اور تمام روئے
زمین کے واسطے یہ حصۂ زمین اصل نقطۂ مرکز ہے۔ جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ پانی کی سطح پر اللہ رب العزت
نے پہلے بلبلے کی طرح یہ ٹکڑا جامد ظاہر فرمایا اور پھر اسی سے ساری زمین بچھائی اور پھیلائی گئی تو تمام آبادی عالم
اور خطۂ زمین کے لیے یہی جگہ اصل ہوئی اور اصل کو اُمّ یعنی ماں کہا جاتا ہے۔ امام بغویؒ اور شیخ قشیریؒ نے
بھی اسی کو اختیار فرمایا اور یہ کہ کعبہ سُرّۃ الارض یعنی زمین کی ناف ہے اور تمام دنیا اس کے ارد گرد پھیلائی گئی
اگرچہ جانب شمال میں آبادی زائد ہے۔ بہ نسبت جنوب کی جانب کے۔

آیت مبارکہ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ
کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ اور ابن جریر طبریؒ نے یہی بیان کیا کہ روئے زمین دنیا کی آبادی کی اصل یہی سرزمین
مکہ ہے جہاں کعبۃ اللہ ہے۔ علامہ یاقوت حمویؒ نے ابن عباسؓ سے ایک روایت کا یہ مضمون بیان
کیا ہے کہ آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ اللہ نے ایک ہوا چلائی جس سے
پانی کی لہروں کو شق کیا اور پانی کی سطح پر ایک بلبلہ نمودار ہوا جو قبہ کی شکل کا تھا پھر اسی سے اللہ نے تمام زمین
کو مرکب فرمایا اور جمایا اور سطح زمین کو پانی پر بچھا دیا۔ متعدد روایات سے ثابت ہے کہ زمین کا جو ٹکڑا سب
سے پہلے اللہ نے پیدا فرمایا وہ جگہ کعبۃ اللہ کی ہے تو یہ جگہ روئے زمین کے واسطے نقطۂ مرکز یہ ہوا۔ اس تکوینی
مرکزیت کے ساتھ اللہ نے اس کو شرعی مرکزیت بھی عطا کر دی۔ کہ روئے زمین کے انسانوں کو اسی کی طرف
عبادت کا حکم دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے اسی جگہ جنت سے موتیوں کا خیمہ اتارا گیا تھا جس کا انہوں
نے طواف کیا، پھر اسی جگہ بیت اللہ کی عمارت قائم ہوئی۔ تفصیل کے لیے احقر کی کتاب تاریخ الحرمین
ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سرزمین مکہ میں آمد اور اُس کی آبادی

تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد جب حضرت نوحؑ کی اولاد زمین
پر پھیلی تو حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار دو سو چھیالیس برس قبل شہر بابل اور اس کے برج
کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ شہر ملک عراق میں دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان دوآب میں واقع تھا۔ اور
بقول بعض، فرات کے کنارے پر تھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جو تارخ کے بیٹے تھے جن کو آذر بھی
کہا جاتا ہے، قصبہ اہواز میں پیدا ہوئے جو شہر بابل کے کنارے واقع تھا اور بعض کا خیال ہے خاص شہر
بابل میں پیدا ہوئے وہاں کلدانی قوم آباد تھی جو بت پرست تھے۔ اور بت بنا بنا کر بیچا کرتے تھے حضرت
ابراہیمؑ کے باپ بھی بت پرست بلکہ بت تراش تھے اس زمانہ میں ایک بڑی تعداد لوگوں کی ستاروں کی پوجا
کیا کرتی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کو خداوند عالم نے ابتدا ہی سے رشد و ہدایت سے نوازا تھا۔ بت پرستی اور ستاروں
کی پوجا کی بڑی شد و مد سے مخالفت کیا کرتے تھے۔ اور ان لوگوں کی دلائل و حقائق سے تجہیل و تحمیق بھی

کیا کرتے تھے جس کی تفصیل گزشتہ پاروں کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔ قصۂ نمرود اور ایسے بعض واقعات کے بعد اللہ رب العزت کی وحی سے آپ حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ ہاجرہؑ کو وادی مکہ کی طرف لے کر روانہ ہو گئے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اس وقت شیر خوار بچے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ ان کو یہاں چھوڑ کر شام کی طرف روانہ ہو گئے ایک مشک میں پانی اور کچھ کھجوریں چھوڑ کر گئے۔ پانی جب ختم ہو گیا اور پیاس کی شدت سے اسمٰعیل علیہ السلام تڑپنے لگے، اور اسی حالت میں حضرت ہاجرہؑ پانی تلاش کرنے کے لیے صفا و مروہ پہاڑیوں پر چکر لگانے لگیں تو ساتویں چکر پر اسمٰعیلؑ کی جگہ پر پانی دیکھا دوڑی ہوئی آئیں۔ یہ زم زم کا چشمہ اللہ نے ظاہر فرمایا، اسی کی یادگار سعی بین الصفا والمروہ کی صورت میں مقرر کر دی گئی۔ تفصیل کے لیے احادیث وکتب تاریخ کی مراجعت فرمائی جائے۔ قریب چاہ زم زم جب ایک کثیر مقدار میں پانی دیکھ کر اس غیر آباد بنجر وادی میں ایک قافلہ نے قیام کرنے اور یہاں سکونت کی درخواست کی، تو ہاجرہ علیہا السلام نے تنہائی کے خیال سے ان کو اجازت دیدی کہ بہتر ہے کہ یہاں کچھ لوگ آباد ہو جائیں۔ اس طرح ابتداء میں یہ ایک چھوٹا سا گاؤں آباد ہوا۔ یہ قبیلہ جرہم تھا، اہل یمن سے یہ لوگ تھے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے انہی لوگوں سے عربی زبان سیکھی، اور ان کے بڑے ہونے پر اس قوم نے اسمٰعیل علیہ السلام کو اپنا سردار بنا لیا، رفتہ رفتہ یہ مختصر گاؤں ایک عظیم شہر مکہ مکرمہ ہو گیا۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا

راہ ڈال دی تم کو دین میں وہی جو کہہ دیا تھا نوح کو

وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ

اور جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور وہ جو کہہ دیا ہم نے

اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا

ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو یہ کہ قائم رکھو

الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَي الْمُشْرِكِيْنَ

دین اور پھوٹ نہ ڈالو اس میں ۔ بھاری پڑتا ہے شرک والوں کو، جس طرف تو

مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَ

بلاتا ہے ان کو، اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف جس کو چاہے ۔ اور راہ دیتا ہے اپنی طرف

يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

اس کو جو رجوع لائے ۔ اور پھوٹ جو ڈالی سو سمجھ آچکے

مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

پیچھے ، آپس کی ضد سے ۔ اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو نکل چکی

مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ

ہے تیرے رب سے، ایک ٹھہرے وعدہ تک تو فیصلہ ہو جاتا ان میں ۔ اور جن

الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ

کو ہاتھ لگی ہے کتاب ان کے پیچھے ، وہ دھوکے میں ہیں اس سے جو

مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا

چین نہیں دیتا ۔ سو تو اسی طرف بلا ۔ اور قائم رہ جیسا فرما دیا ۔ اور مت

تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ

چل ان کے چاؤں پر ۔ اور کہہ میں یقین لایا ہر کتاب پر ، جو

كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَا

اتاری اللہ نے ۔ اور مجھ کو حکم ہے کہ انصاف کروں تمہارے بیچ ۔ اللہ رب ہے ہمارا اور تمہارا ۔

اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ

ہم کو ملتے ہیں ہمارے کام اور تم کو تمہارے کام ۔ کچھ جھگڑا نہیں ہم میں اور تم میں ۔ اللہ

يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُحَاۗجُّوْنَ

اکٹھا کرے گا ہم سب کو اور اسی کی طرف پھر جانا ہے ۔ اور جو لوگ جھگڑا ڈالتے

فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ

ہیں اللہ کی بات میں ، جب خلق اس کو مان چکی ، ان کا جھگڑا ڈھ رہا ہے ۔

عِندَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿۱۶﴾

ان کے رب کے ہاں، اور ان پر غضب ہے اور ان کو سخت مار ہے۔

مقصد وحید جملہ ادیانِ سماویہ توحید خداوندی وقیام عدل وانصاف

قال اللہ تعالیٰ۔ شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ ... الیٰ ... وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ۔

(ربط) سورۂ شوریٰ کی ابتداء حق تعالیٰ شانہ کی عظمت وکبریائی اور توحید کے بیان سے ہوئی تھی جس کے ضمن میں وحی الٰہی کا اثبات تھا، اور کفر و شرک کا رد اور ابطال، اب ان آیات میں ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ رب العزت نے جس قدر بھی پیغمبر مبعوث فرمائے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ بن مریم تک اور جتنے ادیان وشرائع مقرر فرمائے ان سب کا مقصد وحید صرف توحید خداوندی تھا بلکہ جملہ ادیان کی یہی تعلیم تھی، اور ہر پیغمبر کو یہی ہدایت تھی۔ اب اسی تعلیم وہدایت کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں، اس لحاظ سے آپ کی دعوت کوئی نئی دعوت نہیں نہ آپ کی تعلیمات کوئی نرالی تعلیمات ہیں بلکہ جملہ تعلیمات وہدایات سماویہ کا لباب وجوہر اور ان کی تکمیل ہے، اس بنا پر کسی کتابی اور آسمانی مذہب رکھنے والے کو آپ کی رسالت پر ایمان لانے میں ادنیٰ تامل نہ ہونا چاہئے، اور آپ کا پیغام تمام امتوں کے درمیان وحدت واتفاق کا پیغام ہے، اسی وجہ سے بھی آپ کے پیغام کو قبول کرنے میں کسی کو اختلاف وتردد نہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا مقرر کر دیا ہے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے وہی دین جس کا حکم اللہ نے نوح (علیہ السلام) کو کیا جس کی بنیاد توحید خداوندی ہے اور ہر نبی نے اپنی قوم کو اسی کی دعوت دی۔ اور جس چیز کی ہم نے آپ کو وحی بھیجی۔ اور جس چیز کا ہم نے حکم دیا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو اور ان کی امتوں کو وہ یہ تھا کہ اللہ کا یہ دین قائم رکھو اور خدا کی توحید پر قائم رہو، اور اس کے سوا کسی کی بندگی ہرگز نہ کرو۔ اس کے تمام احکام مانو اور ان پر عمل کرو، اور یہ کہ اس میں تفرقہ نہ ڈالو تمام انبیاء کی تعلیمات جب کہ ان بنیادی اصول میں متحد تھیں تو عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس دعوت کو قبول کیا جاتا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے اور شرک وبت پرستی سے اجتناب کیا جاتا مگر مشرکین پر یہ بات یعنی دعوت توحید بہت گراں اور ناگوار ہے جس کی طرف آپ ان کو بلاتے ہیں لیکن اللہ اپنی طرف کھینچتا ہے اسی کو جس کو چاہے اور اپنے تک اسی کو رسائی عطا کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے یعنی اللہ ہی کی مشیت سے اجتباء وانتخاب ہوتا ہے اور توفیق ایمان سے نوازا جاتا ہے اور توفیق ایمان کے بعد جس کو رجوع اور انابت الی اللہ نصیب ہو اس پر طاعت وبندگی اور قرب کے راستے کھلتے ہیں۔

اور امم سابقہ کا یہ تفرق و اختلاف، حق میں کسی قسم کے خفا اور التباس کے باعث نہ تھا بلکہ ان لوگوں نے نہیں اختلاف کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا تھا، محض باہمی حسد اور بغض کی وجہ سے ایسی مذموم حرکت اور بدترین روش کا تقاضا تو یہ تھا کہ عذاب خداوندی ان پر مسلط ہوتا اور یہ ہلاک کر دیئے جاتے لیکن اگر ایک فیصلہ آپ کے رب کی طرف سے پہلے نہ ہو چکا ہوتا ایک متعین وقت تک مہلت کا تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، عذاب خداوندی نازل ہو جاتا اور دنیا دیکھ لیتی کہ حق سے اختلاف کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے مگر اللہ نے اپنی حکمت سے یہ طے کر لیا تھا کہ دنیا دار الامتحان ہے اسی طرح حق و باطل کی کشمکش چلتی رہے۔ قیامت قائم ہونے پر ایسے مجرمین اور حق سے اختلاف کرنے والوں کو جہنم کے عذاب میں ڈالا جائے گا اور بے شک ان امم سابقہ کے بعد اب جن لوگوں کو کتاب الٰہی کا وارث بنایا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دعوت جو کہ وہ اس کتاب کی طرف شک ہی میں پڑے ہوئے ہیں جو ان کو تردد میں ڈالنے والا ہے۔ اے ہمارے پیغمبر آپ ان منکرین کے انکار اور مشرکین کے شرک سے رنجیدہ نہ ہوں اور نہ ہی ہمت ہاریں بس آپ تو اسی چیز کے لیے جس کی وحی آپ کو کی گئی اور اس کا حکم نوح کو ابراہیم و موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو کیا گیا، دعوت دیتے رہیے اور اسی پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیے جیسا کہ آپ کو حکم کیا گیا۔ اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے۔ اس خیال سے کہ ان کی بعض خواہشات اگر مان لی جائیں تو شاید یہ لوگ ایمان لے آئیں اور بلکہ آپ تو یہ اعلان کر دیجئے کہ جب کہ یہ لوگ کسی طرح بھی ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہیں تو میں تو ایمان لا چکا ہوں اس چیز پر جو اللہ نے اپنی کتاب سے نازل کی ہے لہٰذا اے منکرو اور کافرو تم یہ توقع نہ رکھو کہ میں تمہاری کسی خواہش کو پورا کرنے میں اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی یا اس کو نظر انداز کروں گا، اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔ انصاف کروں۔ حق اور باطل کے درمیان فرق کر کے حق پر تمہیں آمادہ کروں اور خود اس پر قائم رہوں۔ اس لیے یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ میں تم کو حق کی دعوت دیتے ہوئے خود حق سے انحراف کر جاؤں اور تمہاری باطل خواہش اور شوق کو پورا کرنے کا ارادہ کروں۔

اللہ ہی ہمارا رب ہے اور وہی تمہارا بھی رب ہے۔ اب جب کہ تم کسی طرح حق قبول کرنے کو تیار نہیں تو بس ہمارے واسطے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے واسطے ہیں، لہٰذا جیسے تمہارے اعمال ہوں گے۔ ان کا انجام بھی ویسا ہی ہوگا۔ اب کوئی حجت بازی اور خصومت کی گنجائش نہیں، ہمارے تمہارے درمیان، اللہ ہم سب کو قیامت کے روز جمع کرے گا۔ جس میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ وہاں پہنچ کر سب پر حقیقت کھل جائے گی۔ ایمان و کفر اور توحید و شرک کا انجام معلوم ہو جائے گا اور اس وقت مجرمین و مشرکین کو سوائے حسرت و ندامت کے اور کچھ بھی چارہ کار نہ ہوگا۔ اور جو لوگ اللہ کے دین کے بارے میں حجت بازی کرتے ہیں بعد اس کے کہ اہل عقل کی طرف سے اس کو قبول کر لیا گیا اور

جیسا کہ بفطرت انسان ایمان لا چکے تو اب ایسے لوگوں کی حجت ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر خدا کی طرف سے غضب نازل ہونے والا ہے، اور ان کے واسطے دنیوی عذاب اور غضب الٰہی دنیا کے علاوہ آخرت میں بڑا ہی سخت عذاب ہے کیونکہ اللہ کے دین کی سچائی اور اس کی کتاب کی حقانیت ظاہر ہو چکی۔ بہت سارے لوگ ایمان لا چکے اور بہت سے وہ لوگ جو اگرچہ مذہبی تعصب اور عناد کی وجہ سے ایمان نہیں لائے مگر کتاب الٰہی کی سچائی اور حقانیت کا اقرار کرتے ہیں۔ اس بنا پر اب حجت پوری ہو گئی۔ اب اس کے بعد جو لوگ بھی خواہ مخواہ جھگڑے ڈالتے ہیں یا ایمان لانے والوں سے الجھتے ہیں ان کے واسطے ظاہر ہے کہ عذاب خدا زندگی دنیا اور آخرت میں ہوگا۔

ابتداء تشریع احکام اور جملہ انبیاء علیہم السلام کا اصولِ شرائع میں اتفاق

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے وہ رسول جن سے تشریع احکام کا سلسلہ شروع ہوا وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں، اور سب سے آخری نبی جن پر سلسلہ نبوت و رسالت ختم ہوا اور کمالات نبوت کی تکمیل ہوئی۔ وہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضرت نوح علیہ السلام سے قبل دنیا میں ایمان و کفر اور توحید و شرک کا اختلاف نہ تھا۔ دس قرن اسی طرح گذرے۔ سب سے پہلے رسول شرک کا مقابلہ کرنے والے حضرت نوح علیہ السلام ہی ہیں۔ اسی وجہ سے ایک حدیث میں ہے اول رسول بعث الی الارض نوح مگر سب سے پہلے رسول جو زمین والوں کے واسطے بھیجے گئے وہ نوح ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ پہلے رسول ہیں کفر و شرک کے مقابلہ کے لیے۔ جیسا کہ آیت مبارکہ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ سے معلوم ہوتا کہ آدم علیہ السلام کے وقت سے ایک ہی سچا دین رہا، ایک مدت کے بعد جب لوگوں نے دین میں اختلاف ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا جو اہل ایمان و طاعت کو ثواب و نجات کی بشارت سناتے تھے اور اہل کفر و معصیت کو عذاب سے ڈراتے۔

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد جس قدر بھی رسول دنیا میں آئے اور کتابیں نازل کی گئیں وہ سب اصول میں ایک تھے کیونکہ راستہ ایک ہی تھا۔ (توحید و عبادت خداوندی) البتہ فروع میں تفاوت و اختلاف ہونا چاہیے تھا۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن قدس اللہ سرہ نے فرمایا اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کہ تندرستی ایک ہے، اور بیماریاں بے شمار، جب ایک مرض پیدا ہوا تو اسی کے موافق دوا اور پرہیز مقرر کیا گیا، پھر جب دوسرا مرض پیدا ہوا تو دوسری دوا اور پرہیز اس کے موافق تجویز ہوا۔ پھر سب سے آخر میں ایسا طریقہ اور قاعدہ مقرر فرما دیا جو سب بیماریوں سے بچانے اور سب کے بدلے کفایت کرے وہ طریقہ اسلام ہے۔ جس کے لیے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے اور وہ نسخہ روحانی قرآن شریف

ہے۔ جو قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے پیغامِ شفاء ہے۔

حضرت نوحؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جتنے انبیاء و رسل آئے ان میں اولوالعزم رسول حضرت موسیٰؑ و حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو زیادہ مشہور اور ان کے مذہب کے پیرو دنیا میں کثیر تعداد میں ہونے کی وجہ سے اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور آپ کے دین کی تشریح ان انبیاء علیہم السلام کے شرائع کی شرکت اور مشابہت کے ساتھ بیان کی گئی۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ ان ادیان سے تعلق رکھنے والے کو آپ کا دین قبول کرنے میں کوئی تامل باقی نہ رہے۔ جب کہ آپ کی کتاب کتب سابقہ کی تصدیق کر رہی ہے۔ اور ان انبیاء سابقین کی تعلیمات و ہدایات بنیادی اصول کے لحاظ سے متفق و متحد ہیں تو پھر ان انبیاء پر ایمان لانے والے ان کتب سابقہ کے ماننے والے یہود و نصاریٰ کو عقلاً و طبعاً آپ پر ایمان لانے سے کسی طرح بھی گریز نہ کرنا چاہیے۔

****

اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ الْمِیْزَانَ ؕ وَ مَا

اللہ وہ ہے جس نے اتاری کتاب سچے دین پر اور ترازو۔ اور تجھ

یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ ﴿۱۷﴾ یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ

کو کیا خبر ہے شاید وہ گھڑی پاس ہو۔ شتابی کرتے ہیں اس کی

لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَ

جو یقین نہیں رکھتے اس پر۔ اور جو یقین رکھتے ہیں ان کو اس کا ڈر ہے، اور

یَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی

جانتے ہیں کہ وہ ٹھیک ہے۔ سنتا ہے جو لوگ جھگڑتے ہیں اس گھڑی

السَّاعَةِ لَفِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۱۸﴾ اَللّٰهُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِهٖ

کے آنے میں وہ بہکے ہیں دور جا کر۔ اللہ نرمی رکھتا ہے اپنے بندوں پر

یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ﴿۱۹﴾

روزی دیتا ہے جس کو چاہے۔ اور وہی ہے زور آور زبردست۔

ربع

بیان نزول کتاب با حق و صداقت و نزول میزان برائے عدل و انصاف

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ... اِلٰی ... وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ۔

ربط: گذشتہ آیات کا حاصل یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی انبیاء سابقین اور اولوالعزم رسولوں کی وحی ہی کی طرح ہے اور آپ کا دین بھی اصولاً وہی دین ہے۔ آپ کی کتاب بھی جملہ کتب سابقہ کے علوم کی حامل اور مصدق ہے۔ اب ان آیات میں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی کتاب حق و صداقت کے ساتھ نازل فرما دی ہے اور یہ کتاب الٰہی درحقیقت حق و صداقت کو تولنے کی ترازو ہے۔ اس ترازو میں حق و باطل کو تولا جاتا ہے جیسے مادی ترازو میں مادی اشیاء تولی جاتی ہیں اور پورے تول سے عدل و انصاف قائم کیا جاتا ہے اسی طرح یہ کتاب الٰہی ایک طرف حقوق خداوندی کو صحیح طریق پر ادا کرنے کے لیے معیار ہے تو دوسری طرف حقوق العباد کو بھی عدل و انصاف سے ادا کرنے کا ایک محکم ضابطہ اور مکمل دستور ہے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی پر آمادہ کرنے والی قوت و صلاحیت ایمان بالآخرت ہے۔ اسی یقین کے باعث انسان اپنے اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ادا کر سکتا ہے۔ اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی ہی درحقیقت ہر انسان کا اپنی ذات کے ساتھ عدل و انصاف کا قائم کرنا ہے۔ کیونکہ ان حقوق کو اتلاف حقیقت میں اپنی ذات پر ظلم کرنا ہے ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

اللہ ہی ہے جس نے اس کتاب یعنی قرآن کو اتارا حق کے ساتھ اور ترازو کو یعنی عدل و انصاف مقرر فرمایا تو جب یہ کتاب اللہ کی ہے تو اللہ پر ایمان کا مقتضیٰ یہی ہے کہ اس کے احکام کی اطاعت ہو اور حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ حقوق العباد میں عدل و انصاف قائم کیا جائے۔ جیسے ترازو میں کوئی چیز برابر تولی جاتی ہے یہی نجات کا ذریعہ ہے کہ قرآن پر ایمان لایا جائے۔ محض خدا کا قائل ہونا یا اس پر ایمان کا دعویٰ کافی نہیں تاوقتیکہ اس کے قانون اور دستور عدل و انصاف پر عمل نہ کیا جائے۔ منکرین کا بلادلیل معارضہ اور حجت بازی اور قیامت کا ذکر سن کر یہ سوال کرنا کہ وہ کب آئے گی بے معنی اور لغو بات ہے تو آپ اس پر رنجیدہ نہ ہوں۔ اور آپ کو کیا معلوم شاید یہ کہ قیامت قریب ہو گر وقوع قیامت کا وقت معلوم نہیں تو اس سے یہ کیونکر تصور کیا جا سکتا ہے کہ آنے والی ہی نہیں جیسے کہ یہ منکرین کہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جلد ہی قیامت کے آنے کا مطالبہ کرتے ہیں وہ لوگ جو اس پر ایمان و یقین نہیں رکھتے کیونکہ ان کو قیامت کی عظمت و ہیبت کا اندازہ نہیں ہے اور جو لوگ اس کا یقین رکھتے ہیں وہ تو اس سے کانپتے اور جانتے ہیں کہ وہ حق ہے اور واقع ہو کر رہے گی۔ خبردار ہو جاؤ جو لوگ قیامت کے بارہ میں جھگڑتے ہیں وہ انتہائی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں جو

ہی کو مذاق شمار کرتے تھے، اور اسی طرح کی بے وقعتی اس بات کا باعث بنے گی کہ وہ قیامت کا انکار کرنے والے
والے اہل ایمان اور ان کی دعوت فکر کو تمسخر کے طور پر کہتے کہ اچھا تو جلدی سے وہ قیامت جس سے تم ڈرا رہے
ہو، اسی استہزاء اور تمسخر کی کیفیت کو قرآن کریم کے یہ الفاظ نقل کر رہے ہیں۔ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ
لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا لیکن ان کے بالمقابل جو اہل ایمان ہیں وہ اس سے لرزتے ہیں اور دل ان کے کانپتے ہیں
جو وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا میں بیان فرمایا گیا، اور یہ خوف نتیجہ اعتقاد قیامت ہی کا ہو سکتا
ہے لفظ مشفقون اشفاق سے مشتق ہے جو لغت میں اشفاق کے معنی کسی چیز کے اندیشہ اور خوف سے دل
کا کانپنا، قلب کا یہ اضطراب و خوف ایک تو قیامت کے واقع ہونے کے اعتقاد پر ہوگا، دوسرے
اس عقیدہ اور تخیل پر کہ جو ایمان اور عمل صالح قیامت کے روز کام آتے ہیں، کہیں وہ رد نہ کر دیے جائیں۔
رہا یہ امر کہ عارفین اور کامل الایمان اہل اللہ کو اشتیاق موت اور لقاء خداوندی کا وہ شوق طبعی ہوتا
ہے، اور یہ خوف جس کا ذکر کیا گیا یہ خوف اعتقادی ہے اس وجہ سے معلوم ہوا کہ خوف آخرت شوق موت و
لقاء رب کے منافی نہیں، پھر یہ کہ شوق کا باعث انقلاب کا تصور ہوتا ہے اور خوف کا منشاء قیامت
کی ہیبت اور اپنے اعمال کے ضیاع کا اندیشہ ہے اور یہ جائز ہے کہ ایک جہت سے قلب میں جذبہ شوق
وارد ہو تو دوسری جہت سے خوف سے اضطراب ہو، یہی وہ حقیقت ہے جس کو حدیث میں بیان فرمایا
گیا، من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ۔ کہ جو شخص اللہ کی ملاقات محبوب رکھے گا اللہ بھی
اس کی ملاقات کو پسند فرمائے گا، اسی کیفیت کو قرآن کریم کی اس آیت میں فرمایا، قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔
تو حال اولیاء اللہ کی پہچان اور خصوصیت ہی یہ بیان کی گئی کہ وہ موت، لقاء خداوندی کے مشتاق و آرزو مند ہوں
اور ولایت کا مصداق تمنائے موت ہی ہے، اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے روایات بھی حل ہو گئیں جو
احوال قبور کے سلسلہ میں بیان کی گئیں کہ بعض مرد صالح جب کہ وہ پروردگار کے قاصدوں یعنی نکیرین کا جواب صحیح
دیدے گا تو کہے گا، رب اقم الساعۃ کہ اے پروردگار قیامت جلدی ہی قائم کر دیجئے، تو یہ خوف
آخرت کے منافی نہیں، کیونکہ یہ اشتیاق اس کو جنت کی نعمتوں کی بشارت سن کر حاصل ہوگا، اور اس
بشارت کے بعد خوف و اضطراب کا جو منشاء تھا وہ ختم ہو چکا ہوگا، یا یہ کہ یہ شوق عالم برزخ اور احوال آخرت
کے انکشاف پر ہے، اور جو خوف ایمان کی خصوصیت بیان کی گئی، وہ دنیوی زندگی یعنی عالم دنیا میں ہے
بہرکیف مؤمن کی زندگی خوف آخرت اور شوق لقاء خداوندی متضاد جذبوں سے معمور رہتی ہے اور یہ کیفیت
دراصل يَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ کی پوری پوری ترجمانی ہوتی ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ

جو کوئی چاہتا ہو آخرت کی کھیتی ، بڑھا دیں ہم اس کو

فِي حَرْثِهِ ۚ وَمَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ

اس کی کھیتی۔ اور جو کوئی چاہتا ہے کھیتی

الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ

دنیا کی، اس کو دیں ہم اس میں سے، اور اس کو نہیں آخرت میں

مِن نَّصِيبٍ ﴿٢٠﴾ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ

کچھ حصہ۔ کیا ان کے اور شریک ہیں جو راہ ڈالی ہے انہوں

الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ

نے رکھ دی واسطے دین کی جس کا حکم نہیں دیا اللہ نے۔ اور اگر نہ ہوتی بات فیصلہ کی

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢١﴾

تو فیصلہ ہو جاتا ان میں۔ اور بے شک جو گنہگار ہیں ان کو دکھ کی مار ہے۔

تَرَى الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ

تو دیکھے گنہگاروں کو ڈرتے ہوں گے اپنی کمائی سے۔ اور وہ پڑ کر رہے گا

بِهِمْ ۗ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ

ان پر۔ اور جو یقین لائے اور بھلے کام کیے باغوں میں ہیں

الْجَنَّاتِ ۖ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ

بہشت کے۔ ان کو ہے جو چاہیں اپنے رب کے پاس۔ یہی ہے بڑی

الْكَبِيرُ ﴿٢٢﴾ ذَٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا

بزرگی۔ یہ ہے جو خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے بندوں کو جو یقین لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۗ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا

اور کرتے ہیں بھلے کام۔ تو کہہ، میں مانگتا نہیں تم سے اس پر کچھ بدلہ مگر

جو لوگ توحید خداوندی کے قائل نہیں اور انہوں نے شرک جیسے ناپاک اعتقاد سے اپنے قلب کو آلودہ کر رکھا ہے وہ بتائیں کہ کیا ان کے واسطے کچھ شرکاء ہیں کہ جو انہوں نے خدا کے ساتھ تجویز کر رکھے ہیں تو کیا ان شرکاء نے ان کے واسطے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔ ظاہر ہے کہ نہ خدا کے ساتھ کوئی شریک ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ خدا کے سوا دوسرے معبود اشیاء کوئی دین تجویز کریں جو یقیناً خدا کی اجازت سے نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے ایسے مشرکین کے من گھڑت خیالات اور رسوم کو یہ کہنا کہ یہ اللہ کا دین ہے محض مہمل اور بے معنی بات ہے۔ یہ بات بلا شبہ ایسی تھی کہ فوراً ہی اللہ کے عذاب سے ان مجرمین اور گستاخوں کو تباہ کر دیا جاتا مگر یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل اور مہلت ہے اور اگر اللہ کا یہ قول فیصل طے شدہ نہ ہوتا کہ ایسے مجرموں کو دنیا میں مہلت دی جائے گی اور آخرت میں عذاب شدید میں مبتلا ہونا پڑے گا تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور ان کا کام تمام ہو جاتا اور بے شک ظالموں کے واسطے بڑا ہی دردناک عذاب ہے۔ اس وقت ان کا حال یہ ہوگا کہ اے مخاطب تو ان ظالموں کو دیکھے گا کہ کانپ رہے ہوں گے ان اعمال سے جو انہوں نے کئے اور وہ عذاب ان پر ضرور مسلط ہو کر رہے گا۔ جس سے وہ کسی بھی صورت سے نہ بچ سکیں گے۔ یہ حشر تو منکرین و کافرین کا ہوگا۔ اور اس کے برعکس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے ان کے واسطے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ چاہیں گے اپنے پروردگار کے پاس یہی ہے بہت بڑی فضیلت اور انعام و اکرام یہی ہے وہ جس کی بشارت دے رہا ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور نیکی کے کام کیے۔

مجرمین کو تنبیہ اور عذاب آخرت سے ڈرانا اور ان کے بالمقابل مؤمنین و مطیعین کو ثواب آخرت اور نعماء جنت کی بشارت سنانا انتہائی اخلاص اور ہمدردی ہے اگر اس کے باوجود بھی ایسے لوگ جن کی عقلیں بھی بیمار اور قلوب گندہ ہیں وہ اللہ کے پیغمبر کے اخلاص و ہمدردی پر یقین نہیں رکھتے تو اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے۔ اے لوگو! میں تم سے اس مشفقانہ نصیحت اور ہمدردانہ وعظ اور تبلیغ و دعوت پر کسی معاوضہ کا سوال نہیں کرتا ہوں۔ اور اس پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر صرف اس محبت کا جو قرابت داری میں ہوتی ہے کہ تم میرے ساتھ اس قرابت نسبی کا جو مجھے قریش کے ہر قبیلہ اور شاخ کے ساتھ حاصل ہے لحاظ کرتے کم از کم ایذا تو نہ پہنچاؤ اور اس حق قرابت کے باعث میری طرف رخ کرو اور توجہ سے میری بات سنو۔ اگر تم میری مدد نہیں کرتے تو کم از کم ایذا تو نہ پہنچاؤ۔ اور جب کہ میں تم سے کسی مالی صلہ اور معاوضہ کا طالب بھی نہیں تو یہ میرا انتہائی اخلاص اور تعلق قرابت اس کا باعث ہونا چاہیئے کہ میری بات پر غور کرو۔ اور اس کو قبول کرو۔ حق نبوت نہیں مانتے تو حق قرابت کا لحاظ کرو۔ یہ عقل و فطرت کا تقاضا ہے۔ اور میں تم کو یہ بھی بات ہمدردی اور نصیحت کے طور پر کہتا ہوں جو شخص بھی کوئی نیکی کا کام کرے گا۔ اللہ رب العزت کا یہ پیغام ہے کہ ہم اس کے واسطے اس کی نیکی میں اجر و ثواب کا اضافہ کرتے ہیں۔ بے شک اللہ تو بہت ہی درگذر کرنے والا اور قدردان ہے کہ اگر اعمال میں کسی طرح کی

دل سے ان کو تعلق ہو یہ کیا طور پر یہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ فائدہ: ابو حیان [illegible] صحیح نہیں۔ [illegible]
گئے ہیں [illegible] احادیث [illegible] بیان [illegible] فضائل اہل بیت میں بیان فرمائی ہیں۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ فَإِن يَشَإِ اللَّهُ

کیا کہتے ہیں اس نے باندھا اللہ پر جھوٹ، سو اگر اللہ چاہے

يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ

مہر کر دے تیرے دل پر، اور مٹاتا ہے اللہ جھوٹ کو اور ثابت

الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٢٤﴾

کرتا ہے سچ کو اپنی باتوں سے۔ اس کو معلوم ہے جو دلوں میں ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو

اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے، اور معاف

عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٥﴾ وَيَسْتَجِيبُ

کرتا ہے برائیاں، اور جانتا ہے جو کرتے ہو۔ اور دعا سنتا ہے

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن

ایمان والوں کی جو بھلے کام کرتے ہیں، اور بڑھتی دیتا ہے ان کو

فَضْلِهِ ۚ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ

اپنے فضل سے۔ اور جو منکر ہیں ان کو سخت عذاب ہے۔ اور اگر

بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ

پھیلا دے اللہ روزی اپنے بندوں کو تو دھوم اٹھاویں ملک میں،

وَلَٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ

پر اتارتا ہے ماپ کر جتنی چاہتا ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں

خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿۲۷﴾

کی تفسیر رکھتا ہے۔

مذمت افترا علی اللہ ومحرومی بدنصیباں از قبول حق وکامیابی مومنین

قال اللہ تعالیٰ ۔ اَمْ يَقُولُونَ افْتَرٰى ...... الیٰ ...... خَبِيرٌ بَصِيرٌ

ربط: گزشتہ آیات میں طالبین دنیا اور طالبین آخرت کا ذکر تھا اور یہ کہ انبیاء علیہم السلام خوف حق و آخرت کا فکر پیدا کرنے کے لیے کیسی محنت کرتے ہیں اور اخلاص و ہمدردی کے جذبہ سے ان کی غرض اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی کہ اللہ کے بندے حق اور ہدایت قبول کرکے نجات و سعادت حاصل کرلیں۔ اب ان آیات میں ایسے معاندین و متکبرین کا ذکر ہے جو اپنے عناد و تکبر میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں کہ قبول حق تو درکنار وہ اللہ رب العزت پر افترا و بہتان پردازی سے بھی باز نہیں آتے۔ قرآن کے زور کے ساتھ یہ بیان کیا جا رہا ہے۔ اللہ رب العزت کی یہ شان ہے کہ حق اور باطل میں دنیا کے سامنے امتیاز کردیا جائے اور دلائل حق کے ذریعہ باطل کو مٹا دیا جائے۔ اسی مقصد کے لیے بعثت انبیاء ہے۔ اور اسی غرض کے لیے کتابیں اور صحیفے نازل کیے گئے اور ان سب کی تکمیل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعہ کی گئی۔

ارشاد فرمایا کیا یہ لوگ تو حق و صداقت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کیا کرتے، بلکہ یہ لوگ تو آپ کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھا ہے کہ نبوت اور وحی الٰہی کا دعویٰ کر رہے ہیں، حالانکہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے علوم و معارف قرآنی خرق عادت کے طور پر معجزانہ انداز سے ظاہر اور جاری ہیں اور بطور خرق عادت معجزانہ شان سے ایسے علوم و معارف کا کسی زبان سے جاری ہونا، خود دلیل ہے کہ وہ اللہ کی وحی اور اسی کی طرف سے عطا کردہ علوم ہیں اور یہ بھی بات ثابت ہے کہ بارگاہ خداوندی سے علوم و معارف کی عطا صرف صادق و برگزیدہ ہی کو ہو سکتی ہے۔ جو لوگ افترا و بہتان پر ہوں ان پر باطنی علوم اور حکمتوں کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، تو اگر اللہ چاہے تو آپ کے قلب پر مہر کر دے اور بند کر دے جس کے بعد ایسے شخص کی زبان سے علم و حکمت کی کوئی بات بھی جاری نہ ہو مگر پھر بھی وحی الٰہی اور علوم و معارف کا یہ سلسلہ جاری رہنا آپ کی صداقت کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ اسی طرح باطل کو مٹایا کرتا ہے اور حق کو ثابت و غالب کیا کرتا ہے اپنے کلمات و احکام سے جو دلائل سماویہ سے بھی اور دلائل تکوینیہ و معجزات اس طرح ثابت کیے جاتے ہیں کہ کسی منکر

کہ اس کے قبول کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔ بے شک وہ پروردگار بندوں کی باتیں اور احوال بھی خوب جاننے والا ہے۔ اسی لیے اللہ رب العزت سے کسی کے نہ اقوال و افعال مخفی ہیں اور نہ ہی نیتیں وہ سب پر مطلع ہے اور اس پر سزا دینے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

اور وہ پروردگار جس طرح معاندین و مخالفین کے ہر عمل اور عقیدہ و خیال کو جانتا ہے اسی طرح وہ مطیعین و منیبین کو بھی جانتا ہے۔ چنانچہ وہ توبہ قبول کرتا ہے اپنے بندوں سے اور درگذر کرتا ہے ان کی برائیوں اور خطاؤں سے اور وہ سب کچھ جانتا ہے جو تم کرتے ہو کہ کس کا قول و عمل اخلاص کے ساتھ اور کس کی بات محض زبانی اور بے اخلاص ہے، لہٰذا اسی پر ویسے ہی ثمرات مرتب ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے ان لوگوں کی عبادت کو جو ایمان لائے اور نیکی کے کام کیے اور ان کو اپنے فضل سے اور ثواب زائد بھی عطا کرتا ہے۔ جو ان کے عمل کے معیار اور حد سے بڑھ کر ہوتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے واسطے بڑا ہی سخت عذاب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں پر اس کی موجودہ صورت حال میں رزق کو پھیلا دیتا۔ اور کوئی کسی کا حاجت مند نہ رہتا تو لوگ بغاوت و فساد برپا کر دیتے زمین میں کیونکہ ایسی صورت میں نہ کوئی تابع رہتا ہے اور نہ کوئی متبوع، بلکہ ہر ایک آزاد مطلق بن جاتا جس کا نتیجہ فتنہ و فساد کی صورت میں ظاہر ہوتا۔ اب اللہ نے اپنی تکوینی حکمت سے ایک دوسرے کا محتاج بنا دیا حتیٰ کہ بادشاہ اور امراء خدمت گاروں کے محتاج ہو گئے۔ فقراء اور مزدور اگرچہ اپنی کمائی میں امراء کے محتاج ہیں لیکن اس کے بالمقابل امراء بھی ان کے محتاج بنا دیے گئے کہ ان کی خدمت و اعانت کے بغیر امراء کی زندگی نہیں گزر سکتی۔ لیکن وہ اتارتا ہے رزق ایک اندازہ کے ساتھ جتنا بھی چاہے اپنی حکمت کے لحاظ سے اس حکمت کے پیش نظر اللہ نے رزق میں مخلوق کے درمیان تفاوت درجات رکھا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد ہے إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَرْزَاقَكُمْ کہ اللہ نے تمہارے درمیان اخلاق کو بھی اسی طرح تقسیم کر دیا ہے جیسے کہ تمہارے درمیان تمہارے رزق تقسیم کیے، بے شک وہ پروردگار اپنے بندوں کے احوال پر خوب مطلع ہے۔ اور خوب ان کو دیکھنے والا ہے۔

فَإِنْ يَّشَإِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ کا عنوان فرض محال کے طور پر ہے جیسے لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ میں بفرض محال ہی یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے بیان کی گئی مقصود محض ایک قانون الٰہی اور ایسی بات پر ہلاکت و تباہی کا مرتب ہونے والا نتیجہ بیان کرنا ہوتا ہے یعنی بفرض محال اگر آپ بھی اللہ پر جھوٹ و بہتان باندھتے تو اللہ رب العزت آپ کے دل پر مہر کر دیتا۔ اور اس کے بعد پھر فرشتہ یہ کلام معجز لے کر آپ پر نہ اترتا۔ اور سلسلہ وحی بند کر دیا جاتا۔ یہ بات بالکل وہی ہے جو اس آیت مبارکہ میں فرمائی گئی تھی۔ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ (بنی اسرائیل)

مگر اس لیے کہ درحقیقت یہ جو کچھ آپ فرما رہے ہیں حق اور وحی الٰہی ہے اور یہ باطل کا اس کے بارہ میں یہ کہنا محض بہتان ہے اس لیے یہ سلسلہ منقطع نہیں کیا جاتا بلکہ وحی الٰہی کا سلسلہ بدستور جاری رہے گا تاکہ اللہ تعالیٰ باطل کو مٹا کر دنیا کے سامنے ظاہر کر دے گا۔ اور حق کی حقانیت ثابت اور پختہ ہو جائے گی۔ حق کو ثابت کرنے والے ظاہر ہے کہ وہ دلائل و براہین الٰہیہ ہوں گے جو دلائل آفاق اور دلائل انفس کی صورت میں دنیا کو دکھا دیے گئے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے ارشاد فرما دیا ہے۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اپنے فوائد میں فرماتے ہیں کہ آیت ہٰذا کی تفسیر میں بہت اقوال ہیں اور اس تفسیر کی رو سے وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ جملہ مستانفہ ہوا۔ یعنی اس کا ماقبل جملہ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ کے مضمون پر عطف نہیں بلکہ ایک مستقل مضمون ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے آئندہ اس کی حکمت تکوینیہ سے جو بات پیش آنے والی ہے اس کا بیان ہے کہ اللہ رب العزت باطل کو مٹا دے گا اور حق کو ثابت کرے گا۔ بعض حضرات مفسرین کی رائے میں اس کا عطف یختم کے اوپر ہے۔ لیکن اس اعراب کی تقدیر میں قدرے تکلف ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ میں گناہ سے تائب ہونے والوں کی توبہ کی قبولیت کا ذکر ہے اور وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ میں صغائر سے درگزر کا بیان ہے یا یہ کہہ دیجیے کہ ایک جز یعنی قبول توبہ کے وعدہ میں مستقبل کے گناہوں کی معافی کا بیان فرمایا گیا کہ بندے جب تائب ہوں گے خدا ان کے گناہوں کی مغفرت فرما دے گا۔ اور دوسرے جز يَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ میں ماضی کے گناہوں کے متعلق فرمایا کہ خدا تعالیٰ تو اپنی شان رحیمی کے باعث درگزر فرماتا رہتا ہے۔ لیکن وعدۂ عفو اور معاملہ درگزر سے کسی کو دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیے اور اس کی گرفت و مواخذہ سے بے فکر نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ بندوں کے تمام احوال سے باخبر بھی ہے جو وہ کرتے رہتے ہیں تو آئندہ کی عملی زندگی میں مواخذہ کی فکر کو قائم کرنے کے لیے فرما دیا۔ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۔ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت بندوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور دعا و طلب سے بڑھ کر ان کو عطا فرماتا ہے اور بروایت شقیق بن سلمہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر میں یہ فرمایا گیا کہ اللہ رب العزت کا اپنے فضل سے اہل ایمان اور تابعین کو زائد عطا فرمانا، شفاعت کا حق ہے ان مومنین کے لیے جو اپنے گناہوں کے باعث عذاب کے مستحق ہیں۔ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ میں حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کے واسطے تقسیم رزق میں معیار اپنی حکمت و مشیت کو بیان فرمایا کہ وہ اپنی حکمت سے جس کو جتنا چاہتا ہے رزق عطا فرماتا ہے۔ جس میں یہ صورت ہوتی ہے کہ کسی کو زائد عطا فرماتا ہے اور غنی کرتا ہے تو اس کا غنا بھی حکمت کے مطابق ہوتا ہے، اور جس پر رزق کی تنگی فرماتا ہے اس پر فقر بھی حکمت خداوندی ہی سے ہوتا ہے۔ اور یہ بھی اس کی حکمت ہے کہ ایک زمانہ ایک شخص پر تنگی کا گزرتا ہے تو پھر اس کو

فراخی اور غنا عطا کر دیا جاتا ہے، کبھی اس کا عکس ہوتا ہے کہ ایک زمانہ فراخی و وسعت کا گذرا، پھر اس کو فقیر و تنگدست کر دیا گیا۔

آیت مذکورہ میں رزق کی وسعت کا یہ ذکر تمام بندوں کے حق میں ہے ورنہ بعض پر تو رزق کی وسعت متحقق ہے اور حرف شرط کا عنوان دلالت کرتا ہے کہ یہ بسط رزق متحقق نہیں ہوا تو مطلب یہ ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ سب پر رزق کی وسعت کر دیتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ بغاوت و سرکشی کرنے لگتے اور دنیا میں کوئی صالح اور مطیع نہ رہتا۔ اور اگر اس کے بالمقابل سب بندوں کو فقیر و محتاج بنا دیتا تو سب کے سب اپنے ضعف و عجز کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے اس وجہ سے تقسیم رزق میں بندوں کے درمیان فرق رکھا گیا ہے۔ احادیث میں ہے کہ جب حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی ذریت کو نکالا تو آدم علیہ السلام نے ان میں دیکھا کہ کچھ غنی ہیں اور کچھ فقیر تو عرض کیا مولا مساوات بین عبادک کرلے پروردگار تو نے اپنے بندوں کے درمیان مساوات و برابری (رزق میں) کیوں نہ کردی، جواب دیا گیا۔ احببت ان اشکر یعنی میں نے یہ چاہا کہ میرا شکر ادا کیا جایا کرے۔

اور یہ بات اسی پر موقوف ہے کہ تفاوت مراتب ہو۔ علامہ طیبیؒ کی رائے یہ ہے کہ عباد سے کل بندے مراد نہیں بلکہ اللہ کے وہ خاص بندے ہیں جن کو اللہ نے اپنی ولایت و قرب کی کرامت سے نوازا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رزق کو نہیں پھیلاتا اگر ان پر رزق پھیلا دیا جاتا تو وہ بغاوت و سرکشی کا ارتکاب اختیار کر لیتے اور یہ بات اللہ رب العزت کی سنت ہے کہ وہ اپنے اولیاء مقربین کو غنا و تونگری کی بجائے فقر و تنگدستی میں ڈال دیتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث کا مضمون ہے، اذا احب اللّٰہ عبدا حماہ الدنیا کما یظل احدکم یحمی سقیمہ الماء کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہے تو اس کو دنیا اور دنیا کی لذتوں سے اس طرح بچاتا ہے جس طرح کوئی شخص اپنے اس بیمار کو پانی سے بچاتا ہو جس کو پانی نقصان دیتا ہو۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تفسیر کو پسند نہیں فرمایا۔ الفاظ کی دلالت سے پہلے بیان کردہ معنی بہتر ہیں۔ آیت کے ظاہری الفاظ اور اس کا مضمون یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اگر تمام بندوں پر رزق پھیلا دیتا تو لوگ زمین میں بغاوت و سرکشی کرنے لگتے۔ بعض حضرات کو یہ اشکال گذرا کہ جس طرح غنا و تونگری کے سبب سے بغاوت کا احتمال تھا تو اسی طرح فقر بھی تو بغاوت و نافرمانی کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو پھر غنا پر ہی کیوں بغاوت کا ذکر فرمایا گیا تو مفسرین نے اس کا جواب دیا کہ فقر کے ساتھ بغاوت و سرکشی کم ہوتی ہے اور اکثر و بیشتر بغاوت، تونگری اور غنا سے پیدا ہوتا ہے تو اس وجہ سے بغاوت کو بسط رزق کے ساتھ مخصوص فرمایا گیا۔ واللہ اعلم۔

۱؎ تفسیر روح المعانی ج ۲۵

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا

اور وہی ہے جو اتارتا ہے مینہ بعد اس کے کہ آس توڑ چکے

وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٨﴾ وَمِنْ

اور پھیلاتا ہے اپنی مہر اور وہی ہے کام بنانے والا خوبیوں سراہا اور ایک

آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ

اس کی نشانی ہے بنانا آسمانوں کا اور زمین کا اور جتنے بکھیرے

فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا

ہیں ان میں جانور اور وہ جب چاہے ان سب کو

يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿٢٩﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ

اکٹھا کر سکتا ہے اور جو پڑے تم پر کوئی سختی

فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ﴿٣٠﴾ وَمَا

سو بدلہ ہے اس کا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور معاف کرتا ہے بہت سے اور

أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۖ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ

تم تھکا دینے والے نہیں بھاگ کر زمین میں اور کوئی نہیں تمہارا اللہ کے

اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٣١﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي

سوا کام بنانے والا نہ مددگار اور ایک اس کی نشانی ہے چلتے

الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ إِنْ يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ

جہاز دریا میں جیسے پہاڑ اگر چاہے تھما دے باؤ پھر رہ جاویں

رَوَاكِدَ عَلَىٰ ظَهْرِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ

ٹھہرے دن بھر اس کی پیٹھ پر مقرر اس میں پتے کی باتیں ہیں ہر ٹھہرنے والے کو

کہ شانِ رحیمی کا یہ عالم ہے کہ مایوسی کی حالت میں بارشیں برسا کر مردہ زمین کو زندہ اور شجر و حجر کو
شاداب بنا دیتا ہے۔ اور اس کی قدرت کاملہ کی جو نشانیاں دنیا کے سامنے ظاہر ہیں۔ ان کو دیکھ کر
یقین کر لینا چاہئے۔ تو فرمایا اور وہی خدا ہے ایسا مہربان و کریم کہ بارش برساتا ہے بعد اس کے کہ
لوگ نا امید ہو چکے ہوں اور بکھیرتا ہے اپنی رحمت سارے عالم پر جس سے ہر قسم کے پھول میوے
اور غلے اور نباتات پیدا ہوتے ہیں جو تمام انسانوں اور جانوروں کی غذا اور منفعت کا سامان ہے اور وہ
ہی کارساز لائق حمد و ستائش ہے۔ اور منجملہ اس کی قدرت کی نشانیوں کے ہے آسمانوں اور زمین
کا پیدا کرنا ہے اور ہر قسم کے جانداروں کا پیدا کرنا ہے جن کو ان کے درمیان متحرک بنایا۔ اور جس
طرح اللہ نے ان تمام چیزوں کو پیدا کیا اور اپنی قدرت کے ذریعہ ایک ہی امر یعنی امر کن سے
سارے عالم میں بکھیر دیا وہی قیامت کے دن ان سب کو جمع کرنے پر بھی پورا قادر ہے جب بھی وہ چاہے
اور وہ پروردگار جس طرح خالق منعم اور ولی کارساز ہے اور ہر حالت میں قابل حمد و ثنا ہے۔ منجملہ اس کے
عفو و درگزر شانِ رحیمی اور کریمی کے باعث فرمایا اسی طرح وہ منتقم اور صاحب جلال بھی ہے اور
بندوں کے اعمال و افعال پر جیسے انتقام عالم آخرت میں ہے دنیا میں بھی پروردگار نے اپنے
بندوں کے واسطے انتقام کا سلسلہ جاری فرمایا اس بنا پر ہر ایک کو یہی اعتقاد رکھنا چاہئے کہ دنیا کی ہر چیز
کا خالق و پیدا کرنے والا ہے خواہ کوئی چیز خیر ہو یا شر راحت ہو یا تکلیف اور جو کچھ اے لوگو! تم
کو مصیبت پہنچتی ہے وہ ان ہی اعمال کی وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے انجام دیئے ہیں۔ اور یہ
مصیبت جو بطور مکافات عمل واقع ہوتی ہے یہ نہیں کہ ہر برائی کا بدلہ ہو بلکہ وہ پروردگار تو درگزر
فرما دیتا ہے بہت سی باتوں سے اور دنیاوی مصائب بہت ہی کم اعمال کا بدلہ ہوتے ہیں اور جب
پروردگار عالم بندوں کے اعمال پر مواخذہ فرمائے تو تم ہرگز نہیں عاجز کر سکتے ہو اس کو زمین میں
بسنے ہوئے زمین ہی میں انسان کے پاس مادی وسائل ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنے سے آفات و
مصائب کو ٹالنے کی کوشش کیا کرتا ہے تو جب اس عالم اسباب میں بھی وہ عذاب خداوندی اور اس
کی گرفت کو نہیں ٹال سکتا تو آسمانوں کی بلاؤں یا عالم آخرت کے مصائب اور سزاؤں کو کہاں ٹال سکے گا۔
اور نہیں ہے تمہارے واسطے خدا کے سوا کوئی حامی و مددگار اور اسی کی قدرت کی نشانیوں میں سے سمندر
میں چلنے والے جہاز و کشتیاں ہیں جو پہاڑوں کی طرح سمندر میں نمایاں اور بلند نظر آتی ہیں ظاہر ہے ان
کا سمندر کی سطح پر چلنا خدا کی قدرت کی نشانیوں میں عظیم تر نشانی ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے
تو وہ سب جہاز و کشتیاں ٹھہر جانے والی ہو جائیں سمندر کی سطح پر۔ تو یہ سب کچھ اس کی قدرت ہے کہ

عہ ابن کثیرؒ نے قتادہؓ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین
قحط ہو رہا ہے اور بارش نہیں برستی تو اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ۱۲

ہوا چلاتا ہے، اور جہاز و کشتیاں پانی کی سطح پر چلتی ہیں۔ بے شک اس میں قدرت کی نشانیاں ہیں۔
ہر صبر اور شکر کرنے والے مؤمن کے لیے جس پر وہ پروردگار ہواؤں کے ذریعہ جہازوں اور کشتیوں
کو رواں دواں رکھتا ہے اور اس طرح مخلوق کے منافع جس سے وابستہ ہیں تو یہ اس کی عنایت و رحمت
ہے خواہ وہ ان ہواؤں کے ذریعہ مخلوق پر انعام و کرم فرماتے، اگر وہ چاہے تو ان ہی ہواؤں کو تیز و تند
بنا کر ان کے ذریعہ ان جہازوں کو ہلاک و تباہ کر دے ان اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے کیے ہیں۔
اور وہ تو بہت سے لوگوں سے درگذر فرماتا ہے اور وہ پروردگار جس طرح لوگوں کی دعائیں اور التجائیں
جانتا ہے اسی طرح وہ ان بدمزاج اور سرکش لوگوں کو بھی جانتا ہے جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔
حالانکہ ان کے واسطے کوئی بچاؤ نہیں۔ نہ دنیا میں کوئی خدا کے مؤاخذہ سے بچ سکتا ہے اور
نہ ہی آخرت میں۔ یہ مجرم دراصل دنیا کی دولت اور مادی وسائل سے دھوکہ میں مبتلا ہیں۔ اور ان
کی یہ سب کچھ قوت و بغاوت دنیاوی زندگی ہی پر غرور کی وجہ سے ہے۔ سو اے لوگو! سن لو جو
کچھ بھی تم کو دنیا کی چیزوں میں سے دیا گیا سو وہ محض چند روزہ زندگی کا سامان ہے، عارضی نفع اٹھانے
کے لیے انسان کی زندگی فانی ہے۔ اور سارا عالم بھی اسی طرح فانی ہے اس لیے ہر ایک کی زندگی کے
خاتمہ کے ساتھ ہی یہ سارا ساز و سامان بھی ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اجر و ثواب اور نعمتیں اللہ کے یہاں ہیں وہی
بہتر بھی اور پائیدار ان لوگوں کے واسطے جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس
لیے عقل کا تقاضا ہے کہ دنیا کی فکر اور طلب کو چھوڑ کر آخرت کی فکر اور طلب میں لگ جانا چاہیے اور
دنیاوی مال و دولت سے مغرور ہو کر خدا کے ساتھ بغاوت کا طرز اختیار نہ کرنا چاہیے۔ آیت کریمہ مَآ
اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ کی تفسیر میں حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں یعنی
جیسی نعمتیں ایک خاص اندازہ اور خاص اوقات و احوال کی رعایت سے دی جاتی ہیں۔ مصائب کا
نزول بھی خاص اسباب و ضوابط کے ماتحت ہوتا ہے مثلاً بندوں کو جو کوئی سختی اور مصیبت پہنچتی
آتی ہے اس کا سبب قریب یا بعید خود ان ہی کے بعض اعمال و افعال ہوتے ہیں ٹھیک اسی طرح جیسے
ایک آدمی غذا وغیرہ میں احتیاط نہ کرنے سے خود بیمار پڑ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات ہلاک ہو جاتا ہے یا
بعض مرتبہ والدین کی بد پرہیزی بچہ کو مبتلائے مصیبت کر دیتی ہے یا کبھی کبھی ایک محلہ والے یا شہر والوں
کی بے تدبیری اور نا اتفاقی سے پورے محلہ اور شہر کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے یہی حال روحانی امراض
و بد پرہیزی اور بے تدبیری کا سمجھو گویا دنیا کی ہر مصیبت بندوں کے بعض اعمال ماضیہ کا نتیجہ ہے اور
مستقبل میں ان کے لیے تنبیہ اور امتحان کا موقع بہم پہنچاتی ہے۔ اور یہ اسی پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی
رحمت بندوں کے بہت سے گناہوں سے درگذر کرتی ہے۔ اگر ہر جرم پر گرفت ہوتی تو زمین پر
کوئی متنفس بھی باقی نہ رہتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ خطاب عاقل و بالغ لوگوں کو ہے جو بُرا
بھلا یا نیک۔ مگر نبی اس میں داخل نہیں (اور چھوٹے بچے بھی شامل نہیں) ان کے واسطے اور کچھ ہوگا۔

باتوں سے ، اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو وہ درگزر کر دیتے ہیں ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے
رب کے حکم کی فرمانبرداری کی اور نماز کی پابندی کی اور ان کے معاملات آپس میں مشورہ سے طے ہوتے
ہیں ، اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں ، اور جب ان پر ظلم و زیادتی ہو تو وہ
صرف بدلہ ہی لیتے ہیں ، نہ کہ جذبۂ انتقام میں حد سے بڑھ جائیں ۔ اور ظاہر ہے کہ برائی کا بدلہ ویسا ہی برائی کا
معاملہ کر لینا ہے جیسا کہ کیا گیا ، لیکن اگر کوئی شخص معاف کر دے اور باہمی معاملہ درست کر لے ، بجائے
انتقام لینے کے تو بلاشبہ اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا .
اور جو شخص بدلہ لے لے اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد کوئی زیادتی کرے بدلہ لینے میں تو بے شک ایسے
لوگوں پر کسی قسم کا مواخذہ نہیں ۔ بے شک مواخذہ ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں
ناحق سرکشی اور تکبر کرتے ہیں تو یقیناً ایسے لوگوں کے لیے بڑا ہی دردناک عذاب ہے ، اور جو شخص صبر
کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ کام بڑی ہمت و عقل اور جرأت کے کاموں میں سے ہے ۔ تو جو لوگ
ان اوصاف کے ساتھ متصف ہوں گے خدا کے یہاں ان کا بہت بلند مقام ہوگا ۔

ان آیات میں حق تعالیٰ نے اہل ایمان کے جو اوصاف حمیدہ بیان فرمائے ان میں عقائد ، فرائض ، عبادات ، معاملات و معاشرت اور محاسن اخلاق کی تمام عظمتوں اور خوبیوں کو جمع فرما دیا ، اور ان اوصاف کے ضمن میں یہ بات ظاہر فرما دی گئی کہ ایمان اور کمالات ایمان ہی در اصل وہ خوبیاں ہیں جن کی بدولت آخرت کی سعادت و فلاح کے ساتھ معاشرتی فلاح اور بلند پایہ بھی انسان کو حاصل ہو سکتی ہیں ، ظالم سے ظلم کا بدلہ لینا درست ہے لیکن زیادتی اور تعدی کسی طرح جائز نہیں اور اگر صبر و عفو سے کام لے تو بہت ہی بہتر ہے ، جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ فتح مکہ کے بعد تمام سرداران قریش کو جو ہمیشہ آنحضرت اور صحابہ کرام کو ستانے میں پیش پیش رہے مسلمانوں سے مقابلے کے لیے میدان کارزار میں آتے رہے عام معافی کا اعلان فرما دیا اور جس طرح حضرت یوسف نے اپنے ظالم بھائیوں کو باوجود قدرت انتقام کے یہ کہہ کر معاف کر دیا تھا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۔ آج کے دن تم پر کوئی ملامت و سرزنش نہیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سب کو اعلان عفو و درگزر سے نوازتے رہے ۔

حافظ ابن کثیرؒ نے فضیل بن عیاضؒ کے ایک خادم عبد الصمد بن یزیدؒ سے نقل کیا کہ میں نے فضیل بن عیاضؒ سے سنا وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تمہارے پاس کوئی شخص کسی کی شکایت لے کر آئے تو تم یہ کہہ دیا کرو اے میرے بھائی اس کو معاف کر دو ، اگر وہ یہ کہے کہ میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ میں اس کو معاف کر دوں تو پھر اس کو یہ کہو کہ اگر بدلہ ہی لینا ہے تو اس طرح لو جیسے اللہ نے اس کی اجازت دی ۔

ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہا تھا ، اور ان کی شان میں توہین کر رہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہیں تشریف فرما تھے اور یہ باتیں سن کر تعجب

فرما رہے تھے اور مسکرا رہے تھے، جب وہ شخص بہت ہی زیادتی کرنے لگا اور حد سے بڑھا تو ابوبکرؓ نے اس کی کسی بات کا جواب دیدیا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوئی اور مجلس سے اٹھ کر تشریف لے جانے لگے، ابوبکرؓ فوراً ہی دوڑے اور آپ کے سامنے حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ وہ شخص مجھ کو برا بھلا کہہ رہا تھا اور آپ بیٹھے رہے، لیکن جب میں نے اس کی کسی بات کا جواب دیا تو آپ ناگواری سے اٹھ کھڑے ہوئے، آپ نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکرؓ جب تک تم خاموش رہے تو ایک فرشتہ تمہارے ساتھ تھا جو تمہاری بات کا جواب دے رہا تھا، لیکن جب تم اس پر غضبناک ہوئے تو فرشتہ اٹھ کر چلا گیا، اور تمہارے درمیان شیطان آ گیا، اور ظاہر ہے کہ میں ایسا نہیں تھا کہ شیطان کے ساتھ کسی مجلس میں بیٹھا رہوں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: اے ابوبکرؓ تین چیزیں برحق ہیں، ایک یہ کہ جس کسی پر بھی ظلم کیا جائے پھر اس سے چشم پوشی اور درگذر کرے محض اللہ کے لیے تو اللہ اس کو عزت و سربلندی عطا فرمائے گا اور اس کی مدد فرمائے گا، اور جو شخص بھی عطا و بخشش کا دروازہ کھولے گا تو اس پر اللہ کی طرف سے برکت رزق کا دروازہ کھلے گا اور جو شخص سوال اور بھیک مانگنے کا دروازہ کھولے گا تو اس کے واسطے اللہ کی طرف سے قلت و تنگی ہی کا دروازہ کھلے گا۔

حلم و درگذر اور صبر و عفو انسانی کمالات میں عظیم ترین کمال ہے

حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں حق تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ اور مہاجرین اولین کے اوصاف و احوال کو صراحۃً اور حضرات خلفاء راشدینؓ کی خصوصیات کو اشارۃً ذکر فرمایا ہے۔ ابتداء میں مہاجرین اولین کے وصف ایمان اور توکل کو بیان فرمایا کہ نہایت ہی غربت و تنگی میں ہجرت کی اور محض اسلام کی خاطر اور انشراح صدر کے ساتھ محبت کی وجہ سے اپنا وطن گھر بار چھوڑا اپنے عزیز و اقرباء حتیٰ کہ اہل و عیال، تجارت، مال و دولت اور جائداد سب کچھ اللہ کے لیے چھوڑا اور محض اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے ہجرت کے لیے قدم اٹھایا اور عرصہ دراز تک مشکلات و شدائد کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس وصف کے بعد آیت الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ میں وصف عفت و عدل کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ تہذیب نفس — قوت بہیمیہ (شہویہ) اور قوت سبعیہ (غضب) کو عقل کے تابع کیے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس آیت کے عموم میں انصار اور ان کے اتباع بھی شامل ہیں اور وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ خصوصیت کے ساتھ صدیق اکبرؓ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہنے والوں میں وہ سب سے مقدم اور سب کے پیشوا ثابت ہوئے۔ اجابت حق تسلیم و انقیاد اور اقامت صلوٰۃ آپ کا معروف اور نمایاں وصف تھا اور اقامت صلوٰۃ کا یہ نمایاں وصف اس امر کا باعث بنا کہ آپ نے مرض الوفات میں انہی کو اپنی جگہ امامت کے لیے

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى

اور جس کو راہ نہ دے اللہ تو کوئی نہیں اس کا کام بنانے والا اس کے سوا۔ اور تو دیکھے

الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ

گنہگاروں کو جس وقت دیکھیں گے عذاب، کہیں گے کسی طرح پھر جانے کی بھی

مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ

ہوگی کوئی راہ۔ اور تو دیکھے ان کو سامنے لائے گئے ہیں آگ کے،

مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ

دبے ذلت سے، دیکھتے ہیں چھپی نگاہ سے۔ اور کہتے ہیں جو

اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ

ایماندار تھے، مقرر ٹوٹے والے وہی ہیں جنہوں نے گنوائی اپنی جان اور اپنا گھر

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝

قیامت کے دن۔ سنتا ہے، گنہگار پڑے ہیں سدا کی مار میں۔

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ

اور کوئی نہ ہوئے ان کے حمایتی جو مدد کرتے ان کی اللہ کے سوا۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۝ اِسْتَجِيْبُوْا

اور جس کو بھٹکا دے اللہ اس کو کہیں نہیں راہ۔ مانو اپنے

لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ

رب کا حکم، اس سے پہلے کہ آوے ایک دن جو پھرنا نہیں اللہ کے ہاں سے۔

مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝

نہ ملے گا تم کو بچاؤ اس دن، اور نہ ملے گا الوپ ہو جانا۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ

پھر اگر وہ ٹلا دیں تو تجھ کو نہیں بھیجا ہم نے ان پر نگہبان، تیرا

عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا

ذمہ یہی ہے پہنچا دینا۔ اور ہم جب چکھاتے ہیں آدمی کو اپنی طرف سے

رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ

مہربانی اس پر ریجھتا ہے۔ اور اگر پہنچتی ہے ان کو برائی بدلہ اپنی کمائی کا۔

اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

تو انسان بڑا ناشکرا ہے۔ اللہ کا راج ہے آسمانوں میں اور

الْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا

زمین میں۔ پیدا کرتا ہے جو چاہے۔ بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں

وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا

اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے۔ یا ان کو دیتا ہے جوڑے بیٹے

وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ

اور بیٹیاں، اور کر دیتا ہے جس کو چاہے بانجھ، وہ ہے سب جانتا

قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

کر سکتا۔

قباحتِ حال و محرومی و ذلتِ کفار روزِ قیامت

و بیانِ کمزوری فطرتِ انسانی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ... الٰى ... اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ

آپ اس غرض میں اپنے کو ہلاک نہ کریں، اور زیادہ فکر و پریشانی میں نہ پڑیں۔ اللہ رب العزت تمام کائنات کا مالک اور خالق ہے اسی کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز ہے جس طرح انواع و اقسام مخلوقات کی پیدا کیں ان میں تفاوت مراتب کا خیر و شر کی تقسیم کی۔ اسی طرح رب العزت نے انسانوں میں عقائد و اعمال کے لحاظ سے بھی تقسیم فرما دی کوئی راہ راست پر ہے اور خیر کے اصول میں پیدا ہوا ہے اور کوئی گمراہی پر ہے اور فواحش و معاصی میں مبتلا ہے بے شک اللہ ہی کے واسطے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی جو چاہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔ یا ان کے واسطے جمع کر دیتا ہے بیٹے اور بیٹیاں دونوں کو جمع کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد کر دیتا ہے بے شک وہ بڑی ہی جاننے والا بڑی ہی قدرت والا ہے تو بالکل اسی طرح ہر انسان میں جیسے نقائص خصائل چاہے وہ پیدا فرما دیتا ہے اور جس طرح کسی کو عقیم و بے اولاد بنا دینا اسی کی قدرت ہے اسی طرح کسی شخص سے ہر طرح کی خیر اور نیکی کی توقع ختم ہو جانا یہ بھی اللہ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ

اور کسی آدمی کی حد نہیں کہ اس سے باتیں کرے اللہ، مگر اشارہ سے یا

مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِإِذْنِهٖ

پردہ کے پیچھے سے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا، پھر پہنچا دے اس کے حکم

مَا يَشَآءُ ؕ إِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَآ

سے جو چاہے وہ سب سے اوپر ہے حکمتوں والا۔ اور اسی طرح بھیجا ہم نے

إِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ أَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ

تیری طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے۔ تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور

سلہ علامہ نے سورہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے جیسے حضرت لوط علیہ السلام کہ ان کی صرف بیٹیاں تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کہ ان کے صرف بیٹے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں پیغمبروں کا ظہور ہے یہیں تک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں جمع کی گئیں۔ مگر چونکہ آپ کے خاتم الانبیاء ہونے کی وجہ سے آپ کے صاحبزادوں میں سے کوئی زندہ نہیں رہے۔ کیونکہ ممکن تھا کہ کسی صاحبزادے کی موجودگی کی وجہ سے آپ کے بعد لوگ ان کو آپ کے قائم مقام و پیغمبر کہنے لگتے۔ اور اللہ کے پیغمبروں میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ پیغمبر گزرے کہ جن کی کوئی اولاد بھی نہ تھی۔ ۱۲

یعنی پوشیدہ اور مخفی طور سے ایک سریع اشارہ اور رمز۔ لفظ خفیہ سے تو یہ ظاہر کیا گیا کہ وحی الٰہی کا تعلق ظاہری حواس کے ادراک اور احساس سے نہیں بلکہ باطنی مدرکات اور شعور سے تعلق رکھنے والا امر ہے۔ اور لفظ سریعۃ کی دلالت یہ بتا رہی ہے کہ وہ ایک آن کی آن میں غیر محسوس انداز سے قلب پیغمبر پر وارد ہو جاتی ہے اور فی خفیۃ کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ مجلس میں حضرات صحابہ موجود ہوتے اور نزول وحی ہو جاتا اس طرح کہ کسی کو کوئی خبر بھی نہ ہوتی۔ ہاں ایسا بھی ہوتا تھا، اگرچہ بعض اوقات اللہ کا فرشتہ نظروں کے سامنے محسوس ہوتا اور وہ کوئی کلام کرتا تو دوسرے بھی اس کو سنتے جیسے کہ حدیث ایمان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جبرئیل امین کا نو وارد شخص کی شکل میں آنا اور ان کے سوالات کا قصہ مذکور ہے۔

لفظ وحی اگرچہ اپنے مشتقات کے استعمال اور اصل وضع کے لحاظ سے عموم رکھتا ہے اور غیر انبیاء کے واسطے بھی استعمال کیا گیا۔ مثلاً وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ بلکہ انسانوں کے سوا کے لیے بھی استعمال ہوا، مثلاً وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ حتی کہ شیاطین کے بارے میں بھی فرمایا گیا اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰۗـِٕــهِمْ اور يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ لیکن اصطلاح شریعت کی رو سے وحی انبیاء کے ساتھ مختص ہے۔ وحی صرف اسی کلام یا پیغام اور امر خداوندی کا نام ہوگا جو بارگاہ خداوندی سے انبیاء پر بھیج دیا جائے۔ اس لحاظ سے وحی کا مفہوم الہام اور القاء قلبی وغیرہ سے ممتاز و جدا ہوگا۔

حقیقت نبوت اور وحی

حق تعالیٰ نے انسان میں دو قوتیں ودیعت رکھی ہیں، ایک قوت ملکیہ و روحانیہ اور دوسری قوت جسمانیہ و بہیمیہ۔ جس طرح اطباء و حکماء کو قوت بہیمیہ کے امراض کے علاج اور اس کی تربیت کے لیے پیدا فرمایا گیا اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام قوت روحانیہ کے علاج و تربیت کے لیے مبعوث فرمائے گئے۔ انبیاء علیہم السلام کو صورت جسمانیہ اور اپنے مادہ کے لحاظ سے اگرچہ بشر ہوتے ہیں لیکن اس بشریت کے باوجود ان کی بشری قوت قوت ملکیہ کے تابع اور اس کی محکوم ہوتی ہے جیسے کہ حدیث شریف میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے اور اس کو معصیت کی طرف بلاتا ہے اور اس پر آمادہ کرتا ہے۔ لیکن جو قرین مجھ پر مسلط کیا گیا ہے وہ میرا مطیع و منقاد اور تابع ہے حدیث پاک میں فلا یامرنی الا بخیر کہ وہ مجھ کو خیر کے سوا اور کسی چیز کا حکم نہیں کرتا۔ یہ حضرات کسی وقت بشریت سے منسلخ ہو کر ملاء اعلیٰ میں پہنچ جاتے ہیں اور اس حالت میں ملاء اعلیٰ سے جو کچھ علوم و ہدایات ان پر القاء فرمائی جاتی ہیں اسی کو وحی کہا جاتا ہے اور اس انسلاخی حالت کے ختم ہو جانے کے بعد وہ علوم و ہدایات لے کر بندگان خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس میں کبھی یہ صورت ہوتی ہے کہ وحی کے وقت گھنٹی کی سی گونج سنائی دیتی ہے اور کبھی فرشتہ کی صورت نظر آتی ہے جو اس کی اصلی صورت ہو اور کبھی کسی بشری شکل میں متشکل ہو کر وہ سامنے آتا ہے اور وہ فرشتہ اللہ کا کلام پہنچا دیتا ہے اور یہ اللہ کی عنایت ہی کی بدولت

توسط اور واسطے کے اللہ کا کلام نازل ہو جاتا ہے جس کو نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ میں بیان فرمایا گیا کہ ظاہری طور پر نہ آنکھ کسی متکلم کو دیکھتی ہو اور نہ ظاہری کان کوئی آواز سنتے ہوں اور قلب پر اللہ کی وحی اور کلام نازل ہو جائے گو اس طرح ظاہر ہو کہ عمل کے بغیر ہی قلب اپنے کانوں سے کلام الٰہی سن لے۔ عارفین کہتے ہیں حواس اصل میں قلب کے آلات ہیں، جب عالم ظاہر سے تجرد ہوتا ہے تو حواس باطنہ اپنا عمل شروع کرتے ہیں، جیسے عالم خواب میں عدم کاوٹ اپنا عمل اس وقت شروع کرتے ہیں جب انسان پر نوم (نیند) طاری ہو جاتی ہے اور حواس عالم ظاہر کے احساس و ادراک سے معطل اور غافل ہو جاتے ہیں، اسی حقیقت کو قرآن کریم کی یہ آیت ظاہر کر رہی ہے فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ۔ دوسری صورت کا حاصل یہ ہے کہ قوت سامعہ کا تو دخل اور توسط ہو مگر قوت باصرہ اور آنکھوں کا درمیان میں دخل و توسط نہ ہو وہ از پس پردہ نزول وحی کی صورت ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر اللہ کا کلام سنا، آنکھوں سے نہ کوئی متکلم نظر آ رہا تھا اور نہ خدا وند قدوس کا دیدار تھا۔ تیسری شکل کا حاصل یہ ہے کہ کسی قاصد اور فرشتہ کے ذریعہ وحی الٰہی آئے۔ اور خدا کا پیغمبر اس فرشتہ اور قاصد کو آنکھوں سے دیکھتا بھی ہو اور کانوں سے اس کے کلام کو سنتا ہو جیسے کہ بسا اوقات جبریل امینؑ حضرت دحیۃ الکلبیؓ کی شکل میں اترتے اور اللہ کی وحی پہنچا دیتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حارث بن ہشام کے سوال کے جواب میں جو چیز ذکر فرمائی ہیں وہ وحی کی ان تین شکلوں میں سے دو کو مشتمل ہے جس میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ احیانا یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشدہ علی واحیانا یتمثل لی الملک بشرا فیکلمنی فاعی ما یقول یعنی بسا اوقات وحی مجھ پر نازل ہوتی ہے گھنٹی بانگی کی جھنکار اور گونج کی طرح اور یہ مجھ پر زیادہ شدید ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات میرے سامنے فرشتہ بشر کی شکل میں متشکل ہو کر رونما ہوتا ہے اور وہ مجھ سے کلام کرتا ہے اور میں یاد کر لیتا ہوں جو کچھ وہ کہتا ہے تو مثل صلصلۃ الجرس کی شکل الاوحیا کی ہوتی تھی۔ اور یتمثل لی الملک بشرا کی صورت وہ ہوتی تھی جس کو قرآن کریم نے اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَاۗءُ میں بیان فرمایا۔ یہی دو صورتیں غالب تھیں اور مِنْ وَّرَاۗئِ حِجَابٍ نادر اور قلیل تھی اس وجہ سے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں اس کو صراحۃً نہیں فرمایا گیا اور الا وحیا کی صورت شدید اس وجہ سے ہوتی تھی کہ اس میں آپ کو اپنی صفت بشریت سے منسلخ ہو کر ملکیت کی طرف صعود کرنا پڑتا تھا بخلاف اس صورت کے کہ فرشتہ ہی بصورت بشر نزول کر کے پیغام خداوندی پہنچا دے تو اس میں اپنے قویٰ میں تصرف کی مشقت نہیں ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے یہ دوسری صورت سہل ہوتی تھی بہ نسبت پہلی صورت کے یہ صورتیں تو وحی الٰہی کی وہ تھیں کہ ملاء اعلیٰ سے عالم دنیا کی طرف پیغمبر پر اللہ کا کلام اتارا جاتا گویا یہ نزول وحی کا درجہ ہوا۔ ایک درجہ اتحاد کا یہ ہوا کہ موحیٰ الیہ کو اوپر بلایا جائے۔ جیسے کہ معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتوں آسمانوں کی بلندیوں کے بعد سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور تک اور پھر وہاں سے مزید بلندیوں تک پہنچایا گیا کہ قاب قوسین کی صورت ہو گئی اور اس کے بعد پھر آپ کو وحی کی گئی جیسے فرمایا گیا

وقال تعالیٰ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ.

جب کہا فرشتوں نے کہ اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے اپنے ایک خاص کلمہ کی جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا جو دنیا و آخرت میں صاحب وجاہت ہوگا۔

وقال تعالیٰ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا (سورۃ مریم)

اور ذکر کر کتاب میں مریم کا جبکہ وہ شرقی مکان میں اپنے لوگوں سے علیحدہ ہوئیں پس ایک پردہ بنا لیا۔ پس بھیجا ہم نے ان کے پاس ایک فرشتہ جو آدمی کی شکل میں ان کے سامنے ظاہر ہوا حضرت مریمؑ بولیں کہ اللہ کی پناہ تجھ سے اگر تو اللہ سے ڈرتا ہے کہا کہ میں تو تیرے رب کا فرستادہ ہوں اس لیے آیا ہوں کہ تجھ کو لڑکا دے جاؤں۔

وقد کانت الملائکۃ تخاطب عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالسلام فلما اکتوی ترکت خطابہ فلما ترک الکی عاد الیہ خطاب ملک۔

فرشتے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کیا کرتے تھے مگر جب وہ داغ لگوانے لگے تو فرشتوں نے سلام چھوڑ دیا پس جب انہوں نے داغ لینا چھوڑ دیا تو فرشتے پھر مخاطبت اور سلام کرنے لگے۔

وقال ابو عمر کان عمران بن حصین من فضلاء الصحابۃ وفقہائہم یقول عنہ اہل البصرۃ انہ کان یری الحفظۃ وکانت تکلمہ حتی اکتوی (کذا فی الاصابۃ ...)

ابو عمر ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ عمران بن حصینؓ فقیہ جلیل القدر تھے اور فقہاء صحابہ میں سے تھے اہل بصرہ نے حضرت عمرانؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ کراماً کاتبین کو دیکھا کرتے تھے اور ان سے باتیں کرتے تھے یہاں تک کہ داغ لیا۔

حجۃ الاسلام امام غزالی قدس اللہ سرہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ قلب کے دو دروازے ہیں۔ ایک عالم ملکوت اور ملاء اعلیٰ کی طرف ہے اور دوسرا عالم شہادت کی طرف۔ ظاہری علوم اور معارف ظاہری باب یعنی حواس خمسۂ ظاہرہ سے قلب میں داخل ہوتے ہیں اور عالم ملکوت اور ملاء اعلیٰ کے علوم باطنی دروازہ سے قلب میں آتے ہیں۔

وروی الحسن عن رسول اللہ صلی اللہ ...

حسن بصریؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

؎ مدارج السالکین ص ۲۳ ج ۱

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

والہام کہ اولیاء را ہست مقتبس از انوار نبوت است و از برکات و فیوض متابعت انبیاء است علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات (مکتوب ۴۳ جلد ۳ صفحہ ۹۲)	اور اولیاء کو الہام انوار نبوت سے ماخوذ ہوتا ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کی متابعت کے فیض اور برکت سے ہوتا ہے۔ فافہم واستقم۔

یعنی جس طرح مؤمنین کا ایمان اور ان کی دیگر صفات مثلاً زہد و ورع۔ قناعت و توکل، رضا و تسلیم وغیرہ وغیرہ انبیاء کرام ہی کے ایمان اور صفات کا ایک عکس ہوتا ہے۔ مؤمنین کے ایمان اور ان کے زہد اور ورع کو انبیاء کرام کے ایمان اور زہد و ورع سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔

اسی طرح الہام مؤمنین کو الہام انبیاء سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ الہام مؤمنین تو الہام انبیاء کا ایک ادنیٰ سا پرتو اور عکس ہوتا ہے۔ یہ کہاں اس کے ہمسر ہو سکتا ہے۔ این الثریٰ من الثریا۔

نیز الہام اولیاء فقط کسی بشارت یا تفہیم پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور الہام انبیاء میں امر و نہی اور احکام الٰہیہ جو بندوں کے متعلق ہوں وہ ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انبیاء پر اپنے الہام کی تبلیغ واجب ہے اور اولیاء پر نہیں بلکہ اس کا اخفاء اولیٰ ہے۔ جب تک کوئی ضرورت شرعیہ و دینیہ داعی نہ ہو۔

وحی و الہام کی تحقیق و تفصیل میں حضرت والد مرحوم کا یہ کلام نہایت جامع اور اسرار و حکمت پر مشتمل تھا جو ہدیۂ ناظرین کیا گیا۔ بحمد اللہ قد تم تفسیر سورۃ الشوریٰ یوم السبت ۱۹ من شہر جمادی الثانیۃ ۱۳۹۱ھ۔ والحمد للہ حمداً کثیراً اللّٰھم وفقنی لاتمام ہذا التفسیر المبارک ویسرہ لی بفضلک یا ارحم الراحمین۔

آیاتہا ۸۹ | (۴۳) سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ مَکِّیَّۃٌ (۶۳) | رکوعاتہا ۷

سورۂ زخرف مکی ہے اور اس میں نواسی آیتیں اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰہُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا

قسم ہے اس کتاب واضح کی۔ ہم نے رکھا اس کو قرآن عربی زبان کا،

ف بحر العلم والکلام حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝۳ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا

شاید تم بوجھو ۔ اور یہ بڑی کتاب میں ہم پاس ہے ۔

لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝۴ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ

اونچا محکم ۔ کیا پھیر دیں گے ہم تمہاری طرف سے یہ سمجھوتی موڑ کر

كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝۵ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي

اس سے کہ تم ہو لوگ جو حد پر نہیں رہتے ۔ اور بہت بھیجے ہیں ہم نے نبی

الْاَوَّلِيْنَ ۝۶ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ

پہلوں میں ۔ اور نہیں آتا لوگوں کو کوئی پیغام لانے والا ، جس سے

يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۷ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى

ٹھٹھا نہیں کرتے ۔ پھر کھپا دیئے ہم نے ان سے سخت زور والے اور چل آئی

مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۸ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

بے حقیقت پہلوں کی ۔ اور اگر تو ان سے پوچھے کس نے بنائے آسمان

وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝۹ الَّذِيْ

اور زمین ! تو کہیں بنائے اس زبردست خبردار نے ۔ وہی ہے

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا

جس نے بنا دی تم کو زمین بچھونا ، اور رکھ دیں تم کو اس میں راہیں

لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۰ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ

شاید تم راہ پاؤ ۔ اور جس نے اتارا آسمان سے پانی

بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝۱۱ وَ

ماپ کر ، پھر اُبھارا ہم نے اس سے ایک دیس مردہ ، اسی طرح تم کو نکالیں گے ۔ اور

وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا وَجَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الْفُلْكِ

جس نے بنائے سب چیز کے جوڑے، اور بنا دیئے تم کو چوپائے اور کشتی،

وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْکَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ

جس پر سوار ہوتے ہو۔ تا چڑھ بیٹھو اس کی پیٹھ پر، پھر

تَذْکُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّکُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ وَتَقُوْلُوْا

یاد کرو اپنے رب کا احسان، جب بیٹھ چکو اس پر، اور کہو

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ﴿۱۳﴾

پاک ذات ہے وہ جس نے بس میں دیا ہمارے یہ اور ہم نہ تھے اس کے مقابل ہو سکنے والے

وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ

اور ہم کو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے۔ اور ٹھہرائی ہے انہوں نے اس کو اولاد اس کے

جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾

بندوں سے۔ تحقیق انسان بڑا ناشکرا ہے صریح۔

سورۃ زخرف بھی مکی سورتوں میں ہے۔ اور مکی آیات و سورتوں کی طرح اس کے مضامین بھی بالعموم توحید و رسالت کے دلائل پر مشتمل ہیں، اور شرک کی دلائل عقل و فطرت سے تردید کی گئی۔ اس کی نواسی آیات اور سات رکوع ہیں۔

گزشتہ سورۂ شوریٰ کی ابتدا اثبات وحی سے تھی اور اسی پر اس کی انتہا بھی ہوئی کہ رسالت و نبوت کو ثابت کرتے ہوئے وحی الٰہی کی قسموں کی تحقیق و تفصیل بیان فرمائی گئی۔ اب اس سورت کی ابتداء سورۂ سابقہ کی نہایت کے ساتھ مربوط ہے کہ ابتداء سورت میں کتاب الٰہی کی عظمت بیان کی جا رہی ہے کہ وہ کتاب مبین ہے اور قرآن کریم کلام عربی ہے جس کے عربی ہونے کی وجہ سے اہل عرب اس کے اعجاز و حقانیت کو خوب سمجھ سکتے ہیں اور اس طرح ان کو قرآن کریم پر ایمان لانے اور اس کو کلام الٰہی ماننے میں کوئی تامل نہ ہونا چاہئے۔

بیانِ عظمت و حقانیت کلامِ ربانی و وعید بر روش مجرمین و ملحدین

قال اللہ تعالیٰ حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ..... الیٰ ..... اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۔

ربط: گذشتہ سورت کا اختتام حضرت رسالت کی تحقیق اور نزول وحی کی صورتوں پر تھا اب اس سورت کی ابتداء وحی الٰہی اور کتاب ربانی کی عظمت اور اوصاف عالیہ کے بیان سے کی جا رہی ہے۔ فرمایا۔

حٰمٓ خدا تعالیٰ ہی اسکی مراد خوب جانتا ہے۔ قسم ہے اس کتاب کی جو واضح ہے جس کی روشنی اور فصاحت جہل اور گمراہیوں کی تاریکی کو دور کرنے والی ہے۔ جس کتاب کو ہم نے قرآن عربی بنایا ہے تم سے امید ہے کہ اے مخاطبو تم اس کے عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے سمجھ کر حق ہے اور اللہ کی طرف سے ایک جامع کتاب ہدایت ہے اور بیشک یہ قرآن عربی لوح محفوظ میں ہمارے پاس ہمیشہ سے ہے جو نہایت ہی بلند پایہ ہے اور بڑا ہی مستحکم اور محفوظ حکمتوں[1] سے لبریز ہے کیا پھر ہم تم سے بے پرواہ ہو کر اعراض کرلیں۔ ذکر و نصیحت کرنے سے اس بنا پر کہ تم حد سے گزر جانے والے ہو کہ پھر تمہیں نصیحت نہ کریں۔ اور نہ تمہاری برائیوں پر تنبیہ و وعید نازل کریں ایسا نہیں ہوگا بلکہ ہم زجر و تنبیہ بھی کریں گے وعظ و نصیحت بھی کریں گے خواہ تم حد سے تجاوز کرتے چلے جاؤ پھر اور یہ بات تمہارے لئے کوئی نئی اور عجیب بات نہیں بلکہ یہ دستور تو پرانے زمانوں سے چلا آرہا ہے۔ اور ہم نے کتنے ہی پیغمبر بھیجے پہلی قوموں میں وہ اللہ کا پیغام سنانے کیلئے ان قوموں میں مبعوث ہوتے رہے اور نہ آتا ان کے پاس کوئی بھی رسول اللہ کے رسولوں میں سے مگر یہ کہ وہ اس کے ساتھ مذاق کرتے۔ تو کسی کے مذاق و تمسخر سے اللہ رب العزت اپنی ہدایات کے نزول کو نہیں روکتا۔ پھر ہم نے ہلاک کر ڈالا ان میں سے سخت تر زور والوں کو اور پہلی قوموں کی یہ مثال اور ایک عبرت آمیز تاریخ بیت چکی ہے۔ اللہ رب العزت کے رسولوں کے منکرین و مکذبین کے وہ عبرتناک واقعات حق تعالیٰ کی قدرت و ربوبیت اور عظمت کی کھلی نشانیاں ہیں۔ ان کو دیکھ کر کوئی بھی خدا کی قدرت و حقانیت کا انکار نہیں کرسکتا اور یہ منکرین بھی اگرچہ اپنی زبانوں سے انکار کرتے ہوں لیکن ان کے دل اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ اگر تم ان سے سوال کرو کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تو ضرور یہی کہیں گے کہ ان کو پیدا کیا ہے اس زبردست علم والے نے جو سب پر غالب ہے۔ کیونکہ ہر مخلوق اپنے خالق کی عظمت کی شہادت دیتی ہے۔ اور اس کے علم و حکمت کی بھی واضح دلیل ہے۔ بس وہی پروردگار جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو تمہارے واسطے بچھونا ہموار اور بنائے اس زمین میں تمہارے واسطے راستے تاکہ تم اپنے منافع اور حوائج کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ راستہ پا سکو اور سہولت سے سفر کرسکو اور وہ پروردگار ایسا ہے جس نے

---

[1] مستحکم و مضبوط اور حکمتوں سے لبریز کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لفظ حکیم اس جگہ دونوں معنی پر مشتمل ہے۔

اور انعامات عظیمہ بالخصوص اس بات کا موجب تھے کہ لوگ اللہ کی خالقیت اور اس کی وحدانیت کو پہچانتے اور اس پر ایمان لاتے لیکن افسوس بہت سے انسانوں نے اپنی بدنصیبی اور محرومی کا ثبوت دیا اور اللہ کے لئے اس کے بندوں میں سے ہی اولاد کو تجویز کیا، جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ جو صریح شرک ہے، اور حق تعالیٰ کی الوہیت و وحدانیت کا انکار ہے۔ بے شک انسان بڑا ہی کھلم کھلا ناشکر اور نادان ہے بجائے اس کے کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچان کر اس کا شکر گزار مطیع ہوتا اس نے نافرمانی اور گستاخی کا طریقہ اختیار کیا کہ اللہ کے واسطے اولاد تجویز کی۔

نصاریٰ نے تو ایک بیٹا تجویز کیا تھا مشرکین عرب نے مزید یہ ظلم کیا کہ بیٹیاں تجویز کر دیں جب کہ خود ان لوگوں کو بیٹیوں سے عار معلوم ہوتا ہے۔ اولاد چونکہ باپ کے وجود کا ایک جز ہوتا ہے تو خداوند عالم کے لیے تجویز اولاد کو اس عنوان سے تعبیر کیا کہ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اور ظاہر ہے یہ عقیدہ اس امر کو موجب ہے کہ خداوند عالم کو ایک مرکب شئی تصور کیا گیا، اور مرکب چیز بلاشبہ حادث ہوتی ہے۔ تو اس طرح تجویز اولاد اس امر کو مستلزم ہوئی کہ خداوند عالم کی خالقیت اور قدرت ہی کا انکار ہے۔ پھر یہ کہ اولاد اور باپ میں یقیناً مشابہت اور مجانست ہوتی ہے۔ دونوں ایک جنس کے نہ ہوں تو والد و مولود کیونکر ہو سکتے ہیں۔ تو اس طرح خدا کے واسطے امثال اور نظائر بھی گویا تجویز کر دیئے۔ جو اس کی شان صمدیت کے منافی ہے پھر یہ بھی ہے کہ اولاد کا رشتہ عالم کائنات میں ایک طرح کی احتیاج پر مشتمل ہے تو اولاد کی تجویز خداوند عالم کے محتاج ہونے کو ثابت کرنے والی ہے جو کسی طرح بھی ممکن التصور نہیں، تو پھر کیونکر ایسا لغو اور احمقانہ عقیدہ خدا کے لیے اختیار کیا جاتا ہے تو اس سے بڑھ کر انسان کی ناشکری اور نافرمانی کی کیسا دلیل ہو سکتی ہے۔

أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَّأَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾

کیا رکھ لیں اپنی پیدائش میں سے بیٹیاں، اور تم کو دے دیئے چن کر بیٹے۔

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ

اور جب ان میں کسی کو خوشخبری ملے اس چیز کی، جو رحمٰن پر نام دھرا ہے سارے دن رہے

وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ أَوَمَنْ

اس کا منہ سیاہ، اور وہ دل میں گھٹ رہا۔ اور ایسا شخص

يُنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ

کہ پلتا رہے گہنے میں، اور جھگڑے میں بات

غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ

نہ کھول سکے ۔ اور ٹھہرایا فرشتوں کو جو بندے ہیں

الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ

رحمٰن کے عورتیں ۔ کیا دیکھتے تھے ان کا بننا ؟ اب لکھ رکھیں گے انکی گواہی

وَيُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ

اور ان سے پوچھ ہوگی ۔ اور کہتے ہیں اگر چاہتا رحمٰن ، ہم نہ پوجتے ان کو ۔

مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ ؕ

کچھ خبر نہیں ان کو اس کی ۔ یہ سب اٹکلیں دوڑاتے ہیں ۔

اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾

کیا ہم نے کوئی کتاب دی ہے ان کو اس سے پہلے سو وہ اس پر مضبوط ہیں ۔

بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى

بلکہ کہتے ہیں ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر اور ہم انہی کے

اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

قدموں پر ہیں راہ پائے ۔ اور اسی طرح جو بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے

فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ

ڈر سنانے والا کسی گاؤں میں ، سو کہنے لگے وہاں کے آسودہ لوگ ، ہم نے پایا

اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ

اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر اور ہم انہی کے قدموں پر چلتے ہیں ۔ وہ بولا

اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ

اور جو میں لا دوں تم کو اس سے زیادہ سوجھ کی راہ جس پر تم نے پایا اپنے باپ دادوں کو ،

کیا یہ لوگ موجود تھے ان کی تخلیق کے وقت، اب ہم لکھ رکھیں گے ان کی گواہی اور ان سے باز پرس کی جائیگی کہ تم نے اولاً تو خدا کی اولاد تجویز کی اور پھر فرشتوں کو مؤنثوں کی صف میں سے جا کر کھڑا کر دیا ہے حالانکہ وہ نہ جنس مذکر ہیں اور نہ مؤنث، اور یہ پوچھا جائے گا کہ تمہاری اس بات کی کیا دلیل ہے بجائے اس کے کہ اپنی اس اعتقاد اور بیہودہ بات پر شرمندہ ہوتے اور یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم ان بتوں کی عبادت نہ کرتے جب اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر بات جانتا ہی ہے تو اس نے ہماری یہ بات جاننے کے باوجود جب ہم کو نہیں روکا تو معلوم ہوا کہ ہمارا یہ سب عمل اس کی مرضی سے ہے، اور اچھا ہے۔ حالانکہ ان کو اس کی کچھ بھی خبر نہیں کہ اس چیز کی وجہ سے انسان کے اپنے اختیار و ارادہ سے کیے ہوئے بُرے کام اچھے نہیں ہو سکتے۔ خیر و شر بیشک اللہ کے ارادہ اور قدرت سے ہے، لیکن انسان اپنے اعمال و افعال کا ذمہ دار ہے۔ اگر ان کا یہ فلسفہ درست قرار دے لیا جائے تو ہر ظالم و خونخوار اپنے ہر عمل کے درست ہونے کے واسطے یہی استدلال پیش کرنے لگے گا کہ جب خدا نے مجھے اس کام سے نہیں روکا تو معلوم ہوا کہ یہ کام اچھا ہے اور ظاہر ہے کہ دنیا کا کوئی صاحب عقل اس فلسفہ کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔ یہ تو سب اٹکل اور تخمین کی باتیں کرتے ہیں، جو خود انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ رکھی ہیں کیا ہم نے ان کو کوئی کتاب دے رکھی ہے اس سے پہلے وہ اس کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں کوئی نوشتہ پیغام یا دلیل عقلی تو کیا ہوتی بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں بیشک ہم نے پایا ہے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر اور ہم انہی کے نشانات قدم سے راہ پاتے ہیں اور جس طرح یہ منکرین و مشرکین اپنے باپ دادوں کی اتباع کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں، اسی طرح یہ ہے کہ جب بھی ہم نے آپ سے پہلے کسی کو رسول بنا کر بھیجا اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا کسی بستی میں تو وہاں کے عیش پرستوں نے یہی کہا کہ ہم نے تو پایا ہے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر اور ہم تو بس انہی کے قدموں پر چلتے ہیں۔

اللہ کا وہ پیغمبر ہمیشہ ان منکرین کی بات پر بولا تو کیا اگر میں تمہارے پاس اس سے زیادہ ہدایت کی چیز لے آؤں، جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے، تو بھی تم میرا انکار کرو گے اور اس بے دلیل اور عقل و فطرت کے خلاف بات کے مقابلہ میں رشد و ہدایت کی یہ معقول بات نہیں مانو گے تو انہوں نے بس یہی جواب دیا ہم تو اس چیز کا انکار کرتے ہیں جو تم دے کر بھیجے گئے ہو تو ہم نے اس بات پر ان سے انتقام لیا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی گستاخیاں کب تک برداشت کی جا سکتی ہیں۔ سو اے مخاطب تو دیکھ لے کیسا ہوا ہے انجام اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے والوں کا اور مکذبین و منکرین یعنی قوم عاد و ثمود وغیرہ کے واقعات تاریخ عالم ہو چکے ہیں، ان کو ہر شخص بالخصوص اہل عرب خوب جانتے ہیں ان عبرتناک واقعات سے مشرکین قریش عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِۦٓ إِنَّنِى بَرَآءٌ مِّمَّا

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ کو اور اس کی قوم کو میں الگ ہوں ان

تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا ٱلَّذِى فَطَرَنِى فَإِنَّهُۥ سَيَهْدِينِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا

چیزوں سے جن کو تم پوجتے ہو۔ مگر جس نے مجھ کو بنایا سو وہ مجھ کو راہ دے گا۔ اور یہی بات پیچھے

كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِى عَقِبِهِۦ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هَٰٓؤُلَآءِ

چھوڑ گیا اپنی اولاد میں تاکہ وہ رجوع رہیں۔ کوئی نہیں پر میں نے برتنے

وَءَابَآءَهُمْ حَتَّىٰ جَآءَهُمُ ٱلْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿٢٩﴾ وَ

دیا ان کو اور ان کے باپ دادوں کو یہاں تک کہ پہنچا ان کو دین سچا اور رسول کھول کر سنانے والا اور

لَمَّا جَآءَهُمُ ٱلْحَقُّ قَالُوا۟ هَٰذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِۦ كَٰفِرُونَ ﴿٣٠﴾ وَ

جب پہنچا ان کو سچا دین کہنے لگے یہ جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے۔ اور

قَالُوا۟ لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ ٱلْقَرْيَتَيْنِ

کہنے لگے کیوں نہ اترا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو بستیوں

عَظِيمٍ ﴿٣١﴾ أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا

کے۔ کیا وہ بانٹتے ہیں تیرے رب کی رحمت کو ہم نے بانٹ دی ہے

بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ

ان میں روزی ان کی دنیا کے جینے میں اور اونچے کیے درجے

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَ

ایک کے ایک سے کہ ٹھہراتا ہے ایک دوسرے کو خدمتگار اور

رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٣٢﴾ وَلَوْلَآ أَن يَكُونَ

تیرے رب کی مہر بہتر ہے ان چیزوں سے جو سمیٹتے ہیں۔ اور اگر یہ نہ ہو کہ

النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ

لوگ ہو جاویں ایک دین پر، تو ہم دیتے ان کو جو منکر ہیں رحمٰن سے،

لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾

ان کے گھروں کو چھت روپے کی، اور سیڑھیاں جن پر چڑھیں۔

وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَ

اور ان کے گھروں کو دروازے اور تخت، جن پر ٹیک لگا بیٹھیں۔ اور سونے کے اور

اِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ

یہ سب کچھ نہیں مگر برتنا دنیا کے جیتے۔ اور پچھلا گھر

عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾

تیرے رب کے ہاں انہیں کو ہے جو ڈر رکھیں۔

بیان استقامت ابراہیم علیہ السلام بر توحید خداوندی ونفرت وبرات از شرک

قال اللہ تعالیٰ۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ ۔۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۔

ربط: گذشتہ آیات میں مشرکین ومنکرین کے عناد وتعصب اور ان کے قبول حق سے انکار ونفرت کا بیان تھا۔ اب ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کا لقب ہی حنیف مسلم تھا ایک رنگ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کس طرح توحید پر مضبوطی کے ساتھ قائم تھے اور انہوں نے اسی جذبۂ توحید میں اپنی قوم اور اپنے باپ سے بھی نفرت وبرات کا اعلان کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ توحید وشرک دو متناقض چیزیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس کے دل میں ایمان وتوحید کا رنگ رچ گیا ہو وہ شرک اور مشرکین سے نفرت وبیزاری ہی اختیار کرے گا۔ یہی اسوۂ ابراہیمی ان آیات میں بیان کرتے ہوئے حق تعالیٰ شانہٗ کی اس حکمت تکوینی کا بھی ذکر ہے جس کے باعث اس نے دنیا میں ایمان وکفر اور ہدایت وضلالت کی تقسیم فرمائی تو ارشاد فرمایا۔ اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو اور قوم کو کہ اے لوگو! بیشک میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جن کی تم عبادت کرتے ہو اور تم نے ان کو اپنا معبود بنا رکھا ہے مگر اس ذات سے کہ

کی بنا دیتے جن پر وہ چڑھتے، اور ان کے گھروں کے دروازے اور وہ تخت جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں، یہ سب کچھ چاندی کی بنا دیتے اور سونے کے بھی، مکانوں کی چھتیں، سیڑھیاں، دروازے، تخت، چوکیاں سب کچھ سونے چاندی کے بنا دیتے لیکن اس قدر زیب و زینت کو دیکھ کر انسانی طبائع کو متاثر ہونا اور ان چیزوں کی طرف مائل ہوجانا قریب تر تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ دنیا کے تمام لوگ آخرت سے ترک تعلق کر کے صرف دنیوی ساز و سامان اور زیب و زینت ہی کے ہو کر رہ جاتے اور یہ بات حکمت خداوندی کے خلاف تھی، اس وجہ سے کافروں کو بھی دنیا کی دولت کم دی گئی۔ اور اصل بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ نہیں ہے، مگر صرف دنیا کی زندگی میں برتنے کا سامان جس سے چند روزہ تمتع ہی ہوسکتا ہے۔ اور آخرت کی تمام نعمتیں راحتیں، عزتیں، اے مخاطب تیرے رب کے ہاں صرف تقویٰ والوں ہی کے لیے ہے۔ دنیا کی شادابی اور بہار میں سب شریک ہیں، مگر آخرت کی دائمی اور لازوال نعمتیں ایمان و تقویٰ والوں کے واسطے مخصوص ہیں۔

حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت رکھتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ بھی نہ دیتا۔

صحیحین میں ہے کہ ازواج مطہرات نے جس زمانہ میں نفقہ کی زیادتی کا مطالبہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مطالبہ سے ناراض ہو کر ایک ماہ تک کے لیے ازواج مطہرات سے ملنے جلنے بات چیت سے پرہیز کرنے کی قسم کھائی تھی، اور بالاخانہ پر مقیم تھے تو عمر فاروقؓ جب وہاں حاضر ہوئے اور یہ دیکھا کہ آپ کھری چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس کی چٹیوں نے آپ کے پہلو مبارک پر نشان ڈال رکھا ہے تو اس منظر کو دیکھ کر آنکھوں میں آنسو آگئے، اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ قیصر و کسریٰ جس حال میں ہیں ظاہر ہے کہ (ان کے پاس دنیا کی نعمتوں کی کوئی حد و انتہا نہیں) اور آپ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ہیں (جو اس حالت میں ہیں) تو آپ اپنی امت کے لیے دعا کر دیجیے کہ اللہ ان کو فراخی عطا کر دے، روایات میں ہے کہ آپ عمر فاروقؓ کی یہ بات سنتے ہی ٹیک لگا کر اٹھ کر بیٹھے، اور دو بار آپ نے یہ فرمایا افی شک انت یا ابن الخطاب (کیا اے ابن خطاب تو ابھی شک ہی میں پڑا ہوا ہے)، یہ لوگ تو وہ ہیں کہ دنیا کی لذتیں انہیں دنیا میں جلدی ہی دے دی گئیں، جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور ایک حدیث میں یہ ہے کہ کیا تم راضی نہیں ہو کہ ان کے واسطے دنیا ہو اور ہمارے واسطے آخرت ہو۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ

اور جو کوئی آنکھیں چرا دے رحمٰن کی یاد سے

نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ

ہم اس پر تعین کر دیں ایک شیطان پھر وہ رہے اس کا ساتھی، اور وہ ان کو

لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ۝٣٧

روکتے ہیں راہ سے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم راہ پر ہیں۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَا لَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ

یہاں تک کہ جب آوے ہم پاس کہے کسی طرح مجھ میں اور تجھ میں فرق ہو

الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ ۝٣٨ وَلَن يَنفَعَكُمُ الْيَوْمَ

مشرق مغرب کا سا، کہ برا ساتھی ہے۔ اور کچھ فائدہ نہیں تم کو آج کے دن

إِذ ظَّلَمْتُمْ أَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ۝٣٩ أَفَأَنتَ تُسْمِعُ

جب تم ظالم ٹھہرے اس سے کہ تم عذاب میں شامل ہو۔ سو کیا تو سناوے گا

الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَن كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝٤٠

بہروں کو، یا سجھاوے گا اندھوں کو، اور صریح غلطی میں بھٹکتوں کو؟

فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُم مُّنتَقِمُونَ ۝٤١ أَوْ نُرِيَنَّكَ

پھر اگر کبھی ہم تجھ کو لے گئے، تو ہم کو ان سے بدلہ لینا ہے۔ یا تجھ کو دکھا دیں

الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِم مُّقْتَدِرُونَ ۝٤٢ فَاسْتَمْسِكْ

جو ان کو وعدہ دیا ہے، تو وہ ہمارے بس میں ہیں۔ سو تو مضبوط رہ اس پر

بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝٤٣

جو تجھ کو حکم آیا۔ تو بے شک سیدھی راہ پر ہے۔

وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۖ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ۝٤٤

اور یہ مذکور رہے گا تیرا اور تیری قوم کا اور آگے تم سے پوچھ ہوگی۔

وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا

اور پوچھ دیکھ، جو رسول بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے۔ کبھی ہم نے رکھے ہیں

تو اگر ہم آپ کو دنیا سے اٹھالیں تو پھر بھی ان کافروں پر عذاب آکر رہے گا، یا وہ عذاب جس کا وعدہ ہم نے کیا ہے، آپ کو دنیوی حیات میں دکھلا دیں، تو بھی کوئی بعید نہیں، بہر کیف ہم ان سے ضرور انتقام لینے والے ہیں، اور یہ مجرم انتقام خداوندی سے کسی بھی حالت میں نہیں بچ سکتے۔ تو آپ مضبوطی سے پکڑے رہئے اسی اللہ کے کلام اور دین کو جو آپ کی طرف وحی کیا گیا، بے شک آپ سیدھے راستہ پر ہیں، آپ اپنے کام میں لگے رہیں، اعراض کرنے والے اگر اعراض کرتے ہیں تو اس پر غم نہ کیجئے اور بے شک یہ قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے بڑے شرف کی چیز ہے، آپ کے لئے تو ظاہر ہے، اس وجہ سے کہ رب العالمین نے اس کلام کے ساتھ آپ کو مخاطب بنایا اور نبوت و رسالت کا منصب عظیم عطا فرمایا، اور آپ کی قوم کے لئے اس لئے کہ وہ آپ کے توسط سے کلام الٰہی اور خطاب ربانی کے مخاطب بنے پھر تاکہ جو کچھ قرآنی تعلیمات ہیں وہ عزت و برتری کی حامل ہیں، لہٰذا جس کسی کو اس نعمت سے سرفراز کیا گیا درحقیقت اس کو بڑا عظیم اعزاز دیا گیا جو دنیا اور آخرت کی تمام عظمتوں اور عزتوں کا ضامن ہے، اور ایسے عظیم انعام سے نوازے جانے والوں کو بے فکر ہو جانا چاہئے اس وجہ سے جان لینا چاہئے کہ عنقریب تم سے سوال کیا جائے گا کہ اس کلام الٰہی کا کیا حق ادا کیا، پیغمبر سے

مقصود یہ ہے کہ اے پیغمبر بعض وعدے تو ہم آپ کو آپ کی زندگی میں دکھلا دیں گے اور بعض وعدے آپ کے بعد ظہور پذیر ہوں، خدا نے جو وعدے کئے ہیں وہ ضرور بالضرور پورے ہوں گے، کوئی دیر سے کوئی سویرے، چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا کہ بعض وعدے آپ کی زندگی میں پورے ہو گئے جیسے فتح خیبر اور مکہ، اور بعض وعدے جیسے فارس اور روم کی فتح کا وعدہ سو یہ آپ کے زمانۂ حیات میں واقع نہیں ہوا بلکہ آپ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین کے زمانہ میں پورا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء بعثت سے تا حین وفات فارس اور روم کی فتح کا وعدہ دیتے، اور فرماتے رہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو کیا اہل قریٰ و امصار اور کیا اہل بادیہ سب (الخ) کے گھروں میں پہنچا دے گا خواہ عزت اور خواہ ذلت اور لوگ یا مشرف باسلام ہوں گے یا ذلت کے ساتھ جزیہ اور خراج دیتے ہوئے اسلام کے باج گزار بنیں گے اور ظاہر ہے کہ فارس اور روم کی فتح کا وعدہ زمانہ نبوت سراپا سعادت میں ظہور پذیر نہیں ہوا بلکہ آپ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین کے زمانے میں پورا ہوا اور جس کے ہاتھ پر اللہ کے وہ وعدے پورے ہوں جن کا اللہ نے اپنے نبی سے وعدہ کیا تھا، وہی اس کے نبی کا خلیفہ خاص ہے۔

بہر حال معلوم ہوا کہ اس آیت میں جو لفظ اِمَّا اور أَوْ واقع ہوا ہے وہ تردید اور تردد کے لئے نہیں بلکہ توزیع و تقسیم کے لئے ہے کہ تکمیل وعدہ کی قسمیں متعدد ہیں۔

اور جملہ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ کے معنی یہ ہیں کہ اے پیغمبر جماعت قریش ہی سے چند وہ لوگ ہوں گے جو ظاہری و معنوی قرابت سے مشرف و ممتاز ہو کر آپ کے دین کے مددگار ہوں گے، اور آپ کے بعد آپ کے خلیفہ ہوں گے، اور اعلاء کلمۃ اللہ کریں گے۔ (ازالۃ الخفاء، ص [illegible])

حق تبلیغ کا سوال ہوگا، اور امت سے اس پر عمل کرنے کا سوال ہوگا۔ اور آپ ان سب پیغمبروں سے پوچھ لیجئے جن کو ہم نے آپ سے پہلے رسول بنا کر بھیجا یعنی ان کی کتابوں اور ان پر ایمان رکھنے والوں سے کہ کیا ہم نے رحمٰن کے سوا اور کچھ معبود بنائے ہیں جن کی عبادت کی جاتی ہو، ظاہر ہے کہ تمام پیغمبروں کی تعلیم اور ہدایت توحید کی بنا پر ایک رہی ہے، کسی دین و شریعت میں اور کسی نبی کی تعلیم میں خدا کے سوا کسی معبود کا کوئی تصور ہی نہیں، تو پھر آخر ان مشرکین مکہ نے خدا کے ساتھ ان بتوں کو عبادت میں کیوں شریک کرلیا ہے، اور نصاریٰ نے جن خداؤں کا عقیدہ رکھا اور یہود نے بھی بہت سے رب بنالئے، غرض تمام انبیاء سابقین کی تعلیمات اور ان کی تاریخ صرف توحید خداوندی ہے، پھر کفار مکہ اور یہود و نصاریٰ کیوں نہیں آپ کی ہدایت و تعلیم کی پیروی کرتے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسٰى بِآيٰتِنَآ إِلٰى فِرْعَوْنَ

اور ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون

وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ إِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٦﴾

اور اس کے سرداروں پاس، تو کہا میں بھیجا ہوں جہان کے صاحب کا۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِآيٰتِنَآ إِذَا هُمْ مِّنْهَا

پھر جب لایا ان پاس ہماری نشانیاں وہ تو لگے اُن پر

يَضْحَكُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ

ہنسنے۔ اور جو دکھاتے گئے ہم انکو نشانی سو دوسری سے بڑی۔

أُخْتِهَا وَأَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَ

اور پکڑا ہم نے ان کو تکلیف میں، شاید وہ باز آویں۔ اور

قَالُوْا يٰٓأَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ

کہنے لگے اے جادوگر! پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو، جیسا سکھا رکھا ہے تجھ کو

إِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ

ہم ضرور راہ پر آویں گے۔ پھر جب اٹھالی ہم نے ان پر سے تکلیف، تب ہی وہ

يَنْكُثُونَ ﴿٥٠﴾ وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ

وہ عہد توڑ ڈالتے۔ اور پکارا فرعون نے اپنی قوم میں بولا اے قوم میری کیا نہیں

لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي ۖ أَفَلَا

میرے ہاتھ حکومت مصر کی اور یہ نہریں چلتی ہیں میرے نیچے کیا تم نہیں

تُبْصِرُونَ ﴿٥١﴾ أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ

دیکھتے۔ بھلا میں بہتر ہوں یا یہ شخص کہ جس کو کچھ عزت نہیں

وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ﴿٥٢﴾ فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِنْ

اور صاف نہیں بول سکتا۔ پھر کیوں نہ آ پڑے اس پر کنگن سونے

ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ ﴿٥٣﴾ فَاسْتَخَفَّ

کے یا آتے اس کے ساتھ فرشتے پرا باندھ کر۔ پھر عقل کھو دی

قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٥٤﴾ فَلَمَّا

اپنی قوم کی پھر اسی کا کہا مانا، مقرر وہ تھے لوگ بے حکم۔ پھر جب

آسَفُونَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥٥﴾ فَجَعَلْنَاهُمْ

ہم کو غصہ دلایا ہم نے بدلا لیا ان سے پھر ڈبا دیا ان سب کو۔ پھر کر ڈالا ان کو

سَلَفًا وَمَثَلًا لِلْآخِرِينَ ﴿٥٦﴾

گئے گذرے اور کہاوت پچھلوں کے واسطے۔

قصۂ موسیٰ علیہ السلام برائے تائید مضامین سابقہ و اثبات حق و ابطال باطل

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا ..... إلىٰ ..... وَمَثَلًا لِلْآخِرِينَ

ربط: گذشتہ آیات میں ... تائید حق ... اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

تسلی دینا مقصود تھا کہ ایسے لوگوں کے اعراض و مخالفت سے اللہ کے دین کو ہرگز کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچ سکتا، اب اسی مناسبت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ جب وہ اللہ کی نشانیاں لے کر فرعون کے سامنے آئے تو فرعون کی مخالفت اور مقابلہ اور فرعون کی تمام طاقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچا سکی، نتیجہ یہی ہوا کہ حق غالب آیا اور فرعون کی تمام طاغوتی طاقتیں پارہ پارہ ہو گئیں، تو ارشاد فرمایا اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل و معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں اور دوسرے لوگوں کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان لوگوں کے پاس آکر کہا کہ اے لوگو! بے شک میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں تمہاری ہدایت کے واسطے مجھے بھیجا گیا ہے۔ لیکن جب موسیٰ (علیہ السلام) فرعون اور فرعون کی قوم کے پاس ہماری نشانیاں اور معجزات لے کر آئے تو وہ لوگ ناگہاں ان پر ہنسنے لگے اور ان نشانیوں کا مذاق بنانا شروع کر دیا حالانکہ عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ ان دلائل و معجزات پر غور کر کے ان کو قبول کرتے اور ان کے ذریعہ ہدایت حاصل کرتے۔ اور ہم تو جو بھی نشانی دکھاتے وہ دوسری سے بڑھ کر ہوتی ظاہر ہے کہ سب نشانیاں قبول حق کے واسطے کافی تھیں، مگر ان کا اعراض اور نافرمانی کا درجہ بڑھتا ہی گیا، اور پھر جب وہ کسی طرح باز نہ آئے تو ہم نے ان کو عذاب میں پکڑا تاکہ شاید یہ رجوع کریں حق کی طرف۔ باز تو کیا آتے الٹا اور سرکشی بڑھتی گئی اور کہنے لگے اے جادوگر دعا کر دیجئے ہمارے واسطے اپنے رب سے اس چیز کی جس کا اس رب نے تجھ سے وعدہ کر رکھا ہے۔ یعنی وہ قہر و عذاب جس کا وعدہ کیا گیا ہے، آپ اس کو دور کرنے کے واسطے اپنے رب سے دعا کیجئے اگر ایسا ہو گیا، تو بے شک ہم ہدایت قبول کر لیں گے۔ اور ایمان لے آئیں گے، لیکن جب ہم نے ان سے عذاب ہٹا دیا تو ناگہاں پھر وہ وعدہ توڑنے والے ہو جاتے اور بار بار انہوں نے اپنی فطرت کا مظاہرہ کیا کہ جونہی تکلیف اور مصیبت کی گھڑی ختم ہوئی فوراً اپنے قول و قرار سے پھر گئے اور نوبت بدبختی کی یہاں تک پہنچی کہ فرعون نے اپنی قوم میں پکارا اللہ کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین و تحقیر کرتے ہوئے کہا اے میری قوم کیا میرے پاس نہیں ہے مصر کی سلطنت اور یہ نہریں جو میرے محلات کے نیچے بہہ رہی ہیں تو کیا تم یہ سب کچھ نہیں دیکھ رہے ہو۔ بھلا میں ہوں بہتر اس شخص سے جس کو کوئی عزت نہیں، اور وہ نہیں ہے ایسا کہ صاف بول سکے تو میں مال و دولت اور عزت میں بھی اس سے یقیناً بڑھ کر ہوں اور وجاہت و شخصیت میں بھی میرا مقام بلند ہے اگر وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خدا کا پیغمبر ہے تو پھر کیوں نہ اس پر ڈال دیئے گئے سونے کے کنگن یا کیوں نہ آئے اس کے ساتھ فرشتے صف بستہ ہو کر غرض اس طرح کی بے معنی اور مہمل باتوں کے ذریعہ اس فرعون نے اپنی قوم کی عقل کھو دی پھر قوم نے اس کی پیروی کی، حالانکہ ادنیٰ عقل رکھنے والے کو بھی جان لینا چاہئے تھا کہ یہ سب کچھ ان کو بے وقوف بنانے والی باتیں ہیں، بے شک یہ لوگ نافرمان تھے، جب فطرت میں خبث رچا ہو اور عمل نافرمانی کا ہو تو پھر یقیناً اس قوم کو یہی شیوہ ہونا چاہئے تھا کہ حقیقت اور عقل کو بالائے طاق رکھ کر فرعون کی باتوں میں آکر

ف ان آیات تسع اور قوم بنی اسرائیل کے عذاب کی تفصیل سورۂ اعراف میں گزر چکی۔ ۱۲

احمق ہیں، پھر جب ان لوگوں نے یعنی اس بنیاد پر سرکشی سے ہم کو خفا دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو ان سب کو ہم نے ڈبو دیا، جب کہ فرعون مع اپنی جماعت کے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلا تھا تو دریا میں اللہ رب العزت نے جو راستہ حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کے گزرنے کو بنایا تھا اسی راستہ پر ان فرعونیوں کو ڈال کر غرق کر ڈالا، پھر بنا دیا ان کو دنیا سے گزر جانے والا اور نمونہ عبرت کر دیا بعد میں آنے والوں کے لئے تاکہ بعد میں آنے والی نسلیں یہ عبرتناک واقعہ سن کر اس طرح کی سرکشی اور بغاوت سے باز آ جائیں، اور خدا کے پیغمبر کی اطاعت کریں۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ

اور جب کہاوت لائے مریم کے بیٹے کی تو تبھی قوم تیری

مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ۝۵۷ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ

لگے ہیں اس سے چلانے۔ اور کہتے ہیں ہمارے ٹھاکر بہتر ہیں یا

هُوَ ۭ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۝۵۸

وہ؟ یہ نام جو دھرتے ہیں تجھ پر سو جھگڑنے کو، بلکہ یہ لوگ ہیں جھگڑالو۔

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ

وہ کیا ہے؟ ایک بندہ ہے کہ ہم نے اس پر فضل کیا اور کھڑا کیا بنی اسرائیل

اِسْرَاۗءِيْلَ ۝۵۹ۭ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۗىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ

کے واسطے۔ اور اگر ہم چاہیں نکالیں تم میں سے فرشتے، رہیں زمین میں

يَخْلُفُوْنَ ۝۶۰ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ

تمہاری جگہ۔ اور وہ نشان ہے اس گھڑی کا، سو اس میں دھوکا نہ کرو، اور

اتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝۶۱ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ

میرا کہا مانو۔ یہ ایک سیدھی راہ ہے۔ اور نہ روک دے تم کو شیطان۔

إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٢﴾ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ

وہ تمہارا دشمن ہے صریح۔ اور جب آیا عیسیٰ نشانیاں لے کر،

قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ الَّذِي

بولا میں لایا ہوں تمہارے پاس پکی باتیں، اور بتانے کو بعضی چیز جس

تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٦٣﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ

میں تم جھگڑتے تھے۔ سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو۔ بے شک اللہ جو ہے

رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾

سو ہی ہے رب میرا اور رب تمہارا۔ اس کی بندگی کرو، یہ ایک سیدھی راہ ہے۔

تردید خصومت مشرکین دربارۂ توحید و دعوت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

قال اللہ تعالیٰ۔ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا ... الیٰ ... هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ

(ربط) سابقہ مضامین انبیاء سابقین کی تعلیم کے بیان پر مشتمل تھے کہ ہر پیغمبر کی دعوت، تعلیم توحید ہی رہی ہے، اور اب نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ نے بھی اسی توحید کی دعوت دی ہے تو پھر کفار قریش کو اس دعوت پر کیا تامل اور اعتراض ہے اور وہ دعوت توحید جس پر ہر پیغمبر کا اتفاق رہا کیوں نہیں اس کو قبول کرتے۔ اب ان آیات میں کفار کے ایک مغالطہ اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے جس کا منشاء نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود بنانا تھا اس لغو اعتراض کا جواب دیتے ہوئے یہ بیان کیا گیا کہ اللہ کے جس پیغمبر یعنی مسیح ابن مریم کے قصہ کو تم اپنے شرک کی دلیل قرار دے رہے ہو تو خود ان مسیح بن مریم کی تعلیم تو محض توحید تھی۔

بعض احادیث میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا تھا لیس احد یعبد من دون اللہ فیہ خیر یعنی اللہ کے سوا جو بھی معبود ہے اس میں کوئی خیر نہیں تو اس پر بعض لوگ کہنے لگے کہ پھر تو اس میں عیسیٰ (علیہ السلام) بھی داخل ہیں کیونکہ ان کو بھی نصاریٰ نے معبود بنایا تھا، اور آپ ان کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ نیک صالح تھے۔ تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ جواب کا حاصل یہ ہوا کہ اس عموم میں عیسیٰ (علیہ السلام) داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ تو شرک کی تردید کرتے تھے

اور توحید کے داعی تھے۔ اب اگر ان کی مرضی اور دعوت کے خلاف کوئی قوم ان کو معبود بنالے تو یہ ان کی خیریت کے منافی نہیں۔ خیریت کی نفی اس صورت میں ہوگی جب کہ اس شرک میں ان معبودوں کی مرضی اور دعوت کو دخل ہو اور نہ کبھی انہوں نے اس شرک سے بیزاری اور نفرت کا اظہار کیا ہو اور نہ ہی روکا ہو۔ لیکن جس نے نفرت و بیزاری ظاہر کی ہو روکا ہو، تردید کی ہو اور اس کے برعکس توحید ہی کی دعوت دی ہو تو وہ کیونکر اس میں داخل ہو سکتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت پڑھی اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ یعنی اے مشرکو تم اور وہ تمہارے معبود جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر جہنم کا ایندھن ہیں، تو یہ لوگ کہنے لگے اچھا حضرت عیسیٰ بھی تو نصاریٰ کے معبود تھے کیونکہ نصاریٰ نے ان کو معبود بنایا تھا، تو پھر بتاؤ تمہارے خیال میں ہمارے معبود اچھے ہیں یا عیسیٰ (علیہ السلام)

(۵۷) اور جب کبھی بھی مثال بیان کی جائے مریم کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کی تو اسی وقت آپ کی قوم اس سے چلانے لگتی ہے، اعتراض اور خصومت کرتے ہوئے اور کہنے لگتے ہیں بتائیے کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ اور وہ خود جانتے ہیں کہ ان کا یہ استدلال یا خصومت مہمل اور بے معنی ہے تو نہیں پیش کرتے ہیں ابن مریم کو آپ کے روبرو مگر محض جھگڑنے کے واسطے۔ اور یہ بات کوئی وقتی یا عارضی نہیں بلکہ یہ لوگ تو ہیں ہی جھگڑالو۔ ان خصومت اور جھگڑا کرنے والے مشرکین کا ابن مریم کو اپنے معبودوں کے درجہ میں قرار دے کر پیش کرنا لغو، غلط اور بیہودہ جھگڑا ہے وہ تو داعی توحید تھے شرک سے قطعاً بیزار و متنفر تھے۔ وہ تو صرف ایک بندے تھے جن پر ہم نے انعام کیا، اور بنایا تھا ہم نے ان کو ایک مثال بنی اسرائیل کے واسطے کہ بنی اسرائیل کے لیے پیکر ہدایت اور توحید تھے۔ اور سابقہ تاریخ میں بنی اسرائیل نے جو شرک و بت پرستی کی مختلف قسمیں جاری کر رکھی تھیں ان کا رد اور ازالہ کریں۔

یہ بات بیشک درست ہے کہ عیسیٰ ابن مریم میں بہت سے آثار فرشتوں کے تھے لیکن ان آثار کی وجہ سے ان کو معبود بنالینا کیسے ممکن تھا۔ حالانکہ فرشتے خود اللہ کی مخلوق ہیں اور اگر ہم چاہیں تو بنادیں تم میں سے فرشتے زمین میں جو تمہاری جگہ ہوں اور تمہاری نسل میں سے ہو کر بعد میں زمین پر بسیں جیسا کہ ہر ایک نسل پہلی نسل کے بعد بسا کرتی ہے۔ تو ہم کو سب طرح قدرت ہے تو اگر مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور اس طرح ان کو اللہ نے فرشتوں کا سا نمونہ بنادیا جن کے نہ باپ ہیں اور نہ ماں یا ان کو آدم علیہ السلام کی طرح پیدا فرمادیا تو نہ آدم خدا اور خدا کے بیٹے ہوئے اور نہ فرشتے معبود ہو سکتے ہیں تو پھر عیسیٰ ابن مریم کو نصاریٰ کا معبود بنالینا کیونکر از روئے عقل صحیح ہو سکتا ہے اور وہ بیشک ایک نشان ہے قیامت کے واسطے تو اس میں ہرگز کوئی شبہ نہ کرو۔ اور میری بات مانو یہی ایک سیدھا راستہ ہے۔ اور ہرگز ایسا نہ ہونا چاہیے کہ شیطان تم کو روک دے اس سیدھے راستے سے وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے

واقعہ یہ کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کی حقیقت تو یہ ہے کہ وہ مریم کے بیٹے اور خدا کے بندے تھے۔ نہ خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے۔ اور ان کی تعلیم و ہدایت میں سراسر توحید ہی تھی۔ مگر نصاریٰ نے کس قدر ظلم کیا کہ ان کو معبود بنالیا

علیہ السلام (ص ...) ملاحظہ ہو۔ عقیدۃ الاسلام (ص ...) میں جناب امام العصر حضرت انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اذا تواترت الاحادیث بنزوله و تواترت الآثار وهو المتبادر من نظم الآية فلا يجوز تفسيرها بغيره

جب عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی احادیث و آثار متواتر ہیں اور قرآن کریم کی آیت کا واضح مفہوم بھی یہی ہے تو اس کے علاوہ کوئی اور تفسیر صحیح نہ ہوگی۔

(۲) وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا (نساء ۱۵۹)

اور کوئی شخص بھی اہل کتاب میں سے نہ رہے گا مگر وہ عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی موت سے قبل ایمان لائے گا۔

"موتہ" کی تفسیر میں نزاع ہے۔ ابن جریرؒ نے ابن عباسؓ، مجاہدؒ، عکرمہؒ، ابن سیرینؒ، ضحاکؒ وغیرہ کی تفسیر کے مطابق اس کی تصحیح و ترجیح فرمائی ہے کہ "موتہ" کی ضمیر راجع ہے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف، اور مقصود یہ ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جتنے اہل کتاب ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے سب ایمان لے آئیں گے اور اسی قول کو ابن جریرؒ اپنی تفسیر میں "اولیٰ ھذہ الاقوال بالصحۃ" قرار دیتے ہیں۔ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وهذا القول هو الحق كما سنبينه بالدليل القاطع ان شاء الله...

یہی قول حق ہے جیسا کہ آگے دلیل قطعی کے ساتھ اس کو بیان کریں گے۔ انشاء اللہ۔

اور پھر فرماتے ہیں حاصل یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی ذات کو ایک خاص نشان بنایا تھا، اور حق تعالیٰ کی قدرت عظیم کے دلائل میں بہت بڑی دلیل تھے۔

حاصل یہ ہے کہ ان کا پہلی مرتبہ آنا خاص بنی اسرائیل کے لیے ایک نشان تھا کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور ماں کی گود ہی سے بولنا شروع کیا اور اللہ کی ربوبیت اپنی عبدیت کے اقرار اور اعتراف سے بولنے کا آغاز فرمایا اور پھر نبوت و رسالت ملنے کے بعد عجیب و غریب معجزات دکھلائے اور پھر جب دشمنوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا، تاکہ اپنے باپ آدمؑ کی طرح چند روز آسمان پر رہیں اور زمانہ آئندہ میں قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر نازل ہوں اور ان کا دوبارہ آنا قیامت کا نشان ہوگا۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہونے کے اعتبار سے وہ من وجہ اپنے باپ آدمؑ کا نمونہ تھے کہ وہ بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے۔ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ اور باپ کی طرح چند روز کے لیے آسمان پر چلے گئے۔ اور آیات قرآنیہ اور احادیث صریحہ سے حضرت آدمؑ کا آسمان سے زمین پر ہبوط اور نزول قطعی طور پر ثابت ہے۔

اسی طرح قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے زمین پر نزول و ہبوط، اپنے باپ

آدمؑ کے ہبوط کا نمونہ ہوگا اور اس طرح آسمان سے ہبوط اور نزول قرب قیامت کی علامت ہوگا ان کے نزول سے لوگ سمجھ لیں گے کہ قیامت بالکل قریب آگئی ہے۔ آیات قرآنیہ سے اور احادیث نبویہ سے تفصیلاً یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ دجال لعین کے خروج کے بعد حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ افضل الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نزول فرمائیں گے اور دجال کو قتل فرمائیں گے اور زمین کو دجال اور اس کے متبعین کی نجاست و فساد سے اور یہودیوں کی ناپاکیوں اور گندگیوں سے پاک کریں گے۔ جس طرح عیسیٰ علیہ السلام اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے ہیں، اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان سے نازل ہوں گے اور یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ کسی کو اس میں اختلاف نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ جب انقراض عالم کی مدت قریب ہوگی تو عیسیٰ علیہ السلام چونکہ بنی آدمؑ ہیں سے ہیں اور بعض اعتبارات سے اپنے باپ آدم علیہ السلام کا نمونہ ہیں۔ اس لیے اول ان کو خدا تعالیٰ نے کفار کے شر سے بچا کر ایک مدت معینہ کے لیے آسمان پر اٹھایا، اور چونکہ کوئی انسان آسمان پر فوت نہ ہوگا۔ بلکہ زمین ہی پر مرے گا۔

لہٰذا جب عیسیٰ علیہ السلام کی اجل مقررہ اور مدت حیات اختتام کو پہنچے گی تو اللہ تعالیٰ ان کو آسمان سے زمین پر نازل کرے گا، تاکہ ان کی موت زمین پر آئے اور جس نبی آخر الزمانؐ کی بشارت دینے کے لیے وہ مبعوث ہوئے تھے، جیسا کہ ارشاد ہے۔ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ان ہی کے قدموں میں دفن ہونے کی سعادت نصیب ہو۔ چنانچہ قیامت کے قریب دجال کے قتل کے لیے آسمان سے نازل ہوں گے اور پھر کچھ عرصہ بعد مدینہ منورہ میں جا کر وفات پائیں گے۔ اور روضہ اقدس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب مدفون ہوں گے۔ اور بعض مؤرخین مثلاً علامہ سمہودی کی نقول سے معلوم ہوتا ہے کہ حجرہ شریفہ میں جو ایک قبر کی جگہ خالی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے آگے یعنی آپ کے قدمین شریفین سے سمت مشرق میں واقع ہے۔

(دیکھو تفسیر قرطبی ص۱۰۵ جلد ۱۶، زاد المسیر ص۳۲۵ جلد ۷، تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر جلد رابع وغیرہ) ان تمام تفاسیر میں صحابہ و تابعین سے اس آیت کی یہی تفسیر منقول ہے اور اس کے خلاف کسی سے منقول نہیں اور سورۃ نساء کی آیت میں وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ کی تفسیر میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کی طرف حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

ابن کثیرؒ نے اسی کو قول حق قرار دیا اور فرمایا کہ دلیل قطعی سے یہی ثابت ہے۔

علاوہ ازیں نزول عیسیٰ علیہ السلام احادیث متواترہ سے ثابت ہے جن کی تعداد ایک سو سے متجاوز ہے، ائمہ محدثین نے ان احادیث کو بھی متواتر فرمایا ہے جو تیس سے بھی کم تعداد شمار کی گئی ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے احادیث نزول کو اخبار متواترہ سے تعبیر کرتے ہوئے یہ واضح فرمایا کہ یہ تمام احادیث قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہیں، اس لحاظ سے عقیدۂ نزول مسیحؑ دین کے لوازم اور ضروریات میں سے ہوا جس پر ایمان کے بغیر قانون شریعت سے کوئی شخص مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا۔

فقہ اکبر صفحہ ۳۱ میں امام ابو حنیفہؒ کا ارشاد ہے۔

وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ علیه السلام من السماء وسائر علامات القیامة علی ما وردت به الاخبار الصحیحة حق کائن، واللہ تعالیٰ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

خروج دجال اور خروج یاجوج و ماجوج اور آفتاب کا مغرب سے طلوع اور حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے نزول اور باقی علامات قیامت جن کا احادیث صحیحہ میں ذکر آیا ہے یہ سب حق ہیں اور ضرور واقع ہو کر رہیں گی اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

امام اعظمؒ کی اس عبارت میں نزول کے ساتھ من السماء کا لفظ صراحۃً اس پر دلالت کرتا ہے کہ عیسیٰ بن مریمؑ کا نزول آسمان سے ہوگا، نیز اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ وہ اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان سے نازل ہوں گے۔

قال الامام البیهقی اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ ثنا ابو بکر بن اسحاق انا احمد بن ابراهیم ثنا ابن بکیر حدثنی اللیث عن یونس عن ابن شهاب عن نافع مولی ابی قتادة الانصاری قال فی کتاب الاسماء والصفات۔

ان ابا هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم۔ (رواه البیهقی فی کتاب الاسماء والصفات)۔

امام بیہقی سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری خوشی کا کیا حال ہوگا جبکہ عیسیٰ بن مریم تمہارے درمیان آسمان سے اتریں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔

امام بیہقیؒ نے اس حدیث کو اسی سند کے ساتھ ذکر فرمایا اور یہ سند صحیح ہے۔ اس کے بعد امام بیہقی فرماتے ہیں۔

رواه البخاری فی الصحیح عن یحیی

کہ اس حدیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے

سے ماخوذ ہے۔ حق تعالیٰ والد مرحوم کے علوم سے امت کو ہمیشہ مستفیض فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا

پھر پھٹ گئے فرقے ان کے بیچ سے ۔ سو خرابی ہے گنہگاروں کو

مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ

آفت سے دکھ والے دن کی ۔ اب یہی راہ دیکھتے ہیں اس گھڑی کی

أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٦﴾ الْأَخِلَّاءُ

کہ آ کھڑی ہو ان پر اچانک اور ان کو خبر نہ ہو ۔ جتنے دوست ہیں

يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿٦٧﴾ يَا عِبَادِ

اس دن دشمن ہوں گے ۔ مگر جو ہیں ڈر والے ۔ اے بندو میرے!

لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٦٨﴾ الَّذِينَ

نہ ڈر ہے تم پر آج کے دن ۔ اور نہ تم غم کھاؤ ۔ جو

آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٦٩﴾ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنتُمْ

یقین لائے ہماری باتوں پر اور رہے حکم بردار ۔ چلے جاؤ بہشت میں تم

وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِم بِصِحَافٍ مِّن

اور تمہاری عورتیں کہ تمہاری عزت ہوگی ۔ لئے پھرتے ہیں ان کے پاس رکابیاں سونے

ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۖ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ

کی اور آبخورے ۔ اور وہاں ہے جو دل چاہے ۔ اور جس سے

الْأَعْيُنُ ۖ وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ

آنکھیں آرام پائیں ۔ اور تم کو ان میں ہمیشہ رہنا ۔ اور یہ وہی بہشت ہے

الَّتِيٓ أُورِثۡتُمُوهَا بِمَا كُنتُمۡ تَعۡمَلُونَ ﴿٧٢﴾ لَكُمۡ فِيهَا

جو میراث پائی تم نے بدلے ان کاموں کے جو کرتے تھے ۔ تم کو اس میں

فَٰكِهَةٞ كَثِيرَةٞ مِّنۡهَا تَأۡكُلُونَ ﴿٧٣﴾ إِنَّ ٱلۡمُجۡرِمِينَ فِي

میوے ہیں بہت سے ان میں سے کھاتے ہو ۔ البتہ جو گنہگار ہیں

عَذَابِ جَهَنَّمَ خَٰلِدُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنۡهُمۡ وَهُمۡ فِيهِ

دوزخ کی مار میں ہیں ہمیشہ رہتے ۔ نہ ہلکی ہوتی ہے ان پر سے اور وہ اسی میں

مُبۡلِسُونَ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمۡنَٰهُمۡ وَلَٰكِن كَانُواْ هُمُ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٧٦﴾

پڑے ہیں ناامید ۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا، لیکن تھے وہی بے انصاف ۔

وَنَادَوۡاْ يَٰمَٰلِكُ لِيَقۡضِ عَلَيۡنَا رَبُّكَۖ قَالَ إِنَّكُم مَّٰكِثُونَ ﴿٧٧﴾

اور پکاریں گے اے مالک ! کہیں ہم پر فیصلہ کر چکے تیرا رب ۔ وہ کہے گا، تم کو رہنا ہے

لَقَدۡ جِئۡنَٰكُم بِٱلۡحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَكُمۡ لِلۡحَقِّ كَٰرِهُونَ ﴿٧٨﴾

ہم لائے ہیں تمہارے پاس سچا دین، پر تم بہت لوگ سچی بات سے برا مانتے ہو ۔

أَمۡ أَبۡرَمُوٓاْ أَمۡرٗا فَإِنَّا مُبۡرِمُونَ ﴿٧٩﴾ أَمۡ يَحۡسَبُونَ أَنَّا لَا

کیا انہوں نے ٹھہرا لی ہے ایک بات تو ہم بھی کچھ ٹھہرا دیں گے ۔ کیا خیال رکھتے ہیں کہ ہم نہیں

نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَنَجۡوَىٰهُمۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيۡهِمۡ يَكۡتُبُونَ ﴿٨٠﴾

سنتے ان کا بھید اور مشورہ ۔ کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ان کے پاس لکھتے ہیں ۔

قُلۡ إِن كَانَ لِلرَّحۡمَٰنِ وَلَدٞ فَأَنَا۠ أَوَّلُ ٱلۡعَٰبِدِينَ ﴿٨١﴾

تو کہہ اگر ہو رحمٰن کی اولاد ! تو میں سب سے پہلے پوجوں ۔

سُبۡحَٰنَ رَبِّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ رَبِّ ٱلۡعَرۡشِ عَمَّا

پاک ذات ہے وہ رب آسمانوں کا اور زمین کا صاحب تخت کا ان باتوں سے

يَصِفُونَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا

ہر بتاتے ہیں۔ اب چھوڑ دے ان کو بک بک کریں اور کھیلیں جب تک ملیں

يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ

اپنے اس دن سے جس کا ان کو وعدہ ہے۔ اور وہی ہے جس کی بندگی ہے آسمان میں

إِلٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلٰهٌ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿٨٤﴾ وَ

اور جس کی بندگی ہے زمین میں۔ اور وہی ہے حکمت والا سب جانتا۔ اور

تَبَارَكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا

بڑی برکت ہے اس کی جس کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جو

بَيْنَهُمَا وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٥﴾

ان کے بیچ ہے۔ اور اسی پاس ہے خبر قیامت کی۔ اور اسی تک پھر جاؤ گے۔

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا

اور اختیار نہیں رکھتے جن کو یہ پکارتے ہیں، سفارش کا، مگر

مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ

جس نے گواہی دی سچی، اور ان کو خبر تھی۔ اور اگر تو ان سے پوچھے کہ

مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿٨٧﴾ وَقِيلِهِ

ان کو کس نے بنایا؟ تو کہیں گے اللہ نے، پھر کہاں سے الٹے جاتے ہیں۔ قسم ہے رسول کے

يٰرَبِّ إِنَّ هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ

اس کہنے کی کہ اے رب یہ لوگ ہیں کہ یقین نہیں لاتے۔ سو تو منہ پھیر ان کی طرف سے

وَقُلْ سَلٰمٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾

اور کہہ سلام ہے، اب آخر کو معلوم کر لیں گے۔

تنبیہ بر مخالفت از حق و بیان انعام و اکرام مطیعین و ذلت و ناکامی مجرمین

قال اللہ تعالیٰ۔ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ..... الیٰ ..... فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ

(ربط) آیات سابقہ میں مشرکین مکہ کے ایک لغو اور جاہل اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی دعوت توحید کا ذکر تھا اور یہ کہ ان کی زندگی کو اللہ نے اپنی قدرت کی ایک عظیم نشانی بنایا تھا، جب تک زمین پر رہے اللہ کی نشانیاں دکھاتے ہوئے اپنی قوم کو توحید ہی کی دعوت دی، اور جب قیامت کے قریب آسمان سے نزول فرمائیں گے تب بھی وہ یہی دعوت توحید دیتے ہوں گے۔ ان کی تعلیم و ہدایت میں نہ کوئی ابہام تھا اور نہ اس سے اختلاف کی کوئی گنجائش تھی، اب ان آیات میں اہل کتاب کے مختلف گروہوں اور ان کی حق سے مخالفت کا بیان ہے، اور ساتھ اس پر تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ایسے لوگوں کو اپنے انجام سے ہرگز غافل نہ ہونا چاہئے۔ تو فرمایا۔

پھر مختلف گروہ ہو گئے ان کے درمیان حالانکہ اہل کتاب کو ایک ہی دین پر متفق ہونا چاہئے تھا لیکن یہود ان کے منکر ہوئے اور نصاریٰ قائل ہوئے۔ مگر قائل ہونے اور عقیدت رکھنے کے باوجود خود نصاریٰ میں بہت سے فرقے ہو گئے۔ کسی نے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیا، کسی نے ان کو تین خداؤں میں سے ایک کہا اور کسی نے کہا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ کہ اللہ تو مسیح ہی ہے۔ سو ہلاکت ہے ان ظالموں کے لیے ایک دردناک دن کے عذاب سے۔ قدرت کی نشانیاں اور مجرمین پر مختلف اوقات میں قہر و عذاب کا نزول تو اس امر کے لیے کافی تھا کہ ایسے لوگ عبرت حاصل کر لیتے لیکن افسوس ایسے لوگ کس طرح بھی اپنی بدنہاد روش نہیں چھوڑتے تو گویا یہ بس قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان پر وہ ناگہاں آ جائے اور حال یہ کہ ان کو خبر بھی نہ ہو کہ قیامت آ رہی ہے، قیامت کا دن جس بے چینی اور گھبراہٹ کا دن ہوگا اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ وہ دن تو ایسا ہوگا تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے بجز ان لوگوں کے جو تقویٰ والے ہیں ہر دوست اپنے دوسرے دوست سے بیگانہ و بیزار ہوگا۔ البتہ اہل ایمان و تقویٰ دنیا کی دوستی کو وہاں بھی یاد رکھتے ہوئے اپنے دوستوں کو پوچھتے ہوں گے اور یاد کرتے ہوں گے[1] تو ایسے ایمان و تقویٰ والوں کو پروردگار

---

[1] اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت علیؓ سے ایک روایت میں آنحضرتﷺ سے یہ بیان فرمایا کہ دو دوست ایماندار ہوں گے۔ اور دو دوست کافر۔ مؤمن دوستوں میں سے جب ایک کا انتقال ہوا اور اس کو جنت کی بشارت سنائی گئی تو اس نے اپنے دوست کو یاد کیا اور کہا کہ اے پروردگار فلاں میرا دوست مجھ کو تیری اطاعت و بندگی کا اور تیرے رسولﷺ کی فرمانبرداری کا حکم کرتا تھا اور مجھ کو خیر پر آمادہ کرتا اور برائیوں سے روکتا تھا اور مجھ کو بتاتا تھا کہ میں تجھ سے ملاقات کرنے والا ہوں تو اے اللہ! تو میرے اس مؤمن دوست کو (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عالم کی طرف کیا جاتا ہوگا۔ اے میرے بندو کوئی خوف نہیں تم پر آج کے دن اور نہ ہی تم غمگین ہوگے میرا یہ پیغام میرے ان بندوں کے واسطے ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور ہمارے (فرمانبردار) رہے۔ ان کو ہماری طرف سے یہ بشارت ہے کہ داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں اس طرح کہ تم عزت و اکرام اور راحت و مسرت کے ساتھ خوش کئے جاتے ہوں گے۔ ان پر پیالے یا رکابیاں سونے کے اور آبخورے اور وہاں ان کے واسطے وہ چیز ہوگی جس کے لئے ان کا دل چاہے اور ہر وہ چیز جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں۔ وہ لذتیں جو اہل ایمان کو آخرت میں عطا کی جائیں گی۔ اور اے میرے بندو! تم ان جنتوں میں ہمیشہ رہوگے۔ اور یہ جنتیں جن کا تمہیں وارث بنایا گیا ہے۔ ان اعمال کی وجہ سے جو دنیا میں کیا کرتے تھے۔ تمہارے واسطے ان میں بہت سے پھل اور میوے جن کو تم کھاتے رہوگے۔ اس کے برعکس مجرمین و نافرمانوں کی ذلت و مصیبت کا یہ عالم ہوگا کہ بے شک مجرمین دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہنے والے ہوں گے اس حال میں کہ وہ عذاب ان سے کسی وقت ہلکا ہوگا اور نہ منقطع ہوگا، بلکہ مسلسل اسی شدت و سختی کے ساتھ جاری رہے گا۔ اور وہ اسی میں رہیں گے۔ تمام امیدوں کے ختم ہو جانے کے بعد مایوسی کے عالم میں یہ سب کچھ بلاشبہ ان کے اعمال اور نافرمانیوں کا انجام ہے۔ اور ہم نے تو ان پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ لیکن وہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے۔

اہل جہنم جب ہر طرف سے مایوس ہوچکیں گے اور کسی طرح اس بات کی امید نہ رہے گی کہ یہ عذاب ٹل جائے یا کم از کم ہلکا ہی کر دیا جائے تو اس بے قراری میں داروغہ جہنم کی طرف متوجہ ہوں گے اور پکاریں گے اے مالک اب ہم میں طاقت برداشت نہیں۔ کہیں کہ ہم پر فیصلہ کر دے آپ کا رب کہ ہمارا کام تمام ہی کر دیا جائے کہ یہ عذاب یا تو ہمارا قصہ ہی ختم کر دے یا ہم پر موت ہی آجائے تاکہ مر کر ہی اس مصیبت

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) میرے بعد گمراہی سے محفوظ رکھنا یہاں تک کہ تو اس کو ایسی ہی نعمتیں دکھا دے جیسی نعمتیں تو نے مجھے دکھائیں۔ اور تو اس سے ایسے ہی راضی ہو جائے جیسے تو مجھ سے راضی ہوا۔ اس بات پر اس سے کہا جائے گا کہ اگر تیرا ساتھی ایسا ہی ہے تو اس کے واسطے بھی یہی نعمتیں ہیں۔ پھر جب دوسرا ساتھی اس کا انتقال کرے گا۔ تو دونوں کی روحیں جمع ہوں گی اور ہر ایک دوسرے کو کہے گا کہ تو میرا کتنا اچھا بھائی کتنا اچھا ساتھی اور کتنا عزیز دوست ہے اور اس کے بالمقابل کافر دوستوں میں سے ایک کا انتقال ہوا اور اس کو جہنم کی خبر دی گئی تو وہ کہے گا کہ اے پروردگار میرا فلاں دوست مجھے تیری اور تیرے رسول کی معصیت کی ترغیب دیتا تھا اور مجھے شر پر آمادہ کرتا اور خیر سے روکتا تھا اور کہتا تھا کہ میں تجھ سے نہیں ملوں گا۔ تو اے اللہ تو اسکو ہدایت سے محروم رکھ اور ایسا عذاب دے جیسا تو نے مجھے دیا اور یہ کافر اپنے دوست پر لعنت کرتا ہوگا۔

اور اس پر لعنت و ملامت کرتا ہوگا۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر دو شخصوں کے درمیان اللہ کے لئے محبت ہو ان میں سے ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں ہو تو بھی اللہ ان دونوں کو قیامت میں جمع کرے گا۔

سے چھٹکارا نصیب ہو جائے۔ مالک جواب دے گا۔ ایک طویل وقت گزرنے کے بعد جیسا کہ عذاب کی شدت کے علاوہ جواب کے انتظار کی بھی مزید بے چینی ہو گی۔ تم ہمیشہ ہمیشہ یہیں رہو گے بے شک تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے اب چیخنے چلانے سے کوئی فائدہ نہیں ہم تو تمہارے پاس حق لے کر آئے۔ لیکن تم میں سے بہت لوگ حق سے نفرت ہی کرتے رہے۔

غور کرنا چاہیے کہ ان باتوں کو دیکھ کر خدا کے عذاب سے ڈریں اس کی نافرمانی اور اس کے پیغمبر کی مخالفت و عداوت سے باز آ جائیں مگر ایسا نہیں کرتے تو پھر سوچ لیں کیا انہوں نے ٹھہرا لی ہے کوئی بات؟ اگر اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھے ہیں کہ ہم کامیاب ہو جائیں گے اور اللہ کے پیغمبر کو ناکام بنا دیں گے۔ تو ایسا ہے تو پھر سن لینا چاہیے۔ ہم بھی کوئی بات ٹھہرانے والے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی تدبیر اور سازش اللہ کی تدبیر کے مقابلہ میں ہرگز غالب نہیں آ سکتی۔ کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نہیں سنتے ہیں۔ ان کے خفیہ راز اور باتیں اور ان کی سرگوشیوں کو۔ بے شک ہم خوب جانتے ہیں۔ اور خوب سنتے ہیں۔ اور ہمارے قاصد فرشتے ان کے پاس ہر وقت موجود رہتے ہیں جو ان کی ہر بات اور عمل لکھتے رہتے ہیں۔ ہمارے سے ان کی کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ یہ بات دلائل عقلیہ سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ خدا ایک ہے۔ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے اس لیے ایک اور طریقہ سے ان مشرکین کو یہ حجت پہنچانے کی غرض سے آپ کہہ دیجئے اگر بالفرض رحمن کے واسطے کوئی اولاد ہوتی تو میں ہی سب سے پہلے اس کو پوجنے والا اور اس کو خدا کے ساتھ شریک قرار دے لیتا لیکن تم دیکھتے ہو کہ میں سوائے اللہ رب العزت کے اور کسی کی عبادت نہیں کرتا اور پھر اے نصاریٰ اور عرب کے مشرکو تم کیسے خدا کے واسطے اولاد تجویز کرتے ہو۔ خبردار ہرگز ایسا ممکن نہیں بلکہ پاک ہے آسمانوں اور زمین کا رب کہ جو رب ہے عرش عظیم کا۔ پاک ہے ہر اس عیب اور شرک کی بات سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

اس صورت حال میں کہ ان بدنصیبوں کی آنکھیں نہ کسی عبرت ناک واقعات سے کھلتی ہیں اور نہ ہی دلائل وحقائق سے ان کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ تو چھوڑ دو ان کو یہ اپنی ان ہی بیہودہ باتوں میں مشغول رہیں۔ اور لہو ولعب میں پڑے رہیں۔ یہاں تک کہ یہ ملاقات کر لیں اپنے اس دن سے کہ جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے کسی بدنصیب کے انکار سے حق تعالیٰ کی ربوبیت اور شان کبریائی پر کوئی اثر نہیں پڑتا وہ پروردگار معبود ہے آسمانوں میں اور وہی معبود ہے زمین میں بھی اور وہی ہے بڑی حکمت والا جاننے والا باخبر اور بڑی برکت وعظمت والی ہے وہ ذات جس کے واسطے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔ اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کی بھی ہے اور اسی کو ہے قیامت کا علم اور اسی کی طرف تم لوگ سب لوٹائے جاؤ گے۔ اس عظمت و کبریائی اور قدرت کو علم اور تمام کمالات پر جس کی سلطنت و حکمرانی کے ہوتے ہوئے اگر چند احمق انسان خدا کی الوہیت کا انکار کریں یا دنیوی مال و متاع کے نشہ میں مغرور و بدمست ہو کر بیہودہ باتیں کریں تو اس سے نہ اللہ کی ربوبیت پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے۔ اور نہ کوئی اس کے پیغمبر کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الدُّخَان

سورۃ الدخان بھی مکی سورتوں میں سے ہے، اس سورت کی انسٹھ آیات اور تین رکوع ہیں، یہ سورت ان اہم اور عظیم سورتوں میں شمار کی گئی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں پڑھا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو ان ہی سورتوں میں شامل کیا ہے جو نظائر کہلاتی ہیں اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مضامین کی مشابہت کی وجہ سے دو دو سورتیں ایک ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔

ابن مردویہ نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص جمعہ کی شب میں یا جمعہ کے دن سورت الدخان کی تلاوت کرے اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جنت میں ایک محل بنا دیتا ہے۔ بیہقی نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو شخص جمعہ کی شب میں حٰم الدخان اور سورت یٰسین کی تلاوت کرے تو صبح کو وہ اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے گناہوں کی مغفرت کر دی گئی ہوگی اور ایک روایت میں ہے کہ صبح کو اٹھے گا اس حال میں کہ ستر ہزار فرشتے اس کے واسطے دعائے مغفرت کر رہے ہوں گے۔

(ربط) گزشتہ سورت کے اکثر مضامین قرآن حکیم کی حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اثبات پر مشتمل تھے۔ قرآن حکیم کے کلام الٰہی ہونے پر دلائل و براہین کے ساتھ منکرین و مکذبین کی سزاؤں اور ان کے عبرتناک احوال کا ذکر تھا اور اسی پر سورت کا مضمون ختم فرمایا۔ اب اس سورت کا آغاز بھی قرآنی عظمت کے مضمون سے ہو رہا ہے اور یہ کہ اس کا نزول جس مبارک رات میں ہوا وہ کیسی عظیم برکتوں والی رات تھی اور اس شب مبارک کی کیا خصوصیات ہیں تو جو کتاب الٰہی عظمت والی ہو اور عظمت والے زمانہ میں اتاری جائے وہ بھی برکتوں والا ہونا ہو تو لامحالہ اس پر ایمان اور اس کے احکام کی اطاعت و فرمانبرداری بھی ہر خیر و برکت کا موجب ہوگی۔

آیاتها ۵۹ ۴۴ سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ ۶۴ رکوعاتها ۳

سورۂ دخان مکی ہے اس کی انسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ

قسم ہے اس کتاب واضح کی۔ ہم نے اس کو اتارا ایک برکت کی رات میں،

اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ﴿۴﴾

ہم ہیں کہ ڈر سنانے والے۔ اسی میں جدا ہوتا ہے ہر کام جانچا ہوا۔

اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۵﴾ رَحْمَةً مِّنْ

حکم ہو کر ہمارے پاس سے، ہم ہیں بھیجنے والے۔ مہر سے تیرے

رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ

رب کی۔ وہی ہے سنتا جانتا۔ رب آسمانوں کا اور

الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

زمین کا، اور جو ان کے بیچ ہے۔ اگر تم کو یقین ہے۔ کسی کی بندگی نہیں

هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾

سوائے اس کے، جلاتا ہے اور مارتا ہے رب تمہارا اور رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا۔

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۹﴾ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ

کوئی نہیں، وہ دھوکے میں ہیں کھیلتے۔ سو تو راہ دیکھ جس دن کہ لاوے آسمان

بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾

دھواں صریح۔ جو گھیر لے لوگوں کو۔ یہ ہے دکھ کی مار۔

أَنْ تَرْجُمُونِ ﴿٢٠﴾ وَإِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ ﴿٢١﴾

اس سے کہ تم مجھ کو سنگسار کرو ۔ اور اگر تم یقین نہیں کرتے مجھ پر تو مجھ سے پرے ہو جاؤ ۔

فَدَعَا رَبَّهُ أَنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ ﴿٢٢﴾ فَأَسْرِ بِعِبَادِي

پھر پکارا اپنے رب کو کہ یہ لوگ گنہگار ہیں ۔ پھر لے نکل رات سے میرے

لَيْلًا إِنَّكُم مُّتَّبَعُونَ ﴿٢٣﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۖ إِنَّهُمْ

بندوں کو، البتہ تمہارا پیچھا کریں گے ۔ اور چھوڑ جا دریا کو تھم رہا ۔ البتہ وہ

جُندٌ مُّغْرَقُونَ ﴿٢٤﴾ كَمْ تَرَكُوا مِن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٢٥﴾

لشکر ڈوبنے والے ہیں ۔ بہت چھوڑ گئے باغ اور چشمے ۔

وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٢٦﴾ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ﴿٢٧﴾

اور کھیتیاں اور گھر عمدہ ؛ اور آرام جن میں تھے باتیں بناتے !

كَذَٰلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ ﴿٢٨﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ

اسی طرح ۔ اور وہ سب ہاتھ لگا دیا ہم نے ایک دوسری قوم کو ۔ پھر نہ رویا ان پر

السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ ﴿٢٩﴾

آسمان اور زمین اور نہ ملی ان کو ڈھیل ۔

عبرتناک انجام قوم مجرمین ہلاکت و بربادی فرعون لعین

قال اللہ تعالیٰ۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ .... الی .... وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ

ربط: گزشتہ آیات میں قرآن کریم کی عظمت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں پر وعید تھی اور ان کی نافرمانی و سنگسار کرنے پر ہلاکت و تباہی سے ڈرایا گیا تھا تو اب ان آیات میں اسی کی مناسبت سے قوم فرعون کی سرکشی و نافرمانی کا ذکر کرتے ہوئے اس کے عبرتناک انجام کو بیان کیا جا رہا ہے

مجاہدؒ نے جب اس آیت کی تفسیر کی اور کسی نے ازراہ تعجب کہا، اچھا کیا زمین بھی روتی ہے؟ فرمایا تمہیں اس پر کیا تعجب ہے، وہ کیوں نہ روئے گی جب کہ اس زمین پر سے وہ بندہ گزر گیا جو اس کو رکوع و سجود سے آباد رکھتا تھا، اور کیوں نہ روئے آسمان کہ اس بندہ کے مرنے پر نہ رہے جس کی تکبیر اور تسبیح و تحمید کی آوازیں اس میں گونجتی تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو لے کر بحر قلزم سے عبور اور قوم فرعون کی غرقابی کی تفصیل سورۂ اعراف اور سورۂ شعراء میں گزر چکی ہے۔ حضرات ناظرین مراجعت فرمالیں۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ مِنَ ٱلْعَذَابِ ٱلْمُهِينِ ﴿٣٠﴾

اور ہم نے نکال دیا بنی اسرائیل کو ذلت کی مار سے۔

مِن فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ عَالِيًا مِّنَ ٱلْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ

جو فرعون سے تھی۔ بے شک وہ تھا چڑھ رہا حد سے بڑھنے والا۔ اور ان کو

ٱخْتَرْنَٰهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٣٢﴾ وَءَاتَيْنَٰهُم مِّنَ

ہم نے پسند کیا جان بوجھ کر جہان کے لوگوں سے۔ اور دیں ان کو نشانیاں،

ٱلْءَايَٰتِ مَا فِيهِ بَلَٰٓؤٌا۟ مُّبِينٌ ﴿٣٣﴾ إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَيَقُولُونَ ﴿٣٤﴾

جن میں مدد تھی صریح۔ یہ لوگ کہتے ہیں۔

إِنْ هِىَ إِلَّا مَوْتَتُنَا ٱلْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ﴿٣٥﴾

اور کچھ نہیں ہمارا یہی مرنا ہے پہلا اور ہم کو پھر اٹھنا نہیں۔

فَأْتُوا۟ بِـَٔابَآئِنَآ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٣٦﴾ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ

بھلا لے آؤ ہمارے باپ دادوں کو اگر تم سچے ہو۔ اب یہ بہتر ہیں یا

قَوْمُ تُبَّعٍ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ أَهْلَكْنَٰهُمْ ۖ إِنَّهُمْ

تبع کی قوم! اور جو ان سے پہلے تھے۔ ہم نے ان کو کھپا دیا، وہ

كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا

تھے گنہگار ۔ اور ہم نے جو بنایا آسمان اور زمین کو اور جو

بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ

ان کے بیچ ہے کھیل نہیں بنایا ۔ ان کو بنایا ہم نے ٹھیک کام پر لیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

بہت لوگ نہیں سمجھتے ۔

نجات و کامیابی بنی اسرائیل مع بیان بعث بعد موت

قال اللہ تعالیٰ: وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ...... الیٰ ...... اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔

ربط: گذشتہ آیات کا مضمون قوم مجرمین کے عبرتناک انجام اور فرعون لعین کی ہلاکت اور تباہی کا تھا تو اب ان آیات میں اس کے بالمقابل یہ بیان فرمایا جا رہا ہے کہ حق تعالیٰ نے اہل ایمان کو کس طرح نجات و کامیابی عطا فرمائی اور اسی کے ساتھ ان دلائل کا بھی ذکر کیا جا رہا ہے جو بعث بعد الموت کو ثابت کرنے والے ہیں۔ اور ان شبہات اور لغو اعتراضات کا بھی رد کیا گیا جو منکرین کیا کرتے تھے۔ ارشاد فرمایا: اور بے شک ہم نے نجات دی بنی اسرائیل کو ایک ذلت کے عذاب سے جو فرعون کی طرف سے ان پر مسلط تھا، یقیناً وہ بہت بڑا سرچڑھا ہوا حد سے بڑھ جانے والوں میں سے تھا کہ وہ اپنی فرعونیت و سرکشی میں دنیا کے مغروروں اور متکبروں سے بڑھ کر تھا اور اس کی سرکشی ہر ظلم و تعدی کے حدود سے گذر چکی تھی۔ اور ہم نے ان کو برتری دی تھی جانتے ہوئے جہان کے لوگوں پر یعنی ہم جانتے تھے کہ قوم بنی اسرائیل میں کتنی کمزوریاں اور کس کس طرح کے نقائص و عیوب ہیں لیکن محض اپنے انعام و اکرام کے باعث لوگوں پر فضیلت و برتری بخشی تھی اور دیں ہم نے ان کو ایسی نشانیاں جن میں واضح طور پر ان کی مدد بھی اور محض انعام خداوندی تھا اور ان کو من و سلویٰ جیسا پاکیزہ رزق عطا کیا پھر فرعون کی غلامی اور اس کی ذلت سے نکالا اور اس کی سلطنت و دولت کا وارث بنایا تو یہ انعامات نجات ہی والے تھے اور بعض انعامات خاص کر تھے کہ بنی اسرائیل میں کوئی خوبی یا خاص کر وہ انعامات سے نوازے جاتے بلکہ اس کے بالمقابل ان میں بہت سے عیوب تھے تو ہم نے ان کے عیوب و نقائص کو جانتے ہوئے اور دیکھتے ہوئے بھی یہ نعمتیں دی تھیں یہ واقعات ہر قوم کے واسطے باشعور سامان عبرت ہیں۔ اور ایسے ہی مظاہر دلائل ہیں کہ قدرت خداوندی

پر ایمان لائیں اور قیامت پر یقین کر لیں مگر عجیب بات ہے۔ قریش مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
ایمان نہیں لاتے بلکہ انکار کرتے ہوئے یہ لوگ کہتے ہیں بس اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ یہی ہے ہمارا مرنا
پہلی مرتبہ اور پھر دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے بس یہی دنیوی موت آخری موت ہے اس کے بعد نہ
کوئی قیامت ہے اور نہ کوئی صور پھونکا جانے والا ہے اور نہ حشر و نشر ہوتا ہے۔ یہ منکرین اپنے اس عناد و
انکار پر پوری قوت کے ساتھ جمے ہوئے اسی طرح کا مطالبہ کرنے لگے جیسا کہ پچھلے منکرین اپنے انبیاء سے
کیا کرتے تھے تو اچھا اگر دوبارہ زندہ ہونا ہے تو ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ زندہ کر کے اگر ہو تم
سچے۔ تب ہم یقین کر لیں گے کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ حق تعالیٰ نے ایسے بے تمیزوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے
بھلا کیا یہ بہتر ہیں قوت و شوکت میں یا قوم تبع جو یمن کی نہایت ہی طاقتور قوم اور اپنی ساز و سامان سے
پوری طرح آراستہ تھی اور وہ لوگ جو ان سے پہلے گزر چکے مثلاً عاد و ثمود ہم نے ہلاک کر ڈالا ان سب کو ان کی
نافرمانیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے بے شک وہ بڑے ہی گنہگار رہے آخر ہر انسان کو یہ سوچنا چاہئے کہ
ہم نے اتنا بڑا یہ کارخانہ عالم کس لیے بنایا یہ حقیقت ہے کہ اور ہم نے جو کچھ آسمانوں اور زمین اور
ان کے درمیان پیدا کیا۔ یہ سب اس طرح نہیں بنایا ہے کہ ہم فضول حرکت کرنے والے ہیں اور یہ سب کچھ محض کھیل
تماشا ہے بلکہ یہ کائنات ایک حکمت کے ساتھ پیدا کی گئی ہے اور نہیں بنایا ہم نے آسمان اور زمین کو مگر ایک
ٹھیک اور مضبوط حکمت کے ساتھ چاہیے تو یہ تھا یہ لوگ اس حقیقت و حکمت کو سمجھتے مگر ان قوموں کے
اکثر لوگ نہیں سمجھتے اور حقائق و دلائل سے چشم پوشی کرتے ہوئے اس عناد و انکار پر ڈٹے رہتے ہیں اور یہی
حال اب کفار مکہ کا ہے کہ باوجود دلیل کے باوجود قیامت اور بعث بعد الموت پر ایمان لانے کے واسطے تیار
نہیں حالانکہ یہ بات عقلی اور لازمی تسلیم ہے کہ جو قادر کسی چیز کو پہلی مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ بھی
اس کے۔ علاوہ یہ قادر ہے تخلیق کائنات کے سلسلہ میں خدا کی خالقیت کا اقرار کرنے کے بعد یہ ناقابل فہم
منطق ہے کہ قریش مکہ قیامت پر ایمان نہ لائیں۔

قوم تبع

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں ذکر فرماتے ہیں کہ قوم تبع یمن کی ایک آبادی جو قوم سبا کہلاتی تھی اس قوم کو
اللہ تعالیٰ نے بے شمار انعامات سے نوازا تھا مگر یہ اپنی سرکشی پر نازاں رہی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اس
کو تباہ و برباد کر ڈالا ان کے شہر اجڑ گئے باغات ویرانے بن گئے جن کا ذکر قرآن کریم نے سورۂ سبا
میں تفصیل سے کیا تو اس قوم کا تذکرہ ہی قریش مکہ کی عبرت و تنبیہ کے لیے فرمایا گیا اور یہ قوم تبع عرب
قحطان تھے جب کہ قریش عرب عدنان تھے یمن کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا جیسا کہ کسریٰ شاہ فارس کو
اور قیصر شاہ روم کو اور فرعون بادشاہ مصر کو اور نجاشی شاہ حبشہ کو کہتے تھے۔

یمن میں اس لقب سے بہت سے بادشاہ گزرے ہیں جس تبع کا یہاں ذکر ہے اس کا نام بعض روایات میں اسعد بیان کیا جاتا ہے اور بعض احادیث سے اس کا ایمان لانا بھی ثابت ہے۔ واللہ اعلم۔

قوم تبع اگرچہ بالعموم اپنے کفر پر قائم اور ادوار میں کافر رہی اور ان کا بادشاہ فرعون اور قیصر و کسریٰ کی طرح کافر ہوا تھا لیکن اہل یمن کے بعض تواریخ اور تبع کا یمن سے نکل کر سمرقند تک جانے کا بعض تواریخ میں ذکر ملتا ہے اور یہ کہ یہ تبع شاہ یمن جب یمن سے نکلا اور سمرقند وغیرہ پہنچا تو اس زمانہ میں اس کا ملک نہایت وسیع اور مضبوط ہو چکا تھا اور رعایا بھی بڑی تعداد میں تھی اس نے حیرہ شہر آباد کیا تھا ایام جاہلیت میں جب اس کا گزر مدینہ منورہ سے ہوا تو اس نے اہل مدینہ سے قتال کا ارادہ کیا، اہل مدینہ نے مقابلہ کیا اور اس کے باوجود دن کے وقت اس کے ساتھ قتال کرتے تھے اور جب رات ہوتی تو مہمان نوازی کرتے تھے اس طرز عمل پر یہ بادشاہ شرمایا اور قتال کے ارادہ سے باز آ گیا۔ اور مدینہ منورہ میں بسنے والے یہودیوں میں سے دو علماء کو اپنا مصاحب بنا لیا جنہوں نے اس کو نصیحت کی تھی کہ تیرا یہ طرز صحیح نہیں اور تو ہرگز اس شہر کے باشندوں پر غالب نہیں آ سکتا کیونکہ یہ شہر اس نبی آخر الزمان کی ہجرت گاہ ہے جو آخر زمانہ میں مبعوث ہونے والے ہیں تو شاہ تبع اس ارادہ سے باز آ گیا تھا اور ان دونوں کو اپنا مصاحب بنا کر اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔ پھر بادشاہ جب مکہ کی طرف پہنچا تو وہاں بھی حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو ان دونوں نے اس کو اس سے بھی منع کیا اور کہا کہ یہ اللہ کا گھر ہے جسے ابراہیم خلیل اللہ نے بنایا تھا اور اس کعبہ کی بہت بڑی شان آنے والی ہے اسی نبی آخر الزمان کی وجہ سے تو بادشاہ یہ سن کر بیت اللہ کی عزت و تکریم و تعظیم کرنے لگا، طواف کیا، روضتی غلاف چڑھایا اور جب یمن کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو اہل مکہ کو یہودی مذہب قبول کرنے کی دعوت دی کیونکہ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دین ہی آسمانی ہدایت کا دین تھا اور حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام کی بعثت نہیں ہوئی تھی تو اس وقت اہل یمن بالعموم اس بادشاہ تبع کے ساتھ یہودی ہو گئے تھے محمد بن اسحاق نے اس قصہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں بعض مزید چیزیں بھی ذکر کی ہیں۔ تبع کے بارہ میں بعض روایات ابن عباسؓ اور کعب احبارؓ سے مروی ہیں کہ اس نے دین حق قبول کر لیا تھا۔

حضرت سعید بن جبیرؓ سے منقول ہے تبع نے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا جس سے قبل بیت اللہ پر غلاف کا دستور نہیں تھا۔ بعض تاریخی نقول سے ثابت ہے کہ اس نے اپنی قوم پر تین سو چھبیس برس حکومت کی اور قوم حمیر میں اس سے زیادہ کوئی طویل العمر نہیں ہوا اور یہ بھی منقول ہے کہ یہ بادشاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے تقریباً سات سو سال قبل ہوا ہے اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جب ان دو علماء یہود نے مدینہ منورہ کے بارے میں یہ بتایا کہ یہ شہر رسول آخر الزمان کی ہجرت گاہ ہے اور وہ اس شہر میں آ کر بسیں گے جن کا نام احمد ہوگا۔ تو اس نے آپ کی شان میں چند اشعار کہے۔

شَهِدْتُ عَلَى أَحْمَدَ أَنَّهُ ... رَسُولُ اللّٰهِ بَارِئِ النَّسَمْ

فَلَوْ مُدَّ عُمْرِي إِلَى عُمْرِهِ ... لَكُنْتُ وَزِيرًا لَهُ وَابْنَ عَمْ

الْحَمِيمِ ﴿٤٦﴾ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ صُبُّوا

پانی۔ پکڑو اس کو، اور دھکیل لے جاؤ بیچوں بیچ دوزخ کے۔ پھر ڈالو

فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿٤٨﴾ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ

اس کے سر پر جلتے پانی کا عذاب۔ چکھ۔ تو ہی ہے بڑا

الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿٤٩﴾ إِنَّ هَٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّ

عزت والا سردار۔ یہ وہی ہے جس میں تم دھوکا رکھتے تھے۔ بے شک

الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾

ڈر والے، گھر میں ہیں چین کے۔ باغوں میں اور چشموں میں۔

يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَٰلِكَ

پہنتے ہیں پوشاک ریشمی، پتلی اور گاڑھی ایک دوسرے کے سامنے۔ اسی طرح۔

وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ

اور بیاہ دیں ہم نے ان کو گوریاں بڑی آنکھوں والیاں۔ منگواتے ہیں وہاں ہر میوہ خاطر جمع

آمِنِينَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ

سے۔ نہ چکھیں گے وہاں مرنا، مگر جو پہلے مر چکے۔

وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِنْ رَبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ

اور بچایا ان کو دوزخ کی مار سے۔ فضل سے تیرے رب کے۔ یہی ہے

الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ

بڑی مراد ملنی۔ سو یہ قرآن آسان کیا ہم نے تیری بولی میں، شاید وہ

يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُرْتَقِبُونَ ﴿٥٩﴾

یاد رکھیں۔ اب تو راہ دیکھ، وہ بھی راہ تکتے ہیں۔

اور تجربہ (زکریا) جیسا ہے (تو یہ ممکن ہے کہ وہاں کی کیفیت سے وحشت کی کیفیت اور حالت پیدا ہو) اور ان دونوں صاحبوں اور اہل مجلس نے اس جواب کو بہت پسند کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس جواب کی اس وقت ضرورت ہے جب زقوم کو شجر کہا جائے، حقیقتاً کسی زقوم کا پھل ہو اور اگر کوئی اور چیز ہے تو سوال ہی ساقط ہے۔ ۱

شیخ الاسلام حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فوائد میں یہ فرمایا کہ حسن نے یہ کہا (زقوم) نام لغت میں کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں بعض عرب انہیں سامنے رکھ کر ایک دوسرے کو بلاتے کہ آؤ تزقم کریں۔ ۲ (واللہ اعلم بالصواب)
کوئی تعجب نہیں کہ حضرت تھانوی رح کی مجلس میں زقوم کا پھل کھانے کا ذکر کیا ہو وہ اسی طرح کا ہو
واللہ اعلم بالصواب

اہل جنت کا ہر خوف اور تکلیف سے مامون ہونا

دنیا دار انقطاع اور دار المحن ہے کہ یہاں نہ کسی چیز کو دوام ہے اور نہ کسی کو آلام و مصائب سے کلی طور پر تحفظ ہو سکتا ہے بلکہ کسی نہ کسی طرح سے تکالیف اور پریشانیوں میں مبتلا ہونا لوازم دنیا میں سے ہے اس کے بالمقابل جنت دار الخلد ہے وہاں کی ہر راحت اور نعمت دائمی ہے اور وہاں ہر خوف و خطر سے تحفظ ہے اس لیے فرمایا لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ کہ جنتی جنت میں کسی موت کا مزہ نہ چکھیں گے بس جو موت ان کو دنیوی زندگی میں آگئی وہ آگئی اب مزید کسی موت کا اندیشہ ان کو پریشان نہ کرے گا۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم و دیگر کتب حدیث میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور جنت و دوزخ کے درمیان میدان میں لا کر کھڑا کر دیا جائے گا (جہاں سے اس کو جنتی اور جہنمی دونوں دیکھ سکیں گے) اور پھر اس کو ذبح کر کے اعلان کر دیا جائے گا یا اہل الجنۃ خلود فلا موت و یا اہل النار خلود فلا موت یعنی اے اہل جنت بس اب دوام ہے (تمہارے لیے) اس کے بعد کوئی موت نہیں اور اے اہل نار تمہیں بھی دوام ہے بس اس کے بعد اب کوئی موت نہیں اس اعلان کے سننے پر اہل جنت کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہے گی اور اہل نار کی حسرت و بیقراری کا عالم عجیب ہوگا۔

ابو اسحاق رح نے بروایت ابو مسلم الاغر، ابو سعید خدری رض اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنتی جب جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اعلان کیا جائے گا۔

۱ تفسیر بیان القرآن جلد ۱۰ ۔ ۲ فوائد عثمانی ۔ سورۃ صافات۔

يا اهل الجنة ان لكم ان تصحوا فلا تسقموا ابدا وان لكم ان تعيشوا فلا تموتوا ابدا وان لكم ان تنعموا فلا تبأسوا ابدا وان لكم ان تشبوا فلا تهرموا ابدا

کہ اے اہل جنت (آگاہ ہو جاؤ) بے شک تمہارے واسطے (اب) یہ ہے کہ تم تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے اور تم ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہیں مرو گے اور یہ کہ تم ہمیشہ خوش رہو گے کبھی تنگی اور تنگی میں نہیں پڑو گے اور تمہارے واسطے یہ بھی ہے کہ تم ہمیشہ جوان اور مضبوط رہو گے کبھی بوڑھے اور کمزور نہ ہو گے۔

الحمد للہ تفسیر سورۃ دخان بتوفیقہ تعالیٰ وعونہ مکمل ہوئی۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ

آیاتہا ۳۷ | (۴۵) سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ (۶۵) | رکوعاتہا ۴

سورۃ جاثیہ مکی ہے اور اس میں سینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ

اتارا کتاب کا ہے اللہ سے، جو زبردست ہے حکمت والا۔ بے شک

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ وَفِيْ

آسمانوں میں اور زمین میں بہت پتے ہیں ماننے والوں کو۔ اور تمہارے

خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾

بنانے میں، اور جتنے بکھیرتا ہے جانور پتے ہیں ایک لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں۔

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ

اور بدلنے میں رات دن کے اور جو اتاری اللہ نے آسمان سے

مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ

روزی پھر جلایا اس سے زمین کو مر گئے پیچھے اور بدلنے میں

الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا

ہواؤں کے پتے ہیں ان لوگوں کو جو بوجھتے ہیں۔ یہ باتیں ہیں اللہ کی ہم سناتے ہیں

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ

تجھ کو ٹھیک ٹھیک۔ پھر کون سی بات کو اللہ اور اس کی باتیں چھوڑ کر

يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ

مانیں گے۔ خرابی ہے ہر جھوٹے گنہگار کی۔ کہ سنتا ہے باتیں

اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ

اللہ کی اس پاس سے پڑھی جاتیں پھر ضد کرے غرور سے جیسے وہ سنی نہیں۔

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا

سو خوشی سنا اس کو ایک دکھ کی مار کی۔ اور جب خبر پاوے ہماری باتوں میں سے کسی چیز کی

اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ مِنْ

اس کو ٹھہراوے ٹھٹھا۔ ایسوں کو ذلت کی مار ہے۔ پرے

وَّرَاۗىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا

ان کے دوزخ ہے۔ اور کام نہ آوے گا ان کو جو کمایا تھا کچھ اور نہ

مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

وہ جو پکڑے تھے اللہ کے سوا رفیق۔ اور ان کو بڑی

عظیم

فتلک شأن اور ان دلائل و حقائق کا سننا اور مشاہدہ کرنا اس بات کا موجب ہے کہ یہ بات کا یقین کریں اور اس پر ایمان لائیں جب یہ چیز اس قدر واضح ہے تو پھر کون سی بات ہے اللہ اور اس کی نشانیوں کے بعد جس کو یہ اس پر ایمان لائیں گے۔ حقائق اور دلائل کو تسلیم کرنے سے اکثر انسان کا عناد اور اس کی ضد مانع ہوتی ہے تو ایسی صورت میں یہ سمجھ لینا چاہئے ہلاکت و بربادی ہے ہر جھوٹے افترا پرداز گنہگار کے لیے کہ سنتا ہے اللہ کی آیتوں کو جو اس کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں مگر پھر بھی وہ اپنے کفر و نافرمانی پر اصرار کرتا ہے۔ تکبر کرتے ہوئے اس طرح کہ گویا اس نے سنا ہی نہیں ہے تو مگر اس نافرمان انسان کے غرور و تکبر کا یہی حال ہے تو پھر اے ہمارے پیغمبر اس کو خوشخبری سنا دیں ایک دردناک عذاب کی اور اگر کسی وقت ہماری نشانیوں میں کوئی نشانی جان لیتا ہے اور مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کو مانے تو بنا لیتا ہے اس کو مذاق تو یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے واسطے بڑی ہی ذلت کا عذاب ہے۔ اللہ کے احکام اور اس کی آیات کے ساتھ تمسخر اللہ کے دین کی اہانت و تحقیر ہے یہی سزا ہوگی کہ ان پر ذلت و خواری کا عذاب مسلط کر دیا جائے گا اور ان کے پیچھے جہنم ہے کہ دنیا کی زندگی اس میں حائل ہے جوں ہی وہ دنیا سے کوچ کریں گے جہنم کا عذاب ان پر مسلط اور ان کو محیط ہو گا اور کام نہ آئے گا ان کے واسطے ذرہ برابر جو انہوں نے اپنی زندگی میں کمایا، اور نہ کام آئیں گے جن کو انہوں نے اپنا ولی بنایا تھا اللہ کو چھوڑ کر بلکہ ان کے اولیاء اور معبود خود اپنی اپنی مصیبت میں مبتلا ہوں گے اور ان کے واسطے بڑا ہی زبردست عذاب ہے۔ یہ ہے سامان ہدایت جو اللہ کی نشانیوں کے بعد اس کے دلائل قدرت پر مشتمل ہے لیکن جو لوگ اپنے رب کی باتوں، دلائل قدرت، احکام و نشانیوں کا انکار کریں ان کے واسطے بڑا ہی دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے عقل و فطرت کے خلاف حق سے انکار و انحراف کیا اور اپنے خالق کی نافرمانی کی اور ظاہر ہے کہ بغاوت و نافرمانی کا تو ایسا ہی انجام ہونا چاہیے۔

دلائل قدرت کی تفصیل اور ان کے انواع کی تحقیق گزر چکی۔

نیز دلائل آفاق و انفس کی بحث مناہل العرفان فی علوم القرآن میں بقدر ضرورت کے ساتھ کی گئی ہے ان آیات کی تفسیر کے لیے اس کی مراجعت فرمائی جائے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ

اللہ وہ ہے جس نے بس میں دیا تمہارے دریا، کہ چلیں اس میں جہاز

بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

اس کے حکم سے، اور تلاش کرو اس کے فضل سے، اور شاید تم حق مانو۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ

اور کام لگائے تمہارے جو کچھ ہیں آسمانوں میں اور زمین میں سب، اپنی طرف سے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اس میں پتے ہیں ایک لوگوں کو جو دھیان کرتے ہیں۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ

کہہ دے ایمان والوں کو کہ معاف کریں ان کو جو امید نہیں رکھتے

اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًاۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ

اللہ کے دنوں کی، کہ وہ سزا دے ان لوگوں کو بدلا ان کا جو کماتے تھے۔ جس نے

عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى

بھلا کیا تو اپنے واسطے۔ اور جس نے برا کیا، تو اپنے حق میں۔ پھر اپنے

رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

رب کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

دلائل قدرت وتکوینی انعامات خداوندی

قال اللہ تعالیٰ اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ ... الیٰ ... ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ۔

(ربط) گزشتہ آیات حق تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں پر مشتمل تھیں جن سے پروردگار عالم کی الوہیت و وحدانیت کو ثابت کرتے ہوئے اعراض و انحراف کرنے والوں پر وعید تھی اب مزید چند دلائل کا ذکر کرتے ہوئے بعث بعد الموت اور قیامت کو ثابت فرمایا جا رہا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے بس میں کر دیا ہے سمندر کو تاکہ چلیں اس میں جہاز اس کے حکم سے حالانکہ سمندر جیسی ہیبت ناک موجوں پر جہازوں اور کشتیوں کا چلنا مادی اسباب کے لحاظ سے متوقع

نہ تھا اب بحری سفر انسان کی روا بنے تجارت میں۔ بحری سیاحت بھی اور تفریح بھی ہے اس کی تہوں میں سے موتی
اور بہت سے قیمتی جواہرات بھی نکالے جا رہے ہیں۔ مچھلیاں پکڑی اور غذا میں استعمال کیا جاتا ہے تو
بے شمار منافع اور فوائد خالق کائنات کی قدرت اور احسان منعم حقیقی کے عظیم تر دلائل اور شواہد ہیں
اور یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ تم کوشش کرو اس کے فضل سے اور امید ہے کہ تم اپنے اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرو۔
ان تمام انعامات کو دیکھ کر انسانی فطرت کا یہی تقاضا ہے کہ شکر سے قلب میں محبت ہو اور جذبۂ طاعت
فرمانبرداری اور حق انعام ادا کرنے کے واسطے مستعد ہو جائے اور کام میں لگا دیا تمہارے واسطے ہر اس چیز کو
جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس طور سے کہ یہ سب کچھ اسی کی طرف سے ہے۔

اسی نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا اور ان مجموعۂ کائنات میں تصرف کرنے اور ان سے منتفع ہونے
کی تم میں صلاحیت پیدا کی اور ان کو تمہارے سامنے مسخر و تابع کر دیا ورنہ ایک معمولی جانور بھی انسان سے بہت
زیادہ طاقتور ہے اور ممکن نہ ہو سکتا تھا کہ انسان خود اپنی طاقت سے قابو پا کر اس کو جہاں چاہے
لیے پھرے۔ بے شک ان سب باتوں میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ایسے لوگوں کے واسطے جو غور و فکر کرتے ہوں
تو غور و فکر کرنے والے یقیناً یہ بات سمجھ لیں گے جب ہمارے خالق نے یہ تمام کائنات مسخر کر دی ہے اور
ہمارے کام میں سب چیزوں کو لگا رکھا ہے تو انصاف کا یہی تقاضا ہے کہ ہم کو اس کے کام میں لگ جانا چاہیے
اور یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ دنیا میں انسان کی یہ زندگی چند روزہ ہے حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے اس کے
واسطے بھی ہم کو چاہیے کہ عمل کا کچھ ذخیرہ جمع کیا جائے۔

ایسے دلائل اور خالق حقیقی کی قدرت کاملہ کی نشانیاں اور اس کے بے پایاں انعامات کے باوجود بھی
جو لوگ اپنے منعم حقیقی اور خالق کائنات کے ساتھ اپنی عبدیت کا رشتہ وابستہ نہیں کرتے تو اہل اللہ کے
دلوں میں ان سے تکدر اور تنفر پیدا ہونا ایک ایمانی تقاضا ہے جس سے جذبۂ انتقام کا ابھرنا بھی طبعی تھا تو
ان جذبات پر قابو پانے کے لیے صبر و تحمل کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے ہمارے پیغمبر ایمان والوں کو
کہ درگزر کریں وہ ان لوگوں سے جو امید نہیں رکھتے ہیں اللہ کے دنوں کی کہ سزا دے اللہ ایک قوم کو ان
اعمال کی جو وہ کرتے تھے۔ جس کا نتیجہ ہے کہ نہ ان کو رحمت کی امید ہے اور نہ اس کے عذاب کی فکر ہے۔
اور نہ اس بات کا احساس ہے کہ اللہ اپنے اور اپنے دین کے دشمنوں کو خاص سزا دے گا اور ان کو نامراد و ذلیل
کرے گا اور جو اس کے دوست ہیں اور اس کے دین کے قبول کرنے والے ہیں ان کو اپنے انعام و اکرام سے
نوازے گا نیز ان کو کامیاب فرمائے گا۔ ہمارے یہاں تو یہ قانون طے ہو چکا کہ جس کسی شخص نے نیکی کا کام
کیا بس وہ اسی کے واسطے ہے نافع و باعث عزت اور جس کسی نے برا کام کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے۔
پھر یہ بھی جان رکھو کہ تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہاں پہنچ کر ہر شخص اپنے اعمال صالحہ کا
اجر و ثواب دیکھ لے گا اور اعمال قبیحہ کی سزا اور عذاب بھی دیکھ لے گا غرض یہ ہر شخص کی نیکی اور بدی اس
کے سامنے آجائے گی۔

إِسْرَآءِيلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ

اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور پیغمبری، اور کھانے کو دیں

الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ

ستھری چیزیں اور بزرگی دی ان کو جہان پر۔ اور دیں ان کو کھلی باتیں

مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ

دین کی، پھر جو پھوٹ ڈالی تو سمجھ آچکنے پیچھے آپس کی

بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا

ضد سے۔ تیرا رب چکوتی کرے گا ان میں قیامت کے دن جس بات

كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ

میں وہ جھگڑتے تھے۔ پھر تجھ کو رکھا ہم نے ایک رستے پر

الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾

اس کام کے سو تو اسی پر چل، اور مت چل چاؤں پر نادانوں کے۔

اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۚ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

وہ کام نہ آویں گے اللہ کے سامنے کچھ۔ اور بے انصاف

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا

ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اور اللہ رفیق ہے ڈر والوں کا۔ یہ

بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

سوجھ کی باتیں ہیں لوگوں کے واسطے، اور راہ کی، اور مہر ہے ان لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ

کیا خیال رکھتے ہیں جنہوں نے کمائی ہیں برائیاں کہ ہم کر دیں گے ان کو برابر

ع ۲

كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَاۗءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾

ان کے جو یقین لائے اور کیے بھلے کام ؟ ایک سا ان کا جینا اور مرنا ۔ برے دعوے ہیں جو کرتے ہیں ۔

انعامات دنیوی و اخروی بر قوم بنی اسرائیل و بیان بغاوت و نافرمانی ایشان

قال اللہ تعالیٰ: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ ... الیٰ ... سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ

ربط: ماقبل آیات میں حق تعالیٰ شانہ کی قدرت کی نشانیوں کا بیان چل رہا تھا اور یہ کہ اللہ رب العزت نے کس قدر انعامات ہیں کہ اس نے اپنے بندوں ہی کے فوائد و منافع کے لیے ساری کائنات پیدا کی اور کائنات پر ان کو تصرف کرنے کی صلاحیت اور قدرت بھی عطا فرمائی جس کا ثمرہ اور نتیجہ یہی ہونا چاہیے تھا کہ انسان اپنے رب کا فرمانبردار ہوتا تو اس مقصد اور حقیقت کی توضیح کے لیے قانون جزاء و سزا بھی ذکر فرما دیا گیا تھا تو اب ان آیات میں بنی اسرائیل کا تذکرہ ہے کہ پروردگار عالم نے کیسے انعامات سے ان کو نوازا لیکن اس بدنصیب قوم نے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کی اور اس کی نازل کی ہوئی ہدایت و رحمت سے محرومی اختیار کی اور عملی بغاوت و سرکشی کو اپنی زندگی کا شعار بنا لیا۔ ارشاد فرمایا۔

اور بے شک دی ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور سلطنت و پیغمبری اور ان روحانی انعامات و اعزاز و کرامت کے ساتھ عطا کیں ان کو کھانے کے لیے پاکیزہ چیزیں اور فضیلت و برتری دی ان کو تمام جہان پر کہ کسی قوم اور خاندان میں اللہ نے اس وقت اس قدر فضیلتیں اور دین و دنیا کی عزتیں جمع نہیں فرمائی تھیں جتنی کہ بنی اسرائیل کو دیں کتاب تورات دی پھر حکومت و سلطنت یا قوت فیصلہ و حکمت سے نوازا کہ دین کی باتیں سمجھیں اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دیں اور جو قانون الٰہی دے دیا گیا اس کے مطابق وہ نظام حکومت قائم کریں اور پھر سب باتوں کے علاوہ انہیں کھلی نشانیاں اور دلائل یا احکام دین دیئے جس کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ متحد ہو کر اللہ کے احکام کی پیروی کرتے اور باہم کسی قسم کا اختلاف نہ کرتے مگر افسوس کہ انہوں نے باہم اختلاف نہیں کیا مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس علم آچکا تھا اور سمجھ چکے تھے کہ علم و ہدایت یہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تعلیمات سے جنہیں عطا کیا اور یہ

اختلاف صرف آپس میں ضد، عداوت کی وجہ سے تھا اور اصل کتاب ہدایت کو چھوڑ کر بے شمار فرقے بن گئے تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ نفسانیت اور ضد و عناد کی وجہ سے حق سے بغاوت، اور مخالفت حق و باطل کو ملتبس و مشتبہ نہیں کر سکتی۔

بے شک آپ کا رب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان قیامت کے دن ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ بنی اسرائیل کی یہ نامرضیاں الفعال سرکشی اور نفسانیت وضد کے باعث باہم فرقہ وارانہ کشمکش کا دور گذر جانے کے بعد پھر خدا نے آپ کو پیغمبر بنا دیا، دین کے ایک واضح راستہ پر لیں آپ اسی کی اتباع و پیروی کیجئے اور مت چلئے ان لوگوں کی خواہشوں پر جو نادان ہیں اگر کسی بات میں یہ جہلاء کسی مصلحت کے خیال سے آپ ان کی کسی بات کو، فرض محال، پیروی کرنے کا ارادہ کریں تو آپ کو اس بات۔ معاذ اللہ ہو نہ چاہیئے کہ وہ ہرگز خدا کے یہاں آپ کے ذرہ برابر بھی کام نہ آئیں گے۔ اور کسی بھی قسم کی گرفت پر اگر خدا کا کوئی قہر کسی کی طرف متوجہ ہو تو اس کو کوئی بھی دفع نہیں کر سکتا جو آپ جیسے کا کام قرآن سے اور باطل و جرم سے کسی قسم کی موافقت ممکن ہی نہیں، ہر ایک کا راستہ جدا ہے۔

اور بے شک ظالم لوگ ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں اور اللہ مددگار ہے تقویٰ والوں کا۔ اہل ایمان و تقویٰ والوں کو اپنے خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیئے اور ظالم کی خواہشات یا افکار کا قطعاً دخل نہ کرنا چاہیئے اور نہ ان کی روش اختیار کرنی چاہیئے ان کا راستہ ظلم و تجاوز کا راستہ ہے اور اہل ایمان کا راستہ فرمانبرداری و اطاعت کا راستہ ہے اور اس پر چلنے والوں کا خدا حامی اور مددگار ہے تو پھر کسی کی مخالفت یا دشمنی کی کیا پرواہ۔ یہ باتیں بصیرت و عبرت کی باتیں دنیا کے تمام انسانوں کے واسطے اور ہدایت کا سامان ہے اور رحمت ایسی قوم کے واسطے جو یقین رکھتی ہو قرآن بصیرت افروز باتوں اور حقائق پر مشتمل نصیحتوں سے لوگوں کو ہدایت پر عمل کرنا چاہیئے اور صراط مستقیم پر چل کر دین و دنیا کی رحمت و برکت کا مستحق بننا چاہیئے سو انسان کی عملی زندگی میں حق و باطل ہدایت و گمراہی اور عدل و ظلم کا راستہ قطعی مختلف ہے یہ کیا ممکن ہے کہ حق و ہدایت کی پیروی کرنے والا مومن اور باطل و گمراہی میں مبتلا ہونے والا انسان برابر ہو ایسا تصور ہرگز بھی نہ کرنا چاہیئے مگر اہل کفر ایسی واضح اور روشن حقیقت سمجھنے سے قاصر ہے بلکہ ان کے نفس

سے دین و دنیا کی دولتوں اور برکتوں کی طرف اشارہ ہے

اس کے ساتھ ان کلمات سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ قانون شریعت تین چیزوں کا مجموعہ ہے بصیرت ہدایت اور رحمت۔ ترتیب بھی ایسی ہی ہے۔ انسان کی پہلے آنکھیں کھلتی ہیں تو صحیح راستہ نظر آتا ہے اور منزل مقصود پہچان کر اس کی طرف چلنا شروع کر دیتا ہے تو ہدایت یعنی راستہ نظر آ گیا اور جو آیت منزل تک پہنچانے والے راستہ پر چل پڑا ہے اور رحمت حصول مقصد اور وصول منزل پر مرتب ہونے والے ثمرہ کا نام ہے۔

نے ان کو ایسی گمراہی میں ڈال کر شعور و احساس تک باقی نہ رہا تو کیا ایسے لوگوں نے جو برائیاں کما رہے ہیں یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم ان کو برابر کر دیں گے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیکی کے کام کیے اس طرح کہ ان کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے۔ اگر کسی قسم کا کوئی تصور ان کا ہے تو بہت بری بات ہے یہ فیصلہ جو کر رہے ہیں کون عقل والا یہ سوچ سکتا ہے کہ ایک بدکار انسان اور ایک مرد صالح اللہ کے نزدیک برابر ہوگا اور اس مجرم کے ساتھ وہی انعام اکرام کا معاملہ کیا جائے گا جو بدکار ظالم و مجرم کے ساتھ ہرگز نہیں آخرت میں تو کیا برابری ہو سکتی ہے، دنیا کی زندگی میں بھی یہ ممکن نہیں مومن کو دنیا میں بھی حیات طیبہ نصیب ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے عزت و کرامت سے نوازا جاتا ہے اور بدکار انسان دنیا میں بھی ذلیل ہوتا ہے اور آخرت میں بھی ناکام و محروم رہتا ہے۔ غرض نیکی اور بدی کا فرق دنیا میں بھی نظر آتا ہے اور آخرت میں بھی اسی طرح نظر آئے گا اس لیے کسی نافرمان مجرم کو مادی اور ظاہری عیش و عشرت کو دیکھ کر دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیے۔

ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے بنی اسرائیل پر نازل کردہ انعامات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی مجرمانہ نافرمانیاں اور بغاوت کا بیان اہل کتاب کو تنبیہ کے لیے فرمایا اور اس لیے بھی کہ اہل کتاب کو ان باتوں سے عبرت حاصل ہو۔

ابن کثیرؒ و علامہ آلوسیؒ نے بعض مفسرین سے بحوالہ کلبی یہ روایت نقل کی ہے کہ کفار قریش میں سے عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ نے حضرت علی بن ابی طالب اور حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے بعض صحابہؓ سے ایک روز یہ کہا کہ خدا کی قسم تمہارا دین کوئی چیز نہیں اور ہم تم سے افضل ہیں ہمارا حال تم سے بدرجہا بہتر ہے اگر وہ بات یعنی آخرت درست ہے تو وہاں بھی ہم تم سے افضل اور بہتر ہوں گے جیسا کہ ہم دنیا میں تم سے افضل ہیں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ جس میں یہ قانون خداوندی بیان کر دیا گیا کہ مجرم و فرمانبردار برابر نہیں ہو سکتے۔

اس کے ساتھ یہ بھی فرض ہے کہ ہر مومن کو اپنی زندگی کے ہر ہر عمل پر یہ تصور رکھنا چاہیے قلب و دماغ کی گہرائیوں میں بٹھائے ہوئے اپنی کوتاہیوں اور غفلت سے ڈرتے رہنا چاہیے اور اعمال صالحہ کے لیے زیادہ سے زیادہ جدوجہد کرتا رہے۔

ابن ابی شیبہؒ کی روایت میں ہے کہ حضرت تمیم داریؓ ایک دفعہ تہجد کی نماز میں جب اس آیت پر پہنچے تو رک گئے اور مسکرا دیے پھر اس آیت کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی حضرت فضیل بن عیاضؒ خود اپنے نفس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کرتے کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ ان دو فریقوں میں سے میں کس فریق میں شامل ہوں۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ وَبَشَاشَتَهٗ آمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْن۔

انسانی زندگی شریعت اور شارع کی محتاج ہے

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ میں اس بات کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ

أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٣﴾ وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا

کیا تم سوچ نہیں کرتے ؟ اور کہتے ہیں ، اور نہیں ، یہی ہے ہمارا جینا دنیا کا ،

نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُم

ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور مرتے ہیں ہم سو زمانے سے ۔ اور ان کو کچھ

بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٢٤﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ

خبر نہیں اس کی ۔ نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں ۔ اور جب سنائیے

عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا

ان کو ہماری آیتیں کھلی ، اور جھگڑا نہیں ان کو ، مگر یہی کہتے ہیں

ائْتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ

لے آؤ ہمارے باپ دادوں کو اگر تم سچے ہو ۔ تو کہہ ، اللہ جلاتا ہے تم کو

ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ

پھر مارے گا تم کو ، پھر اکٹھا کرے گا تم کو قیامت کے دن تک اس میں کچھ شک

فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ

نہیں ، پر بہت لوگ نہیں سمجھتے ۔ اور اللہ کا راج ہے

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ

آسمانوں میں اور زمین میں ۔ اور جس دن اٹھے گی قیامت ، اس دن

يَخْسَرُ الْمُبْطِلُونَ ﴿٢٧﴾ وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ

خراب ہوں گے جھوٹے ۔ اور تو دیکھے ہر فرقہ کو زانو پر بیٹھے ہیں ۔ ہر

أُمَّةٍ تُدْعَىٰ إِلَىٰ كِتَابِهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ

فرقہ بلایا جاتا ہے اپنے دفتر کو ۔ آج بدلہ پاؤ گے جیسا تم کرتے

تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۚ اِنَّا

تھے ۔ یہ ہمارا دفتر ہے بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک ۔ ہم

كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

لکھواتے جاتے تھے جو کچھ تم کرتے تھے ۔ سو جو یقین لائے ہیں

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۚ ذٰلِكَ

اور کیے بھلے کام سو ان کو داخل کرے گا ان کا رب اپنی مہر میں ۔ یہ

هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ

جو ہے یہی ہے صریح مراد ملنی ۔ اور جو منکر ہوئے کیا تم کو سنائی

اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

نہ جاتی تھیں باتیں میری؟ پھر تم نے غرور کیا اور ہو رہے تم لوگ گنہگار ۔

وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ

اور جب کہئے کہ وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے اور اس گھڑی میں دھوکا نہیں ۔

فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا

تم کہتے ہو ہم نہیں سمجھتے کیا ہے وہ گھڑی ، ہم کو آتا ہے تو ایک

ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ

خیال سا اور ہم کو یقین نہیں ہوتا ۔ اور کھل گئیں ان پر برائیاں

مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾

ان کاموں کی جو کیے تھے اور الٹ پڑی ان پر جس چیز سے ٹھٹھا کرتے تھے ۔

وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ

اور حکم ہوا کہ آج ہم تم کو بھلا دیں گے جیسے تم نے بھلا دیا تھا اپنے اس دن کا ملنا

هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝٣٤

اور گھر تمہارا دوزخ ہے، اور کوئی نہیں تمہارا مددگار۔

ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ

یہ تم پر اس واسطے کہ تم نے پکڑا اللہ کی باتوں کو ٹھٹھا اور بہکے

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ

دنیا کے جینے پر۔ سو آج نہ ان کو نکالنا ہے وہاں سے اور نہ اُن

يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝٣٥ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ

سے چاہیں توبہ۔ سو اللہ کو ہے سب خوبی جو رب ہے آسمانوں کا اور رب

الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٣٦ وَلَهُ الْكِبْرِيَاۗءُ فِي السَّمٰوٰتِ

ہے زمین کا، رب سارے جہان کا۔ اور اُسی کو بڑائی ہے آسمانوں میں

وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٣٧ۧ

اور زمین میں۔ اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔

دلائل قدرت خداوندی وتردید کفار و دہریین مع بیان انجام ہدایت وضلالت

قال اللہ تعالیٰ۔ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ... الیٰ ... وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

ربط۔ ماقبل آیات میں بنی اسرائیل پر ان خاص انعامات کا بیان تھا جن سے ان کو نوازا گیا تھا ان انعامات میں دینی و دنیا کی نعمتیں عزت و راحت اور علم و حکمت کے فضائل و کمالات شامل تھے ساتھ ہی ان کی ناقدری اور بغاوت کا ذکر تھا اور یہ کہ قانون خداوندی یہ طے ہوچکا کہ نیک اور بد برابر نہیں ہو سکتے نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں تو اب ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت کی نشانیاں بیان فرمائیں، دہریوں کا رد فرمایا اور یہ کہ الوہیت و مالکیت اور حاکمیت سب اللہ ہی کے واسطے ہے اور قرآن حکیم وہ کتاب ہدایت ہے

ہی سب کچھ انقلابات و تبدیلیاں لاتا ہے یہی مؤثر و کارساز ہے اور زمانہ کے انقلابات و تغیرات کی پشت پر کوئی بھی قدرت و طاقت کارفرما نہیں ہے۔ ان کا عقیدہ اور حال یہ ہے کہ ان کو کچھ بھی خبر نہیں یہ تو محض اٹکل و تخمین ہی ہے جو یہ گمان کر رہے ہیں کہ اگر اس قسم کے بدنصیب لوگوں نے اپنی عقل و دانائی اور فکر و تدبر کی صلاحیتوں کو بالائے طاق رکھ دیا تھا تو کم از کم یہی کرتے کہ اللہ کی آیتوں ہی کو سن کر کچھ حق و ہدایت کی طرف رخ کر لیتے مگر افسوس ایسا نہ ہوا بلکہ اسی شقاوت و بغاوت پر قائم رہے اور جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو ان کی حجت اور دلیل اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ وہ کہنے لگتے ہیں لے آؤ ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر کے اگر تم سچے ہو اس دعویٰ میں کہ قیامت آئے گی اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا۔ اے ہمارے پیغمبر آپ ان سے کہہ دیجئے اللہ ہی تم کو زندگی دیتا ہے وہی پھر تم کو مارتا ہے اور وہی پھر تم سب کو جمع کرے گا قیامت کے دن تک جس میں کوئی شبہ نہیں اور ظاہر ہے ایسی دلیل اور شبہ سے پاک حقیقت ہر ایک کو تسلیم کرنی چاہئے اور اس پر ایمان لانا چاہئے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے ہیں کہ جس پروردگار نے ایک مرتبہ زندگی عطا کی ہے اس کو مارنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا کر دینا کیا مشکل ہے اور ہر ایک کو ایک جگہ اکٹھا کر دینا اس کی قدرت کے آگے کوئی دشوار

(بقیہ حاشیہ) کا خیال ہے کہ دھر مصدر ہے دھر یدھر کے بیے جس کے معنی غلبہ کے ہیں۔

یہ فرقہ قدرت خداوندی کا انکار کرتے ہوئے کہا کرتا تھا کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے زمانہ ہی کرتا ہے۔ نہ کوئی موت و حیات کا مالک ہے نہ ملک الموت ہے اور نہ کوئی حکم خداوندی ہے بس انسان دنیا میں ایسے ہی آجاتے ہیں اور یوں ہی مر جاتے ہیں۔ ان کی موت و حیات کسی کے حکم و ارادہ کے تابع نہیں یہ فرقہ حوادث و آفات اور عزت و ذلت نفع نقصان کو بھی دھر کی طرف منسوب کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ ایسے منکرین اور دہریوں یا ان کے اثرات سے متاثر ہو کر لوگوں کے اشعار و قصائد زمانہ کے ظلم و ستم کی شکایات سے بھرے ہوتے ہیں۔

فلاسفہ کے نزدیک زمانہ حرکت فلکیہ کا نام ہے تو اس طرح کے لوگ فلک کو برا بھلا کہہ کر اپنا دل ٹھنڈا کرتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی مخالفت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا لا تسبوا الدهر فان الله هو الدهر کہ زمانہ کو گالیاں نہ دیا کرو اللہ ہی کی قدرت و ارادہ زمانہ اور زمانہ کے تغیرات ہیں ایک حدیث میں آپ نے اس کی مخالفت فرمائی کہ کوئی شخص یہ کہے "افسوس زمانہ کی بدنصیبی و ناکامی یا محرومی"۔ اور ایک حدیث قدسی کا مضمون ہے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ابن آدم مجھے تکلیف پہنچاتا ہے زمانہ کو برا کہتا ہے حالانکہ زمانہ تو میں ہی ہوں میرے ہی قبضہ میں رات دن ہے جس طرح چاہوں زمانہ کو الٹتا پلٹتا رہتا ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(روح المعانی جلد ۲۵، تفسیر ابن کثیر جلد ۴)

چیز نہیں۔ عالم میں بکھرے ذرات، فنا شدہ ہوائیں اور سمندر کی موجوں کو جو پروردگار ایک جگہ جمع کرنے پر قادر ہے وہی قادر مطلق ہر انسان کو دوبارہ زندہ کرکے میدان حشر میں جمع کرے گا اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی جس طرح چاہے وہ آسمانوں اور زمین میں اپنا حکم جاری کرے اور دنیا کی کوئی طاقت اس کے حکم کو نہیں پھیر سکتی جس طرح کہ ساری کائنات ہوا کا رخ اور اس کا چلنا نہیں تبدیل کر سکتی چاند سورج کی رفتار نہیں روک سکتی بالکل اسی طرح اللہ کا ارادہ اور فیصلہ اٹل ہے اس کے حکم و ارادہ کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن خسارہ میں پڑے ہوں گے جھوٹے اور باطل پرست لوگ ذلت عاجزی کا یہ مقام ہوگا۔ اور تو دیکھے گا ہر قوم کو کہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے اور ذلت و خواری کی وجہ سے ایک قدم بھی حرکت کرنے کی قدرت نہ ہوگی۔ ہیبت و رعب طاری ہوگا۔ ایسی حالت میں ہر امت کو بلایا جائے گا اس کے نامہ اعمال کی طرف کہ لے کر مجرم آجاؤ اور اپنے نامہ اعمال کے مطابق بدلے وصول کرو، آج تمہیں بدلہ دیا جا رہا ہے ان اعمال کا جو تم کرتے تھے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا جائے گا کہ یہ ہے ہمارا دفتر جو تمہارے سامنے بول رہا ہے ٹھیک ٹھیک جس میں ذرہ برابر بھی کمی بیشی نہیں ہم تو لکھوا لیتے تھے وہ کام جو تم کرتے تھے۔ تو اب ان کا یہی انجام ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے تو ان کو ان کا رب داخل کرے گا اپنی رحمت میں، جہاں ہر قسم کی نعمتیں اور رب العالمین کی بہاریں ہوں گی۔ یہی ہے روشن کامیابی لیکن جن لوگوں نے کفر کیا وہ رحمت سے ناکام و ذلیل ہوں گے اور ایسے مجرموں ناکاموں اور ذلیل انسانوں کو خطاب کیا جا رہا ہوگا کہ اے لوگو! کیا ایسا نہیں تھا کہ میری آیتیں تم کو سنائی جاتی تھیں مگر تم نے غرور و سرکشی کی اور تم نافرمان و مجرم قوم رہے اور ایسے نافرمان اور مغرور و متکبر مجرموں کا حال تو یہ ہے کہ جب کہا جاتا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور جس طرح اس نے قیامت کا وعدہ فرمایا تو وہ ضرور بالضرور ہو کر رہے گی اور قیامت وہ حقیقت ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں تو یہ لوگ ہم کہتے

ے یعنی ہیبت و عظمت خداوندی سے مرعوب ہو کر گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے ہوں گے۔

حافظ ابن کثیرؒ حسنؒ کی تفسیر میں ایک روایت یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ تم لوگوں کے سامنے جب جہنم روشن کی جائے گی، ظاہر کی جائے گی، اس کے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے اور آگ کے شعلوں کی آواز مہیب کے طوفانی تھپیڑوں کی طرح اٹھتے ہوں گے جب نظر آئے گی تو کوئی بھی ایسا باقی نہ رہے گا کہ وہ گھٹنوں کے بل نہ بیٹھ جائے حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی یہی کہتے ہوں گے نفسی نفسی اے پروردگار میں آج تجھ سے کچھ نہیں مانگتا۔ نفسی نفسی حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی یہی کہتے ہوں گے مجاہدؒ کعب احبارؓ اور حسن بصریؒ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴)

حاصل یہ ہے کہ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ کی تفسیر میں حق تعالیٰ شانہ کی حاکمیت و عظمت بیان کی گئی اور لفظ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ذات خداوندی کی اس غلبہ و قدرت کی صفت کو بیان کر رہا ہے کہ اس کے ارادہ کو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا اور لفظ حکیم یہ ظاہر کر رہا ہے کہ مجرموں کو جرائم کی سزا فوراً ہی نہ دینا اور ان میں تاخیر و مہلت یہ سب کچھ اس کی حکمت پر موقوف ہے۔

الحمد للہ سورۂ جاثیہ بتاریخ ... پوری ہوئی حق تعالیٰ باقی تفسیر کی تکمیل اپنی تائید و توفیق سے فرمادیں۔

آمین یا رب العالمین۔

الحمد للہ پچیسواں سپارہ مکمل ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الاحقاف

سورۃ احقاف مکیہ ہے جس کی پینتیس آیات اور چار رکوع ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ابن زبیرؓ سے روایت ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور اسی روایت کے پیش نظر اکثر مفسرین نے اسکو مکیہ قرار دیا ہے اور چند آیات کے بارہ میں بغیر کسی استثناء کے ان کی بھی رائے ہے۔

بعض مفسرین آیۃ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کو مستثنیٰ کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی طبرانی عوف بن مالکؓ سے یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت قُلْ أَرَأَيْتُمْ مدینہ منورہ میں عبداللہ بن سلامؓ کے اسلام لانے کے قصہ میں نازل ہوئی ہے امام بخاری مسلم نسائی ابن جریر اسناد سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ بیان کیا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی ایسے شخص کے بارہ میں جو زمین پر چلتا ہو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ یہ شخص اہل جنت میں سے ہے سوائے عبداللہ بن سلامؓ کے اور انہی کے متعلق قرآن کریم کے یہ الفاظ ہیں وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ اور عبداللہ بن سلامؓ کے اسلام لانے کا ذکر مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔

بعض مفسرین نے مکی آیات میں سے اس آیت کو بھی مستثنیٰ کیا ہے وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا مروان نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے یہ کہا کہ یہ آیت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کے بارہ میں نازل ہوئی جب کہ وہ اسلام لانے سے اعراض کر رہے تھے اور انکے والدین انکو اسلام کی دعوت دے رہے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسکی بڑی سختی کے ساتھ تردید کی اور فرمایا کہ یہ آیت تو ابو مروان کے متعلق نازل ہوئی تھی جبکہ مروان اسی کی پشت میں تھا اس سورت کے زیادہ تر مضامین دلائل قدرت، قرآن کریم کی حقانیت اور اثبات حشر و نشر پر مشتمل ہیں۔

سورۃ احقاف کا نام اس مناسبت سے ہے کہ اس سورت میں قوم عاد کا ذکر ہے جن کی سرکشی اور نافرمانی کے باعث عذاب خداوندی نے انکو ہلاک و تباہ کیا تو انکی بستیاں سرزمین یمن کے علاقہ احقاف میں تھیں جیسے کہ ارشاد ہے وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ اس سورت کی ابتداء قرآن کریم کی عظمت و حقانیت کے بیان سے ہے پھر شرک و بت پرستی کا رد ہے اور منکرین کے شبہات کا رد اور دلائل کے ساتھ حقانیت قرآن کو ثابت کیا گیا پھر انسانی زندگی کے دونوں رخ ہدایت و گمراہی کے بیان کئے گئے اخیر میں حضرت ہود علیہ السلام اور انکی قوم عاد کا قصہ ہے اور انکی ہلاکت کا بیان

ہے اس طرح اس سورت کے مضامین گزشتہ سورت کے مضامین کے ساتھ مربوط ہیں۔

❁ ❁ ❁

آیاتہا ۳۵ ﴿۴۶﴾ سُورَةُ الْأَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ ﴿۶۶﴾ رکوعاتہا ۴

سورۂ احقاف مکی ہے اس کی پینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾

اُتارا کتاب کا ہے اللہ سے جو زبردست ہے حکمت والا

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ

ہم نے جو بنائے آسمان و زمین اور جو ان کے بیچ ہے سو ٹھیک کام پر اور

اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾

ایک ٹھہرے وعدہ پر اور جو منکر ہیں ڈر سنایا نہیں دھیان کرتے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا

تو کہہ بھلا دیکھو تو جن کو پکارتے ہو اللہ کے سوا دکھاؤ تو مجھ کو انہوں نے

خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ

کیا بنایا زمین میں یا ان کا کچھ ساجھا ہے آسمانوں میں لاؤ

بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ

میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا چلا آتا کوئی علم اگر ہو تم

صٰدِقِيْنَ ﴿۴﴾ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

سچے اور اس سے بہکا کون جو پکارے اللہ کے سوا

مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ

ایسے کو کہ نہ پہنچے اس کی پکار کو دن قیامت تک اور ان کو خبر نہیں

دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝۵ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً

ان کے پکارنے کی اور جب لوگ جمع ہوں گے وہ ہوں گے ان کے دشمن

وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝۶ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا

اور ہوں گے ان کے پوجنے سے منکر اور جب سنائیے ان کو ہماری باتیں

بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ

کھلی کہتے ہیں منکر سچی بات کو جب ان تک پہنچی یہ جادو

مُّبِيْنٌ ۝۷ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا

ہے صریح کیا کہتے ہیں وہ یہ بنا لایا - تو کہہ اگر میں یہ بنا لایا ہوں تو تم

تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ

میرا بھلا نہیں کر سکتے اللہ کے سامنے کچھ اس کو خوب خبر ہے جن باتوں میں

فِيْهِ ۭ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ

لگے ہو وہ بس ہے حق بتانے والا میرے تمہارے بیچ اور وہی ہے گناہ بخشتا

الرَّحِيْمُ ۝۸ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ

مہربان تو کہہ میں کچھ نیا رسول نہیں آیا اور مجھ کو معلوم

مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَ

نہیں کیا ہونا ہے مجھ سے اور نہ تم سے میں اسی پر چلتا ہوں جو حکم آتا ہے مجھ کو اور

مَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۹ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ

میرا کام یہی ہے ڈر سنا دینا کھول کر تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر یہ ہو

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ

اللہ کے ہاں سے اور تم نے اسکو نہیں مانا اور گواہی دے چکا ایک گواہ

بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ

بنی اسرائیل کا ایک ایسی کتاب کی پھر وہ یقین لایا اور تم نے غرور کیا بے شک

اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اللہ راہ نہیں دیتا گنہگاروں کو

دلائل قدرت خداوندی و گمراہی منکرین قیامت و اثبات

رسالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

قال اللہ تعالیٰ حٰمٓ تنزیل الکتٰب من اللہ العزیز الحکیم... الیٰ... لا یھدی القوم الظٰلمین

ربط: گزشتہ سورت کی آخری آیات میں قرآن کریم کی حقانیت کا بیان تھا اور یہ کہ قیامت ایک حقیقت ہے جس پر ایمان و یقین انسانی سعادت اور فوز و فلاح ہے اور دین کے احکام و آیات کا تمسخر و مذاق جس طرح کہ منکرین و مکذبین کا شیوہ ہے بدنصیبی و بدبختی ہے حق تعالیٰ کی شان کبریائی کے مقابلہ میں کسی کو بھی جرأت نہیں ہو سکتی کہ سر اٹھا سکے ارشاد فرمایا جا رہا ہے حٰمٓ خداوند عالم ہی اسکی مراد خوب جانتا ہے قسم ہے اس کتاب ہدایت کی اتارنا ہے اس کتاب عظیم کا اللہ ہی کی طرف سے جو زبردست حکمت والا ہے اسکی شان حکیمی کے باعث اس کتاب الٰہی کی ہر بات حکمت سے لبریز ہے اور اسکی قوت و غلبہ کی وجہ سے اسکے کسی حکم یا فرمان کو ٹھکرایا نہیں جا سکتا - اسی ہدایت اور احکام کی تمام مخلوق کو دعوت دی گئی اور اسی کے واسطے عالم پیدا کیا گیا چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ ہم نے نہیں بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ انکے درمیان ہے مگر ٹھیک ٹھیک اور حق کے ساتھ کہ ہر پیدا کی ہوئی چیز حکمت کے ساتھ ہے اور اس کا حق ہونا اور حق تعالیٰ کی حقانیت کا دلیل ہونا برحق ہے اور ایک مقررہ وقت کے ساتھ لہٰذا عالم کی ہر چیز اسی وقت تک ہے جسکے واسطے اللہ نے اسکو بنایا حتیٰ کہ خود عالم بھی اسی وقت تک قائم رہے گا جب تک کے واسطے اللہ نے اسکو بنایا ہے اور جو لوگ منکر ہیں وہ ان چیزوں سے بے رخی کرتے ہیں جن سے انکو ڈرایا گیا نہ تنبیہ و تبصرہ کا خیال ہے نہ غور و فکر

واقعات کی طرف کوئی توجہ اور نہ آخرت کی تیاری جو بھی وعید و نصیحت کی باتیں سنتے ہیں بے توجہی سے
ان کو ٹال دیتے ہیں کہہ دو اے ہمارے پیغمبر بھلا دیکھو تو کہ تم جن کو پکارتے ہو اللہ کو چھوڑ کر تم مجھے دکھاؤ
کہ انہوں نے کیا چیز پیدا کی ہے زمین سے یا انکے واسطے کچھ شرکت ہے آسمانوں اور آسمانوں کی کسی چیز
میں خداوند عالم نے تو سارا عالم بنایا زمین و آسمان پیدا کئے بتاؤ ان معبودوں نے جن کو خدا کی الوہیت و عبادت میں
تم شریک کرتے ہو انہوں نے کیا پیدا کیا ہے کیا زمین کا کوئی ٹکڑا بنایا یا آسمان و آسمان کی کوئی چیز پیدا کی میرے پاس
لے کر آؤ کوئی نوشتہ یا لکھی ہوئی کتاب یا کوئی ثبوت اور نقل علم سے اگر تم سچے ہو ظاہر ہے کہ اس وقت یہ دنیا میں
کسی کی ہمت نہیں کہ جواب دے سکے اور ثبوت پیش کر سکے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ اس شخص سے زیادہ اور کون گمراہ ہو گا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارتا ہے
جو اسکو قیامت تک جواب نہیں دے سکتا اور جواب تو کیا وہ معبود تو اپنے عابدوں کی پکار سے
ہی بے خبر ہیں بت پرستوں کے معبود بت ہوں یا مادہ پرستوں کے خیالی معبود کوئی بھی ان میں سے
ایسا نہیں کہ خود اس میں ادراک اور شعور ہو تو جب ان معبودان باطلہ میں خود ہی ادراک و شعور
نہیں تو اپنے عابدوں کی پکار کہاں سے سنیں گے اور انکی بات کیا پوری کریں گے فرشتوں اور انبیاء
کو خدا اور معبود بنانے والے بھی خود انکی آواز نہ فرشتوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ انبیاء کو فرشتے اور انبیا
وہی سن سکیں گے جو خدا انہیں سنائے گا اور وہی کر سکیں گے جسکی اجازت خدا دے گا اور جب
یہ لوگ مشرکین و کفار جمع کئے جائیں گے میدان حشر میں تو وہ انکے معبودان کے دشمن ہوں گے اور
انکی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے بلکہ سخت بیزاری اور نفرت کا اظہار کریں گے اور
ان کی بیزاری و نفرت اپنے عابدوں سے دشمنی کی صورت میں محسوس ہوتی ہوگی اور جب سنائی
جاتی ہیں انکو ہماری واضح آیتیں اور کھلے احکام تو یہ منکر اس حق کو جو انکے سامنے آ چکا کہتے ہیں کہ یہ
تو صریح جادو ہے بجائے اسکے کہ آیات قرآنیہ کی طرف توجہ اور ان سے عبرت و نصیحت حاصل کریں
یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے اور اس میں انکی یہ غرض بھی ہوتی ہے کہ آیات کو سن کر قلبی
میلان جو ہوتا ہے تو اس سے لوگوں کے ذہنوں کو برگشتہ کرنے کے لیے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ یہ جادو ہے
اور دلوں کا میلان بھی جادو کا اثر ہے بلکہ یہ لوگ کبھی کبھی یہ کہتے ہیں یہ تو خود ہی انہوں نے بنایا
ہے نہ خدا کی وحی ہے اور نہ یہ خدا کے رسول ہیں خدا پر بہتان لگایا ہے کہ یہ اس کی کتاب ہے تو
کہہ دو اے ہمارے پیغمبر اگر میں اس خدا پر کسی بات کا افتراء کروں اور کوئی کلام خود بنا کر تمہیں سناؤں
اور یہ کہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے تو ظاہر ہے کہ یہ بات خدا کے قہر اور غضب کو دعوت دینا ہوگی
اور میں یہ کیسے جسارت کر سکتا ہوں کہ انسانوں پر تو کبھی جھوٹ نہ لگاؤں اور خداوند عالم پر جھوٹ
بہتان لگاؤں یقیناً ایسا اگر کیا تو خدا کا غضب نازل ہوگا تو پھر تم میرے واسطے کسی بات کی بھی قدرت
نہ رکھ سکو گے اللہ کے سامنے وہ خوب جانتا ہے ان باتوں کو ـــــ جن میں تم لگے ہوتے ہو لہذا

اس قسم کی بے ہودہ باتوں اور جھوٹے خیالات کے انجام سے غافل نہ ہو وہی پروردگار کافی ہے میرے اور تمہارے
درمیان گواہ ہونے کے لحاظ سے یقیناً وہ میرے اور تمہارے درمیان ایسا فیصلہ کر دے گا کہ تم خود اس کلام
ربانی کی حقانیت اور میری نبوت و رسالت کا یقین کر لو گے اور وہی مغفرت کرنے والا مہربان ہے اگر تم
اب بھی باز آجاؤ تو اسکی مغفرت و مہربانیاں تمہیں نوازنے کیلئے کافی ہیں کہہ دو اے محمد صلعم میں
نہیں ہوں کوئی نرالا رسول رسولوں میں سے بلکہ اللہ کے رسول جس طرح دنیا میں خدا کی ہدایات لیکر آئے
ہیں میں بھی اسی طرح خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ مجھ پر وحی اور کلام الٰہی نازل ہوتا ہے جس طرح اللہ کے پیغمبروں
نے خدا کی توحید و الوہیت کی طرف دعوت دی میں بھی تم کو خدا کی توحید کی دعوت دیتا ہوں شرک
و کفر اور بت پرستی چھوڑ دینے کیلئے کہتا ہوں پھر آخر کن باتوں سے تم کیوں بدکتے ہو اور میری نبوت
و رسالت کے ماننے اور قرآن کریم پر ایمان لانے میں کیا تامل ہے میں اللہ کا رسول ہوں مجھے ذرہ
صرف اللہ کا پیغام اور اسکے احکام پہنچا دینے ہیں اسکا ذمہ دار نہیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا میں نہیں
جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا یہ کہ کیا ہونا ہے یا ہوگا یہ بھی
اللہ کے علم میں ہے اور یہ بھی اللہ کے علم میں ہے کہ تمہاری اس نافرمانی اور بغاوت کا انجام کیا ہوگا
ان سب باتوں سے بے پرواہ ہو کر میں تو صرف اس بات کی پیروی کرتا ہوں جو کہ میری طرف وحی کی
جاتی ہے اور میں تو صرف کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں عذاب قیامت اور آخرت کے انجام سے
اللہ کا معاملہ جو کچھ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ دنیا میں ہوگا وہ تو تمہارے سامنے آہی جائے گا
اور جو آخرت میں ہوگا اسکو بھی تم دیکھ لوگے۔ اے محمد صلعم کہہ دو بھلا یہ تو بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کے یہاں
سے ہو اور تم اس کا انکار کرو اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہی دینے والا گواہی دے اسی کی مثل
کی بات پر جیسے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ اور یہ کہے کہ ایسی ہی وحی اللہ کی موسیٰ و عیسیٰ پر نازل
ہوئی تھی اور انکو کتاب تورات و انجیل دی گئی جن میں اسی قرآن اور صاحب قرآن پیغمبر کی
خبر دی گئی تھی نشانیاں اور علامات بتائی گئی اور خود یہ قرآن انکی تصدیق بھی کر رہا ہے پھر وہ قرآن پر ایمان
لائے اور تم غرور و تکبر ہی کرتے رہو قرآن اور صاحب قرآن پر ایمان لانے اور انکے ماننے اطاعت
و فرمانبرداری کا سر جھکانے سے تو بھلا بتاؤ تو تمہارا کیا انجام ہوگا یہ تو صریح ظلم اور نا انصافی ہے اور
اللہ تعالیٰ راہ نہیں دکھاتا ہے ظالم لوگوں کو بلکہ وہ اپنی بد اعمالیوں کے باعث توفیق ہدایت سے
محروم رہتے ہیں جس کا نتیجہ یہی ہے کہ وہ گمراہ بنے رہیں اور عذاب آخرت سے بچ کر دنیا کی ذلت
سے نجات نہ پا سکیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رسالت

آیت مبارکہ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ان منکرین کو خطاب ہے جو آنحضرت صلی

ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آخرت میں آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا یہ جان لیا۔

حافظ ابن کثیرؒ نے ضحاکؒ سے اسکی تفسیر میں بیان کیا کہ "مجھے معلوم نہیں ہے کہ اس کے بعد مجھے کیا حکم دیا جائے گا اور کس چیز سے مجھ کو منع کیا جائے گا"۔

حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ یہ نفی علم معاذ اللہ آخرت کے انجام کے لحاظ سے نہیں کیونکہ آخرت کی عظمت و سیادت تو آپ کو بتا دی گئی اور آپ نے اسکو جان لیا اب یہ نفی علم دنیا کے لحاظ سے ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دنیا میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا میں اپنے وطن سے نکالا جاؤں گا جیسے کہ دوسرے انبیاء نکالے گئے یا قتل کر دیا جاؤں گا جیسا کہ دوسرے انبیاء کو بھی قتل کیا گیا اور اسی طرح میں یہ بھی نہیں جانتا کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا کہ تم کو زمین میں دھنسا یا جائے گا جیسا کہ پہلی امتوں کو دھنسا یا گیا یا مسخ کیا جائے گا جیسا کہ بعضوں کو کیا گیا یا پتھروں کی بارش کر کے ہلاک کر دیا جائے گا جیسا کہ بعض قوموں کو ہلاک کیا گیا اسی طرح یہ بھی نہیں جانتا کہ اے لوگو تم ایمان لاؤ گے یا کفر ہی پر تمام جمے رہو گے عذاب خداوندی سے تباہ کر دیئے جاؤ گے۔

یہاں اس حدیث کا مضمون جو خارجہ بن زیدؓ ام العلاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سند سے بیان کرتے ہیں یہ ام العلاءؓ ان صحابیات میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اور مہاجرین کی نصرت کا عہد کیا تھا تو جب انصار نے حضرات مہاجرین کو قرعہ اندازی کے ذریعہ اپنی اپنی رہائش میں شریک کیا تو حضرت عثمان بن مظعونؓ کا قرعہ ان کے نام پر نکلا عثمان بن مظعونؓ بیمار ہوئے اور وفات پا گئے تو جب انکو غسل دینے کے بعد کفنا دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ام علاءؓ بیان کرتی ہیں میری زبان سے یہ کلمات نکلے اے ابو السائب (یہ کنیت تھی عثمان بن مظعونؓ کی) خدا کی رحمتیں تم پر ہوں میری گواہی ہے تمہارے متعلق کہ خدا نے تمہارا بڑا اکرام کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور تمہیں کیا معلوم کہ خدا نے انکے ساتھ کیسا معاملہ اکرام کا کیا ایک روایت میں ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ اگر ان کا اکرام نہ ہوا تو پھر اللہ کے یہاں کس کا اکرام ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ام علاءؓ بس ان پر انکے رب کی طرف سے یقین واقع ہو گیا یعنی موت آ چکی اور مجھے انکے بارہ میں خیر کی امید ہے اور والله میں اللہ کا رسول ہوں لیکن نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔

تو یہ ان بشارات کے منافی نہیں ہے جو آپ کے بارہ میں رفع درجات اور اس مقام محمود پر اٹھائے جانے کے متعلق ہے جس پر اولین و آخرین رشک کرتے ہوں گے مقصود آپ کا یہ تھا کہ احوال آخرت کی انواع تو بے شمار ہیں نفس نجات و جنت متعین ہونے کے باوجود وہاں کا کیا حال ہوگا کس قسم کا معاملہ ہوگا یہ کوئی نہیں جانتا۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ اس پر بطور فائدہ یہ فرماتے ہیں کہ جب اپنے اور تمہارے

احوالِ آئندہ کے علم کا باوجود شدتِ تلبس ان امور کے میں مدعی نہیں ہوں تو اور مغیباتِ بعیدہ کی نسبت تو میں کیا دعویٰ کرتا ہوں اس باب میں بھی کسی امر عجیب کا مدعی نہیں ہوں، یہ وہ چیز ہے جو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ البتہ جن احوال و امور کا وحی سے علم ہو گیا ہے خواہ وہ اپنے متعلق ہوں یا غیر کے اور خواہ دنیاوی احوال ہوں یا اخروی ان کا علم بے شک کامل ہے اور اس کا اشارہ آئندہ کے الفاظ کر رہے ہیں اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ (الآیۃ) کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ مجاہدؒ ضحاکؒ اور قتادہؒ سے منقول ہے کہ یہ شاہد بنی اسرائیل اور علماء تورات میں سے عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر پہلی نظر پڑتے ہی آپ کی نبوت کو پہچان لیا اور اعتراف کیا کہ آپ اللہ کے وہی سچے رسول ہیں جن کی کتب سابقہ میں بشارت موجود ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عرب کے مشرکین بنی اسرائیل کے علم و فضل سے مرعوب تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اعلانِ نبوت فرمایا اور آپ کی تعلیمات سے بہت سے لوگ متاثر ہو کر اسلام قبول کرنے لگے اور عرب میں اس بات کا کافی چرچا ہونے لگا تو مشرکین نے چاہا کہ اہلِ کتاب کا عندیہ لیں کہ وہ کیا کہتے ہیں اور اس سلسلے میں ان کی کیا رائے ہے مقصد یہ تھا کہ وہ آپ کی تکذیب کر دیں گے تو ایک بات ہاتھ آجائے گی اور اس کو سند بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کریں گے کہ دیکھو اہلِ علم اور اہلِ کتاب بھی ان باتوں کو غلط کہتے ہیں مگر مشرکین اپنی اس غرض میں ناکام ہو گئے حق تعالیٰ شانہٗ نے انہی بنی اسرائیل کی زبانوں سے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کرائی نہ صرف اسی حد تک بلکہ انہوں نے اقرار کیا کہ اس عظیم الشان رسول کی بشارت خود انکی علامت و نشانیاں تو ہماری کتابوں میں موجود ہیں اور یہ کتاب (قرآن کریم) بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ اس کا ذکر کتب سابقہ میں فرمایا گیا چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور کعب احبارؓ جیسے حق پرست علماء یہود اسلام لے آئے اور جو لوگ ان میں متعصب و معاند اور جاہ پرست تھے انہوں نے جان بوجھ کر بھی عناد اور انکار کی روش اختیار کی تو اس آیت مبارکہ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ (الآیۃ) میں اسی چیز کو بیان فرمایا جا رہا ہے۔

ابو یعلیٰ طبرانی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ عوف بن مالک الاشجعیؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل کر باہر جانے لگے اور میں آپ کے ساتھ تھا یہاں تک کہ

ۃ تفسیر ابن کثیر جلد ۴، روح المعانی، قرطبی، فوائد عثمانی، بیان القرآن

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا

اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ کی ہے راہ ڈالتی اور مہر اور ایک یہ

كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ

کتاب ہے اس کو سچا کرتی عربی زبان میں کہ ڈر سناوے گنہگاروں کو

وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ

اور خوشخبری نیکی والوں کو مقرر جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے

ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾

پھر ثابت رہے تو نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غم کھاویں گے

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

وہ ہیں بہشت کے لوگ سدا رہیں گے اس میں بدلہ اس کا جو کرتے

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ

تھے اور ہم نے تاکید کیا ہے انسان کو اپنے ماں باپ سے بھلائی کا

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ

پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اور جنا اس کو تکلیف سے اور حمل میں رہنا اس کا اور دودھ

ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ

چھوڑنا تیس مہینے میں ہے یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی قوت کو اور پہنچا چالیس برس

سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ

کو کہنے لگا اے رب میرے میری قسمت میں کر کہ شکر کروں احسان تیرے کا جو تو نے

اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ

مجھ پر کیا اور میرے ماں باپ پر اور یہ کہ کروں نیک کام جس سے تو راضی ہو کر

وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ

اور نیکی دے مجھ کو اولاد میری میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں ہوں

الْمُسْلِمِينَ ۝١٥ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ

حکمبردار وہ لوگ ہیں جن سے ہم قبول کر لیتے بہتر سے بہتر

مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ ۖ

کام جو کئے ہیں اور معاف کرتے ہیں برائیاں اُن کی جنت کے لوگوں میں

وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝١٦ وَالَّذِي قَالَ

سچا وعدہ جو ان کو ملتا تھا اور جس شخص نے کہا

لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا أَتَعِدَانِنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ

اپنے ماں باپ کو میں بیزار ہوں تم سے کیا مجھ کو وعدہ دیتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا

الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ وَيْلَكَ آمِنْ

اور گذر چکی ہیں بہت سی سنگتیں مجھ سے پہلے اور وہ دونوں فریاد کرتے ہیں اللہ سے کہ اے خرابی تیری ایمان لا

إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَيَقُولُ مَا هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ

بے شک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے پھر کہتا ہے یہ سب نقلیں ہیں

الْأَوَّلِينَ ۝١٧ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ

پہلوں کی وہ لوگ ہیں جن پر ثابت ہوئی بات شامل اور فرقوں میں

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ۖ إِنَّهُمْ

جو گذر چکے ہیں ان سے پہلے جنوں کے اور آدمیوں کے بیشک وہ

كَانُوا خَاسِرِينَ ۝١٨ وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا ۖ وَلِيُوَفِّيَهُمْ

تھے ٹوٹے میں آگئے اور ہر فرقے کے کئی درجے ہیں اپنے کئے کاموں سے اور تا پورا دے

أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۹﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ

ان کو کام ان کے اور ان پر ظلم نہ ہوگا اور جس دن لائے جاویں گے

كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا

منکر آگ کے سرے پر ضائع کر چکے تم اپنے مزے اپنے دنیا کے جینے میں

وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا

اور ان کو برت چکے اب آج سزا پاؤ گے ذلت کی مار بدلہ اس کا

كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ

جو تم غرور کرتے تھے ملک میں ناحق اور اس کا جو تم

تَفْسُقُونَ ﴿۲۰﴾

بے حکمی کرتے تھے

بیان ذہنیت کفار دربارۂ قبول ہدایت وانحراف

از حق وتحسین استقامت اہل ایمان

قال اللہ تعالیٰ وقال الذین کفروا للذین آمنوا ... الیٰ ... وبما کنتم تفسقون

ربط: ما قبل آیات میں کتاب الٰہی کی عظمت بیان کرتے ہوئے کفار کے بے ہودہ اعتراضات کا ذکر تھا۔ اب ان آیات میں اسی طرح چند اور بھی احمقانہ شبہات کا جواب دیتے ہوئے اہل ایمان کی استقامت کا ذکر اور ان پر حق تعالیٰ شانہ کے خاص انعامات بیان کئے جا رہے ہیں، اس کے ساتھ انسان کی سعادت مندی اور اس کی محرومی اور بدبختی کا ایک سبب اور ضابطہ بھی بیان فرمایا جا رہا ہے ارشاد فرمایا:

اور کہنے لگے کافر ایمان والوں کو اگر یہ دین بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے پہلے سبقت نہ کرتے کیونکہ ہم لوگ عزت والے اور عقل مند ہیں، بہتر چیز کی طرف سبقت کرنا ہمارا ہی کام ہے جب ہم نے اس کو قبول نہیں کیا اور اس کو قبول کرنے والے غلام اور مفلس کمزور اور غریب ہیں جیسے

جاہلانہ ہے یہ سب عمار، خباب اور سمیہ رضی اللہ عنہم تو معلوم ہوا کہ یہ دین کوئی بہتر دین نہیں، ظاہر ہے کہ ان کافروں
کی یہ باتیں بے اصل اور خلاف عقل ہیں اور یہ لوگ جب اس دین حق کی ہدایت اور راہ نہ پا سکے تو آئندہ
یہ کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے، کیونکہ انبیاء سابقین بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے وہ بھی تو ایک بہتان تھا یہ بھی
قدیم بہتان ہے اور یہ ان کے دعوے بھی نہیں حالانکہ اس سے پہلے تو موسیٰ کی کتاب بھی جو ان کے واسطے
پیشوا اور ہدایت ڈالنے والی اور رحمت کا سامان بھی اور یہ کتاب قرآن کریم اس کی تصدیق کرنے
والی ہے جو عربی زبان میں ہے اس وجہ سے اہل عرب اس کو خوب سمجھ سکتے ہیں اور ان پر اس
کتاب الٰہی کی حقانیت کسی درجہ میں بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتی اس وجہ سے کہ ظالموں کو ڈراتے اور
خوشخبری دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو کتاب الٰہی اور وحی خداوندی سے یہ قانون طے ہو چکا ہے کہ
بے شک جن لوگوں نے کہہ لیا دل سے اعتقاد اور زبان اور یقین کے ساتھ کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر
اسی پر ثابت قدم رہے اور انہی عملی زندگی کے ہر شعبہ سے حق تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت کے عقیدہ
پر ثابت قدم رہنے کا ثبوت ملتا ہے تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے
اطمینان و سکون دینے کے لیے غم و اندوہ سے محفوظ یہ لوگ جنت والے ہوں گے جو ہمیشہ جنت ہی میں رہیں
گے یہ ان اعمال کا بدلہ ہوگا جو وہ اپنی زندگی میں کرتے تھے جو حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو عطا فرمائے
گا اس کتاب الٰہی میں جو کتب سابقہ کے واسطے مصدق ہے اور جو زبان عربی میں نازل کی گئی جس کو
اہل عرب خوب سمجھ سکتے ہیں انسانی سعادت کے جملہ اصول بیان کر دیئے گئے ہیں جہاں اس کتاب
الٰہی میں عقیدۂ ربوبیت کے حقوق اور تقاضوں کو پورا کرنے کے احکام ان بندوں کے واسطے اتارے
گئے جو ہمیشہ رب ہونے کا اقرار کر چکے اس کے ساتھ حقوق العباد بھی ادا کرنے کی ہدایت دی گئی یا
دیگئی وحی الٰہی ایک طرف رب کے حقوق ادا کرنے کا حکم دے رہی ہے تو دوسری طرف انسان
کو اپنے مربیوں کے حقوق ادا کرنے کے لیے کہا جا رہا ہے اور ہم نے حکم دیا ہے انسان کو اپنے ماں باپ
کے ساتھ بھلائی کا، باپ کے احسانات و انعامات انسان اپنے شعور کے عالم میں محسوس کر ہی لیتا
ہے لیکن ماں کی شفقت و محبت اور اس کے انعام و احسان کو ہر انسان اس طرح سمجھ سکتا ہے
کہ اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا ایک مدت تک تکلیف کے ساتھ اور اس کو جنا ہے تکلیف
سے کہ حالت حمل میں بوجھ برداشت کیا طرح طرح کی مشقتیں اور تکلیفیں بھی پیش آئیں پھر وضع حمل
کے وقت بھی مشقت اور خطرہ کا مقابلہ کیا اور اس کا حمل اور دودھ کا چھڑانا تیس مہینہ میں ہے
یہاں تک کہ جب پہنچ گیا اپنی قوت کو کہ جسمانی قوتوں کے لحاظ سے پوری توانائی اور طاقت آگئی اور پہنچا

علہ ترجمہ میں لفظ حالانکہ اختیار کرنا اس طرف اشارہ ہے کہ آیت و من قبلہ کتاب
موسیٰ میں واؤ حالیہ ہے ۱۲

چالیس برس کی عمر کو پہنچ کر عقل اور فکری صلاحیتیں بھی مکمل ہو گئیں تو یہ صاحب سعادت اور عقل و فطرت کے مطابق روش اختیار کرنے والا انسان اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرتے کہنے لگا اے میرے رب مجھے اس بات کا حوصلہ عطا کر دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر فرمائی اور میرے ماں باپ پر اور مجھے اس امر کی توفیق عطا فرما کہ میں ایسا نیک کام کروں جس کو تو پسند کرے اور صالح بنا دے تو میری اولاد کو میرے واسطے کہ دنیا میں بھی ان کے صلاح و تقویٰ اور سعادت مندی سے مجھے خوشی اور راحت حاصل ہو اور آخرت میں بھی اولاد صالح کی نیکیوں سے میرے لئے اللہ کی عنایات اور رحمتوں میں اضافہ ہو میں آپ کی طرف اے پروردگار رجوع کرتا ہوں اپنے گناہوں سے تائب ہوتے ہوئے اور بیشک میں آپ کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔[1]

یہ ہے وہ سعادت و صلاح کا نمونہ جو حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی بھرپور کوشش میں لگا ہوا ہے جو اپنی صلاحیت کے باعث اللہ رب العزت سے تین چیزوں کا طالب ہے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انعامات کے شکر کی توفیق عطا فرمائے دوسرے یہ کہ ایسے عمل کی توفیق سے نواز دے جو اسے پسند ہو اور اس عمل سے وہ راضی ہو جائے تیسرے یہ کہ اولاد کو نیک اور صالح بنا دے یہی تین چیزیں ہیں جو حقیقت سعادت بشریہ ہیں اور اس سعادت اور خوبیوں سے متصف افراد اہل ایمان میں سے باکمال و خوش نصیبی میں پسندیدہ افراد ہیں انکے بارہ میں رب العالمین کا یہ پیغام بشارت ہے کہ یہ ہیں وہ لوگ جن سے ہم قبول کرتے ہیں انکے وہ بہتر کام جو انہوں نے کیے اور درگزر کرتے ہیں ہم ان کی برائیوں سے اس طرح کہ وہ جنت والوں میں سے ہیں یہ اللہ کا وہ سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا تھا یا مخبر لہا کا مقام اللہ کے سچے وعدے کے مطابق اہل جنت میں ہوگا اور بطور اکرام دخول جنت کے وقت اس کا اظہار کیا جاتا ہوگا یہ تو پیکر سعادت اور ایمان و تقویٰ کی خوبیوں سے متصف انسان کا حال ہے اور اس کے بالمقابل جو شقاوت و بدبختی میں مبتلا انسان ہوگا وہ ایسا شخص ہے جس نے اپنے ماں باپ کو کہا جب کہ اس کے ماں باپ ایمان و تقویٰ کی دعوت دیتے ہوں اف ہے تم پر کیا مجھ کو دھمکی دیتے ہو اور ڈراتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا قبر سے یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ بہت سے قرن انسانوں کے تو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں ان میں سے کوئی بھی اب تک زندہ ہو کر نہیں آیا تو پھر میں کیونکر اس بات کا اعتبار کروں اس ناعاقبت اندیش بدبخت انسان کے مشفق و محسن ماں باپ جو

---

[1] بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے کیونکہ مہاجرین و انصار میں سے صرف صدیق اکبرؓ ہی ایک ایسے شخص ہیں جو خود بھی ایمان لائے اور انکے والدین بھی اور انکی اولاد بھی فتح مکہ کے بعد انکے گھرانہ میں ایک مرد بھی ایسا باقی نہ رہا تھا جو اسلام نہ لے آیا ہو۔

مدت حمل و زمانہ رضاعت کے بارہ میں مفسرین کی تحقیق

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ[1] وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت اور سورۂ لقمان کی آیت وَفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ سے بعض ائمہ مفسرین نے یہ استدلال کیا ہے کہ مدت حمل کم از کم چھ ماہ ہے اور دو سال مدت رضاعت کا بیان ہے جو کہ سورۂ لقمان میں فرمایا گیا اور مدت رضاعت اور مدت حمل دونوں کو مجموعی طور پر یہاں اس آیت میں ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (تیس ماہ) کی تعبیر سے ذکر فرمایا اس استدلال کو درست فرماتے ہوئے محمد بن اسحاق کی سند سے ایک حدیث کا مضمون بیان کیا کہ ایک واقعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایسا بھی پیش آیا کہ ایک شخص کے یہاں نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور صورت حال بیان کی ابتداءً عثمان غنیؓ کو تردد ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس میں کوئی تردد نہ کیا جائے کیا آپ قرآن کریم کی یہ آیت نہیں دیکھتے وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا اور دوسری جگہ ہے يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ اور سورۂ لقمان میں ہے وَفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ تو جب دودھ پلانے کی مدت دو سال پوری ہو تو ظاہر ہے کہ تیس ماہ میں سے اب حمل کے لئے چھ ماہ ہی باقی رہیں گے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے موافقت فرمائی اس روایت سے بہرکیف یہ معلوم ہوا کہ امکان ہے کہ وضع حمل چھ ماہ میں بھی ہو جائے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے فرمایا اگر وضع حمل نو ماہ میں ہو تو پھر دودھ پلانے کی مدت ۲۱ ماہ رکھی جائے اگر سات ماہ میں وضع حمل ہو تو ۲۳ مہینے تاکہ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا کی تکمیل و تعمیل ہو جائے کیونکہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ[2] اپنے فوائد میں فرماتے ہیں کہ مجموعی مدت حمل و رضاعت کی تیس ماہ بطور عادت اکثریہ بیان کی گئی ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا اگر قوی ہو تو اکیس مہینے میں دودھ چھوڑتا ہے اور نو مہینے حمل کے ۳۰ اس طرح تیس ماہ ہو گئے حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں اس مجموعی مدت میں ایک جزو یعنی حمل کی اقل مدت چھ ماہ اور رضاعت کی اکثر مدت یعنی دو برس اس وجہ سے اختیار کی گئی کہ یہی دو مدتیں منضبط ہو سکتی ہیں ورنہ دودھ چھڑانے کی کم سے کم مدت کی کوئی تحدید نہیں اسی طرح اکثر مدت حمل کی بھی کوئی تحدید قطعی نہیں روح المعانی میں جالینوس اور ابن سینا کا مشاہدہ نقل کیا ہے۔

۱؎ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ۲؎ تفسیر بیان القرآن ج ۲

رشد و ہدایت کی دعوت دیتے ہوں اور وہ ان ماں باپ کی بات ٹھکرا رہا ہو اور مسلسل انکار قیامت کرتا رہے اور کسی طرح کفر سے باز نہ آئے اس سے یہ خود ہی سمجھ لیں کہ اس آیت کا مصداق کسی معین شخص کو قرار دیا جائے۔

مروان کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ آیت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جس وقت کہ وہ خطبہ دے رہا تھا۔ ابن ابی حاتم نے عبداللہ مدینی سے روایت کیا ہے کہ مروان جس وقت خطبہ دے رہا تھا وہ مسجد میں تھا وہ کہنے لگا کہ میں امیرالمؤمنین یزید کے متعلق بہتر رائے رکھتا ہوں اگر امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ نامزد کیا تھا تو ابوبکرؓ و عمرؓ نے بھی تو اپنا خلیفہ نامزد کیا تھا یعنی ابوبکرؓ نے عمر فاروقؓ کو متعین کیا تھا اور عمر فاروقؓ نے چھ حضرات کی مجلس شوریٰ مقرر کر کے ان ہی میں سے کسی ایک کو خلافت کے واسطے طے فرما دیا تھا لہٰذا یہ تو ابوبکرؓ و عمرؓ کا طریقہ اور انکی سنت ہوئی عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کہنے لگے کیا یہ طریقہ اور میراث ہرقل کی نہیں ہے؟ خدا کی قسم ابوبکرؓ و عمرؓ نے نہ تو اپنی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ بنایا اور نہ ہی اپنے خاندان کے کسی فرد کو اور فرمایا کیا تو وہ ابن اللعین نہیں ہے کہ تیرے باپ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت لعنت فرمائی تھی جب تو اس کی پشت میں تھا۔ یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سن لی اور فرمایا اے مروان کیا تو عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کے بارہ میں ایسا کہتا ہے تو جھوٹ بول رہا ہے خدا کی قسم یہ آیت ان کے بارہ میں نازل نہیں ہوئی یہ تو فلاں ابن فلاں کے متعلق اتری ہے اور اگر میں چاہوں تو تجھے نام بھی بتا سکتی ہوں (روح المعانی ج ۲۶ و تفسیر ابن کثیرؒ ج ۴)

سب سے بڑا قرینہ اس بات کا خود قرآن کریم کے وہ الفاظ ہیں جو اس آیت میں مروان کے دعویٰ کی تردید کر رہے ہیں کیونکہ اس مضمون کا اختتام أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم پر بتا رہا ہے کہ یہ ذکر اُن بدبخت اور شقاوت کے پیکر بیٹوں کا ہے جو ماں باپ کے پیغام رشد و ہدایت کو ٹھکرا دیں اور زندگی میں کبھی قبول نہ کریں حتیٰ کہ کفر پر خاتمہ ہو جائے اور ان کا انجام ان ہی نافرمان قوموں کی طرح ہو جو گزر چکیں اور خدا کے عذاب کا فیصلہ ان کے حق میں ہو گیا تو ظاہر ہے ان الفاظ کا مصداق ہرگز ایسا کوئی فرد نہیں ہو سکتا جو ایمان کی سعادت سے مشرف ہوا ہو اور شرف صحابیت نصیب ہوا ہو حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گیا ہو ناممکن ہے کہ ان خصائص و فضائل کے حامل فرد کو قرآن کریم اس طرح معذبین اور مجرمین کی فہرست میں درج کر دے اور عذاب کا فیصلہ بھی کر دیا جائے (واللہ اعلم بالصواب)

وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ ۖ إِذْ أَنذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ

اور یاد کر عاد کے بھائی کو جب ڈرایا اپنی قوم کو احقاف میں

جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۫ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ

ان کو دیئے تھے کان اور آنکھیں اور دل پھر کام نہ آئے انکو

سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ

کان انکے نہ آنکھیں ان کی نہ دل ان کے کسی چیز میں، کہ تھے

كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

انکار کرتے اللہ کی باتوں سے اور الٹ پڑی ان پر جس بات سے

یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾

ٹھٹھا کرتے تھے

تسلی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بر تکذیب کفار و مجرمین

قال تعالیٰ۔ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ

ربط: سعادت و شقاوت کا ایک بنیادی ضابطہ اور قبول ایمان و اعراض عن الحق پر مرتب ہونے والے ثمرات و نتائج کا ذکر کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے امم سابقہ کا حال بیان کرتے ہوئے کہ کس طرح اللہ کے پیغمبر انکو ہدایت کی دعوت دیتے رہے بالآخر جب وہ اپنی بغاوت و سرکشی سے باز نہ آئے تو خداتعالیٰ کے قہر و عذاب سے تباہ و برباد کر دیئے گئے فرمایا۔

اور یاد کر عاد کے بھائی ہود علیہ السلام کو جب کہ ڈرایا انھوں نے اپنی قوم کو احقاف میں جبکہ ان سے پہلے بھی نبی اپنی قوموں کو ڈراتے رہے اور بہت سے ڈرانے والے ان سے پہلے

ف ہر پیغمبر چونکہ خود اپنی قوم میں مبعوث ہوتے اس بناء پر حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کا بھائی فرمایا گیا دیگر انبیاء کی طرح جیسے کہ ارشاد ہے وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا، وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ہود علیہ السلام سے پہلے اور انکے بعد بہت سے ڈرانے والے آئے جنہوں نے اپنی اپنی قوم کو عذاب خداوندی سے ڈرایا اور سب کا یہی ایک پیغام تھا اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ

گزر چکے تھے اور انکے پیچھے بھی سب کا پیغام یہ تھا کہ تم بندگی کرو کسی کی بھی سوائے اللہ کے میں ڈرتا ہوں تم پر ایک بہت بڑے ہولناک دن کی آفت سے جس آفت کو کوئی ٹالنے والا نہ ہوگا اور نہ کسی کی دوستی اور سفارش کام دے گی یہ سب کچھ خدا کے پیغمبر نے کہا لیکن یہ لوگ کہنے لگے کیا تو ہمارے پاس آیا ہے اس لیئے کہ تو ہم کو اپنے معبودوں سے پھیر دے کسی اور معبود کی طرف اگر یہی غرض ہے تو پھر لے آ ہمارے سامنے وہ چیز جس کا تو ذکر کیا کرتا ہے اور اس سے ہمیں ڈراتا ہے اگر تو سچوں میں سے ہے ہم اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ پر قائم رہیں گے اور اپنے معبودوں کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے اگر تو سچا ہے تو پھر لا وہ عذاب جس سے ہمیں تو ڈراتا ہے خدا کے پیغمبر نے کہا یہ علم تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے کہ عذاب کب نازل ہوگا میں تو تم کو وہی باتیں پہنچا دیتا ہوں جو دیکر بھیجا گیا ہوں اور پیغمبر کا کام تو صرف یہ ہے کہ اللہ کے احکام اور پیغام اسکی مخلوق کو پہنچا دے تمہیں چاہیئے تھا کہ تم اس بات پر یقین کرتے لیکن میں تم کو دیکھ رہا ہوں کہ تم نادانی کرنے والے لوگ ہو کیونکہ تمہارا یہ مطالبہ بلاشبہ تمہاری نادانی اور جہالت کی دلیل ہے نہ کہ پیغمبر کو عذاب نازل کرنے کی قدرت ہے اور نہ اختیار اور نہ اس کا علم کہ نافرمان قوم پر کب دنیوی عذاب نازل ہوگا اور کب تک ان کو مہلت ہے۔

پھر جب دیکھا اس ابر کو یعنی انکی وادیوں کی طرف آنے والا تھا تو ــــ اسکو اپنی وادیوں کی طرف بڑھتا دیکھ کر خوش ہو کر کہنے لگے کہ یہ سامنے سے آنے والا بادل تو ہم پر برسنے والا بادل ہے جس سے ہماری یہ ساری وادیاں اور ندی نالے بھر جائیں گے[عہ] تو خداوند کی طرف سے انکو جواب دیا گیا نہیں بلکہ یہ تو وہ چیز ہے جس کو تم جلدی طلب کر رہے تھے ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے جو اکھاڑ پھینکے گی ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے چنانچہ وہ بادل جو آتا تھا پھر ان کے عذاب قوم عاد کی ہلاکت کا ان پر برسنے لگا اور سات رات اور آٹھ دن مسلسل یہ غضبناک طوفانی آندھی عذاب خداوندی برسانی رہی جس نے درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکا عمارتیں منہدم ہوگئیں انسان اور بڑے بڑے طاقتور دیو اور اس ہوا کے سامنے تنکوں کی حیثیت سے کچھ زیادہ نہ تھے ۔

چنانچہ جب صبح کو یہ اٹھے تو کوئی چیز نظر نہ آتی تھی بجز انکے مکانوں کے جو کھنڈرات کی صورت میں نظر آ رہے تھے جسکو دیکھنے والا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں نافرمان قوم کو اس لیئے قریش مکہ کو بھی چاہیئے کہ وہ ان واقعات کو سن کر ہوش میں آ جائیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عناد سے اور اللہ کی نافرمانی پر انکو ڈرنا چاہیئے کہیں انکا بھی حشر ایسا ہی نہ

عہ بعض تاریخی نقول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سال ان پر نہایت ہی قحط اور خشکی کا تھا تو اور بھی اس بادل کو دیکھ کر توقعات باندھنے لگے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے جب یہ محسوس کیا کہ یہ آندھی عذاب خداوندی کا لے کر آرہی ہے تو ایک خط اپنے گرد کھینچ لیا اور ایک خط اس جگہ جہاں مومنین تھے تو وہاں پر ہوا نہایت لطیف و خوشگوار ہو کر لگ رہی تھی حالانکہ یہی ہوا قوم عاد کو انکی بستی و دیاروں اور مکانات کو اکھاڑ پھینک رہی تھی اور یہ نظر آرہا تھا کہ ان بد بختوں کا وارث بجز ہوا کے کوئی نہیں ہے۔[1]

(ابن ابی شیبہ بحوالہ تفسیر روح المعانی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب کبھی تیز ہوا چلنے لگتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اللّٰھم انی اسئلک خیرھا وخیر ما فیھا وخیر ما ارسلت بہ واعوذ بک من شرھا وشر ما فیھا وشر ما ارسلت بہ[3] کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس ہوا کی خیر کا اور ہر اس چیز کا جو اس میں ہو اور جسکے ساتھ اس ہوا کو چلایا گیا اور اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اسکے شر سے اور ہر اس برائی سے جو اس میں ہے اور جسکے ساتھ یہ بھیجی گئی، اور جب آسمان پر بادل چھا جاتا تو آپ کے چہرۂ انور کا رنگ فکر و پریشانی سے متغیر ہو جاتا اور اضطراب کی سی کیفیت میں کبھی آپ باہر نکلتے اور کبھی اندر داخل ہوتے اور آگے چلتے اور کبھی پیچھے ہٹتے اور جب بارش برسنے لگتی تو یہ آثار فکر و پریشانی کے آپ سے دور ہو جاتے تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے اور یہ کیفیت آپ پر کیوں وقوع پذیر ہوتی ہے فرمایا اے عائشہؓ مجھے نہیں معلوم جب بادل آتا ہے تو یہ کیسا بادل ہوگا کہیں ایسا ہی تو نہیں جیسا کہ ایک قوم نے اس بادل کو دیکھ کر کہا یہ تو ہم پر برسے گا اور ہمیں سیراب کرے گا[2] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی ان لوگوں کو کیا خبر تھی اس بادل میں کیسا خطرناک عذاب ہے نہ ہی ان کا تصور ہو سکتا تھا تو اسی وجہ سے جب بھی بادل کو دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہوں کہ خدا جانے یہ عذاب و ہلاکت کو لے کر آرہا ہے والعیاذ باللہ یا اللہ کی رحمت رزق و برکت اور شادابی لے کر آرہا ہے۔

مقام احقاف

ائمہ مفسرین فرماتے ہیں کہ عاد کے بھائی حضرت ہود علیہ السلام تھے جن کو حق تعالیٰ نے عاد اولیٰ کی طرف مبعوث فرمایا تھا انکی بستیاں مقام احقاف میں واقع تھیں لفظ احقاف حقف کی جمع ہے جو ریت

---

[1] روح المعانی ج ۲۶۔

[2] تفسیر ابن کثیر ج ۴۔

[3] صحیح مسلم، جامع ترمذی، نسائی، ابن ماجہ و مسند عبد بن حمید بحوالہ تفسیر روح المعانی جلد ۲۶۔

انہوں نے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی ان کے ساتھ تمسخر و مذاق بنایا اور عذاب خداوندی کی وعیدوں کو سن کر پیغمبر
سے مطالبہ کرنے لگے کہ جلدی وہ عذاب لے آؤ جس سے ڈرا رہے ہو تو اب اسی مناسبت سے یعنی بجائے اب دوسری قوموں کی تباہی کا
تذکرہ کیا جا رہا ہے جو مکہ کے اطراف و جوانب کے علاقوں میں بسنے والی تھیں اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ جن کو معبود مانا گیا وہ کام آئے اور نہ ان کے
وسائل و مال و دولت عذاب خداوندی کو ٹال سکے تو ان واقعات سے قریش مکہ کو عبرت حاصل کرنی چاہئے اور غور کرکے نافرمانی اور معاندانہ روش سے باز آ جانا چاہئے
ارشاد فرمایا اور بے شک ہم ہلاک کر چکے ہیں تمہارے آس پاس کی بہت سی بستیاں مثلاً قوم
ثمود اور قوم لوط کی بستیاں بھی اسی طرح تباہ کر دی گئیں جیسے کہ عاد کی بستی تباہ کر دی گئی جو مکہ والوں کے
قریب و جوار ہی میں واقع تھیں اور ان علاقوں پر سے اہل مکہ کا تجارتی سفروں میں گزر ہوتا تھا اور ان کی
ہلاکت کے واقعات عام طور پر لوگوں میں معروف تھے اور ایک باتیں تھا اور انکی ہلاکت کے ذیل
میں انکو بیان بھی کیا جاتا تھا ان کا عبرت ناک حال یہ تھا کہ اور پھیر پھیر کر ہم نے سنائیں انکو باتیں
اور دلائل و نشانیاں بار بار دکھائیں شاید کہ وہ لوٹ جائیں حق و ہدایت کی طرف لیکن نہ انکو نصیحت
سے کچھ فائدہ پہنچا اور نہ دلائل و بینات سے حق کی طرف رجوع کیا جس کا انجام یہ ہوا کہ تباہ و برباد کر
دیئے گئے تو کیوں نہ مدد کی انکی ان ہستیوں نے جنکو انہوں نے اپنا معبود بنایا تھا قرب حاصل کرنے کے لئے
خدا کو چھوڑ کر نہیں مدد تو کیا کرتے بلکہ وہ تو ان سے گم ہو گئے (بلکہ) غائب ہوگئے اور ان کا یہ اختیار کرلینا اور یہ
ان کا عقیدہ جھوٹ تھا اور جو کچھ وہ اپنی طرف سے گھڑتے تھے اور یہ بات یقینی ہے کہ من گھڑت
باتیں اور جھوٹ نہ چلا کرتا ہے اور نہ کام آتا ہے تو اس طرح جو مشرکین زندگی بھر شرک کرتے رہے
اور اپنے قول کہ یہ سمجھتے تھے کہ انکی عبادت خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے ہے جب میدان حشر
ہوگا تو وہ سب معبود غائب ہوں گے اور انکے سارے جھوٹ اور من گھڑت افسانے ان کے
لئے وبال اور عذاب بن کر لازم ہو رہے ہوں گے ان مضامین کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

* * *

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ

اور جب متوجہ کر دیئے ہم نے تیری طرف کتنے لوگ جنوں میں سے سننے لگے قرآن

فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى

پھر جب وہاں پہنچ گئے بولے چپ رہو پھر جب تمام ہوا الٹے گئے اپنی

قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا

قوم کو ڈر سناتے بولے اے قوم ہماری ہم نے سنی ایک کتاب

أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

جو اتری ہے موسیٰ کے بعد سچا کرتی سب اگلیوں کو

يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ

سوجھاتی سچا دین اور ایک راہ سیدھی اے قوم ہماری

اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ

مانو اللہ کے بلانے والے کو اور اس پر یقین لاؤ کہ بخشے تم کو کچھ گناہ تمہارے

وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ

اور بچاوے تم کو ایک دکھ کی مار سے اور جو کوئی نہ مانے گا اللہ کے

اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ

بلانے والے کو تو وہ نہ تھکا سکے گا بھاگ کر زمین میں اور کوئی نہیں اسکو اسکے سوا

اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ

مددگار وہ لوگ بھٹکتے ہیں صریح کیا نہیں دیکھتے کہ وہ

اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ

اللہ جس نے بنائے آسمان اور زمین اور نہ تھکا

بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّـحْيِۦ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي

انکے بنانے میں وہ سکتا ہے کہ جلاوے مُردے۔ کیوں نہیں؟ وہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ہر چیز کر سکتا ہے اور جس دن سامنے لائے منکروں کو

عَلَي النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ

آگ کے اب یہ ٹھیک نہیں؟ کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے ہمارے رب کی کہا

ع

یقیناً حق کی ہوگی۔

ارشاد فرمایا اور جس وقت کہ متوجہ کردیا ہم نے آپ کی طرف جنوں میں سے ایک جماعت کو جو قرآن سننے لگے قرآن کو، تو جب وہ وہاں پہنچ گئے تو کہنے لگے ان میں سے بعض افراد اپنے ساتھیوں کو کہ خاموش رہو (قرآن کا حق یہی ہے کہ جب تلاوت ہو تو سب سننے والے خاموش رہیں اور سنیں) پھر جب ختم ہوا (سلسلہ تلاوت) لوٹ گئے اپنی قوم کی طرف انکو عذاب خداوندی سے ڈراتے ہوئے۔

کلام الٰہی کو سن کر اسکی بلاغت اور اسکی حقانیت کو پہچانا اور یقین حاصل ہوگیا کہ بے شک یہ کلام خداوندی ہے کہنے لگے اے ہماری قوم ہم نے سنی ایک کتاب جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی ہے تصدیق کرنے والی ہے اپنے سے پہلے کتابوں کی جو راہنمائی کرتی ہے سچے دین اور سیدھے راستہ کی طرف اور ظاہر ہے کہ جو کتاب حقانیت اور راہ حق کی راہنمائی کرتی ہو جو پہلے صحیفوں کی بالکل تصدیق بھی کر رہی ہو تو بلاشبہ اس پر ایمان لے آنا چاہئے اور داعی حق کی دعوت پر لبیک کہنا یہ عقل اور فطرت کا تقاضا ہے اس لئے اے ہماری قوم مان لو اللہ کے داعی کی دعوت کو اور اس پر ایمان لے آؤ وہ پروردگار بخش دیگا تمہارے گناہوں کو اور پناہ دے گا تمہیں دردناک عذاب سے کیونکہ اللہ کے داعی کی دعوت قبول کرلینا اور اس پر ایمان لانا گزشتہ گناہوں اور گمراہیوں کا کفارہ ہے اور آئندہ عذاب آخرت سے بھی نجات کا ذریعہ ہے قبول حق اور پیغمبر خدا پر ایمان لانے میں خود ایمان لانے والے ہی کا فائدہ ہے اور اس سے اعراض و انحراف میں خدا کی شان عظمت و الوہیت میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہوسکتی چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ اور جو اللہ کے داعی کو نہ مانے تو اسکو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ عاجز نہیں کر سکتا اللہ کو زمین میں اور نہ اس کے واسطے خدا کے سوا کوئی مددگار ہو سکتے ہیں ایسے لوگ بڑی کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں جنہوں نے نہ کلام خداوندی کی عظمت اور اسکی شان کو پہچانا نہ اسکی حقیقت کو سمجھا اور نہ ہی یہ سوچا کہ وہ کلام جو صحیح عقائد پاکیزہ اصول حق و ہدایت کا پیکر ہو خدا کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہو وہ بلاشبہ اللہ کا کلام ہے اور اس کلام کو لانے والا خدا کا پیغمبر اور اس کا داعی ہے ان حقائق کو سمجھنے کے واسطے قدرت کی آیات میں بے شمار دلیلیں موجود ہیں۔

کیا نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور نہیں تھکا انکے بنانے میں ذرہ برابر، قدرت رکھتا ہے اس بات پر کہ مردوں کو زندہ کردے بے شک وہ ہر چیز پر کامل قوت رکھنے والا ہے لہٰذا اس قسم کے کسی وہم میں نہ رہنا چاہئے کہ مر کر کہاں زندہ ہوں گے جس اللہ کو زمین و آسمان جیسی عظیم مخلوقات پیدا کرنی کچھ مشکل نہ ہوا اسکے واسطے انسانوں کو مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہو سکتا ہے قیامت اور بعث بعد الموت برحق ہے اور جس دن کافروں کو پیش کیا جائے گا جہنم پر اور انکو دکھلائی ہوگی آگ اور اس کے شعلے نظر آرہے ہوں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کیا نہیں ہے یہ حق کہیں گے بے شک! اور قسم ہے ہمارے رب کی اس اقرار و اعتراف کے بعد

جنوں کے ایک گروہ کا قرآن کریم سننا

جنوں کی ایک جماعت کا ذکر جو ان آیات میں فرمایا گیا اس کی غرض تو یہ ہے کہ کفار مکہ باوجودیکہ از قسم جن تمام اشرف المخلوقات ہیں اور خدا نے ان کو بشر میں علم و سمجھداری اور تاثر و انفعال کی صلاحیت بہت زیادہ رکھی ہے اس کے بالمقابل جنات جن میں اس وجہ سے کہ وہ مخلوق ناری ہیں شدت و تمرد اور سرکشی اور جاہلیت کا قرآن سے متاثر نہ ہونے کا وصف ان میں زائد ہے لیکن اس جماعت نے جب قرآن کریم کی طرف توجہ کی اور غور و فکر کے ساتھ سنا تو فوراً ہی حق کی طرف تعجب سے مائل ہو گئے اور قرآن کریم کی عظمت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اطاعت و فرمانبرداری کا سر جھکا دیا اور نہ صرف یہ کہ خود ہدایت قبول کی بلکہ اپنی قوم کی طرف ہادی و راہنما اور داعی بن کر واپس گئے تو اس قصہ سے اہل مکہ کے عناد و تمرد و سرکشی کو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ قرآن کریم اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر متنفر و برگشتہ تھے۔ جنوں کا یہ گروہ کون تھا اور کس وقت اور کہاں یہ واقعہ پیش آیا؟ تو اس سلسلہ میں،

ایک روایت تو حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں یہ نقل کی ہے کہ یہ واقعہ مقام "نخلہ" میں پیش آیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء ادا فرما رہے تھے اور یہ افراد نصیبین کے جنوں میں سے تھے جن کی تعداد سات تھی اس روایت کو ائمہ محدثین نے امام بیہقیؒ کے تفردات میں شمار کیا ہے۔

بیہقیؒ نے اپنی کتاب "دلائل النبوۃ" میں سعید بن جبیرؒ کی سند سے عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ذکر کی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے سامنے خود کچھ نہیں پڑھا اور نہ ان کو دیکھا اصل قصہ یہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنے اصحاب کے ساتھ بازار عکاظ کی طرف جا رہے تھے اور یہ دور زمانہ تھا کہ جنات و شیاطین اور آسمانوں کی خبروں کے درمیان رکاوٹ قائم کر دی گئی تھی اور جب بھی کوئی جن آسمانوں پر پہنچ کر وہیں کی خبروں کی طرف کان لگاتا تو شہاب ثاقب اس پر ٹوٹ پڑتا اور جلا کر راکھ کر دیتا تو جنوں میں اس صورت حال کے پیش آنے پر تشویش ہوئی اور باہم یہ کہنے لگے کہ ضرور کوئی نئی بات ایسی پیش آئی ہے جس کے باعث اب آسمانوں کی خبروں کا سننا ممکن نہیں رہا تو تلاش کے لئے جنوں کی جماعتیں روئے زمین کے اطراف مشرق و مغرب کی طرف نکل کھڑی ہوئیں ان میں سے ایک جماعت جس نے تہامہ (حجاز) کا رخ کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جب کہ آپ مقام نخلہ میں تھے اور بازار عکاظ جا رہے تھے اور اس وقت صحابہ کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے تو جب ان کو قرآن کریم کی آواز ان کے کانوں میں پہنچی فوراً ہی متوجہ ہوئے اور غور سے سننے لگے جب آپ فارغ ہو گئے تو کہنے لگے بس یہی وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہوئی ہے قرآن کریم کی آواز انہیں نہایت ہی عجیب متاثر کن اور دل کش معلوم ہوئی اس کی ہیبت و عظمت دلوں پر

بھاگتی اور اپنے دلوں میں ایمان و ایقان کا ایسا نور بھر کے لوٹے کہ اپنی قوم کو بھی رشد و فلاح کی دعوت دینے لگے جن کا ان کلمات میں ذکر ہے یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ یہی وہ قصہ ہے جس کو سورۂ جن میں قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا میں فرمایا گیا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی آمد کا اور قرآن کریم کے سننے کا علم نہیں ہوا تھا ایک درخت نے باذن اللہ کچھ ایمائی اطلاع آپ کو دی اور پھر انکی تفصیل بذریعہ وحی آپ کو بتائی گئی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوں کی اس جماعت نے واپس جانے کے بعد جنوں میں اسلام پھیلایا اور بہت بڑی تعداد میں جن مسلمان ہوئے اور حضور سے ملاقات کرنے اور دین سیکھنے کیلئے انکے وفود آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

علامہ خفاجیؒ نے چھ مرتبہ جنوں کی آمد کو بیان کیا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے لیلۃ الجن کا قصہ کتب حدیث میں معروف ہے ناظرین تفسیر ابن کثیر اور روح المعانی کی مراجعت فرمائیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دفعہ قصداً آپ جنوں کی طرف تشریف لے گئے اور انکو وعظ و نصیحت کے ساتھ دین کی تعلیم دی۔ تم تفسیر سورۃ الاحقاف بفضل اللہ تعالیٰ ومن توفیقہ ۱۰ ربیع الاول [illegible] ہجری۔

سُورۃ محمد (مدنیۃ)

سورۂ محمد مدنی ہے جسکی اڑتیس آیات اور چار رکوع ہیں اس سورت کا مدنی ہونا اکثر مفسرین کے نزدیک بالاتفاق ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور قتادہؒ سے یہ منقول ہے کہ اس سورت کی تمام آیات مدنیہ ہیں لیکن آیت وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ اس وقت نازل ہوا جب آپ ہجرت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ سے نکل کر غار کی طرف تشریف لے جا رہے تھے اور مکہ مکرمہ پر الوداعی نظر ڈالتے ہوئے یہ فرما رہے تھے اے سرزمین مکہ تو مجھ کو روئے زمین میں سب سے زیادہ محبوب بستی ہے اور اگر یہ تیرے باشندے مجھ کو یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کرتے تو میں ہرگز یہاں سے نہ نکلتا تو اس لحاظ سے اس آیت کو مکیہ کہا جا سکتا ہے مفسرین کی اس اصطلاح کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ جو آیات مدینہ

كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا

چلے جھوٹی بات پر اور جو یقین لائے انہوں نے

الْحَقَّ مِن رَّبِّهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ ﴿٣﴾

مانی سچی بات اپنے رب کی طرف سے یوں بتاتا ہے اللہ لوگوں کو انکے احوال

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا

سو جب تم بھڑو منکروں سے تو گردنیں ہیں مارنی یہاں تک کہ جب

أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا

کچا کر ڈالو ان کو تو مضبوط باندھو قید پھر یا احسان کیجیو اور یا

فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ

معاوضہ لیجیو جب تک کہ رکھ دے لڑائی اپنے ہتھیار یہ سن چکے اور اگر چاہے

اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ

اللہ تو بدلہ لے اُن سے پر جانچنا ہے تم کو تمہارے ایک سے دوسرے کو

وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن

اور جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں تو نہ

يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿٤﴾ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ

کھو دے گا انکے کیے انکو راہ دے گا اور سنوارے گا

بَالَهُمْ ﴿٥﴾ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ

ان کا حال اور داخل کریگا انکو بہشت میں

عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿٦﴾

معلوم کرا دی ہے ان کو

تنبیہ و تہدید برکفر و انکار منکرین و بشارت برائے اہل ایمان و مطیعین

قال اللہ تعالیٰ اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۔ الیٰ ... عَرَّفَہَا لَہُمۡ

(ربط) گزشتہ سورت کا اختتام مجرمین کی ہلاکت و تباہی کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا تھا اور مقصود اہل مکہ کو تنبیہ تھی کہ وہ ان واقعات سے عبرت حاصل کریں ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی دینا تھا کہ آپ اللہ کی مدد اور رحمت کا انتظار کریں حق بہر حال غالب ہو گا تو اب اس سورت کی ابتداء کافروں اور منکروں کے اعمال کی بربادی کے بیان سے کی جا رہی ہے اور یہ کہ حق اور باطل کا فرق اس دنیوی زندگی میں بھی انسان کے سامنے آکر رہے گا اور آخرت میں بھی باطل پرستوں کی تباہی اور عذاب اور اہل حق کی کامیابی و نجات قطعی اور یقینی ہے۔

ان مضامین کے ساتھ یہ بھی فرمایا جا رہا ہے کہ حق اور باطل کا معرکہ اسکا متقاضی ہے کہ اہل حق اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے باطل سے جہاد کرنے کے واسطے تیار ہو جائیں جہاد کا حکم ایک امتحان ہے جسکے ذریعہ مؤمنین و مطیعین کا ایثار و اخلاص اور قربانی کا جذبہ معلوم ہو گا اور ساتھ ہی باطل پر حق کی فتح و کامیابی بھی تاریخ عالم میں ایک حقیقت بن کر دنیا کی نظروں میں آ سکے گی۔

فرمایا جن لوگوں نے کفر کیا اور دوسروں کو اللہ کے راستہ سے روکا انہوں نے اپنے اعمال برباد کر دیئے اگرچہ قبل از اسلام انکے اعمال کتنے ہی بہتر ہوں سخاوت کی ہو غریبوں کی اعانت و امداد کی ہو یا خدمت خلق کی ہو جیسے کہ بہت سے شریف الطبع لوگ جاہلیت میں کرتے تھے لیکن جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو سب نیکیاں اور خوبیاں برباد کر دیں اور جو لوگ ایمان لائے اور نیکی کے کام کیئے اور مانا اس کتاب یا دین کو جو نازل کیا گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور وہی تو حق ہے انکے پروردگار کی طرف سے تو اللہ نے انکی برائیاں مٹا دیں جو بھی کچھ انہوں نے جاہلیت کے زمانہ میں کر لی ہوں اور درست کر دیا ان کا حال جیسے کہ کسی بیمار کی بیماری دور ہو گئی تو اب وہ اپنے نظام بدن کو محسوس کرے گا کہ درست ہو گیا ہے تو کفر کا مرض دور ہونے سے اعمال و احوال کی درستگی ہونی ہی چاہیئے یہ اس وجہ سے کہ کافروں نے پیروی کی باطل کی اور ایمان والوں نے حق کا اتباع کیا جو انکے رب کی طرف سے ہے بس یونہی قائم کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کے واسطے انکی مثالیں کہ منکرین و نافرمانوں کے واسطے انکے نمونے ہیں جنکے نقش قدم پر چل کر بعد والے بھی گمراہ ہوتے ہیں اور اہل ایمان و مطیعین ایمان و یقین والوں کے واسطے نمونہ ہوتے ہیں جن کی پیروی کرتے ہوئے وہ نجات و کامیابی کے مستحق ہوتے ہیں اور یہی وہ معیار ہے جس پر اعمال کی بربادی یا احوال کی اصلاح موقوف ہے عالم دنیا میں جب حق تعالیٰ نے حق اور باطل کا مقابلہ

مقدر فرما دیا ہے تو لامحالہ اہل حق پر باطل کے مقابلہ میں جہاد کی ذمہ داری عائد ہوگی تو اسی صورت میں بارگاہ رب العزت سے اہل ایمان کو فرمایا جا رہا ہے تو اے ایمان والو! جب تم میدان جہاد میں مقابلہ کرو کافروں سے تو مارو ان کی گردنیں یہاں تک کہ جب انکو خوب قتل کر چکو تو باقی ماندہ کافروں کو مضبوط باندھ لو قید و بند سے پھر اسکے بعد یا تو احسان کرو اور انکو رہا کر دو بغیر کسی فدیہ کے یا معاوضہ لے لو یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے یعنی قتل و خونریزی اور حرب و جہاد کا سلسلہ جاری رہے تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دے اور قتال موقوف ہو جائے یہی ہے فیصلہ جس کو خوب توجہ اور غور سے سن لینا چاہیے اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے بدلہ لے لیتا اور قوم عاد اور ثمود کی طرح ہلاک کر دیتا اسکی ضرورت ہی نہ تھی کہ جہاد و قتال کا حکم دیا جاتا لیکن یہ اس لئے کہ امتحان لے اور جانچے اللہ تعالیٰ تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ اور جو لوگ جہاد کے دوران اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے تو اللہ انکے اعمال ضائع نہیں کرے گا انکی راہنمائی فرمائے گا جنت کے منازل و درجات کی طرف اور انکا حال بھی بہتر فرمائے گا ہر طرح کی نعمتیں اور راحتیں عطا فرما کر بالخصوص اپنی رضا اور خوشنودی کے انعام سے جو ہر نعمت اور لذت سے بڑھ کر ہے کسی کے اگر کچھ لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو جائیں تو یہ نہ سمجھیں کہ انکی جان ضائع ہو گئی بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کا بہترین اور اعلیٰ عوض حاصل کر لیا۔

اور داخل فرمائے گا ان شہیدوں کو جنت میں پھر انکو معلوم کرا دی ہے جسکے احوال اور نعمتوں کا قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پتہ اعلام کرا دیا ہے اور نیز شہید فی سبیل اللہ کو دنیا سے گزرنے سے قبل اللہ رب العزت اس کا وہ مقام بھی دکھا دیتا ہے جو اللہ نے اسکو آخرت میں عطا کرنے کا فیصلہ فرما دیا ہوتا ہے چنانچہ جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو ہر ایک اپنے ٹھکانے کو اس طرح پہچانتا ہوگا جیسے دنیا میں ہر ایک کو اپنا گھر معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عَرَّفَهَا لَهُمْ کی تفسیر میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے طَيَّبَهَا لَهُمْ۔ طیب کے معنی خوشبو کے ہیں یعنی وہ مکانات جنتیوں کے واسطے خوشبوؤں سے مہکتے ہوئے ہوں گے۔

میدان جہاد میں مسلمانوں کو ثابت قدمی اور قوت کے ساتھ مقابلہ کا حکم

آیت مبارکہ فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا میں مسلمانوں کو کافروں کے مقابلہ میں جہاد کا حکم اور کفر و شرک کی طاغوتی طاقتوں کی سرکوبی کی تاکید کی جا رہی ہے ابتداء میں حق اور باطل کا مقابلہ ذکر فرمایا گیا تو ظاہر ہے کہ اس کا مقصد یہی ہے کہ اہل حق اور مؤمنین کو ضروری ہے کہ کفر کی شوکت اور

غلبہ پامال کرنے کے واسطے جہاد کے لیے اٹھو کفر کے بڑوں اور کافروں سے خوب مقابلہ و مقاتلہ کریں اور انکی گردنیں اڑائیں اور ان مجرمین کا خون بہائیں تاکہ انکی قوت اور حوصلے شکستہ ہو جائیں اور مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی سکت باقی نہ رہے کافروں کے عناد اور مسلمانوں سے مقابلہ میں جو ایک طویل عرصہ تک ان کی فعالانہ جد وجہد کا سلسلہ رہا کا علاج بجز اسکے کچھ نہیں کہ اب مسلمان انکی یہ باطل طاقتیں پامال کرنے کے لیے جہاد کریں اور جب تک ان کی شوکت ختم نہ ہو جائے اسکے علاوہ اور کسی چیز کی گنجائش نہیں ہاں جب شوکت ختم ہو جائے اور کافروں کے طوفان بیٹھ جائیں اور مسلمانوں کے سامنے عاجز و درماندہ ہو جائیں تو پھر بے شک اختیار ہے کہ احسان کرکے بغیر کسی فدیہ اور معاوضہ کے چھوڑ دیا جائے یا فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے حاصل یہ کہ اعلاء کلمۃ اللہ اور کفر کے غلبہ کو ختم کرنے کے لیے جیسے کہ ارشاد ہے وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ خوب قتال کیا جائے اور اعداء اللہ کی جب تک کمر نہ ٹوٹ جائے قتال ترک نہ کیا جائے یہاں تک کہ حق کی ہیبت اور رعب کافروں کے دلوں پر اس قدر طاری ہو جائے کہ وہ ہتھیار ڈال دیں اور آئندہ کبھی مسلمانوں کے مقابلہ میں سر اٹھانے کی ہمت بھی نہ کر سکیں۔

غزوۂ بدر کے موقع پر اعداء اللہ کے اثخان یعنی خوب خون ریزی اور حوصلہ شکنی سے قبل فدیہ لینے کا فیصلہ کر لیا گیا تھا بغیر اسکے کہ کوئی واضح حکم خداوندی نازل ہوتا بارگاہ خداوندی سے عتاب نازل ہوا تھا مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ جسکی تفصیل سورۂ انفال میں گزر چکی ہے کہ غزوۂ بدر میں کافروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے غالب آ جانے کے بعد کفار قریش میں سے جب ستر آدمی مسلمانوں کی قید میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے بارہ میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے صدیق اکبرؓ نے رائے دی کہ یا رسول اللہ یہ لوگ آپ کے خویش و رشتہ دار ہیں اگر فدیہ لے کر انکو چھوڑ دیا جائے تو ممکن ہے کہ اس احسان و نرمی سے یہ لوگ ایمان کی طرف مائل ہو جائیں اور یہ حسن سلوک انکی ہدایت کا ذریعہ بن جائے اور ساتھ ہی فدیہ کی وجہ سے تنگ دستی دور ہو اور مسلمانوں کی بھی کچھ اعانت ہو جائے علاوہ ازیں فدیہ آئندہ مسلمانوں کے لیے جنگی قوت میں اضافہ کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس رائے سے اختلاف کیا اور کہا کہ یا رسول اللہ یہ لوگ ائمۃ الکفر اور کافروں کے سرغنے اور سردار ہیں انکی گردنیں اڑا دیجئے تاکہ کفر کی طاقت پارہ پارہ ہو جائے سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی موافقت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبعی رأفت و مہربانی اور نرم دلی کے جذبہ سے فدیہ لے کر رہا فرما دینا قبول فرما لیا تھا جس پر یہ عتاب خداوندی نازل ہوا تھا تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں سورۂ انفال تفسیر روح المعانی ابن کثیر اور معارف القرآن حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

ان آیات میں کون سی آیت کس آیت کے لیے ناسخ ہے، اس کی تحقیق کیلئے تفسیر احکام القرآن قاضی جصاص کی مراجعت فرمائیں۔

بعض ائمہ تفسیر سے منقول ہے کہ آیت فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً، سورۂ براءۃ کی آیت فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ سے منسوخ کردی گئی بعض روایات میں عبداللہ بن عباسؓ اور ضحاکؒ سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا لیکن اکثر ائمہ مفسرین نسخ کے قائل نہیں ہیں اس کی تقریر یہ ہے کہ ان آیات میں باہم کوئی تعارض اور مفہوم کا کوئی اختلاف نہیں اور اس امر کی ضرورت نہیں ہے کہ کسی آیت کو منسوخ قرار دیا جائے فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً کا حکم جب کہ اثخان وخون ریزی کے بعد ہے تو اس کی یہ نوبت فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ کے بعد ہی آئے گی۔

اور غزوۂ بدر میں چونکہ اس وقت تک کفر کی شوکت پامال نہ ہوئی تھی اس وجہ سے فدیہ قبول کرنا مشیت خداوندی کے مطابق نہ ہوا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شیخ الاسلام حضرت شیخ عثمانیؒ اپنے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں حق و باطل کا معرکہ قرار دیا گیا ہے جس وقت مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہو جائے تو مسلمانوں کو پوری مضبوطی اور بہادری سے مقابلہ کرنا چاہیے باطل کا زور جب ہی ٹوٹے گا جب بڑے بڑے شریر مارے جائیں اس لیے ہنگامۂ کارزار میں کسل و سستی و بزدلی اور توقف و تردد کو پاس نہ آنے دو دشمنوں کی گردنیں مارتے چلا جاؤ۔ ہاں جب کافی خون ریزی کے بعد جب تمہارا دھاک بیٹھ جائے اور ان کا زور ٹوٹ جائے اس وقت قید کرنا بھی مناسب ہے کما قال اللہ تعالیٰ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ الخ یہ قیدیوں میں مصلحت ہے ان کے بچے تا زیادہ تجربت کا کام دے اور مسلمانوں کے پاس رہ کر انکو اس بات کا بھی موقع ملے گا کہ وہ مسلمانوں کی حالت کا موازنہ کر لیں اور جانچیں اور تعلیمات میں غور کرنے کا بھی موقع ملے گا اس طرح ہو سکتا ہے کہ خود بخود حق و صداقت کا راستہ اختیار کر لیں یا مصلحت سمجھو تو بدون معاوضہ کے رہا کر دو تو اس صورت میں ممکن ہے کہ بہت سے افراد تمہارے حسن احسان سے اور عمدہ اخلاق سے متاثر ہو کر تمہاری طرف کھنچ آئیں اور تمہارے دین سے محبت کرنے لگیں اور خود ہی مشرف باسلام ہو جائیں یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان قیدیوں کے عوض ان مظلوم مسلمانوں کو رہا کرایا جا سکے جو کفار کے قید و بند میں مبتلا اور ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں تو یہ متعدد فوائد اس میں ہیں بہرحال اسیران جنگ کو ان کے وطن واپس کر دینے کی دو صورتیں ہیں معاوضہ میں چھوڑنا یا بلا معاوضہ رہا کر دینا ان میں جو صورت امام کے نزدیک اصح ہو وہ اختیار کر سکتا ہے حنفیہ کے ہاں بھی فتح القدیر اور شامی وغیرہ میں اسی طرح کی روایات موجود ہیں ہاں اگر قیدیوں کو انکے وطن واپس کرنا مصلحت نہ ہو تو پھر تین صورتیں ہیں

تپ

پر موقوف ہے۔

تاریخ اس کی شاہد ہے دیکھ لیں تو کیا انہوں نے سیر نہیں کیا ہے زمین میں کہ دیکھ لیں کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے جب انہوں نے انکار کیا اور خدا کے رسولوں کا مقابلہ کیا تو ہلاکت و تباہی مسلط کر دی اللہ نے ان پر اور کافروں کے واسطے ایسی مثالیں ہیں جو عبرت کے واسطے کافی ہیں تو اب کفار مکہ بھی ان واقعات کو دیکھ کر عبرت حاصل کر سکتے ہیں اور ابھی وقت ہے کہ وہ ہدایت قبول کر لیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ مولیٰ و مددگار ہے ایمان والوں کا اور بے شک جو کافر ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں حتیٰ کہ خود ان کے معبود اور ان کے ذرائع و وسائل بھی ان کو عذاب خداوندی سے نہ بچا سکیں گے نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔

فائدہ غزوۂ احد میں جب وقتی طور پر مسلمانوں کو کچھ پریشانی پیش آگئی تھی تو ابوسفیان بن حرب نے پکارا لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم۔ حضرات صحابہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ ہم کیا کہیں تو آپ نے فرمایا کہو اللّٰہ مولانا ولا مولیٰ لکم۔

إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ

مقرر اللہ داخل کرے گا ان کو جو یقین لائے اور کئے بھلے کام باغوں میں

تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَ

کہ بہتی ان کے نیچے نہریں اور جو منکر ہیں برتتے ہیں اور

يَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعٰمُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿١٢﴾ وَ

کھاتے ہیں جیسے کھاویں ڈھور اور آگ ہے گھر ان کا اور

كَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّن قَرْيَتِكَ الَّتِي

کتنی تھیں بستیاں جو زیادہ تھیں زور میں اس تیری بستی سے جس

أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿١٣﴾ أَفَمَن كَانَ عَلٰى

نے تجھ کو نکالا ہم نے ان کو کھپا دیا پھر کوئی نہیں ان کا مددگار بھلا ایک جو چلتا ہے

بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا

سوجھ کی راہ پر اپنے رب کی برابر اسکے جسکو بھلا دکھایا اسکا برا کام اور چلتے ہیں

أَهْوَاءَهُمْ ﴿١٤﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا

اپنی چاؤ پر — احوال اس بہشت کا جس کا وعدہ ہے ڈر والوں کو اس میں

أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ

نہریں ہیں پانی کی جو بو نہیں کر گیا — اور نہریں ہیں دودھ کی جس کا مزہ

يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ۚ وَ

نہیں پھرا — اور نہریں ہیں شراب کی جس میں مزہ ہے پینے والوں کو اور

أَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ

نہریں ہیں شہد کی جھاگ اتارا ہوا اور ان کو وہاں سب طرح کے میوے

وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا

اور معافی ہے ان کے رب سے — برابر ان کے جو سدا رہتا ہے آگ میں اور پلایا ہے

مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ﴿١٥﴾ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ

ان کو کھولتا پانی تو کاٹ نکالا ان کی آنتیں — اور بعضے ان میں ہیں کہ کان رکھتے

إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا

ہیں تیری طرف یہاں تک کہ جب نکلیں تیرے پاس سے کہتے ہیں ان کو جن کو علم

الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ

ملا کیا کہا تھا اس شخص نے ابھی — یہ وہی ہیں جن کے دل پر

قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ﴿١٦﴾ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ

مہر کر دی ہے اللہ نے اور چلتے ہیں اپنی چاؤ پر — اور جو لوگ راہ پر آئے ہیں ان کو

هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ﴿١٧﴾ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ

اور بڑھ گئی ان کو سوجھ اور ان کو دی ہے ان کی پرہیزگاری — اب یہی راہ دیکھتے ہیں اس گھڑی کی

أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّىٰ لَهُمْ

کہ آکھڑی ہو ان پر اچانک — کیونکہ آچکی ہیں اس کی نشانیاں — سو کہاں ملے گی ان کو

إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرَاهُمْ ﴿١٨﴾ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ

جب وہ آپہنچی ان کو سمجھ — سو تو جان رکھ کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَاللَّهُ

اور معافی مانگ اپنے گناہ کو اور ایماندار مردوں کو اور عورتوں کو اور اللہ کو

يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ﴿١٩﴾

معلوم ہے گشت تمہارا اور گھر تمہارا

جزاو انعامات اہلِ سعادت و محرومی و بدنصیبی اہلِ شقاوت

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا ...... الیٰ ...... مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ

(ربط) گذشتہ آیات میں مسلمانوں کے غلبہ و کامیابی کا ایک راز بیان فرمایا گیا اور وہ ضابطہ جس پر نصرت خداوندی انکے شامل حال ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ تاریخی واقعات کا حوالہ دیتے ہوئے ظاہر کر دیا گیا کہ ہمیشہ سے قانون قدرت اسی طرح چلا آرہا ہے کہ حق کو غلبہ ہوتا ہے اور باطل اپنے جملہ مادی وسائل اور ذرائع کے ناکام و مغلوب ہوتا ہے تو اب ان آیات میں اہل ایمان پر حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ہونے والے انعامات کا ——— بیان ہے اور یہ کہ انکو دنیوی کامیابی برتری اور عزت کے علاوہ آخرت میں جنت کی بے پایاں نعمتوں سے نوازا جائے گا اور جو قومیں شقاوت و بدبختی کا شکار ہو گئیں انکے واسطے سوائے ذلت و ناکامی اور عذاب آخرت کے اور کچھ نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ کافر کی حیات بے مقصد اور بے معنی ہے اس لحاظ سے ان کا دنیوی زندگی میں کھانا پینا مادی اسباب عیش و راحت سے تمتع بالکل حیوانوں کی طرح ہے کہ حیوان کا بھی اس دنیوی زندگی کا کوئی مقصد حیات نہیں بس یہی دنیا کی زندگی اسکی زندگی ہے بالکل یہی حال کفار و منکرین کا بھی ہے۔

ارشاد فرمایا جا رہا ہے بے شک اللہ تعالیٰ داخل کرے گا ایمان والوں کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے نیکی کے کام کیے ایسے باغات میں جنکے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو لوگ کافر ہیں وہ دنیا

کے ساز و سامان سے نفع اٹھا رہے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے کہ چوپائے کھاتے ہوں کہ انکو اس حیات دنیوی کے
مابعد آخرت کا کوئی تصور ہی نہیں اور سمجھتے ہی نہیں کہ اس دنیوی حیات کس مقصد کیلئے انسان کو دی گئی ہے
اور بجز مال و دولت کی حرص بھی اچھے برے اور نفع نقصان میں انکو تمیز نہیں کرنے دیتی جس طرح چوپائے تمیز
نہیں کرتے کہ کیا چیز اچھی ہے اور کیا بری بس چارہ کی حرص ہے اور ہر چیز پیٹ میں بھرتے چلے جا رہے
ہیں تو ٹھیک ہے چند دن مزے اڑا لیں مگر بس آگ ہی انکا ٹھکانا ہے جو انکے واسطے گویا اسی طرح
تیار کیا ہوا ہے جیسے کسی انسان کے واسطے اس کا گھر بطور ٹھکانے کے تیار کیا جاتا ہے۔

اور کتنی ہی بستیاں تھیں گزری ہوئی تاریخ میں جنکے تذکرے موجود ہیں جو زیادہ طاقت ور تھیں بہ
نسبت آپ کی اس بستی کے کہ جس نے نکالا آپ کو اور آپ اس سرزمین سے ہجرت کر کے اب
مدینہ منورہ جا رہے ہیں کہ ہم نے انکو تباہ کر ڈالا پھر انکا کوئی مددگار نہ تھا اس لیے اہل مکہ کو اپنے زور
اور طاقت پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے یہ قوم عاد و ثمود اور مدین والے تو بڑے ہی طاقتور تھے مالی وسائل بھی
بہت تھے ہر قسم کا ساز و سامان تھا حتی کہ پہاڑوں میں تراشے ہوئے محفوظ ترین مکانات تھے لیکن کیا
کسی نے انکی کوئی مدد کی جب عذاب خداوندی آیا تو ایک ہی رات میں بستیاں کی بستیاں نیست
نابود ہو گئیں تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح حجت اور صحیح راستہ پر ہے وہ اس شخص کے
برابر ہو سکتا ہے جسکے واسطے انکے برے اعمال رچا دیئے گئے اور وہ ان ہی اعمال بد کو اچھا سمجھ رہا ہے
اور وہ لوگ اپنی خواہشات پر ہی چلتے ہیں؟ ہرگز نہیں دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتے ظاہر ہے کہ جو شخص ہدایت
میں ـــــ شرح صدر اور فہم و بصیرت کے ساتھ حق و صداقت کے کشادہ راستہ پر بے روک ٹوک چل رہا ہو
وہ اس شخص کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جو متحیر و مبہوت و سرگرداں کے عالم میں ایک تاریک راستہ میں بھٹک
رہا ہے اور ٹھوکریں کھا رہا ہے حتی کہ وہ سیاہ و سفید اور نیک و بد کی بھی تمیز نہ کر سکتا ہو اور خواہشات نفس کی
پیروی میں ہر بری چیز کو بھلی سمجھ رہا ہو حال اس جنت کا جسکا   تقوی والوں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے
کہ اس میں نہریں ہیں ایسے پانی کی جو متغیر و بدبودار نہیں ہوتا خواہ وہ کتنے ہی زمانہ تک رکھا رہے جس کا مزہ
شہد سے زیادہ شیریں اور رنگ دودھ سے زائد سفید ہے نہ اسکے رنگ میں تغیر آتا ہے اور نہ اسکے مزے
میں اور نہریں ہیں دودھ کی جسکے مزہ میں کوئی فرق نہیں آتا خواہ کتنا ہی وقت گزر جائے اور نہریں ہیں شراب
طہور کی جس میں لذت ہے پینے والوں کے واسطے برخلاف دنیوی شرابوں کے نہ ان میں کوئی لذت نہ مزہ

عله بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ ہجرت کرتے
ہوئے مکہ مکرمہ سے نکل کر مدینہ منورہ جا رہے تھے اور مکہ سے نکلتے وقت آپ نے چہرۂ انور مکہ کی آبادی میں
بیت اللہ کی طرف کیا اور فرمایا اے سرزمین مکہ تو مجھے کس قدر محبوب ہے خدا کی قسم اگر یہ تیری قوم مجھ کو
نکلنے پر مجبور نہ کرتی تو میں ہرگز نہ نکلتا ۱۲

مزہ (جنت) بلکہ بدبو گندگی اور نصب کی بے چینی اور دماغ کی مدہوشی اور جسمانی امراض کے سوا اس میں کچھ نہیں
اور نہریں ہیں شہد کی جو بالکل صاف کیا ہوا ہو جس میں شہد کا موم یا تنکا وغیرہ کچھ نہ ہو اس میں مکھی تک بھی
نہ ہوگا بلور کی طرح صاف اور چمکدار ہوگا
اور (مومنین) ان کے واسطے اہل جنت میں ہر قسم کے پھل ہوں گے کہ لطیف مشروبات کے لطف دینے کے
ساتھ ماکولات میں بھی مفرح اور لذیذ پھل ہوں گے اور ان سب نعمتوں سے بڑھ کر یہ کہ مغفرت ومعافی ہو
گی ان کے رب کی طرف سے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد اس سے بھی نفس کو اطمینان ہو جائے
گا کہ اب آئندہ کسی بات پر پروردگار کی طرف سے حساب وعقاب نہ ہوگا ورنہ تو انسان کو ہر نعمت
کے ہوتے ہوئے بھی نعمتوں کے زوال اور معصیت کے نزول کا تصور فکر وغم کا موجب ہوتا ہے جس سے
اہل جنت مامون کر دیئے جائیں گے حق تعالیٰ کی طرف سے اعلان رضا اور اعلان خوشنودی فرما دینے
کی وجہ سے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ تو کیا یہ ایمان وتقویٰ والے
جنہوں نے ایسی عظیم الشان نعمتوں سے نوازا جائے گا اس شخص کی طرح ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ کے لیے آگ میں ہو
اور ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو بھی کاٹ ڈالے گا اعاذنا اللہ منہ یقینا دونوں گروہ
برابر نہیں ہر عقل والا سمجھ سکتا ہے بس اسی طرح اہل ایمان اور منکر بھی برابر نہیں اہل ایمان وتقویٰ ابدی
دائمی نعمتوں میں سرشار ہوں گے اور منکرین وکفار آلام ومصائب اور تاریک جہنم میں مبتلا ہوں گے۔
امام احمد بن حنبلؒ نے باسناد حکیم بن معاویہؓ عن ابیہ بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ارشاد فرمایا کرتے تھے بیشک جنت میں پانی کے سمندر کے ساتھ ایک سمندر دودھ کا ہے اور ایک شہد اور ایک
شراب طہور کا جن سے نہریں نکل رہی ہیں۔
اور ایک حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! جب تم اللہ سے جنت
کے لیے دعا مانگو تو فردوس کا سوال کیا کرو کیونکہ فردوس جنت کا درمیانی اور اعلیٰ ترین مقام ہے جس سے
تمام نہریں جنت کی جاری ہیں اور اس کے اوپر عرش رحمٰن ہے۔
بہرحال اہل ایمان وتقویٰ یقین وتوجہ کے ساتھ ان باتوں کو سن کر وحی الٰہی اور تعلیمات نبویہ کے
آثار قبول کرتے ہیں اور روحانی ہدایات ومعارف سے اپنے قلوب کو منور اور اپنی زندگیوں کو مزین
بناتے ہیں اس کے بالمقابل ایک گروہ منافقین کا ہے جن کا یہ حال ہے اور بہت سے ان میں سے
ایسے ہیں کہ جو کان لگاتے ہیں اے ہمارے پیغمبر آپ کی طرف اور آپ کی باتیں سنتے ہیں یہاں تک
کہ جب وہ آپ کے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو کہتے ہیں ان لوگوں سے جنکو علم دیا گیا اور وہ علم والے

۱؎ اس کا ثبوت شراب کے اثرات کے تجربہ وتحقیق سے واضح طور پر ہو چکا ہے اور یورپ کے لوگ جو شراب
میں بدمست رہتے ہیں انکی صورت وشکل اور حالت اس کا شاہد ہیں ۱۲

جانتے ہیں اسی پر قائم رہئیے اور استغفار کرتے رہئیے اپنی تقصیر و لغزش کیلئے اور تمام ایمان دار مردوں اور عورتوں کیلئے اور اللہ کو معلوم ہے تمہارا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا اور تمہارا ٹھکانا تمہارا کوئی حال اس سے پوشیدہ نہیں اور نہ کسی کا انجام اور ٹھکانا کہ آخرت میں کیا ہے وہ بھی اس سے مخفی نہیں اسلئے نہ تو اہل ایمان کو مایوس ہونا چاہئے اور نہ کفار پر عالم دنیا میں عذاب کی تاخیر سے پریشان ہونا چاہئیے اور نہ ہی یہ سمجھنا چاہئیے کہ جس مغلوبی اور مظلومی کے دور سے مسلمان آج گزر رہے ہیں وہ کبھی بدلے گا نہیں یہ سب باتیں اللہ کے علم محیط و ازلی میں ہیں غرض عارضی اور وقتی احوال کو مستقل نہ سمجھنا چاہئیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے امر بالاستغفار کی حقیقت

آیت مبارکہ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ میں استغفار کا حکم مفسرین کی ایک جماعت کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے تو اس صورت میں "ذنب" سے مراد امر خداوندی کی خلاف ورزی اور نافرمانی جیسی کوئی چیز ہرگز ممکن نہیں اسلئے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور عصمت انبیاء کا مسئلہ دین کے اصول مسلّمہ میں سے ہے جیسا کہ سورۃ بقرہ کی تفسیر میں مسئلہ عصمت انبیاء پر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل کے ساتھ کلام فرمایا ہے اس وجہ سے لامحالہ لفظ ذنب سے مراد کوتاہی اور کمی یا منشاء خداوندی کی کسی اجتہادی مسئلہ میں پوری پوری مطابقت کا نہ ہونا سمجھا جائے گا قانون ہے حسنات الابرار سیئات المقربین کہ عام نیکوں کے حسنات و نیکیاں بارگاہ خداوندی کے مقربین کے حق میں خطاء و تقصیر ہیں اصل حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر لحظہ مدارج کی ترقی اور بندی کا ہوتا ہے اور ہر آنے والی گھڑی گزشتہ گھڑی کی نسبت عظمت و بلندی کے مقام پر پہنچانے والی ہوتی تھی اور آپ کے قلب و ذہن میں جن مدارج و مقامات کی آرزو ہوتی تھی ابھی تک آپ کا اپنے تخیل کے لحاظ سے یہ محسوس کرنا کہ ابھی نہیں عروج ہوا تقصیر کا درجہ ہے جسکو ذنب کے لفظ سے تعبیر کیا گیا اور اسی پر گویا یہ حکم ہے اور اسی کی تعمیل میں آپ کا یہ دستور العمل تھا جس کو ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کُلَّ یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ کہ میں ہر روز میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں سو مرتبہ

مسند احمد بن حنبل جامع ترمذی، امام مسلم ابوداؤد و نسائی نے اغر مزنی سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّہٗ لَیُغَانُ قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کُلَّ یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ ع

ع مسند احمد بن حنبلؒ جامع ترمذی صحیح مسلم سنن نسائی

قلب پر ایک قسم کی رکاوٹ یا کدورت محسوس ہوتا ہے اور اس پر میں اللہ رب العزت سے استغفار کرتا ہوں اور ہر روز ایک سو مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے تھے آپ نے فرمایا جب بھی میں صبح کرتا ہوں تو کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ میں سو مرتبہ استغفار نہ کروں معلوم ہوا کہ کل یوم سے ہر دن کی صبح کے وقت اسکی پابندی مراد ہے ورنہ آپ کی تو ایک ایک مجلس میں ایک ہی دن میں متعدد بار ایک سو مرتبہ سے زائد استغفار کی تعداد ہو جاتی تھی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک ہی نشست میں آپ کے استغفار شمار کرتے تو سو مرتبہ سے زائد ہو جاتا تھا۔ اور یہ جو رکاوٹ یا مراتب عالیہ کی عروج و بلندی میں کمی کا ذکر حدیث میں وارد ہوا اسکی حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ پیغمبر خدا کی ظاہر اشتغال کے لحاظ سے دو جانبیں ہیں ایک اشتغال الی الحق اور دوسری جانب اشتغال مع الخلق ہے اگرچہ آپ کا اشتغال مع الخلق بھی جو کہ امت کی تعلیم و تربیت کی صورت میں ہے اللہ ہی کے لیے ہے لیکن صورۃً اشتغال الی الحق سے بظاہر تعطل نظر آتا ہے تو اسی کو آپ تقصیر و کوتاہی فرماتے ہیں اور اسی پر سلسلہ استغفار ہے اور یہی وہ ہے جس کو وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ میں فرمایا گیا۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۚ

اور کہتے ہیں ایمان والے کیوں نہ اتری ایک سورت

فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا

پھر جب اتری ایک سورت جانچی ہوئی اور ذکر ہوا اس میں

الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم

لڑائی کا تو تو دیکھتا ہے جن کے دل میں

مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ

روگ ہے تکتے ہیں تیری طرف جیسے تکتا ہے کوئی بیہوشی پڑتے

الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٠﴾ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ فَإِذَا

کے وقت سو خرابی ہے انکی حکم ماننا ہے اور بھلی بات کہنی پھر جب

عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿٢١﴾ فَهَلْ

تاکید پر کام کی تو اگر سچے رہیں اللہ سے تو ان کا بھلا ہے پھر تم

عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَ

سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت ہو کر خرابی ڈالو ملک میں اور

تُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَأَصَمَّهُمْ

توڑو اپنے ناتے ایسے لوگ وہ ہیں جنکو پھٹکارا اللہ نے پھر کر دیا

وَأَعْمٰى أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْاٰنَ أَمْ

انکو بہرا اور اندھی کر دیں انکی آنکھیں کیا دھیان نہیں کرتے قرآن میں یا

عَلٰى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلٰى

دلوں پر لگ رہے ہیں انکے قفل جو لوگ الٹے پھر گئے اپنی

أَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ

پیٹھ پر پیچھے اس سے کہ کھل چکی ان پر راہ شیطان نے

سَوَّلَ لَهُمْ ۖ وَأَمْلٰى لَهُمْ ﴿٢٥﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ

بات بنائی انکے دل میں اور دور کے وعدے دیئے یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہا ان سے

كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۚ

جو بیزار ہیں اللہ کے اتارے سے ہم تمہاری بات بھی مانیں گے بعضے کام میں

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

اور اللہ جانتا ہے ان کا مشورہ کرنا پھر کیسا ہوگا جب کہ فرشتے جان نکالیں گے

يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا

انکی مارتے جاتے ہیں ان کے منہ پر اور پیٹھ پر یہ اس پر کہ وہ چلے اس راہ

مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾

جس سے اللہ بیزار ہو اور ناپسند کی اسکی خوشی، پھر اُس نے اکارت کر دیئے انکے کئے

جذبۂ ایمان و اخلاص مومنین و شناعت اعتقاد و عمل منافقین

قال اللہ تعالیٰ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ... الیٰ ... فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ

(ربط) گذشتہ آیات میں سعادت مند اور اہل ایمان اور انکی مقبولیت عند اللہ کا ذکر تھا اور یہ کہ مجرمین کا انجام ہلاکت و بردین و دنیا کی ذلت و رسوائی ہے جیسے کہ پہلی، تو اب ان آیات میں یہ ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ مومنین مخلصین کا جذبہ کس قدر پاکیزہ ہوتا ہے اور وہ اللہ کا دین قائم کرنے کیلئے کس طرح جہاد فی سبیل اللہ کی آرزو کرتے ہیں مگر اسکے برعکس منافق اور وہ لوگ جنکے دلوں میں روگ ہوتا ہے وہ کس کس طرح دین اور احکام دین کی پیروی کرنے سے گریز کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی بداعمالیوں اور فساد فی الارض کو بیان کرتے ہوئے اس حقیقت کا پھر اعادہ کیا گیا کہ انسانی سعادت لوگوں کا بیان خدا اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فرمانبرداری ہی سے ہے چنانچہ ارشاد فرمایا۔

اور کہتے ہیں ایمان والے کیوں نہ اتاری گئی ایک سورت خاص طور سے جس میں جہاد کی اجازت دے دی جائے اور احکام جہاد کی تفصیل بیان کر دی جائے حضرات صحابہؓ جہاد کی فرضیت سے قبل اسکی تمنا اور طلب میں منتظر رہے تھے کہ کب جہاد کی آیت اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا نازل کی گئی ہے تو یہ جذبہ اہل ایمان کا تھا لیکن پھر جب نازل کی گئی ایک سورت جو محکم ہو یعنی ٹھیک وقت پر اتاری گئی اور جس میں صاف صاف احکام تھے اور اس میں ذکر ہوا قتال کا تو اے مخاطب آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو جنکے دلوں میں مرض ہے کہ وہ حیرانی اور بدحواسی کے عالم میں آپ کی طرف دیکھتے ہیں اس شخص کی طرح دیکھنا جس پر موت کے وقت کی غشی طاری ہو گئی ہو کہ خوفزدہ ہو کر آنکھیں پھٹی کی پھٹی بے رونق آنکھوں سے دیکھتا ہے جیسے کہ نزع کے وقت انسان کی آنکھوں کا نور جاتا رہتا ہے جس بدقسمتی و بیماری سے لگے ہیں یعنی نفاق اور ضعف ایمان کی وجہ سے اسی طرح کی کیفیات میں مبتلا ہیں حکم ماننا اور معقول بات کہنا ہی سعادت و نجات ہے پھر جب معاملہ پختہ ہو جائے اور جہاد کے لئے قدم اٹھانا ضروری ہو جائے تو یہی بات اس میں مضمر ہے کہ فرمانبرداری و اطاعت کا جو زبان سے اقرار کیا جا رہا ہے اس کی تکمیل عملاً کر کے دکھائیں اپنے قول و قرار کی عملی تصدیق ہو گی، سو اگر وہ سچے رہتے اللہ کے ساتھ اپنے وعدوں اور اقرار میں تو انکے حق میں بہتر ہوتا سے

ـــــ علامہ آلوسیؒ کی رائے یہ ہے کہ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ میں اذا کا جواب فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ ہے
روح المعانی صفحہ ۲۶۱ پر ہے

وہ لوگ جو دل کی بیماری نفاق اور کمزوری میں مبتلا ہونے کے باعث جہاد کی فرضیت کا حکم نازل ہوتے ہی اپنے اوپر موت کی سی غشی اور بدحواسی محسوس کرنے لگے ہو کیا یہ بات متوقع نہیں ہے کہ اگر تم جہاد سے روگردانی کرو تو پھر نوبت یہ آجائے گی کہ تم زمین میں فساد برپا کردو گے اور قطع رحمی کرو گے کہ قرابتوں کو پامال کرکے اور ان کی حق تلفی کرکے نظام عالم کو تباہ و برباد کردو گے، یہ لوگ یقیناً ایسے ہیں کہ اللہ نے انکو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اس طرح سے کہ انکو بہرا کر دیا حق کے سننے سے اور اندھا کر دیا ہے حقائق کے مشاہدے سے انکی آنکھوں کو اس وجہ سے نہ تو کوئی حق کی بات سننے کی توفیق ہو سکتی ہے اور نہ حقائق اور دلائل و آیات کا مشاہدہ ممکن ہے اور یہی وہ ذرائع اور راستے ہیں جن سے انسان سعادت اور حق قبول کیا کرتا ہے اور ظاہر ہے حق تعالیٰ نے تو انسان کو اسی غرض سے عطا کئے ہیں وہ ان کو کام میں لائے اگر وہ ان کو اپنی بد نصیبی سے معطل کر دے تو یقیناً خدا کی رحمت سے دور ہوگا رحمت خداوندی کا مستحق انسان تو وہی ہے جو ہدایت اور حق قبول کرے۔

انسان کو اللہ نے جس طرح ظاہری بینائی اور سماعت عطا کی ہے اسکو قلب کی بینائی اور بصیرت بھی عطا کی ہے عقل و فکر سے نوازا ہے۔

تو ایسے لوگ کیوں نہیں غور و فکر کرتے قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں ان کے عقل کی انکی بد اعمالیوں اور غفلت کی وجہ سے دلوں پر قفل پڑ گئے ہیں کہ نصیحت اندر جانے کا راستہ ہی نہیں رہا ہے بے شک جو لوگ الٹے پھر گئے ہیں اپنی پیٹھ پر بجائے اسکے کہ حق و ہدایت کی طرف بڑھیں اور پیش قدمی کریں وہ پھر پشت کی طرف الٹے جاہلیت و کفر ہی کی جانب لوٹ رہے ہیں بعد اسکے کہ انکو سیدھا راستہ واضح ہو چکا حقیقت یہ ہے شیطان نے انکے واسطے گمراہی رچا دی ہے انکے دلوں میں اور دور کی باتیں سمجھائیں کہ جہاد میں جانے سے تو ہو سکتا ہے جلد مر جائیں اور اگر نہ گئے تو دیر تک زندہ رہیں گے خواہ مخواہ جہاد میں جاکر مر جانے سے کیا فائدہ دور دراز باتیں اور امیدیں بھی دل میں رچا دیں

ف۱ اس لفظ میں اشارہ ہے کہ فا تفریع کے معنی میں ہے نہ کہ تعقیب کے لیے کیونکہ ان لوگوں کا اندھا اور بہرا ہونا مقدم ہے لَعَنَهُمُ اللّٰهُ سے بلکہ ملعون ہونا ان احوال پر مرتب ہے۔

ف۲ اَلشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰى لَهُمْ ۔ میں شیطان کی طرف دو باتوں کی نسبت کی گئی ایک تسویل اور دوسرے املاء تسویل کے معنی مزین کر دینے اور رچا دینے کے ہیں یعنی شیطان نے برے اور قابل نفرت کاموں کو مزین کرکے انکے دلوں میں پسندیدہ اور قابل رغبت بنا دیا اور املاء یہ کہ ان کو ایسی طویل آرزوؤں اور امیدوں میں الجھا دیا کہ انکے پورے ہونے کی امید نہیں۔

اور دھوکہ میں ڈالا جیسا کہ ارشاد ہے وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ؀ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے ان لوگوں سے جو اللہ کی نازل کی ہوئی چیز سے نفرت کرتے تھے کہا یعنی یہودیوں سے ہم تمہاری اطاعت کریں گے بعضے کاموں میں اگرچہ ہم نے ظاہر میں اسلام کا دعویٰ کیا ہے لیکن ہم درحقیقت انکے ساتھ نہیں بلکہ دل سے ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تمہاری موافقت و اطاعت کریں گے اگر مسلمان تم پر حملہ کریں گے تو ہم اس وجہ سے کہ ظاہر میں مسلمان ہیں یہ نہیں ہوگا کہ انکا ساتھ دیتے ہوئے تم سے لڑیں بلکہ ایسی صورت میں کہ تم مسلمانوں سے مقابلہ کرو ہم تمہارا ساتھ دیں گے منافقین یہ باتیں کہہ رہے ہیں اور اللہ ان کے یہ خفیہ مشورے جانتا ہے یہ منافقین ان خفیہ معاہدوں اور رازدارانہ مشوروں کو یہ خیال کرتے ہیں کہ انکی کسی کو خبر نہیں یہ غلط ہے خدا جانتا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ انکی معاندانہ باتیں اور حاسدانہ مکاریاں خدا کو معلوم ہیں اور عنقریب انکے مکر و فریب کے تمام پردے طشت از بام کر دے گا اور یہ لوگ اپنی ان منافقانہ سازشوں کی سزا اور عذاب سے ہرگز نہیں بچ سکتے تو پھر یہ سوچ لیں کہ کیا حال ہوگا جب کہ فرشتے انکی جان نکالیں گے اور مارتے جارہے ہوں گے ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر تو اس وقت نفاق کا مزہ خوب چکھیں گے یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ انہوں نے وہ راستہ اختیار کیا جس نے اللہ کو ناراض کیا اور خدا اس سے بیزار ہے اور پسند نہ کی انہوں نے اللہ کی رضامندی تو انکے سارے کام اکارت کر دئے اور جو تدبیریں انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی تھیں وہ بھی برباد ہوئیں اور ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اس طرح دنیا میں تباہ ہوئے اور آخرت کے عذاب کو بھی اپنے اوپر مسلط کر لیا۔

؎ جیسے کہ دوسری آیت میں ارشاد ہے وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ یوں تو کفار کی ارواح کے قبض کے وقت جسم کا ایک ایک حصہ کرب و عذاب میں مبتلا ہوگا لیکن اس وجہ سے کہ منافقین نے مونہہ سے جھوٹ بولا تھا مونہوں پر مار پڑتی ہوگی اور اللہ کی اطاعت سے پیٹھ پھیری تھی تو پیٹھ پر فرشتے گرز مارتے ہوں گے ۱۲

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۵۱۲

تقریر یہ مراد یہ ہوئی کہ جہاد کے حکم و تاکید اور معرکۂ جہاد کے سامنے آجانے پر اگر یہ لوگ اللہ کے ساتھ سچے رہتے تو بہتر تھا اور بعض ائمہ نحاۃ و عربیہ کی رائے یہ ہے کہ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ کا جواب محذوف ہے اور وہ کرہوا وغیرہ جیسا مضمون ہے یعنی جہاد کے حکم اور اسکی نوبت آنے پر دل سے اسکو ناگوار سمجھنے لگے اور حیلہ جوئی کرنے لگے جیسے کہ حق تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے بارہ میں یہ آیت نازل فرمائی قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ اور فرمایا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ تفسیر سورۂ نساء میں گزر چکی ۱۲

اقتدار و حکومت ایمان و اخلاص کے بغیر فساد عالم کا باعث ہے

فائدہ: آیت مبارکہ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ میں لفظ تولی کا ترجمہ روگردانی سے کیا گیا ہے جیسا کہ بعض ائمہ مفسرین کرام یہی معنی اختیار کرتے ہیں تو اعراض اور روگردانی کے معنی لینے کی صورت میں اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ کا مفہوم یہ ہوگا کہ اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد سے اعراض اور روگردانی کرو گے تو زمین میں فساد برپا ہو جائے گا اور عدل و انصاف قائم نہ رہ سکے گا ظلم و استبداد اور قتل و قطع رحمی کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اس سے یہ نتیجہ ظاہر ہوا کہ جہاد فی سبیل اللہ درحقیقت دنیا میں قیام امن اور تحفظ حقوق کا ذریعہ ہے اس لیے کہ حقوق انسانی کا تحفظ صرف اللہ کے قانون ہی سے ہے اور جہاد اعلاء کلمۃ اللہ اور دین و عدالت کے قائم کرنے ہی کے واسطے ہوتا ہے اسکے برعکس کفر ہر قسم کی بدامنی ظلم و قتل کا باعث ہے اور آج کی دنیا میں یہ بات مشاہدہ اور تجربہ میں بخوبی آ چکی ہے دنیا کے امن و سکون کو تباہ کرنے والی ایٹمی طاقتیں سرزمین کفر ہی سے تمام عالم میں پھیل رہی ہیں اور احساس امر بالانصاف ہر صاحب عقل کرنے پر مجبور ہے کہ کفر ہی درحقیقت تمام فتنوں کا سرچشمہ اور امن عالم کو تباہ کرنے والا ہے ایک طرف کفر فساد عالم کا ذریعہ ہے تو دوسری طرف قتل اور ظلم و استبداد کا بھی باعث ہے بعض ائمہ مفسرین[1] نے اِنْ تَوَلَّيْتُمْ کا ترجمہ الولایت سے مشتق قرار دیتے ہوئے حکومت و ولایت کے حاصل کرنے کا کیا ہے یعنی اگر تم کو حکومت مل جائے حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے ترجمہ میں اسی کو اختیار فرمایا۔ تو اس صورت میں مراد یہ ہوگی کہ ایسے منافقین جن کا حال یہ ہے کہ اللہ سے بھی کوئی بات بھی نہیں کرتے اگر حکومت و اقتدار حاصل کر لیں تو انجام یہ ہوگا امن عالم کو تباہ کر دیں گے اور لوگوں کے حقوق پامال کرتے ہوئے قطع رحمی کرنے لگیں گے حکومت و اقتدار کا نشہ بالعموم عدل و انصاف کی راہ سے بھٹکا دیتا ہے دنیا کی حرص، جاہ و مال، نفس پرستی، اغراض و خواہشات کی پیروی کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ لڑنے اور جھگڑے پھیلتے ہیں باہمی تعلقات انس و محبت اور اخوت کی فضا قطعاً ختم ہو جاتی ہے ان تمام برائیوں سے بچانے والی قوت ایمان و اخلاص ہے اس لیے اگر حکومت و اقتدار ان برائیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے تو وہ ایمان و اخلاص ہی کی وجہ سے ممکن ہوگا ورنہ منافق قسم کے لوگوں کا اقتدار و حکومت عالم کی تباہی ہی کا موجب ہوگی۔

اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ میں یہی ظاہر فرمایا جا رہا ہے کہ فساد فی الارض اور قطع تعلق حقوق خدا کو خدا کی رحمت سے دور اور محروم کر دینے والی ہے

---

[1] ملاحظہ فرمائیں روح المعانی تفسیر قرطبی اور ابن کثیر ۱۲ منہ

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَن لَّن يُخْرِجَ

کیا خیال رکھتے ہیں! جنکے دل میں روگ ہے کہ اللہ نہ کھولے گا

اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَاهُمْ

ان کے جیوں کے بیر اور اگر ہم چاہیں تجھ کو دکھادیں انکو، سو پہچان تو چکا ہے تو انکے چہرہ

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾

سے اور آگے پہچان لے گا بات کے ڈھب سے اور اللہ کو معلوم ہیں تمہارے کام

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ

اور البتہ ہم تم کو جانچیں گے تا معلوم کریں جو تم میں لڑائی والے ہیں اور ٹھہرے رہنے والے

وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن

اور تحقیق کریں تمہاری خبریں جو لوگ منکر ہوئے اور روکا اللہ

سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ

کی راہ سے اور خلاف ہوئے رسول سے پیچھے اسکے کہ کھل چکی ان پر

الْهُدَىٰ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾

راہ وہ نہ بگاڑیں گے اللہ کا کچھ اور وہ اکارت کر دیگا انکے کئے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ

اے ایمان والو! حکم پر چلو اللہ کے

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ

اور حکم پر چلو رسول کے اور

لَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾

ضائع مت کرو اپنے کئے

ع

تہدید و تحذیر باظہار مکر و تدابیر منافقین دشمنان اسلام و مسلمین

قال اللہ تعالیٰ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ..... الیٰ ..... وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ۔

(ربط) گذشتہ آیات میں جہاد کے حکم پر منافقین کے رسوا کن رویہ اور طرز عمل کا ذکر تھا اب ان آیات میں انکو مخاطب کرتے ہوئے تنبیہ کی جا رہی ہے اور آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اللہ رب العزت سے انکی کوئی بھی بات مخفی نہیں ہے اللہ جب چاہے انکے راز فاش کر سکتا ہے انکے نام انکی علامات اور نشانیوں کے ذریعے بھی مسلمانوں کو آگاہ کر سکتا ہے کہ یہ لوگ منافق اور اسلام و مسلمانوں کے دشمن ہیں ساتھ ہی اہل ایمان کو اس پر متوجہ کیا جا رہا ہے کہ دشمنان اسلام کے اس رویہ اور طرز عمل سے دلگیر نہ ہوں بلکہ انکو ایک طرح سے جہاد کا مرحلہ سمجھتے ہوئے ہمت کے ساتھ مردانہ وار مقابلہ کریں اور صبر و استقامت اختیار کریں اللہ اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں لگے رہیں اسی میں کامیابی ہے ارشاد فرمایا۔

کیا گمان کر لیا ہے ان لوگوں نے جنکے دلوں میں روگ ہے کہ اللہ ظاہر نہیں کرے گا انکے کینے اور دل میں چھپے ہوئے وہ جذبات حسد و عناد جو مسلمانوں کے خلاف انکے دلوں میں بھرے ہوئے ہیں انکو ہرگز یہ خیال نہ کرنا چاہیے بلکہ انکو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ انکے یہ سارے مکائد اور راز بہت جلد طشت از بام کر دیئے جائیں گے اور امتحان و آزمائش کی ایسی بھٹی میں انکو ڈالے گا کہ کھرا اور کھوٹا الگ ہو جائے گا اور اگر ہم چاہیں تو آپ کو دکھلا دیں وہ لوگ اور ان منافقین کو نام بنام آپکے سامنے ظاہر کر دیا جائے لیکن حکمت خداوندی یہ نہیں کہ سب منافقوں کو با قاعدہ نام آپ کو دکھلا دیا جائے ویسے تو آپ انکو پہچان چکے ہیں انکے چہروں کی نشانیوں سے اور آئندہ پہچان لیں گے انکی گفتگو کے انداز سے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے اعمال، انسانوں کی نظروں سے تمہارے اعمال چھپ سکتے ہیں مگر اللہ سے کسی کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں خواہ کتنے ہی پردوں میں وہ کام کیے جاتے اور البتہ ہم تم کو آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم معلوم کر لیں دیکھ لیں اور دنیا کی نظروں میں بھی یہ بات لے آئیں کہ کون لوگ تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور تم میں سے کون صابر اور ثابت قدم رہنے والے ہیں اور خوب جانچ لیں۔ ہم تمہاری خبریں تاکہ ہر ایک کا ایمان و عقیدہ اور اطاعت و فرمانبرداری کا حال عملی طور سے ظاہر ہو جائے۔

بے شک جو لوگ منکر ہیں اور انہوں نے اللہ کی راہ سے دوسروں کو بھی روکا اور مخالفت کی اللہ کے

ے لفظ "ویسے تو" فَلَعَرَفْتَهُمْ میں حرف "فا" کا ترجمہ ہے فا چونکہ تعقیب کے لیے استعمال کی جاتی ہے اور یہاں بھی جس معرفت کا ذکر ہو رہا ہے وہ ایسی معرفت اور پہچان ہے جو حاصل ہو چکی اس بنا پر "ویسے تو" کا عنوان محاورہ کی رُو سے اختیار کیا۔ ۱۲

رسول کی - بعد اسکے کہ ظاہر ہو چکی ہدایت اور سیدھی راہ ان پر یہ لوگ ہرگز اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور ضائع کر دے گا اللہ انکے سب کام یعنی وہ تمام تر کوششیں جو اللہ اور اسکے رسول کے خلاف ہیں اور مسلموں کو نقصان پہنچانے کیلئے کر رہے تھے وہ سب کوششیں بیکار ہو جائیں گی اور اس سلسلہ میں جو وہ نام نہاد کے طور پر کچھ بہتر کام کریں گے اللہ تعالیٰ انکو بھی برباد کر دیگا اس لئے اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور فرمانبرداری کرو اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اپنے اعمال باطل نہ کرو کسی قسم کی ریاء اور باطنی کھوٹ کی وجہ سے۔

نفاق کے آثار کا چہرہ اور لب و لہجہ سے نمایاں ہونا

منافقین کا ذکر کرتے ہوئے ان آیات میں یہ فرمایا گیا کہ اگر ہم چاہیں تو آپ کو انکے چہرے دکھا دیں اور بعض خاص علامات کے ساتھ انکے سامنے آپ کو کر دیں مگر یہ بات حکمت الٰہیہ کے خلاف ہے اس وجہ سے صرف اتنی ہی بات پر اکتفا کی جاتی ہے کہ آپ انکے باطنی نفاق کے آثار و نشانات انکے ظاہری اعمال اور احوال میں جانچیں جب بھی اس حیثیت سے دیکھا جائے گا تو وہ پہچان لئے جائیں گے اللہ رب العزت نے مومن کو نور فراست عطا کیا ہے وہ لب و لہجہ اور طرز گفتگو سے پہچان لے گا مخلص و منافق کی بات اور عمل کا رنگ و ڈھنگ مختلف ہوتا ہے بعض روایات سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض منافقین کے نام سے آگاہ کر دیا تھا اور جس وقت آپ کو انکے ناموں سے آگاہ کیا گیا تو آپ نے انکو اسی وقت نام بنام اپنی مجلس سے نکال کر دیا بعض احادیث میں یہ آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ منافقین کے نام بتا دیئے تھے اور اسی وجہ سے بعض دفعہ کبار صحابہ ان سے راستہ میں جب کبھی ملتے تو قسم دے کر پوچھتے کہ تمہیں خدا کی قسم بتا دو کہیں ہمارا نام تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین میں نہیں ذکر فرمایا۔

طرز ارشاد میں تو شخصی طور پر منافقین کو ظاہر و متعین نہیں کیا گیا تھا بلکہ یہی بتایا گیا تھا وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ تفسیر در منثور کی ایک روایت سے جو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے معلوم ہوا کہ بعد میں کچھ منافقین کے نام اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیئے تھے جیسا کہ فرماتے ہیں۔

ثم عرّف الله نبيه صلى الله عليه وسلم بعد على المنافقين فكان يدعو باسم الرجل من أهل النفاق کہ بعد میں اللہ رب العزت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب منافقین بتا دیئے تو آپ منافقین میں کسی کا نام لے کر جو ان

منافق پکارا کرے۔

اور تفسیر روح المعانی میں حضرت انسؓ سے بیان کیا کہ آپ علیہ السلام بعد فہم بسیماہم یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انکی نشانی سے انکو پہچان لیتے تھے یہاں اس آیت میں ایک پہچان تو سابق ہوتی فلعرفتہم بسیماہم اور ایک معرفت و پہچان مستقبل کے بارہ میں فرمائی گئی ولتعرفنہم فی لحن القول کہ آپ لب ولہجہ سے پہچان لیں گے ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں سابق پہچان باطن کے نفاق کا اثر ظاہر میں محسوس ہونا ایک امر حسی کے درجہ کی چیز ہے اور لحن القول ایک حسی مشاہدہ ہے۔

اور رہا حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نام بنام منافقین کا بتا دینا تو وہ اخفاء عیوب کی حیثیت سے تھا انکو گویا بارگاہ رب العالمین سے طے کر دیا گیا تھا کہ یہ منافق ہیں ان کے علاوہ باقی منافقین کے بارہ میں جو فرمایا گیا کہ آپ انکو انکے لب ولہجہ سے پہچان لیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ

جو لوگ منکر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے

اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ

پھر مر گئے اور وہ منکر ہی رہے تو ہرگز نہ بخشے گا

لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ

انکو اللہ سو تم بودے نہ ہو جاؤ اور پکارنے لگو صلح اور تم ہی رہو گے غالب

وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَن يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾ إِنَّمَا الْحَيَاةُ

اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور نقصان نہ دیگا تم کو تمہارے کاموں میں یہ دنیا کا جینا تو

الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ

کھیل ہے اور تماشا اور اگر تم یقین لاؤ گے اور بچ کر چلو گے دے گا تم کو

أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ إِن يَسْأَلْكُمُوهَا

تمہارے نیگ اور نہ مانگے گا تم سے مال تمہارے اگر مانگے تم سے وہ مال

اسی کو ناموس تو سے بھی بالا و برتر ان ہی کو پہنچے گا اور اگر مال و دولت کی محبت میں بخل کریں گے ایکے نقصانات انہی کو برداشت کرنے پڑیں گے۔

ارشاد فرمایا بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے دوسروں کو روکا پھر وہ مر گئے اسی حالت پر کہ وہ کافر ہی رہے تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا اسلئے کہ کفر و شرک کی اللہ کے یہاں کوئی معافی اور مغفرت نہیں۔ بالخصوص جب کہ یہ کافر بھی رہے اور دوسروں کو بھی ایمان لانے سے روکتے رہے۔

کافر جو کہ اسلام کا دشمن ہے اور دشمن اپنی پوری طاقت اور تدبیر بروئے کار لا رہا ہے تاکہ غلبہ حاصل کرنے کیلئے تو یقیناً وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑیں گے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کے مقابلہ میں سستی، کمزوری اور کم ہمتی نہ دکھائیں اس لئے اے مسلمانو! تم کمزور اور بودے نہ بنو اور جنگ کی سختیوں سے گھبرا کر تم پکارنے لگو صلح کی طرف جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اپنی کمزوری کی وجہ سے انکے غلبہ اور تسلط کو مان لو گے اور پھر ایسی صورت میں نہ بھی تم کافروں سے جہاد کر سکو گے اور نہ کفر کی قوت اور شوکت کو توڑ سکو گے اور جب کفر کی قوت و شوکت نہ ٹوٹ سکے گی تو پھر ایمان و ہدایت عالم میں کس طرح پھیلے گی اور اعلاء کلمۃ اللہ اور غلبہ دین اسلام کیونکر ہو سکے گا۔

تو اے مسلمانو! تم ہرگز نہ گھبراؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اگر تم صبر و استقلال کے ساتھ احکام خداوندی پر ثابت قدم رہے تو اللہ تمہارے ساتھ ہے اور یہ ہرگز بھی وہ تمہارے کاموں میں کوئی نقصان نہ ہونے دے گا تم مطمئن رہو کہ جب وہ تمہارے ساتھ ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم مغلوب ہو جاؤ اور تمہاری کوششیں کامیاب نہ ہوں اس لئے گھبرا کر کافروں کیساتھ بجائے قتال کے صلح کی طرف مائل ہو جاؤ ہاں اگر کسی وقت اسلام کی مصلحت اور مسلمانوں کی بہتری مصالحت میں نظر آئی تو اس پر دوسری آیت سے تم کو مطلع کر دیا جائے گا اور اس سے یہ صاف ہو گیا جیسے کہ صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا اور اس پر مصالحت نہ ہونے کی صورت میں جو عظیم خطرات و نقصانات تھے ان سے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بچانے کے لئے صلح کر لینے کی اجازت دی جبکہ پہلے متعدد غزوات ہو چکے تھے اور کافروں کو مسلمانوں کی قوت و ہمت کا اندازہ ہو چکا تھا۔

رہا یہ مقابلہ اور جہاد کی صورت پیش آنے پر صلح کی پیشکش کرنا اور حفظ جہاد کی کوششوں سے گریز کرنا دنیوی چاہت کے مرغوب ہونے کے آثار میں سے معلوم ہوتا ہے تو اسکے لئے یہ بات ہر وقت قلب کی گہرائیوں میں رہنی چاہئے کہ دنیا کی زندگی ایک کھیل اور تماشا ہے اور اگر تم یقین لاؤ گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ پروردگار تمہارے اجر تم کو دے گا اور وہ نہیں مانگتا تمہارے

؎ استاذ محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں آیت

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

مال اپنے کسی فائدے کے لئے بلکہ یہ جو کچھ انفاق فی سبیل اللہ کا حکم ہے اول تو مال میں سے بہت ہی معمولی
مقدار کا ہے یہ نہیں کہ سارا مال تم سے طلب کیا جا رہا ہے اور پھر جو تھوڑا بہت مانگا جاتا ہے اسکے
اجر اور بدلے دنیا اور آخرت میں تم ہی کو لوٹا دیئے جاتے ہیں۔

اگر وہ سوال کرے تم سے تمہارے سارے مال کا جو تم کو دے رکھا ہے جس کا اسکو حق ہے پھر تم کو
تنگ کرے اور مجبور کیا جائے کہ کل مال ہی دینا ضروری ہے تو تم بخل کرنے لگو گے اور اس صورت
میں اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کر دے مال کی محبت تنگ دلی اور بخل
جو انسان کی فطری کمزوری ہے اسکے اندر چھپا ہوا ہوتا ہے تو کل مال طلب کرنے میں بہت سے
لوگوں کے یہ مخفی عیب ظاہر ہوتے صرف چند ہی باکمال مردان خدا ایسے ہوتے جو اپنا سب کچھ صرف
کرتے گئے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کہہ دیتے کہ جو کچھ تھا سب لے آیا اور گھر والوں کے
واسطے اللہ اور اسکے رسول کو چھوڑ آیا ہوں اسلئے اللہ کا یہ کس قدر احسان عظیم ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ
جو درحقیقت خود انسانوں کے واسطے باعث خیر و فلاح اور برکت ہے اس میں صرف تھوڑے سے
مال کو طلب کرتا ہے اور اس صورت سے اخفا کرتا ہوں اور عیوب کی پردہ پوشی فرمانے والا ہے تو
خبردار ہو جاؤ تو تم ایسے ہو کہ تم کو جب دعوت دی جاتی ہے اس بات کی کہ تم خرچ کرو اللہ کی راہ
میں تو کچھ لوگ تم میں سے وہ ہوتے ہیں کہ جو بخل کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جو شخص بھی بخل کرے
گا وہ حقیقت میں اپنے ہی سے بخل کر رہا ہے اسلئے کہ اس بخل کا نقصان خود اسی کو پہنچے گا دنیوی برکات
و فوائد انفاق فی سبیل اللہ پر مرتب ہونے ان سے اپنے آپ ہی کو محروم کر دینے والا ہو گا اور اللہ
تو بے نیاز ہے اسے کسی کی حاجت نہیں اور نہ کسی کے خرچ کا وہ محتاج ہے اور تم ہی تو محتاج ہو اللہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ

وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا الخ کی تفسیر میں یعنی اگر تم ایمان و تقویٰ اختیار کرو گے اور اس کھیل تماشے سے ذرا
ہٹ کر چلو گے تو اللہ تعالیٰ اسکا پورا بدلہ دے گا اور تمہارا مال بھی تم سے طلب نہیں کرے گا اسے کیا
حاجت ہے وہ تو خود دینے والا ہے کما قال تعالیٰ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ
أَن يُطْعِمُونِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ اور اگر طلب بھی کرے تو مالک
حقیقی وہی ہے تمام مال اسی کا ہے مگر اسکے باوجود دین کے مصارف میں جب خرچ کرنے کو کہتا ہے تو
تمام مال خرچ کرنے کو نہیں کہتا ایک تھوڑا سا حصہ طلب کیا جاتا ہے وہ بھی اپنے لئے نہیں بلکہ تمہارے
ہی فائدہ کو ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں حق تعالیٰ نے حکم لکھ دیا ہے مسلمانوں کو تھوڑے ہی دنوں اپنی
گرہ سے اور سر خرچ کرنا پڑا پھر جتنا خرچ کیا تھا اس سے سو گنا ہاتھ لگا اسی مطلب سے قرآن کریم میں کئی
جگہ فرمایا اللہ تعالیٰ کو قرض دو۔ انتہیٰ کلامہ۔

پہنچتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مصداق یہ ہی قوم تھی تو اس وقت صرف عرب کی بنجر زمین رہ سکتی تھی

بہرحال فضا میں واقعہ سے قطع نظر کر کے تنہا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا وجود ہی اس پیشین گوئی کے صدق پر کافی شہادت ہے کہ آپ اس بشارت نبوی کے کامل اور اولین مصداق امام صاحب ہی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے مناقب ابوحنیفہؒ پر جو کتاب لکھی اس میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد ابوحنیفہؒ اور انکے اصحاب ہیں کیونکہ ابنائے فارس میں کوئی جماعت علم کے اس مرتبہ پر نہیں پہنچ سکی جس پر امام ابوحنیفہ اور انکے اصحاب پہنچے اور یہ حقیقت ہے کہ جو شخص بھی نظر کرنے والا ہے وہ اس پر اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا کہ واقعی حضرت امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے تلامذہ اور اصحاب علم آسمان کے تارے توڑ کر لے آئے ہیں۔

الحمد للہ تم تفسیر سورۃ محمد صباح یوم الجمعۃ ۵ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ ولللہ الحمد والمنۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

تفسیر سورۃ الفتح

سورۃ الفتح کا مقام نزول

سورۃ فتح مدنی سورت ہے جس کی انتیس آیات اور چار رکوع ہیں

عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اگرچہ یہ نقل کیا گیا کہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی لیکن اکثر روایات و احادیث کثیرہ اسکی تصریح کرتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ سنہ ۶ ہجری میں حدیبیہ کے مقام سے واپس ہوتے تو دوران سفر نازل ہوئی خاص مدینہ میں نزول نہیں ہوا۔ یہی روایت صحیح ہے امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں بھی بیان کیا۔ ابن ابی شیبہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی بھی رائے ہے اکثر محدثین کی ایک جماعت مثلاً ابوداؤد و نسائی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم وقت جب

ذی القعدہ ۶ھ ہجری میں حدیبیہ سے واپس ہو رہے تھے قریش مکہ سے مصالحت و معاہدہ کرنے کے بعد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آثار وحی شروع ہوگئے آپ نے فرمایا اللہ رب العزت نے آج کی رات مجھ پر ایک سورت نازل فرمائی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے اور وہ سورۃ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ہے امام احمد بروایت مجمع بن جاریہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی کے وقت یہ سورت مقام کراع الغمیم کے نزدیک نازل ہوئی جس کو آپ نے اپنی ناقہ پر سوار چلتے چلتے صحابہ کو تلاوت کرکے سنایا طبقات ابن سعد میں مقام نزول ضجنان پہاڑ بتایا ہے جو مکہ مکرمہ کے قریب پہاڑ کا نام ہے بہرکیف ان جملہ نقول اور روایات سے یہی ثابت ہے کہ سورۃ فتح حدیبیہ سے واپسی پر دوران سفر نازل ہوئی ہے مگر چونکہ جمہور مفسرین کے نزدیک سورتوں اور آیتوں کے مکی اور مدنی ہونے کا یہی ضابطہ ٹھہرا ہے کہ قبل از ہجرت جو آیات و سورتیں اتریں وہ مکیہ ہیں اور جو بعد ہجرت کے نازل ہوئیں وہ مدنیہ ہیں خواہ وہ کسی جگہ بھی اتری ہوں حتی کہ حجۃ الوداع میں عرفات میں نازل ہونے والی آیت بھی مدنیہ ہوگی۔

گزشتہ سورۃ محمد کا مضمون کافروں اور دشمنان اسلام سے مقابلہ اور جہاد کا تھا جس میں منافقین کی سازشوں اور اسلام کے خلاف انکے مکر و فریب اور انکی ذلت و ناکامی کا بیان تھا تو اب انکے بالمقابل اس سورت فتح میں مسلمانوں کے غلبہ اور کامیابی کا ذکر اور فتح مبین کی بشارت ہے اور اہل ایمان و اخلاص کے اوصاف اور نشانیوں کو بیان کیا جا رہا ہے اور اخیر میں جو حضور اسلام کا دعوی کرنے کے بعد اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے قدم نہیں اٹھاتا جہاد کا عزم اور ہمت نہیں کرتا تو انکو دھمکی دی گئی تھی وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ۔ تو اب اس سورت میں ان تمام احوال اور اوصاف کے مضامین پیش سامنے رکھ دی گئی اگرچہ پیشتر منسوخ بھی ہے جدا اس کو فتح و کامیابی سے بدل رہا ہے اگر ایک قوم ضعف ایمان یا نفاق کی وجہ سے اللہ رب العزت کے دین کی حفاظت نہیں کر سکی تو کوئی حرج نہیں خدا نے ان کے عوض ایسے مخلصین و مومنین اور جانثاروں کا گروہ پیدا فرما دیا ہے کہ انکے ایمان و اخلاص اور تقوی کی برکتوں سے فتوحات اور حق و صداقت کی عنایات مسلمانوں کا دروازہ کھلنا دینی غیبی اور زمینی واقعہ فتح عظیم کا ذریعہ اور اشاعت اسلام کا وسیلہ بنا اور اس فتح کے ذریعہ سے قوم منافقین کے بدلہ اللہ تعالی نے مخلصین و مومنین کی جماعت عطا فرمائی اور مکہ دار الکفر سے دار الایمان ہوگیا تو ان وجوہ سے سورۂ فتح کے مضامین يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ کی بشارت اور اعلان کی عملی طور پر ایک تصویر ہے ایک حدیث میں ہے کہ جب جبرئیل امین یہ سورت لے کر اترے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک باد دی جبرئیل کے مبارکباد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مبارک باد دی اور یہ بشارت سنائی (طبقات ابن سعد بحوالہ تفسیر روح المعانی جلد ۲۶) ایک روایت میں ہے کہ جو شخص یہ سورت رمضان المبارک کی پہلی رات میں پڑھے گا تو تمام سال خیر و برکت اور عافیت انکے واسطے قائم رہے گی۔

مقاصد سورۃ الفتح

سورۂ فتح اپنے نام اور اپنے آغاز عنوان سے ہی فتح مبین کا پیغام ہے اور بشارت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور تمام اہل ایمان کے لئے اس سورۂ مبارکہ کے اہم مقاصد میں سے اس معاہدہ کا ذکر ہے جو صلح حدیبیہ کے عنوان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش کے درمیان طے پایا، یہی معاہدہ اسلام کی اشاعت وتبلیغ اور دین کی برتری اور غلبہ کا سبب بنا اور مسلمانوں کو اللہ رب العزت نے فتح مکہ کی نعمت سے نوازا جس پر یَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا کی بشارت مکمل ہوئی نیز اس سورت میں یہ بھی بتایا گیا کہ ایمان وتقویٰ مؤمن کو کس طرح اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد پر آمادہ کرتا ہے اور مؤمنین کس جانثاری کے جذبہ سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔

نیز بیعۃ الرضوان جیسے عظیم واقعہ کا ذکر ہے جس میں یہ ظاہر کیا گیا کہ حضرات صحابہؓ جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عہد کرنے والے ہیں ان کا کیسا عظیم مقام ہے کہ خدا تعالیٰ نے انکو اپنی رضا کی بشارت دنیا ہی میں سنادی، اس کے ساتھ اس سورت کے مقاصد میں یہ بھی ہے کہ جہاد سے پہلو تہی کرنا اور لغو وبے بنیاد عذر پیش کرکے گھروں میں بیٹھے رہنا درحقیقت خود اپنے آپ کو ہلاکت اور ذلت میں ڈالنا ہے۔

اہل ایمان کے انقیاد وطاعت کا ذکر ہے حضرات صحابہ کرامؓ فضائل وکمالات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت اور شرف صحبت کی برکت سے خاص ہوتے ہیں اور یہ کہ دراصل وہی کمالات انسانی فطرت کے عامل ہیں تو یہ سورت مبارکہ ان بنیادی مقاصد پر مشتمل ہے۔

اہل حدیبیہ اور حضرات صحابہ کرامؓ کے جو فضائل بیان فرمائے گئے ظاہر ہے کہ ان میں خلفائے راشدینؓ بدرجۂ اتم شامل ہیں بہرکیف اس سورت میں زیادہ تر مقصود دو چیزوں کو بیان کرنا ہے ایک یہ کہ جو صحابہ کرامؓ اس سفر میں آپ کے ہمرکاب تھے انکی جانثاری کی قدر افزائی کی جائے اور صلح با مصلحت کی وجہ سے جو انکے دل زخمی ہو رہے تھے ان پر مرہم رکھا جائے اسی وجہ سے خاص طور پر اہل حدیبیہ ہی کو مخاطب بنایا گیا اور ان ہی کو بشارتیں سنائی گئیں۔

دوسرا مقصود یہ ہے کہ جن اعراب نے اس سفر میں آپ کی معیت اور موافقت سے پہلو تہی کی تھی انکو تنبیہ وتہدید کی جائے۔

مقصود اول یعنی اصحاب حدیبیہ کی قدر افزائی سے بیسیوں طرح طرح کے عنوان اختیار فرمائے کہیں ان سے فتح ونصرت کے وعدے فرمائے اور کہیں بیعت کے فضائل بیان کئے اور اپنی خوشنودی کی بشارت سنائی کہیں انکے اخلاص کی شہادت دی کہیں انکو غنیمتوں کا مژدہ سنایا اور خیبر کی غنیمتوں

جب

کرنے کے واسطے منتخب کر دیا اور کہیں انکو نزول سکینہ سے سرفراز فرمایا۔ اس سورت میں تین جگہ نزول سکینہ کا ذکر فرمایا اور سکینہ بقول امام شافعیؒ اطمینان و سکون قلب کا نام ہے جو ایمان کی آخری منزل ہے جس کے بعد استقامت و استقامت کے خلاف کوئی فعل صادر نہیں ہو سکتا اور یہ مخصوص نعمت ہے جو بطور امتیاز خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے کہیں یہ فرمایا کہ وصف تقویٰ کو اصحاب حدیبیہ کیلئے لازم کر دیا جیسے کہ ارشاد ہے وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى اور لازم اسی چیز کو کہا جاتا ہے جس کا ملزوم سے جدا ہونا ممکن نہ ہو تو معلوم ہوا کہ ان حضرات سے وصف تقویٰ کا جدا ہونا محال ہے پھر یہ فرمایا کہ وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا مزید اکرام و اعزاز ہے کہ یہ حضرات ہی درحقیقت اسکے مستحق تھے اور اہل تھے۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا فرما کر بتلا دیا کہ جیسے اللہ ہی کو علم ہے کہ اسکی رسالت کے لائق کون ہے اسی طرح اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کون لوگ ان بشارتوں کے مستحق اور لائق ہیں۔

حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ نے ان آیات کی تفسیر میں یہ فرماتے ہوئے کہ ذرا حضرات شیعہ بتلائیں کہ جب خدا ان سے راضی ہو گیا اور صفت تقویٰ کو انکے واسطے لازم کر دیا تو اب عصمت میں کیا کسر باقی رہ گئی شیعوں کی گمراہی کوئی آیت اپنے ائمہ کے متعلق مل جاتی تو خدا معلوم کیا کچھ کرتے آسمان و زمین سر پر اٹھا لیتے۔

مقصود دوم یعنی ساتھ نہ جانے والے اعراب و منافقین کی تہدید و تنبیہ، تو وہ بھی اس سورت میں بکمال فرما دی گئی۔ حتیٰ کہ ان کے دل میں چھپے ہوئے خیالات اور بیہودہ آرزوؤں اور باطنی منصوبوں کو ظاہر کر کے ان کو قیامت تک کے واسطے تمام عالم میں خوار کیا اور غیبی نعمتوں سے محروم کر دیئے گئے۔

واقعۂ حدیبیہ اور فتح مبین

عمرۂ حدیبیہ اور واقعہ حدیبیہ کے نام سے یہ قصہ معروف ہے جس کی تفصیل احادیث میں ہے سورۂ فتح دراصل عمرۂ حدیبیہ کے ضمن میں پیش آنے والے واقعۂ صلح اور معاہدے کے اسرار اور حکمتوں پر مشتمل ہے کہ اللہ رب العزت نے اس معاہدہ میں کیا الطاف فرمائے اور اپنی قدرت و حکمت سے اس معاہدہ کو فتح مبین بنایا۔

واقعہ حدیبیہ متعدد واقعات کا مجموعہ ہے جمہور مفسرین کی رائے یہی ہے کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا میں صلح حدیبیہ کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے کیونکہ فتح کا مفہوم کسی بند چیز کو کھول دینا ہے تو صلح حدیبیہ کے ذریعہ اسلام کی ترقی اور فتوحات کے لیے جو دروازے بند تھے وہ کھل گئے اس بنا پر یہ صلح ہی اللہ کے کلام میں فتح مبین کے عنوان سے تعبیر کی گئی حتیٰ کہ بعض صحابہ تو فتح مکہ

کی بجائے صلح حدیبیہ ہی کو فتح مبین کا مصداق کیا کرتے تھے جیسے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا اے لوگو! تم تو فتح، فتح مکہ کو شمار کرتے ہو اور ہم تو صلح حدیبیہ کو ہی فتح سمجھتے ہیں۔ اسی طرح حضرت جابرؓ اور براء بن عازبؓ بھی کہا کرتے تھے اور حضرت براء بن عازبؓ یہ بھی فرماتے تھے ہم تو بیعۃ الرضوان کو فتح سمجھتے ہیں۔

واقعہ حدیبیہ احادیث میں جس طرح ذکر فرمایا گیا اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۶ ہجری کی ابتداء میں خواب دیکھا کہ آپ صحابہؓ کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں امن وامان کے ساتھ داخل ہو رہے ہیں اور آپ نے عمرہ کیا بعض نے حلق کیا اور بعض نے سر کے بال کم کرائے آپ نے یہ خواب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بیان کیا آپ نے اس خواب کو بیان فرماتے ہوئے کوئی مدت متعین نہیں فرمائی تھی کہ کون سے سال کے بارہ میں دیکھا کہ عمرہ کرکے واپس ہو رہے ہیں مگر شدتِ شوق میں یہی سمجھا گیا کہ اسی سال عمرہ اور حرم مکہ میں داخل ہونا نصیب ہوگا اور آپ نے بھی یہی قصد فرمایا کہ عمرہ کے لیے روانگی ہو جائے تو چودہ سو یا پندرہ سو صحابہ کی جماعت سے کہ آپ ذی قعدہ سنہ ۶ ہجری میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے اور ہدی (قربانی کا جانور) بھی آپ نے ساتھ لے لیا جو حرم میں ذبح کیا جائے قریش مکہ کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اہل مکہ کو جمع کیا اور یہ طے کیا کہ کسی طرح بھی آپ کو مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے حالانکہ خود قریش کے لوگ حرم بیت اللہ کا بہت احترام کرتے تھے اور یہ جائز نہیں سمجھتے تھے کہ کسی کو بھی بیت اللہ کے طواف اور عمرہ سے روکا جائے حتیٰ کہ دشمن کو بھی نہ روکتے تھے مقام حدیبیہ پہنچ کر آپ کی ناقہ بیٹھ گئی لوگ اسکو حرکت دینے کی کوشش کرتے کہ یہ اٹھ کر چلے مگر وہ اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی آپ نے فرمایا حبسها حابس الفیل یعنی اس اونٹنی کو اسی ذات نے روک دیا ہے جو ہاتھیوں کو روکنے والی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے تکوینی حکم سے یہ ناقہ رکی ہے اور آپ نے اس سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا خدا کی قسم اہل مکہ مجھ سے جس بات کا بھی مطالبہ کریں گے جس میں حرمات اللہ کی تعظیم قائم رہے اور شعائر اللہ کی بے حرمتی نہ ہو تو میں ضرور اسکو منظور کرلوں گا کیونکہ آپ سمجھتے تھے کہ اس مرحلہ پر ضرور اہل مکہ کچھ نہ کچھ باتیں اپنی منوائیں گے اور دباؤ بھی ڈالیں گے الغرض آپ نے وہیں قیام فرمایا، جس کو آج کل "شمیسی" کہتے ہیں آپ نے اہل مکہ کی طرف قاصد روانہ فرمایا ہم لوگ لڑنے کے ارادہ سے نہیں آئے ہم تو صرف عمرہ کی غرض سے آئے ہیں ہم کو مکہ میں آنے دو ہم عمرہ کرکے واپس چلے جائیں گے قریش مکہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا انتظار کے بعد آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہی پیغام دیکر بھیجا اور ساتھ

ع صحیح بخاری جلد دوم

یہ ان مظلوم اور مغلوب مسلمان عورتوں اور مردوں کو جو کفار مکہ کی قید و بند میں تھے یہ بشارت بھی بھیجی کہ عنقریب اللہ کے فضل سے اسلام کا غلبہ ہوگا اور مکہ میں کامیابی اور غلبہ کے ساتھ اسلام داخل ہوگا۔

حضرت عثمانؓ کی واپسی میں دیر ہوئی کفار مکہ نے ان کو روک لیا ادھر یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے گئے اس وقت آپ کو یہ خیال ہوا کہ شاید اب لڑائی اور مقابلہ کی نوبت آ جائے گی تو آپ نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر حضرات صحابہؓ کو بیعت کی دعوت دی کہ آپ کے دست مبارک پر جہاد کی بیعت کریں۔

قریش مکہ کو جب معلوم ہوا تو حضرت عثمانؓ کو واپس بھیج دیا اور کچھ دن بعد مکہ کا وفد آپ کے پاس صلح کی غرض سے آیا اور گفتگو کے بعد صلح نامہ تحریر کر کے اس پر طرفین کے دستخطوں کا معاملہ طے پایا شرائط صلح کے بارہ میں باہم بحث و تمحیص بھی ہوئی اور بعض شرائط صلح میں مسلمانوں کو اپنی مغلوبی اور دبنے کا احساس ہو کر کشمکش اور ولولہ بھی پیدا ہوا تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی الٰہی حضرات صحابہؓ کو تسلی دی اور فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ان باتوں کو مان لو آپ کے فرمانے پر مسلمانوں نے صبر و ضبط سے کام لیتے ہوئے وہ شرائط صلح مان لیں اور معاملہ تمام ہوگیا کفار کی طرف سے شرائط صلح میں سے ایک یہ تھی کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال بغیر مسلح حالت میں آ کر عمرہ کریں اور فریقین دس سال تک ایک دوسرے پر کسی قسم کا حملہ اور جنگی اقدام نہ کریں گے اور اس مدت میں اگر کوئی مرد اہل مکہ میں سے آپ کے پاس مدینہ چلا جائے خواہ وہ مرد مسلمان ہی ہو تو آپ اس کو واپس کرنے پر مجبور ہوں گے اور اگر کوئی آپ لوگوں میں سے مکہ واپس آ جائے گا تو ہم اس کو واپس نہ کریں گے اس آخری شرط پر صحابہ کرام کو کافی تشویش تھی اور فاروق اعظمؓ بار بار یہ کہتے تھے کہ یا رسول اللہ ہم یہ ذلت اسلام میں کیوں قبول کریں مگر حضرت آپ نے فرمایا نہیں اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اس کو بھی مان لو۔ اور نہایت ہی حکیمانہ کلمہ ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی بدنصیب ہمارے میں سے دار الکفر جانا چاہتا ہے تو کسی ایسے کی ہمیں کیا ضرورت جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بعید کرنے کا ارادہ کیا ہو یعنی جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں میں جانا چاہتا ہے تو جانے دو ایسے بد قسمت کی ہمیں کیا پرواہ ہے اور اگر کوئی مسلمان کفار کی قید و بند میں ہوگا اللہ تعالیٰ خود ہی اس کے واسطے راستہ خلاصی کا پیدا فرما دے گا۔

یہ حکیمانہ بات سن کر صحابہ کے دل مطمئن ہو گئے صلح کا تمام معاملہ طے ہو گیا دستخط ہو گئے تو آپ نے حدیبیہ ہی میں (کیونکہ وہ حصہ حدود حرم میں داخل تھا) ہدی کا جانور ذبح کیا اور احرام کھول دیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور راستہ ہی میں مقام کراع الغمیم یا ضجنان پر یہ سورت فتح نازل ہوئی

کی بیعت کیا چیز ہے کیوں تمام نزاعات کا فیصلہ تلوار سے نہیں کر دیا جاتا مگر رسول اللہ صلعم کی آنکھیں
ان احوال و نتائج کو دیکھ رہی تھیں جو دوسروں کی نگاہ سے اوجھل تھے اور اللہ نے آپ کا سینہ
سخت سے سخت ناخوشگوار واقعات برداشت کرنے کے لئے کھول دیا تھا آپ بے مثال استقامت اور
توکل و تحمل کے ساتھ ان کی ہر شرط قبول فرماتے رہے اور اپنے اصحاب کو اللہ و رسولہ اعلم کہہ کر
تسلی دیتے رہے یعنی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے تا آنکہ یہ سورت نازل ہوئی اور خداوند قدوس
نے اس صلح اور فیصلہ کا نام فتح مبین رکھا لوگ اس پر بھی تعجب کرتے تھے کہ یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے
فرمایا ہاں یہ بہت بڑی فتح ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کی بیعت جہاد اور معمولی چھیڑ چھاڑ کے
بعد کفار معاندین کا مرعوب ہو کر صلح کی طرف جھکنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا باوجود جنگ
اور انتقام پر کافی قدرت رکھنے کے ہر موقع پر اغماض اور عفو و درگزر سے کام لینا اور غایت تعظیم بیت اللہ
کی خاطر ان کے بیہودہ مطالبات پر قطعاً برافروختہ نہ ہونا یہ واقعات ایک طرف اللہ کی خصوصی مدد
و رحمت کے منجلب کرنے والے تھے دوسری جانب دشمنوں کے قلوب پر اسلام کی اخلاقی اور
روحانی طاقت اور پیغمبر علیہ السلام کی شان پیغمبری کا سکہ بٹھلا رہے تھے گو عموماً نہ دیکھتے وقتی ظاہری
شرطوں کو کفار کی جیت نظر آتی تھی لیکن ٹھنڈے دل سے فرصت میں بیٹھ کر غور کرنے والے خوب
سمجھتے تھے کہ فی الحقیقت تمام تر فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے
اس کا نام فتح مبین رکھ کر متنبہ کر دیا کہ یہ صلح اس وقت بھی فتح ہے اور آئندہ کے لئے بھی آپ
کے حق میں بے شمار فتوحات ظاہری و باطنی کا دروازہ کھولتی ہے اس صلح کے بعد کافروں اور مسلمانوں
کو باہم اختلاط و ربط بے کھٹکے ملنے جلنے کا موقع ہاتھ آیا کفار مسلمانوں کی زبان سے اسلام کی باتیں
سنتے اور ان مقدس مسلمانوں کے احوال و اطوار کو دیکھتے تو خود بخود ایک کشش اسلام کی طرف ہوتی
تھی نتیجہ یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک یعنی تقریباً دو سال کی مدت میں اتنی کثرت سے لوگ
مشرف بہ اسلام ہوئے کہ کبھی اس قدر نہ ہوئے تھے خالد بن الولید اور عمرو بن العاص جیسے نامور
صنادید اسی دوران میں اسلام کے حلقہ بگوش بنے یہ جسموں کو نہیں دلوں کو فتح کر لینا اس صلح حدیبیہ
کی عظیم ترین برکت تھی بسبب جماعت اسلام چاروں طرف اس قدر پھیل گئی اور اتنی بڑھ گئی
تھی کہ مکہ معظمہ کو فتح کر کے ہمیشہ کے لئے شرک کی گندگی سے پاک کر دینا بالکل سہل ہو گیا صلح حدیبیہ
میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف ڈیڑھ ہزار جانثار تھے لیکن دو برس کے بعد مکہ معظمہ کی
فتح عظیم کے وقت دس ہزار کا لشکر جرار آپ کے ہمرکاب تھا۔

سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف فتح مکہ اور فتح خیبر بلکہ آئندہ کی کل فتوحات اسلامیہ کیلئے صلح حدیبیہ
بطور اساس و بنیاد اور دروازہ و دیباچہ کے تھی اور اس تحمل و توکل اور تعظیم حرمات اللہ کی بدولت
جو صلح کے سلسلے میں ظاہر ہوئی جن علوم و معارف قدسیہ اور باطنی مقامات و مراتب کا فتح

يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٢﴾ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ﴿٣﴾

چلاوے تجھ کو سیدھی راہ اور مدد کرے تجھ کو اللہ زبردست مدد

پیغام تہنیت برائے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بفتح مبین و اعلان باتمام نعمت رب العالمین

قال اللہ تعالیٰ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ نَصْرًا عَزِيزًا

ربط: جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا کہ سورۃ محمد یا سورۃ قتال کا موضوع اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد فی سبیل اللہ تھا اور یہ کہ اہل ایمان کو منافقین کی سازشوں سے نہ پریشان ہونا چاہیے اور نہ ہی اپنے مادی وسائل کی قلت سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ رب العزت ہر چیز پر قادر ہے، قوی کو ضعیف اور ضعیف کو قوی کر سکتا ہے غالب کو مغلوب و مفتوح بنا سکتا ہے مظلوم و بے سہارا قوم کو فتح و نصرت سے ہمکنار کر سکتا ہے تو اس سورۃ پاک میں مسلمانوں کو فتح مبین کی بشارت سنائی جا رہی ہے۔

فرمایا بے شک ہم نے فیصلہ کر دیا ہے آپ کے واسطے فتح مبین کا جو کہ صلح حدیبیہ ہے جس سے ظاہری اور باطنی فتوحات اور دینی و دنیاوی نعمتوں کا دروازہ کھول دیا گیا، یہ صلح حدیبیہ جن رحمتوں نعمتوں اور کرامات کا آغاز ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ درگزر کرے آپ کے واسطے اللہ تعالیٰ آپ کی وہ تمام تقصیرات جو پہلے گزر چکیں اور وہ جو بعد میں گذریں اس لئے اب آپ کی کسی بھی ایسی تقصیر پر جو قبل از نبوت ہوئی یا بعد از نبوت جو مقتضائے بشریت قبل از وحی و تنبیہ سے ممکن ہے آپ سے ذرہ کوئی

۱؎ جمہور علماء کا قول یہی ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا، احمد بن حنبلؒ، ابن سعدؒ، ابوداؤدؒ نے بھی بیان کیا اور اسی روایت کی ابن المنذر و ابن مردویہ نے تخریج کی، بیہقی نے دلائل النبوۃ میں مجمع بن جاریۃ الانصاریؓ سے روایت کی ہے کہ قال شہدنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیبیۃ فلما انصرفنا عنها الی کراع الغمیم اذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند کراع الغمیم فاجتمع الناس الیہ فقرأ علیہم اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا۔ الخ ۱۲

حدیث شفاعت میں ہے کہ جب اہل محشر روز حشر کی شدت سے گھبرا کر اول حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے کہ وہ خدا کے خلیفہ اور پہلے رسول اور نبی ہیں اور ہمارے باپ ہیں تاکہ وہ ہمارے لئے شفاعت کریں تو حضرت آدم اپنی اس لغزش کی بنا پر جو ان سے سرزد ہوئی تھی معذرت کر دیں گے اور فرمائیں گے کہ میں اس مقام و مرتبہ کے لائق نہیں۔

تا آنکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں یہ درخواست لے کر جائیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام اول تو یہی عذر کریں گے اور کہیں گے کہ میں بھی مقام شفاعت میں کھڑے ہونے کا اہل نہیں اور پھر آخر میں اہل محشر کو یہ مشورہ دیں گے۔

ولکن ائتوا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم عبدا غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ وما تأخر
صحیح بخاری ص ۔۔۔

لیکن تم سب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ اللہ کے ایسے بندے ہیں جن کی اگلی اور پچھلی تمام لغزشات کو اللہ نے معاف کر دیا ہے۔

وبـ قول اللہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ صحیح بخاری ص ۔۔۔
باب قول اللہ عز وجل ذریۃ من حملنا مع نوح الخ من کتاب التفسیر

یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطرہ نہیں کہ ان سے کسی تقصیر پر کوئی سوال اور مؤاخذہ ہو اللہ تعالیٰ نے لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کی بشارت دے کر آنحضرت اس خطرہ اور اندیشہ سے مامون اور مطمئن کر دیا ہے لہٰذا تم انکی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کی درخواست کرو اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

فیاتون محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فیقولون یا محمد انت رسول اللہ وخاتم الانبیاء وقد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر اشفع لنا الی ربک الا ترى الى ما نحن فیہ۔
(صحیح بخاری تفسیر سورۂ اسراء)

پس اہل محشر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں اور اللہ نے آپ کی اگلی اور پچھلی کوتاہیوں کو معاف کیا اس لیے آپ ہمارے رب سے ہمارے لئے شفاعت کیجئے کیا آپ ہماری اس مصیبت و پریشانی کو نہیں دیکھ رہے جس میں ہم مبتلا ہیں۔

سورۂ محمد کی تفسیر میں جیسا کہ گزر چکا ذنب سے اس آیت مبارکہ میں وہ بھول چوک مراد ہو سکتی

عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے اور قیصر و کسریٰ اور مقوقس شاہ مصر وغیرہ وغیرہ کی طرف خطوط دیکر قاصد روانہ کیے اور اس صلح کی وجہ سے مشرکین کا مسلمانوں کے ساتھ اختلاط شروع ہوا اور کافروں کے دلوں پر جو قفل پڑے ہوئے تھے وہ کھلنا شروع ہوئے اور اسلام کی باتیں کافروں کے کانوں اور دلوں میں داخل ہونے لگیں نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی سی مدت میں بے شمار لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور جو لوگ پہلے سے اسلام کے دشمن خونخوار بنے ہوئے تھے اب وہ اسلام کے عاشق جانثار بن گئے۔

قریش نے اسلام کی رفتار اور گفتار اور اسکے کردار سے اجمالی طور پر یہ سمجھ لیا کہ اب اسلام دبنے والا نہیں اور یہ لشکر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے وہ کوئی بادشاہی فوج نہیں بلکہ وہ عاشقوں اور جانبازوں اور پروانوں کا کوئی لشکر ہے جن کے عشق کا یہ عالم ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرتا بلکہ صحابہ کے ہاتھوں پر گرتا ہے جسکو وہ اپنے منہ پر مل لیتے ہیں اور جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم بولتے ہیں تو سناٹے کا یہ عالم ہوتا ہے گویا انکے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں قریش نے یہ منظر دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ شخص کوئی بادشاہ نہیں بلکہ خدا کا کوئی برگزیدہ بندہ ہے جس پر محبت ختم ہے اور یہ مسلمان جو آپ کے گرد جمع ہیں ان پر عاشقیت ختم ہے ان دیوانوں اور پروانوں سے جنگ کرنا آسان نہیں اسلئے صلح پر آمادہ ہو گئے بیس سال سے جو عداوت کا نشہ سر پر چڑھا ہوا تھا وہ ڈھیلا ہو گیا اور آج کل کی اصطلاح میں صلح کے معنی ہتھیار ڈال دینے کے ہیں قریش بظاہر بڑائی کی باتیں کرتے تھے مگر دل سے خوفزدہ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دل سے مطمئن تھے اور قریش کی ہر شرط کو منظور کرتے جاتے تھے اسلئے کہ آپ جانتے تھے کہ یہ سب چند روزہ قصہ ہے عـــه

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ

وہی ہے جس نے اتارا چین دل میں

الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ

ایمان والوں کے، کہ اور بڑھے انکو ایمان اپنے ایمان کے ساتھ اور اللہ کے ہیں لشکر

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝

آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ ہے خبردار حکمت والا

عـــه از افادات حضرت والد محترم سید المحدثین والمفسرین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن

تاکہ پہنچا دے ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو باغوں میں، بہتی

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۚ

ہیں انکے نیچے نہریں، سدا رہیں ان میں اور اتار دے اُن سے انکی برائیاں

وَكَانَ ذَٰلِكَ عِندَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٥﴾ وَيُعَذِّبَ

اور یہ ہے اللہ کے ہاں بڑی مراد ملنی، اور تا عذاب کرے

الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّينَ

دغاباز مردوں کو اور عورتوں کو اور شرک والے مردوں کو اور عورتوں کو جو اٹکلتے ہیں

بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۖ وَغَضِبَ اللَّهُ

اللہ پر بُری اٹکلیں، انہیں پر پڑے بُرے پھیر مصیبت کا، اور غصے ہوا اللہ

عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٦﴾

اُن پر اور ان کو پھٹکارا اور تیار کیا انکے واسطے دوزخ، اور بُری جگہ پہنچے

وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا

اور اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے، اور ہے اللہ زبردست

حَكِيمًا ﴿٧﴾

حکمت والا

بشاراتِ اہلِ حدیبیہ بعطاءِ نعماءِ دنیویہ و اخرویہ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔۔ الیٰ ۔۔۔ عَزِيْزًا حَكِيْمًا

ربط: گزشتہ آیات فتح مبین کی بشارت کے ساتھ ان بشارات اور انعامات پر مشتمل تھیں جو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کے ساتھ مخصوص تھیں اب ان آیات میں وہ کرامات اور بشارتیں ذکر فرمائی جا رہی ہیں جو آپ کے ہمرکاب رفقاء اور حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق ہیں اور اس لحاظ سے کہ بضدھا تتبین الاشیاء، نور کی قدر و قیمت ظلمت و تاریکی کے ہی مقابلہ میں پہچانی جاتی ہے تو اولاً اہل حدیبیہ کے فضائل بیان فرمائے گئے اور پھر بطور تکمیل مضمون انکے مقابل منافقین و مشرکین کی ذلت اور کمبختی بیان کیا جا رہا ہے۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر حدیبیہ سے واپس ہوئے تو آپ پر یہ آیات نازل ہوئیں آپ نے ان آیات کے نزول پر فرمایا یہ نعمتیں اور بشارتیں جو اللہ نے نازل فرمائیں مجھے دنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہیں حضرات صحابہ یہ سن کر فرمانے لگے یا رسول اللہ یہ انعامات و کرامتیں جو اللہ نے نازل فرمائیں تو وہ آپ کے واسطے ہیں اور وہ آپ کے ساتھ ہوگا لیکن ہماری عرض یہ ہے کہ وہ کیا چیز ہے جو اللہ ہمارے ساتھ کریگا تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ ۔ الآیات

ارشاد فرمایا گیا ہے یعنی اللہ ہی ہے جس نے سکینت و طمانینت کو اتارا اہل ایمان کے دلوں میں تاکہ انکے ایمان میں اور اضافہ ہو جائے استقامت و یقین کامل کی صورت میں انکے اس ایمان کے ساتھ کہ اس سکینت اور طمانیت قلب سے رسول اللہ کی بات پر دل مطمئن ہوگئے گو کہ بعض باتیں بظاہر خلاف طبع تھیں اور ہو سکتا تھا کہ جس طرح کافر ضد پر ڈٹے ہوئے تھے یہ بھی ایسی ہی ضد کی صورت اختیار کر لیتے مگر اس اطمینان قلب کی وجہ سے انکے مراتب ایمان و عرفان میں ترقی ہوئی۔

پہلے تو جہاد کی بیعت سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ ہم اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار ہیں بہرکیف یہ ایمان کا ایک عجیب رنگ تھا اسکے بعد جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے ابھرتے ہوئے بلاوہ جذبات کے خلاف اللہ کے حکم سے صلح منظور کر لی تو یہ تو ان کے ایمان کا دوسرا رنگ تھا جو پہلے رنگ پر اضافہ ہوا کہ اپنے جذبات و عواطف کو مغلوب کرتے ہوئے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے سامنے سر جھکا دیا انکو اس ایمان و انقیاد کے ساتھ اس پر یقین بھی حاصل ہوگیا کہ اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ بڑا ہی خبردار حکمت والا ہے اسکے علم سے دشمنان اسلام کی کوئی سازش اور مخالفت پوشیدہ نہیں اور وہ اپنی حکمت سے جب چاہے گا اپنے لشکروں کو جہاد کے واسطے حکم دیگا اور جب انکے لشکر میدان جہاد میں آئیں گے جیسے کہ بدر و حنین میں تو پھر کسی کو مقابلہ کی تاب نہ ہوگی اور یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ پہنچا دے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو ایسے باغوں میں جنکے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ہمیشہ ان میں رہنے والے ہوں گے اور اس انعام و اعزاز کے علاوہ یہ بھی ایک خصوصی

[illegible]

انعام ہوگا کہ مٹا دے گا ان سے انکی برائیاں اور یہ ہے اللہ کے یہاں بڑی ہی کامیابی جو مخلصین و مخلصات اور مؤمنین و مؤمنات کے حصہ میں آتی ہے اور اسکے برعکس منکرین و منافقین کے حق میں یہ مصلحت ہے کہ عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو اور شرک کرنے والے مردوں اور شرک کرنے والی عورتوں کو جو گمان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارہ میں برا گمان ہی بیشک انہی پر لوٹے گا چکر انکی برائی کا اور خدا کا غضب ہے ان پر اور لعنت کی خدا نے ان پر اور تیار کی انکے واسطے جہنم اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے جہاں کی مصیبتوں اور تکالیف کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ اللہ کے واسطے ہیں تمام لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے تو اس وجہ سے منافقین و منافقات اور مشرکین و مشرکات عذاب خداوندی سے نہیں بچ سکتے جیسے جہالت نہایت گھرے تھے اور انکے دلوں میں بیہودہ آرزوئیں تھیں وہ سوچتے تھے مسلمان اگر واقعی ہوئی تو ضرور ناکام ہوں گے کیونکہ جو ان کے پاس فوج ہے وہ ساز و سامان، وطن سے دور ہوں گے مدد بھی نہ پہنچ سکے گی اسکے برعکس قریش مکہ طاقت اور ساز و سامان انکے پاس ہے وہ ضرور کامیاب ہوں گے تو ہم کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالیں کبھی یہ سوچتے کہ مسلمانوں کا یہ کہنا کہ ہم عمرہ کے واسطے جا رہے ہیں یہ محض ایک دھوکہ ہے در اصل ان کا مقصد قتال ہے اور قریش مکہ پر حملہ کرنا ہے غرض اس طرح کے اوہام و خیالات میں تھے کہ اللہ رب العزت نے ارادہ کیا کہ ذلیل کیا جائے اور عذاب دنیوی و اخروی میں مبتلا ہوں چنانچہ جس قدر انہوں نے پیش بندیاں کیں اور احتیاط برتا ان کی سب تدبیریں ناکام گئیں اور مصیبتوں کے چکر نے انکو اپنے گھیرے میں لے لیا یہ تو دنیا کا عذاب ہوا مزید عذاب آخرت یہ کہ غضب خداوندی کے مستحق بنے خدا کی لعنت ان پر ہوئی اور عذاب جہنم ہو

ملہ بعض روایات حدیث سے معلوم ہوا کہ اس سفر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں تو قرآن کریم نے انکے اکرام کو ملحوظ رکھتے ہوئے خاص طور پر مؤمنات کا لفظ بھی بول دیا ورنہ تو بالعموم قرآنی محاورات اور شریعت کے احکام میں ایک ہی عنوان لفظ مذکر و مؤنث دونوں کو شامل ہوا کرتا ہے ۱۲

ملہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن قدس اللہ سرہ نے منافقین و منافقات کے ترجمہ میں یہ لفظ استعمال کیا جو نہایت ہی بلیغ و لذیذ ہے اس وجہ سے یہی الفاظ یہاں ذکر کر دیا گیا ۔ ۱۲ .

ملہ ان آیات میں دو جگہ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فرمایا گیا پہلی جگہ ان الفاظ سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ رب العزت ہی مخلوقات کے تمام امور کی تدبیر کرنے والا ہے اور وہ اپنی حکمت کے تقاضے سے جس طرح چاہتا ہے ہر امر طے فرماتا ہے اسی بنا پر وہاں اللہ رب العزت نے اپنی صفت عَلِيْمًا حَكِيْمًا فرمائی لیکن یہاں مقصود مجرمین و نافرمانوں کو تہدید و تنبیہ ہے اس وجہ سے اس موقعہ پر وصف عَزِيْزًا حَكِيْمًا ارشاد فرمایا ۱۲ روح المعانی

ہمیشہ کیلئے سب مقرر کردیا گیا اللہ رب العزت بڑے زبردست اور طاقت والا ہے اسکے فیصلہ کو کوئی روک نہیں سکتا ساتھ ہی وہ حکمت والا بھی ہے مقتضائے حکمت جب بھی مناسب جانتا ہے مجرمین کو سزا دیتا ہے۔

حضرات صحابہؓ کے قلوب میں نزولِ سکینت کی بشارت

ان کے مؤمن کامل اور صاحب تقویٰ ہونے کا اعلان ہے

آیت مبارکہ هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ کے مصداق جو حضرات صحابہ اور بالخصوص وہی حضرات ہیں جو حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے جب قرآن کریم نے واضح طور پر اس امر کی شہادت دے دی کہ اللہ رب العزت نے انکے دلوں میں سکینت وطمانیت نازل فرمادی تو ظاہر ہے کہ ان کے بعد ان افراد اور مقدس ہستیوں کے بارہ میں کس طرح کی ایمان ویقین کی کمزوری کا تصور کرنا قرآنی شہادت، معاذ اللہ ٹھکرانا ہے قرآن کریم نے شہادت دے دی کہ وہ تقویٰ، ایمان، عفت و پاکدامنی کے پیکر ہیں اور ایمان پر استقامت کا ان کو ایسا مقام حاصل ہے کہ ان کے قدم صراط مستقیم سے کسی بھی مرحلہ پر کسی بھی لمحہ نہیں ڈگمگا سکتے اور حتیٰ کہ تقویٰ اور پرہیزگاری کا وصف انکے لیے لازم ذات بنادیا جیسا کہ ارشاد ہے وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ اور ساتھ یہ بھی فرمادیا گیا کہ اللہ رب العزت کے علم ازلی کے لحاظ سے وہی اس کے تمام عالم میں سب سے زیادہ مستحق اور لائق تھے اور جب تقویٰ کفایہ ایمان اور صفات سکینت کا وصف ان حضرات کا لازمہ ذات وصف ہوگیا تو بلاشبہ ان کا مقام و مرتبہ خداوند عالم کے نزدیک اولیاء اور اسکے محبوب ہونے کا ہوگیا اب اس میں شبہ اور تردد قرآن میں شبہ کرنا ہے اور اللہ کی شہادت میں شبہ و تردد بدترین جرم ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٨﴾

ہم نے تجھ کو بھیجا احوال بتانے والا اور خوشی اور ڈر سنانے والا

لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَ

تاکہ تم لوگ یقین لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر اور اسکی مدد کرو اور اسکا ادب رکھو اور

تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا
اسکی پاکی بولو صبح اور شام ، اور جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے ، وہ

يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ
ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے ، اللہ کا ہاتھ ہے اوپر انکے ہاتھ کے ، پھر جو کوئی قول توڑے

فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ
سو توڑتا ہے اپنے برے کو ، اور جو کوئی پورا کرے جس پر اقرار کیا اللہ

اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٠﴾
سے ، وہ دے گا اس کو نیگ بڑا

انعام بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و حق تعظیم و توقیر

و عہد اطاعت و فرمانبرداری

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ... اِلٰى ... فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔

ربط: گزشتہ آیات میں فتح مبین کی بشارت کے ساتھ ان چار انعامات کا ذکر فرمایا گیا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ مخصوص تھے اب ان آیات میں اس انعام عظیم کا ذکر فرمایا گیا جو تمام امت پر بلکہ تمام انسانوں اور کل کائنات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و رسالت کے ذریعہ فرمایا گیا۔ اس انعام عظیم کے ذکر کے ساتھ رسول معظم کے حقوق کا بھی اظہار و تذکرہ فرما دیا گیا اور یہ کہ آپ پر ایمان اور بیعت کس قدر بلند پایہ فضیلت ہے کہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کر رہے ہیں اور جس وقت وہ بیعت کرتے ہوئے اپنا ہاتھ رسول خدا کے ہاتھ پر رکھتے ہیں تو اللہ کا ہاتھ اس کی شان بے چگون کے مطابق ایمان لانے والے مسلمانوں کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے اے ہمارے پیغمبر گواہی دینے والا تمام انبیاء علیہم السلام کے حق رسالت ادا کرنے اور انکی قوموں کی نافرمانی کرنے پر اور بشارت سنانے والا

اہل ایمان و طاعت کے لیے اور ڈرانے والا نافرمانوں کو تاکہ اے لوگو! تم ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اسکے رسول کی مدد کرو اور اسکی تعظیم و توقیر کرو اور پاکی بیان کرو اس اللہ کی جس نے ایسا رسول عظیم مبعوث فرمایا صبح اور شام نمازوں میں اور دیگر اوقات میں یقیناً جو لوگ بیعت کرتے ہیں آپ سے وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے سو جو شخص بھی اس عہد و پیمان کو توڑے گا تو بس اس کا توڑنا خود اسی پر وبال و مصیبت ہوگا اور جو شخص پورا کرے گا وہ عہد جو اس نے اپنے اللہ کے ساتھ کیا ہے تو ضرور عنقریب اللہ اسکو اجر عظیم دے گا اس لیے کہ عہد و پیمان کو پورا کرنا بہترین خصلت اور موجب انعام ہے اور اسکے برعکس عہد توڑنا غداری ہے اور بدترین کردار کا عملی ثبوت ہے جس کی سزا سے انسان ہرگز نہیں بچ سکتا عہد شکنی اور غداری کی سزا دنیا میں بھی ملے گی اور آخرت میں بھی اور اہل استقامت جس طرح آخرت میں انعام و اکرام کے مستحق ہونگے دنیا میں بھی حق تعالیٰ کے انعامات سے نوازے جاتے رہیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام امتوں اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہ ہونا سورۂ نساء کی آیت فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ کی تفسیر میں وضاحت سے بیان کیا جا چکا ہے جیسا کہ احادیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان حشر کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہر پیغمبر اور اس کے ساتھ اسکی امت ہوگی امت سے جب یہ سوال ہوگا کیا ہمارا پیغام تم تک پہنچا تو وہ انکار کریں گے انبیاء علیہم السلام حق تعالیٰ شانہ کے پیغام پہنچا دینے کا اقرار کریں گے تو انکو گواہ پیش کرنے کے لیے کہا جائے گا اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے کہ اے اللہ آپ کے پیغمبر آپ کا پیغام اور ہر حکم اپنی اپنی امتوں کو پہنچا چکے۔

ف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر اکثر حضرات صحابہ سے مروی ہے کہ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ کی ضمیریں رسول کی طرف راجع ہیں اور وَتُسَبِّحُوْهُ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے کیونکہ مدد اور تعظیم حقوق رسالت سے ہے اور ظاہر ہے کہ اعانت و مدد پیغمبر ہی کی ہو سکتی ہے اس کے احکام و دین کی اشاعت اور مقاصد دین کی تکمیل کے لیے اس بنا پر یہ ممکن نہیں کہ وَتُعَزِّرُوْهُ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہو اور تسبیح و پاکی ذات کبریا کے لیے ہے اس وجہ سے وَتُسَبِّحُوْهُ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے یہی وجہ ہے کہ جمہور کے نزدیک وَتُوَقِّرُوْهُ پر وقف لازم ہے اور آگے لفظ وَتُسَبِّحُوْهُ جملہ مستانفہ کے طور پر کلام مستقل ہے ۱۲

تفصیل کے لئے سورۂ نساء کی تفسیر کی مراجعت فرمائی جائے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت اللہ سے بیعت ہے

بیعت کی صورت یہ ہوتی تھی کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر بیعت کرتے تھے اس کو فرمایا جا رہا ہے کہ صورۃً تو یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بیعت کرنا ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ بیعت اللہ کے ساتھ ہے اس لئے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تو پیغام خدا ہی کی طرف سے اور اسی کی نیابت میں لے رہے ہیں اللہ کا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اللہ کے احکام ہی کی اطاعت کے لئے بیعت لے رہا ہے لہٰذا یہ بیعت حقیقت میں اللہ ہی سے ہے یہ ایسی حقیقت ہے جس کو قرآن کریم کی اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا۔ وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (نساء) اسی طرح سورۃ انفال میں ارشاد فرمایا گیا۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (انفال)

یہ بیعت حدیبیہ میں اہل ایمان اور حضرات صحابہؓ سے تھی جو پہلے سے اصل اسلام پر بیعت کر چکے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایمان و اسلام پر بیعت کے علاوہ جہاد پر اور کبھی کسی اور امر خیر پر بھی بیعت لیتے تھے جیسے صحیح مسلم میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی النصح لکل مسلم (یعنی) میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اس پر کہ ہر مسلمان کے ساتھ اخلاص و خیرخواہی کروں گا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات صحابہ سے جو حدیبیہ میں ہمراہ تھے موت پر بیعت نہیں لی کیونکہ مرنا تو مقصود نہیں بلکہ اس بات پر بیعت لی تھی کہ ہم میدان جہاد سے بھاگیں گے نہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ نے فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا کی تفسیر میں حضرت جابرؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لا یدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرۃ

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقیناً کوئی شخص بھی جہنم میں نہیں جائے گا ان لوگوں میں سے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی (یعنی بیعت الرضوان میں شامل ہونے والا کوئی بھی

ظَنَّ السَّوْءِ ۖ وَكُنتُمْ قَوْمًا بُورًا ﴿١٢﴾ وَمَن لَّمْ يُؤْمِن

بری اٹکلیں اور تم لوگ تھے کھپنے والے اور جو کوئی یقین نہ لاوے

بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ﴿١٣﴾ وَ

اللہ پر اور اسکے رسول پر تو ہم نے رکھی ہے منکروں کے واسطے دہکتی آگ اور

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ

اللہ کا ہے راج آسمانوں کا اور زمین کا بخشے جسکو چاہے

وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٤﴾

اور مار دے جسکو چاہے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ

اب کہیں گے پیچھے رہ گئے جب چلوگے غنیمتیں لینے کو چھوڑو ہم

لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا

چلیں تمہارے ساتھ چاہتے ہیں کہ بدلیں

كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن

اللہ کا کہا تو کہہ ہمارے ساتھ نہ چلوگے یونہی کہہ دیا اللہ نے

قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ

پہلے سے پھر اب کہیں گے نہیں تم جلتے ہو ہمارے بھلے سے کوئی نہیں پر وہ سمجھتے نہیں

إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾ قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ

رہتے مگر تھوڑا کہہ دے پیچھے رہ گئے گنواروں کو آگے تم کو

إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ

بلاویں گے ایک لوگوں پر بڑے سخت لڑنے والے تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہوں گے

فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا
پھر اگر حکم مانو گے دے گا تم کو اللہ نیک بدلہ اچھا اور اگر پلٹ جاؤ گے

كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦﴾ لَيْسَ
جیسے پلٹ گئے تھے پہلی بار دے گا تم کو ایک دکھ کی مار

عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى
اندھے پر تکلیف نہیں اور نہ لنگڑے پر تکلیف اور نہ

الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ
بیمار پر تکلیف اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اسکے رسول کا اس کو داخل کریگا

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا
باغوں میں جنکے نیچے بہتی ندیاں اور جو کوئی پلٹ جاوے اسکو مار دے

أَلِيمًا ﴿١٧﴾
دکھ کی مار

ع

قبائح و شنائع منافقین و متخلفین و بیان حکم معذورین

قال اللہ تعالیٰ سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ ... الیٰ ...... عَذَابًا أَلِيمًا۔

ربط: آیات سابقہ میں مؤمنین و مخلصین کا ذکر تھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے ہوئے عہد و پیمان پر قائم رہنے والوں کی فضیلت و مرتبہ کا بیان تھا اب ان آیات میں منافقین اور عہد و پیمان توڑنے والوں کی شناعت و قباحت بیان فرمائی جارہی ہے اور یہ کہ اس طرح کے نفاق اور دھوکہ کا انجام کس قدر برا ہے دنیوی ذلت و رسوائی کے علاوہ عذاب آخرت بھی ہوگا البتہ جو لوگ معذور ہیں ان پر اللہ کی طرف سے کوئی مواخذہ نہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے تفسیر روح المعانی میں ان آیات کی تفسیر و توضیح میں اس صورت حال کا ذکر فرمایا ہے جس پر ان آیات کا مضمون مرتب ہے۔

ہیں یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ بات جو انکے دلوں میں نہیں ہے جانتے ہیں کہ یہ عذر غلط ہے، درحقیقت میں
انکو کوئی عذر ہے اور نہ وہ آپکے ساتھ نہ جانے میں اپنے کو قصوروار سمجھ رہے ہیں کہ اس پر
استغفار کی درخواست کریں یہ بھی ایک دھوکہ دینا ہے کہ انکی اس درخواست پر یہ گمان کرلیا جائے
کہ واقعی یہ لوگ مجبور ہیں اور نہ جانے پر شرمندگی کے ساتھ معافی طلب کر رہے ہیں آپ کہہ دیجئے تو
کس کو قدرت ہے تمہارے واسطے اللہ کے کسی چیز کو دفع کرنے کی۔ اگر اللہ چاہے کسی ضرر و مصیبت
کو تمہارے بیچ یا ارادہ کرے تم کو کوئی نفع پہنچانے کا یقیناً اللہ پر کسی کا بس نہیں دنیا کی کوئی طاقت
اسکے کسی بھی ارادہ کو نہیں ٹلا سکتی ہر نفع نقصان اسی کے قبضے میں ہے اور اسی کی مشیت کے
تابع ہے خداوند عالم کو اس طرح غلط اعذار اور حیلوں سے کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا بلکہ اللہ
تعالیٰ کو خوب خبردار ہے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو اے لوگو! یہ غلط ہے کہ تم کو تمہارے کاروبار
اور گھر کے لوگوں نے مہلت نہیں دی کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں
نکلتے بلکہ تم نے تو یہ گمان کرلیا تھا کہ اب ہرگز نہیں لوٹیں گے رسول اور ایمان والے اپنے گھروں
کی طرف کبھی بھی۔ یہ دیکھ کر کہ مسلمان کمزور اور بے سروسامان ہیں اور قریش مکہ بڑے طاقتور اور
ساز و سامان سے آراستہ ہیں اور یقیناً مقابلہ کی صورت میں یہ جتنے جانے والے مسلمان ہیں سب
کے سب قتل کر دیئے جائیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں پوری طرح رچا دی گئی تھی اور
تمہاری دلی آرزو تھی حالانکہ یہ بات اور اس طرح کی تمنائیں خود تمہاری ہلاکت و تباہی کا باعث
تھیں اور بے شک تم نے یہ گمان بہت ہی برا گمان کیا اور تم لوگ اپنے اس کمینہ پن کے باعث
تباہ ہو جانے والی قوم ہو کیونکہ یہ چیز ایسی نہیں کہ خدا تعالیٰ اس پر درگزر کرے اور تم اس کی
سزا سے بچ سکو اور قانون خداوندی یہی ہے جو بھی کوئی ایمان نہ لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر
تو بس سمجھ لینا چاہئے کہ ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے دہکتی ہوئی آگ کا عذاب
جس سے ہرگز بھی کوئی نہیں بچ سکتا اور اللہ ہی کے واسطے ہے سلطنت زمینوں اور آسمانوں کی
اسکے حکم کو مجال نہیں کہ کوئی ٹلا سکے جسکو چاہے وہ بخش دے اور جسکو چاہے عذاب دے اگر
اپنی مہربانی سے کسی کو بخشنا چاہے تو اسکو کوئی روک نہیں سکتا اور اگر کسی کی معصیت و نافرمانی پر
سزا دینا چاہے تو اسکو کوئی ٹلا نہیں سکتا اور اللہ ہے بڑا ہی درگزر کرنے والا مہربان کہ بندوں
کے ہر گناہ پر انہیں سزا نہیں دیتا بلکہ درگزر ہی فرماتا ہے یہ اسکی مہربانی ہے اور رحمت ہے ورنہ
قانون عذاب کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر تقصیر و معصیت پر سزا دی جائے اور ظاہر ہے کہ اگر اس
کا مواخذہ اور قانون سزا کا نفاذ ہونے لگے تو کوئی بھی عذاب سے نہیں بچ سکتا بلکہ نوبت یہ
آجائے وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ
دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى. تو وہ محض اپنی شان رحیمی کے عذاب سے

درگزر فرماتا ہے[1]۔ اس وقت تو یہ اعذار اور حیلے کر کے پیچھے رہے مگر انکا حال یہ ہے عنقریب یہ پیچھے
رہنے والے کہیں گے جب اے مسلمانو! تم چلو گے غنیمتوں کے حاصل کرنے کے لیے چھوڑ دو
ہمیں اپنے ساتھ چلنے سے نہ روکو ہم بھی چلتے ہیں تمہارے ساتھ چاہتے ہیں کہ بدل دیں اللہ کا
کہا ہوا اور اس کا یہ فیصلہ ہے کہ جو اعراب جھوٹے بہانے اعذار پیش کر کے حدیبیہ کے سفر سے
رہ گئے تھے اب وہ آئندہ خیبر کے سفر میں شریک نہ ہو سکیں گے ان لوگوں کو چونکہ خیبر میں فتح کی
توقع اور مال غنیمت کا لالچ تھا تو اس سفر میں ساتھ چلنے کے خواہش مند تھے جب کہ سفر حدیبیہ
میں خطرہ غالب تھا اور ظاہر اسباب سے انکے دلوں میں یہ ہی رچا ہوا تھا کہ مسلمان بچ کر واپس
نہیں آسکیں گے تو اس میں چلنے کے واسطے تیار نہ ہوئے اس لیے اے ہمارے پیغمبر ان سے
کہہ دو تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلو گے یونہی فیصلہ کر دیا ہے اللہ نے تمہارے واسطے پہلے ہی
سے لہٰذا اب یہ تمہارے لیے ممکن نہیں کہ تم اس سفر میں روانہ ہو اور غزوہ میں شرکت کرو تو
اس پر یہ لوگ کہنے لگیں گے نہیں یہ بات نہیں بلکہ تم لوگ تو ہم پر حسد کرتے ہو کہ ہمارا کچھ فائدہ
ہو جائے اور بوجہ حسد تمہیں یہ برداشت نہیں کہ مال غنیمت میں ہمیں بھی کچھ حصہ مل جائے اسلئے
یہ کہہ رہے ہو کہ خدا نے ہمارے جانے کو منع کر دیا ہے حالانکہ ہمارے جانے کی کوئی ممانعت نہیں
اور نہ ہی اسکی کوئی وجہ تھی اس طرح یہ منافقین خدا کے فیصلہ اور بات کو بدلنا چاہتے ہیں کچھ نہیں یہ
تو سمجھتے ہی نہیں کسی بھی بات کو مگر بہت کم نہ انکو یہ شعور ہے کہ انکے جھوٹ کو اور فریب
کو مسلمان اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خوب سمجھ رہے ہیں اور نہ ہی انکو یہ احساس
ہے کہ ان کی یہ حرکتیں انکے کینہ بغض اور مال کی حرص ولالچ کو عیاں کر رہی ہیں عجیب خود فریبی
میں مبتلا ہیں اپنی عیاری سے یہ چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو دھوکہ
میں رکھیں حالانکہ وہ خود دھوکہ میں مبتلا ہیں کہہ دو! اے ہمارے پیغمبر ان پیچھے رہنے والے
گنواروں سے اچھا جب تم اب سفر خیبر میں چلنے کا شوق ظاہر کر رہے ہو تو عنقریب تمہارا یہ شوق
اور جذبہ بظاہر ہو جائے گا تو کوشش ہو عنقریب تم کو بلایا جائے گا ایک ایسی قوم کی جانب جو بڑی ہی
قوت وشوکت والی ہوگی تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے یعنی از خود مرعوب ہو کر مطیع
وفرمانبردار ہو جائیں گے یا اس کے بعد تم قتال کرو پھر مغلوب ومفتوح ہوں پھر اگر تم اطاعت کرو
اللہ اور اس کے رسول کی ایمان واخلاص کے ساتھ تو اللہ تم کو بہتر بدلہ دے گا اور اگر تم روگردانی کرو
گے جیسا کہ تم پہلے روگردانی اور نافرمانی کر چکے تو تم کو عذاب دے گا نہایت ہی دردناک عذاب

[1] ان کلمات سے مضمون عذاب کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کے وصف غفور رحیم کی مناسبت اور لطافت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔

کا انجام یہ ہوگا کہ حریف یا تو مرعوب ہو کر اسلام لے آئیگا یا جنگ و قتال کی نوبت آئی تو مفتوح و مغلوب ہوگا تو غزوہ تبوک میں اسکی نوبت ہی نہیں آئی الغرض ان وجوہ سے بھی متعین اور ثابت ہو گیا کہ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد پیش آیا اور یہ مقابلہ فارس و روم ہی کے ساتھ تھا۔

حضرت علیؓ کے زمانہ میں پیش آنے والے مقابلہ کی حقیقت

حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ العزیز نے "ازالۃ الخفاء" میں اس آیت پر تفصیل سے کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وعدہ حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں پورا ہو گیا خلافت عثمانی کے بعد اگرچہ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں بھی قتال اور مقابلہ کی صورت پیش آئی لیکن انہوں نے جس قتال کی طرف لوگوں کو دعوت دی وہ مسئلہ خلافت کو مضبوط کرنے کے لیے تھا اور اس گروہ کے مقابلہ میں جو خود مسلمانوں میں سے تھا ان کو مغلوب کرنے اور شکست دینے کے واسطے حضرت امیر معاویہؓ اور انکے ساتھیوں کے ساتھ مقابلہ ہوا یہ مقابلہ نہ تو کفر کے مقابلہ میں تھا اور نہ اس میں حضرت علیؓ نے اعراب کو دعوت دی تھی۔

بعض روایات صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر کے حق میں یہ فرمایا تھا۔ یا علیؓ إنک لتقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ کہ اے علیؓ تم قتال کروگے قرآن کی تاویل پر یعنی اسکی مراد کی تحریف کرنے والوں سے مقابلہ کروگے جیسا کہ میں نے اس کی تنزیل پر لوگوں سے قتال کیا یعنی اس پر ایمان لانے کے واسطے ان لوگوں سے قتال کیا جو اس پر ایمان نہیں لاتے تھے اور یہ امر قطعی ہے کہ تاویل پر قتال ومقابلہ اسی سے ہو سکتا ہے اور اسی صورت میں کہ وہ گروہ اصل قرآن کو تو مانتا ہو مگر اس کی مراد میں تحریف و تاویل کرتا ہو اور تنزیل قرآن پر قتال کافروں ہی سے ہو سکتا ہے جو نزول قرآن کے منکر ہوں تو قتال علی التاویل اور قتال علی التنزیل دونوں جمع نہیں ہو سکتے الغرض وہ جنگجو اور طاقتور قوم جس کے ساتھ قتال کے لیے اعراب کو بلانے کا ذکر آیت مبارکہ میں ہوا اس کا ظہور خلفائے ثلاثہؓ کے زمانہ میں ہوا اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ خلفاء راشدین تھے انکی دعوت کو قبول کرنا قرآنی حکم اور امر لازم تھا اور انکی دعوت کو قبول کرنے والا بنص قرآنی سے مستحق اجر و ثواب تھا اور جنہوں نے انکے حکم سے انحراف کیا وہ مستوجب عذاب ہوئے[1]
شیعہ حضرات اپنے ائمہ کے معصوم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ انکے واسطے کوئی ادنیٰ

[1] خطبہ صدیق اکبرؓ بروایت واقدی مراجعت فرمائیں ازالۃ الخفاء جلد اول طبع قدیم ۱۲۰۔

شکر لطف تو بجز بلبل کفران ابر بہار
کہ اگر خار و گل از ابر بہار آورد برونہ تہمت

ازالۃ الخفاء مقصد اول کی تیسری فصل جلد اول میں فرماتے ہیں۔

وقال اللہ تعالیٰ فی سورۃ الفتح - قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا:

اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح (چھبیسویں پارہ) میں فرمایا ہے۔ کہہ دو اے محمد! پیچھے چھوڑے ہوؤں کو جو بادیہ نشینوں سے ہیں کہ عنقریب بلائے جاؤ گے تم ایک ایسی قوم کی طرف جو لڑائی کی طاقت رکھتی ہے (جو سخت لڑنے والی ہوگی) تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے پس اگر اطاعت کرو گے تو دے گا خدا تم کو بھلا بدلہ اور اگر منہ پھیرو گے تم جیسے کہ منہ پھیرا تھا اس بلانے سے پہلے تو عذاب کرے گا تم پر دردناک عذاب۔

اس آیت کا سبب نزول باجماع مفسرین اور بدلالت سیاق و سباق آیات اور موافق مضمون احادیث صحیحہ کے یہ ہے جس کی تفصیل گزر چکی۔

اس تفصیل کے ساتھ حضرت شاہ صاحب پھر فرماتے ہیں۔

جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب جاننا چاہئے کہ بلانے والے خلفاء ثلاثہ تھے ان کے سوا کوئی نہ تھا کیونکہ موافق احتمالات عقلیہ کے یہ بلانے والے یا جناب حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے یا خلفائے ثلاثہ یا حضرت مرتضیٰ یا امیر معاویہ یا بنی عباس یا ترک جنہوں نے سلطنت عرب کے ختم ہو جانے کے بعد سر اٹھایا تھا ان چھ احتمالات سے زیادہ کوئی احتمال نہیں نکلتا اب دیکھو کہ خلفاء ثلاثہ کے سوا جس قدر احتمال ہیں سب باطل ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا بلانا بھی ظاہر نہیں ہوا اس لئے کہ یہ آیت حدیبیہ میں نازل ہوئی اور حدیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات گنتی کے ہیں اور معلوم ہے کہ ان میں سے کسی میں اس قسم کا بلانا نہیں ہوا حدیبیہ کے بعد ہی علی الاتصال غزوۂ خیبر ہوا اس غزوہ میں اعراب کے کسی شخص کو آپ نے نہیں بلایا بلکہ اس غزوہ میں تو سوا ان لوگوں کے جو حدیبیہ میں شریک تھے کسی اور کا شریک کرنا منع تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ (یعنی اے نبی اعراب سے کہہ دو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہ آؤ تمہارے متعلق پہلے ہی اللہ نے ایسا فرما دیا ہے) خیبر کے بعد غزوۂ فتح پیش آیا اس غزوہ میں کچھ اعراب بلائے گئے مگر اہل مکہ کوئی قوم اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ

اور ہے اللہ زبردست حکمت والا وعدہ دیا ہے تم کو اللہ نے

كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ

بہت غنیمتوں کا کہ تم انکو لوگے، سو شتاب ملا دی تم کو یہ اور روک دیے لوگوں کے ہاتھ

النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا

تم سے اور تا ایک نمونہ ہو قدرت کا مسلمانوں کے واسطے اور چلاوے تمکو

مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ

سیدھی راہ اور ایک فتح اور جو تمہارے بس میں نہ آئی، وہ اللہ کے قابو میں ہے

بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ

اور ہے اللہ ہر چیز کر سکتا اور اگر لڑتے تم سے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ

کافر تو پھیرتے پیٹھ پھر نہ پاویں گے کوئی حمایتی اور

لَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ښ

نہ مددگار رسم پڑی ہوئی اللہ کی، جو چلی آئی ہے پہلے سے

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ

اور تو نہ دیکھے گا اللہ کی رسم بدلتی اور وہی ہے جس نے روک

اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ

رکھے انکے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے بیچ شہر مکہ کے، بعد

اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾

اسکے کہ تمہارے ہاتھ لگا دیے وہ اور ہے اللہ جو کرتے ہو دیکھتا۔

هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ

وہی ہیں جنہوں نے انکار کیا، اور روکا تمکو ادب والی مسجد سے اور

الْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُؤْمِنُونَ

نیاز کی قربانی کو بند پڑی پہنچے اپنی جگہ تک اور اگر نہ ہوتے کتنے مرد ایمان والے

وَنِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ لَمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُمْ

اور کتنی عورتیں ایمان والیاں جو تمکو معلوم نہیں یہ خطرہ کہ انکو پیس ڈالتے پھر تم پر

مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ

خرابی پڑتی بےخبری سے کہ اللہ کو داخل کرنا اپنی مہر میں جس کو

يَشَاءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا

چاہے اگر وہ لوگ ایک طرف ہو جاتے تو آفت ڈالتے ہم منکروں کو

أَلِيمًا ﴿٢٥﴾ إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ

دکھ کی مار جب رکھی منکروں نے اپنے دل میں کد

حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَ

نادانی کی ضد پھر اتارا اللہ نے اپنی طرف کا چین اپنے رسول پر اور

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا

مسلمانوں پر اور قائم رکھا انکو ادب کی بات پر اور وہی تھے

أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ

اس کے لائق اور اس کام کے اور ہے اللہ ہر

شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٢٦﴾

چیز سے خبردار

بیعت الرضوان و فضائل اہل بیعت مع بشارت انعام خداوندی باعطاء غنائم و غلبۂ اہل ایمان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔۔۔ اِلٰی ۔۔۔ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا

ربط: گزشتہ آیات میں ان اعراب متخلفین کا ذکر تھا جو جھوٹے عذر اور حیلے بہانے کر کے سفر حدیبیہ سے پیچھے رہ گئے تھے انکی باطنی شرارتوں اور قبائح کے ذکر کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف سے جس وعید اور تنبیہ کے وہ مستحق تھے بیان کی گئی تھی اب ایک گروہ کے بالمقابل ان مخلصین و مطیعین اور جاں نثاروں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی کہ ہم زندگی کے آخری سانس تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑیں گے اور آخری دم تک ہر طرح کی مدد و نصرت کرتے رہیں گے اور اطاعت و فرماں برداری سے قدم ہرگز پیچھے نہ ہٹائیں گے حق تعالیٰ شانہ نے ایسے مخلصین کا ذکر اپنی رضا و خوشنودی کے اعلان سے فرمایا ارشاد ہے۔

بے شک اللہ خوش ہوا ان ایمان والوں سے جبکہ وہ بیعت کر رہے تھے آپ سے اے ہمارے پیغمبر اس درخت کے نیچے جو ایک کیکر کا درخت تھا مقام حدیبیہ میں جہاں ٹھہرے ہو کر آپ نے بیعت کا اعلان فرمایا تھا اور صحابہ نے اس درخت کے نیچے بیعت کا سلسلہ شروع کیا پھر جان لیا اللہ نے اس چیز کو جو انکے دلوں میں تھا خلوص و ایمان اور بشاشت و جذبہ کہ عہ جو بات سے تو اتارا ان پر سکون و اطمینان اور انعام دیا انکو ایک قریب فتح کا اور بہت سی غنیمتوں کا جنکو وہ حاصل کریں گے اور اللہ تعالیٰ بڑی ہی عزت و حکمت والا ہے کہ اسکے ارادہ اور عطاء کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی اور وہ اپنی حکمت سے جب چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اسلئے اگر اس نے مقام حدیبیہ میں فتح و غنائم کے بجائے صلح اور صلح کو مقدر فرما دیا تو یہ اسکی شان حکیمی ہے کہ فتح و غنائم کو قریب وقت کیلئے موخر کر دیا جو فتح خیبر کی صورت میں فوراً ہی ظاہر ہوئی جیسا کہ تفصیل گذر چکی وعدہ کیا ہے اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا جنکو تم آئندہ لو گے جن کا ایک حصہ خیبر کی غنیمتیں ہیں سو جلدی پہنچا دی تمکو یہ غنیمت اور روک دیئے لوگوں کے ہاتھ تم سے کہ مقام حدیبیہ پر کفار قریش تم پر حملہ

عہ یعنی ظاہری احوال سے اندیشہ اور خطرے کے باوجود ان میں بیعت صدق و اخلاص و توکل و اعتماد اور ثبات و استقلال کے ساتھ۔ علامہ ابو حیان فرماتے ہیں کہ صلح کی شرائط سے قلب میں جو انقباض رنج و غم تھے وہ بھی مراد ہیں ۱۲

رہے اور حرم و کعبہ کا ادب ہر حال میں ملحوظ رکھا۔ تو اللہ نے تقویٰ اور طہارت کا یہ وصف اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگیوں کے ساتھ لازم کر دیا کہ انکی عبادات اور عمل تقویٰ اور تقویٰ کے تقاضوں سے جدا نہیں ہو سکتی اور کل امت میں وہی اسکے سب سے زیادہ مستحق اور اس کا حق ادا کرنے کے اہل تھے کیونکہ خدا نے اپنی حکمت اور علم محیط سے چن لیا تھا اور بے شک اللہ تو ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے وہی جانتا ہے کہ کس کے واسطے تقویٰ لازم حیات بنایا جاسکتا ہے اور کس کو تقویٰ کا پیکر بنا کر اسکا حق ادا کرنے کے واسطے منتخب کیا جاسکتا ہے۔

سبب بیعت الرضوان

اس بیعت کا نام اس آیت مبارکہ کی وجہ سے بیعت الرضوان ہوا جس میں حق تعالیٰ نے ان اہل بیعت حضرات صحابہؓ سے اپنی رضا مندی و خوشنودی کا اعلان فرمایا سفر حدیبیہ اور صلح حدیبیہ کی تفصیل ابتداء سورۃ فتح میں گذر چکی اور یہ کہ بیعت کس طرح واقع ہوئی بروایات سیرت اور کتب حدیث سے بیعت الرضوان کا جو سبب معلوم ہوا اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر خراش بن امیہ الخزاعیؓ کو بطور قاصد اہل مکہ کی طرف بھیجا یہ پیغام دیکر کہ آپ صرف عمرہ کی غرض سے آئے ہیں اسکے علاوہ اور کوئی ارادہ مقابلہ یا قتال کا نہیں خراش بن امیہؓ جب اہل مکہ کے پاس پہنچے تو ان لوگوں نے انکا اونٹ ذبح کر ڈالا اور خود انکو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن قریش کے کچھ لوگوں کے روکنے پر وہ اس بات سے باز رہے۔ اس واقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر فاروقؓ کو مکہ مکرمہ بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اہل مکہ مجھ سے کس قدر عداوت و غیظ و غضب رکھتے ہیں اور مجھے یہ توقع نہیں کہ اہل مکہ اگر میرے ساتھ کوئی زیادتی کریں گے تو میرا کوئی مددگار ہوگا اس وجہ سے مناسب ہے کہ آپ عثمان بن عفانؓ کو بھیجیں وہاں انکا قبیلہ بھی ہے اور وہ لوگ انکی قدر بھی کرتے ہیں اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن عفانؓ کو بلایا اور انکو قریش مکہ کی طرف قاصد بنا کر روانہ فرمایا یہ پیغام دیکر کہ ہم لوگ صرف عمرہ کرنے ہی آئے ہیں اور انکو اسلام کی بھی دعوت دینا اور یہ بھی فرمایا کہ مکہ میں جو مسلمان مرد اور عورتیں مظلومیت کی زندگی گذار رہے ہیں انکے پاس جاکر انکو بشارت سنا دینا فتح و کامیابی کی اور یہ بھی بتا دینا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ مکہ میں اپنا دین غالب فرمانے گا۔

حضرت عثمانؓ مکہ روانہ ہوگئے راستہ میں ابان بن سعید العاص مل گیا اس نے اپنی سواری سے اترکر ——— حضرت عثمان غنیؓ کو اس پر بٹھایا اور انکو اپنی پناہ دے کر قریش کو اس

کی اطلاع دی کہ عثمانؓ بخیریت ہیں۔ ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ سے یہ بھی کہا کہ اگر تم چاہو تو بیت اللہ کا طواف بھی کر سکتے ہو لیکن یہ بات کہ تم سب مکہ میں داخل ہو سکو یہ ممکن نہیں ہے عثمان غنیؓ نے جواب دیا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر طواف بیت اللہ کر لوں ادھر قریش کے لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو قید کر لیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے یہ کہا کہ عثمانؓ کو قتل کر دیئے گئے اس خبر کے ملنے پر آپ نے لوگوں کو اعلان کرایا کہ قریش سے اسکا انتقام لینا ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا حکم لے کر اترے کہ آپ صحابہ سے بیعت لیں آپ کے اعلان فرمانے سے سب صحابہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہوگئے اور درخت کے نیچے سلسلۂ بیعت شروع ہوگیا ہر ایک اس پر بیعت کر رہا تھا کہ ہم میدان جہاد سے کسی بھی حالت میں ہرگز نہ بھاگیں گے [۱]

حضرت معقل بن یسارؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اس درخت کی شاخیں ہاتھ سے تھامے ہوئے تھا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور شاخوں سے نہ چھپے [۲] اور سب سے پہلے اس روز جس شخص نے بیعت کی وہ ابو سنان وہب بن محصنؓ عکاشہ بن محصنؓ کے بھائی تھے۔

بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ میں شعبیؒ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت اعلان بیعت فرمایا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں بیعت کر لوں آپ نے فرمایا کس چیز پر بیعت کرے گا (یعنی جانتا بھی ہے؟) عرض کیا یا رسول اللہ جو کچھ آپ کے دل میں ہے بس اسی پر میں بیعت و عہد کرتا ہوں تو وہ ہی اس وقت اسکو جانتے ہیں یا نہ جانوں یعنی جو بھی کچھ حکم ہوگا بس قبل اس کے کہ وہ معلوم کریں اسکی اطاعت و فرمانبرداری کیلئے عہد کر دیا ہوں۔

بیعت الرضوان میں ایک بیٹے کی اپنے باپ سے سبقت

بیعۃ الرضوان میں عام بیعت کے دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور صحابہ بیعت کرنے جاتے تھے صحیح بخاری میں نافعؒ کی روایت

---

[۱] صحیح بخاری، تفسیر روح المعانی۔ احکام القرآن قرطبی۔

[۲] صحیح مسلم

[۳] صحیح بخاری جلد ۲ کتاب التفسیر۔ ۱۲

سے یہ تفصیل معلوم ہوئی کہ اس بیعت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبقت کرنے والے تھے اور انہوں نے والد سے پہلے بیعت کی جسکی صورت یہ ہوئی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک گھوڑا کسی انصاری کے پاس تھا انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کو انصاری شخص سے گھوڑا لانے کے واسطے بھیجا مقصد یہ تھا کہ اگر جہاد کی نوبت آجائے تو اس پر قتال کریں اور عین اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت الرضوان کا سلسلہ شروع فرمادیا تھا اور عمر فاروقؓ کو خبر بھی نہ تھی کہ بیعت شروع ہوگئی تو عبداللہ بن عمرؓ فوراً درخت کے نیچے پہنچ گئے اور فوراً بیعت کرکے پھر گھوڑا لینے کے واسطے گئے۔ اور آکر اپنے والد عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے کھڑے لوگوں سے بیعت لے رہے ہیں اور میں بیعت کرآیا ہوں یہ سنتے ہی عمر فاروقؓ دوڑے ہوئے وہاں آپہنچے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تھامے کھڑے رہے اور بیعت کا سلسلہ جاری رہا اسی سلسلۂ بیعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اس وقت مکہ میں محصور تھے انکی بیعت اس شان کے ساتھ فرمائی کہ اپنا ایک ہاتھ پھیلایا اور پھر اپنا دایاں ہاتھ بلند کرکے فرمایا کہ اے لوگو! دیکھو یہ عثمانؓ کی بیعت ہے اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر مارا اور جس طرح بیعت میں ایک ہاتھ سے دوسرا ہاتھ پکڑا جاتا ہے اسی طرح اپنے ہاتھ سے دوسرا دست مبارک پکڑا۔

عراقی لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ خلافت پر جب جرح و تنقید اور طعن و تشنیع کا سلسلہ شروع کیا تو انہوں نے حضرت عثمانؓ پر الزامات اور تہمتوں کی ایک فہرست تیار کی ہوئی تھی اور طے شدہ منصوبے کے مطابق ہر مجمع میں ایک یہ بات بھی کہتے کہ عثمانؓ وہ ہیں جو بیعت الرضوان میں غیر حاضر رہے تو ایک عراقی نے عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے بھی ان الزامات کو دہراتے ہوئے یہ پوچھا تو کیا عثمانؓ وہ شخص نہیں ہیں جنہوں نے بیعت الرضوان میں حضورؐ سے بیعت نہیں کی فرمایا میں تجھے اسکی حقیقت بتاتا ہوں اور یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمانے لگے اس بیعت میں جو لوگ حاضر تھے تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے بیعت کی تھی مگر جب عثمانؓ کی بیعت کی نوبت آئی تو حضورؐ نے خود اپنے ہاتھ کو عثمانؓ کے ہاتھ کے قائم مقام بنایا خدا کی قسم ہم سب کی بیعت سے افضل اور بڑھ کر عثمانؓ کی بیعت تھی۔

سعید بن المسیبؓ سے ایک تلمیذ سعید بن قتادہؒ نے دریافت کیا مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اصحاب حدیبیہ جنہوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی چودہ سو تھے فرمایا مجھے تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بتایا ہے کہ وہ پندرہ سو تھے بعض روایات میں تعداد اس سے کم اور بعض میں اس سے زائد بیان کی گئی لیکن اکثر محدثین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ پندرہ سو کی تعداد راجح ہے۔

شجرۂ مبارکہ جس کے نیچے بیعت الرضوان ہوئی

سیرت کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درخت کیکر کا تھا جس کے نیچے یہ بیعت لی گئی جس کا نام "بیعت الرضوان" ہے اور قرآن کریم نے ان مقدس نفوس سے اپنی خوشنودی کا اعلان فرمایا بعض روایات و تاریخی نقول سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ اس درخت کی تعظیم و تکریم کرنے لگے تھے اور وہاں آکر نفلیں بھی پڑھتے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اس درخت کو کاٹ دینے کا حکم فرمایا اس اندیشے سے کہ کہیں اس درخت کی پرستش نہ ہونے لگے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں طارق بن عبدالرحمٰنؒ سے منقول ہے کہ میں ایک دفعہ حج کے لیے جا رہا تھا تو میں نے مقام حدیبیہ سے گزرتے ہوئے ایک جماعت کو دیکھا کہ اس میدان میں نماز پڑھ رہے ہیں میں نے کہا یہ کون سی مسجد ہے کہ اس جگہ نماز پڑھی جا رہی ہے، لوگوں نے بتایا کہ یہ وہ درخت ہے جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت الرضوان لی تھی یہ سن کر میں حضرت سعید بن المسیبؒ کے پاس حاضر ہوا اور انکو یہ بتایا تو انہوں نے فرمایا میرے والد نے مجھ سے یہ بیان کیا تھا کہ ہم جب آئندہ سال عمرۃ القضاء کے وقت وہاں پہنچے تو ہم اس درخت کو بھول گئے اور یہ طے نہ کر سکے کہ وہ کون سا درخت تھا اور میرے والد ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی یہ قصہ سنا کر سعید ابن المسیبؒ کہنے لگے کہ عجیب بات ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تو اس درخت کو نہ پہچان سکے اور اس پر انکو قدرت نہ ہوئی اور تم نے اسکو پہچان لیا اب تو ہی سمجھ لو کہ یہ کیا بات ہے۔

(تعبیر "رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ" کی باعث و نکتہ)

علامہ آلوسیؒ اپنی تفسیر روح المعانی میں رضا کے معنی "خوشنودی" بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ لفظ رضا کا استعمال کلام عرب میں متعدد صورتوں سے ہوتا ہے کبھی بغیر صلہ کے استعمال ہوتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے رَضِیتُ زَیدًا اور کبھی عن اور با کے ساتھ مثلاً رضیتُ زیدًا باحسانہ اور کبھی لام کے ساتھ مثلاً رضیتُ لہٗ۔

علماء عربیہ فرماتے ہیں "ب" کے ساتھ استعمال حیثیت کے معنی ظاہر کرتا ہے، باحسانہ کہنے کا مفہوم یہ ہوگا کہ اسکے احسان کی وجہ سے میں خوش ہوا۔ اور جہاں بغیر صلہ کے استعمال ہو تو محض ذات بحیثیت ذات رضا کے معنی ہوں گے اور جس جگہ یہ کا صلہ اور ذات دونوں کو جمع کیا جاتے مثلاً رضیتُ

بالکل رہا۔ تو الفاظ سے خوشنودی کی نوعیت کو بتانا ہوگا یعنی اللہ رب العزت کے ساتھ خوشنودی بحیثیت اسکی ربوبیت اور بندگی ہے اور جب حق کے ساتھ استعمال ہوگا تو مطابق ہرکز کا مقصود ہوگا کہ رضا اور خوشنودی کس چیز سے واضح ہوئی اور رضا و خوشنودی کا منشا کیا ہے تو اس موقع پر لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ کا عنوان اس پر دلالت کر رہا ہے کہ ان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کی خوشنودی انکے ایمان و اخلاص کی وجہ سے واقع ہوئی اور یہی ایمان و اخلاص ہی اس رضا الٰہی کا منشاء بنا جب کہ یہ عمل بیعت انکے ایمان کامل کے ثبوت پر ظاہر ہو رہا ہے جب کہ اس درخت کے نیچے بیعت ہو رہی تھی تو یہ عنوان بلیغ ترین عنوان ہوا بہ نسبت اسکے کہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ کیونکہ اس میں صرف اس عمل پر ہی خوشنودی کا اظہار ہوتا اب یہاں اسکے بالمقابل عمل کو ظرف بتایا گیا اور خوشنودی کا محل صرف صحابہ کی ذات قرار دی گئی اور اس کا منشاء ان کا ایمان و اخلاص بتایا گیا جس کی گواہی دینے والا خود اللہ رب العزت ہوا اب اسکے بعد ان حضرات میں سے کسی کے بھی ایمان و اخلاص میں شبہ کرنا درحقیقت خدا تعالیٰ کی گواہی کو ٹھکرانا ہوگا۔

العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ

* * *

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ

اللہ نے سچ دکھایا ہے اپنے رسول کو خواب تحقیق تم داخل ہو رہو گے

الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ

ادب والی مسجد میں اگر اللہ نے چاہا چین سے بال مونڈتے

رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا

اپنے سروں کے اور کترتے بے خطرہ پھر جانا جو تم نہیں جانتے

فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْ

پھر ٹھہرا دی اس سے ورے ایک فتح نزدیک وہی ہے جس نے

اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى

بھیجا اپنا رسول راہ پر اور سچے دین پر کہ اوپر رکھے اسکو

الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝۲۸ۭ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ

ہر دین سے اور کافی ہے اللہ ثابت کرنے والا : محمد رسول اللہ کا

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ

اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ

تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور

رِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ

اس کی خوشی نشان ان کا ان کے منہ پر ہے سجدے کے اثر سے

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ڔ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۾ كَزَرْعٍ

یہ شان ہے ان کی توریت میں اور مثال ان کی انجیل میں جیسے

اَخْرَجَ شَطْـــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَــظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ

کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا پھر اس کی کمر مضبوط کی پھر موٹا ہوا پھر کھڑا ہو گیا اپنی نال پر

يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

خوش لگتی ہے کھیتی والوں کو تاکہ جلائے ان سے جی کافروں کا وعدہ دیا ہے اللہ نے ان کو جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

یقین لائے ہیں اور کئے ہیں بھلے کام

مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ

معافی کا اور

اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹ۧ

بڑے ثواب کا

خاتمہ سورت بر بشارت غلبہ و ترقی اسلام مع بیان فضائل حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

قال اللہ تعالیٰ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ اَجْرًا عَظِيْمًا

ربط، سورۃ کا آغاز فتح مبین کی بشارت سے فرمایا گیا تھا اور یہ کہ وہ صلح حدیبیہ جو اللہ رب العزت کی طرف سے فتح مبین ہے سبب ہے خصوصی عنایات اور کرامات کا ذریعہ ہے۔ فتوحات اور غنائم سے مسلمان قوم عظمت اور سربلندی حاصل کرے گی روم و فارس کی فتح کی بھی بشارت سنا دی گئی جس کو اللہ تعالیٰ نے خلفاء ثلاثہ کے ہاتھوں پورا فرمایا ساتھ ہی حیلے اور جھوٹے بہانے بنا کر گھروں میں بیٹھے رہنے والوں منافقین کی خیانت و شناعت کے ساتھ ان پر وعید و تنبیہ بھی فرما دی گئی تو اب اختتام سورت پر جس خواب کی تعبیر کو اللہ نے پورا فرمایا اسکو ذکر کرتے ہوئے غلبہ دین اور ترقی اسلام کی بشارت سنائی جا رہی ہے اور اعراب منافقین کے بالمقابل مخلصین کاملین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات بیان فرمائے جا رہے ہیں فرمایا۔

بے شک اللہ نے سچ کر دکھایا اپنے رسول کو وہ خواب تحقیق کے ساتھ اسکی پوری پوری تعبیر دنیا کے سامنے ایک حقیقت بنا کر ظاہر فرما دی کہ اے مسلمانو! یقیناً تم داخل ہو کر رہو گے مسجد حرام میں اگر اللہ نے چاہا امن و اطمینان کے ساتھ اس طرح کہ مونڈائے ہوئے ہو گے اپنے سروں کو اور کچھ لوگ تم میں سے کترتے ہوں گے اس حال میں کہ تم کسی سے کوئی اندیشہ نہیں رکھتے ہو گے پھر جانا اللہ نے اپنے علم محیط کے لحاظ سے اس چیز کو جو تم نہیں جانتے تھے کہ اس خواب کی تعبیر ایک سال میں ظاہر کرنے میں کس قدر حکمتیں اور عظیم مصلحتیں ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں جب وہ خواب دیکھا تھا یہ دیکھا کہ آپ اور آپ کے ہمراہ صحابہ کرام مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے ہیں کوئی سر منڈا کر حلال ہو رہا ہے اور کوئی بال کترا کر اور اتفاق امر یہ کہ اسی سال آپ نے عمرہ کا قصد فرمایا کر صحابہ کی ایک جماعت اپنے ہمراہ لے کر روانگی کا اعلان فرما دیا تو صحابہ نے یہ خیال کیا کہ ہم اسی سال مکہ میں داخل ہوں گے اور عمرہ ادا کریں گے جب صلح مکمل ہونے پر بغیر عمرہ کئے ہوئے حدیبیہ سے واپس ہونے لگے تو بعض صحابہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ کیا آپ نے ہم کو یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن و امان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوں گے اور عمرہ ادا کریں گے آپ نے فرمایا کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہو گا عرض کیا نہیں یا رسول اللہ فرمایا تو بے شک ایسا ہی ہو کر رہے گا تم امن و امان کے ساتھ مکہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرو گے اور قربانی

سے کوئی سر منڈاتے گا اور کوئی بال کتراتے گا اور اس طرح تم احرام سے حلال ہو گے اور جب وہاں جاؤ
گے تو بے حال ہو گا تمہیں کسی کا خوف نہ ہو گا چنانچہ حدیبیہ کی واپسی سے اگلے سال ایسا ہی ہوا اس
آیت مبارکہ میں اسی کو فرمایا جا رہا ہے کہ بالتحقیق اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچا دکھایا ہے اور
وہ پورا ہو کر رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ پھر اس خواب کی تعبیر ظاہر ہونے سے پہلے اللہ نے مقرر کر
دی ہے ایک نزدیک فتح یعنی فتح خیبر یا صلح حدیبیہ جو دراصل مستقبل کی فتوحات اور اسلام کی عظمت
و ترقی کا ذریعہ بنی جیسے کہ پہلے بیان کیا گیا وہی پروردگار ہے جس نے بھیجا ہے اپنا رسول ہدایت
دے کر اور سچا دین تاکہ غلبہ دے اسکو ہر دین پر تو اپنے اصول و عقائد اور فروع کے اعتبار سے
اس قدر مضبوط واضح اور مستحکم ہے کہ اس سے قبل جس قدر ادیان گزرے جو شریعتیں اتاری گئیں اور
انبیاء مبعوث ہوتے سب پر اسکو غلبہ حاصل ہو گا۔ چنانچہ تاریخ نے اسلام کو دنیا کے تمام مذاہب
و اقوام پر غالب ثابت کر دیا اور اسلام نے بڑی شان و شوکت سے صدیوں تمام مذاہب والوں
پر حکومت کی اور آئندہ بھی دنیا اس حقیقت کا مشاہدہ کرے گی باقی یہ بات کہ اس دعوی کی کیا دلیل
ہے تو بس یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ ہی کافی ہے حق ثابت کرنے والا ہونے کی حیثیت سے کہ تاریخ عالم
دین اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو انکے ساتھ ہیں
وہ بڑے ہی مضبوط اور زور آور ہیں کافروں کے مقابلہ میں اور نہایت ہی نرم دل ہیں آپس میں
جس سے کافروں پر رعب پڑتا ہے اور کفر سے نفرت و بیزاری کا اظہار مگر اس شدت اور سختی
کے ساتھ اپنے بھائیوں کے ساتھ بڑے ہی نرم دل ہیں اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ
عَلَى الْكَافِرِينَ کے پیکر ہیں اور یہ دونوں شانیں حضرات صحابہ کی مقام حدیبیہ میں پوری طرح نمایاں
ہو رہی تھیں اس ایمانی پختگی اور عظمت کے ساتھ انکے ذوق عبادت اخلاص اور خشیت خداوندی
کا یہ حال ہے کہ دیکھے گا تو انکو اے مخاطب رکوع کرتا ہوا اور سر بسجود اس طرح کہ ڈھونڈتے
ہیں اللہ کی مہربانی اور اسکی خوشنودی اس اخلاص اور جذبہ سے کہ انکی ہر عبادت ہر ریا سے پاک

ف یعنی یہ دو صفتیں شدت و نرمی ان حضرات میں تھی لیکن الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی
شان ان میں اس قدر رچی ہوئی تھی کہ کفار اور کافروں کے مقابلہ میں بڑے زور آور اور مضبوط اور
شدید لیکن ایمان والوں کے واسطے سراپا پیکر محبت و مہربانی۔
حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ کافروں کے ساتھ شدت و نفرت کا تو یہ عالم تھا کہ یہ بھی گوارا نہ تھا
کہ انکے کپڑے بھی کافروں کے کپڑوں سے لگیں یا انکے بدن سے کافروں کا بدن چھوتے انکے
بالمقابل اہل ایمان کے ساتھ محبت کا یہ حال تھا کہ جب بھی کوئی مسلمان اپنے دوسرے بھائی
سے ملتا تو مصافحہ اور معانقہ کرتا ۱۲۔ روح المعانی ج ۲۶

صرف اسی غرض اور مقصد پر دائر ہوتی ہے انکے باطنی تقویٰ کے آثار ایسے قوی ہیں کہ باطن سے انکے ظاہر
چہروں پر نمایاں محسوس ہوتے ہیں کہ دیکھنے والا اسے محسوس کرے۱؎ انکی نشانی اور اثر باطنی تقویٰ اخلاص اور
خشیت کا انکے چہروں پر سجدہ کے اثر سے یعنی نمازوں کی پابندی بالخصوص تہجد کا ایک خاص نور
اور رونق عابدین کے چہروں پر جھلکتی ہے گویا حسن نیت اور اخلاص کی شعاعیں باطن سے پھوٹ پھوٹ
کر ظاہر کو روشن کر رہی ہیں۔ یہ ہے انکی صفت اور مثال تورات میں اور مثال انکی انجیل میں ایک
کھیتی کی طرح ہے جس نے زمین سے نکالا اپنا پٹھا پھر اسکو مضبوط کیا پھر اسکو موٹا کیا پھر وہ برابر کھڑا
ہو گیا اپنی جڑ یعنی نال پر اس طرح کہ بھلا لگتا ہے کھیتی کرنے والوں کو۔ یہ سب کچھ جو اس مثال کے
ذریعہ صحابہ اور اسلام کی ترقی دکھلائی اسکے نشو و نما بلندی اور استقامت و قوت مقدر فرمائی گئی اور
اسکو بیان کیا گیا اس غرض سے کہ انکے ذریعہ کافروں کو غیظ و غضب میں ڈالے اور اسلام کی ترقی سے
انکے دل جلیں اور یہ بات اللہ نے پہلے ہی سے کر رکھی تھی کہ اسلام اس طرح کمزوری کے عالم میں ظاہر ہوگا
پھر ابھرے گا ترقی کرے گا اور پھلے پھولے گا تاکہ کافروں کے دل اسلام کی عظمت کو دیکھ کر جلنے
لگیں جیسا کہ ارشاد مبارک ہے يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ
نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۔
وعدہ کیا ہے اللہ نے ایمان لانے والوں اور نیکی کے کام کرنے والوں سے مغفرت و معافی کا اور
بڑے ثواب کا اور اللہ کے وعدے سے بڑھ کر اور کون سا وعدہ سچا ہو سکتا ہے وَعْدَ اللَّهِ وَمَنْ
أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا چنانچہ دنیا کے سامنے یہ وعدہ پورا ہو کر رہا اور آخرت میں بھی اسی طرح
ہوگا اور یہ جو مثالیں تورات و انجیل میں صحابہ کے ایمان و تقویٰ اور ان کے ذریعہ اسلام کی ترقی و عظمت کی

۱؎ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اپنے چہروں کے نور اور شبہات چال
ڈھال سے الگ پہچانے جاتے تھے ۱۲ فوائد عثمانی
مجاہدؒ نے اس کی تفسیر میں حضرات صحابہ کا خشوع اور تقویٰ بیان کیا ہے اور بعض عارفین کا یہ قول نقل کیا
ہے کہ ان للحسنة نورا فی القلب وضیاء فی الوجہ وسعة فی الرزق۔ کہ نیکی کا نور قلب میں
ہوتا ہے اور اسکی رونق چہرہ پر ہوتی ہے اور وہ رزق میں فراخی کا باعث ہوتا ہے۔
امام مالکؒ سے یہ منقول ہے فرمایا حضرات صحابہ کے خشوع و خضوع اور نیک محاسن اعمال کا یہ اثر تھا کہ
جو بھی انکو دیکھتا اس کا دل گواہی دیتا کہ یہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں اور نصاریٰ نے تو صحابہ کو دیکھ
کر ہی شام کے راستے ان کے لئے کھول دیئے تھے اور کہنے لگے خدا کی قسم یہ لوگ عیسیٰ کے حواریین
سے بھی اچھے ہیں ۱۲ تفسیر ابن کثیر۔

بیان کی گئی تھیں وہ بھی پوری طرح دنیا کے سامنے آگئی۔

تورات وانجیل میں حضرات صحابہؓ کے ایمان و تقویٰ کی نشانیاں

ان کلمات میں حضرات صحابہؓ کی عجیب ایمانی شان اور عظمت بیان کی گئی کہ انکی تورات وانجیل میں وہ نشانیاں ذکر کر دی گئی تھیں کہ اہل کتاب دیکھ کر انہیں پہچان جاتے تھے کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں تورات میں بیان کردہ مثال تو وہ تھی جو سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ میں ذکر فرمائی گئی اور انجیل میں جو مثال تھی وہ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ ہے اکثر مفسرین نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ پر وقف ہے اور وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ جملہ مستانفہ ہے یعنی ان حضرات کی مثال انجیل میں اس کھیتی کی طرح بیان کی گئی ہے چنانچہ مجاہدؒ، ضحاکؒ اور قتادہؒ نے اسی کی تصریح کی ہے (روح المعانی ج ۲۶)

یہ کھیتی جس کا ایک مثال بیان کیا اس سے مراد وہ ایک شخص ہے جس نے سب سے پہلے دین اسلام قبول کیا اور وہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنکی شان میں قرآن کریم کی یہ آیت وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ نازل ہوئی اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وَصَدَّقَ بِهٖ کا مصداق باجماع مفسرین صدیق اکبرؓ ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ اس کھیتی کی مثال کی تقریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں یعنی اول اس دین پر ایک آدمی تھا پھر دو ہوئے پھر آہستہ آہستہ قوت بڑھتی گئی حضرتؐ کے وقت میں پھر خلفاء کے عہد میں، بعض علماء فرماتے ہیں کہ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ میں عہد صدیقی، فَاٰزَرَهٗ میں عہد فاروقی فَاسْتَغْلَظَ میں عہد عثمانی اور فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ میں عہد مرتضوی کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ بعض دیگر اکابر نے وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا کو بالترتیب خلفائے اربعہ پر تقسیم کر دیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ آیت جملہ حضرات صحابہؓ کی صفت عمومی مدح و منقبت پر مشتمل ہے خصوصاً اصحاب بیعت الرضوان کی جن کا ذکر آغاز سورت سے برابر چلا آرہا ہے (فوائد عثمانی)

حضرات صحابہؓ کے خصوصی فضائل اور ان کے ایمان وتقویٰ کی قرآنی شہادت

قرآن کریم میں یہ آیات حضرات صحابہ کی جس انداز کے ساتھ عظمت و برتری اور ان کا تقدس اور رضائے الٰہی

ان کا محبوب ہونا اور کافروں کا ان سے بغض وعداوت رکھنا بیان کر رہی ہیں وہ اپنے حقائق ولطائف کے لحاظ سے ایک منفرد مقام رکھتی ہیں۔

سب سے اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لے کر آپ کی صفت رسالت کو بیان کیا جس کو مشرکین نے صلحنامہ میں سے نکلوایا تھا جس کو اللہ نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنی کتاب میں لکھ دیا بعد ازاں صحابہ کے فضائل بیان کئے جو آپ کی نبوت ورسالت کی عظیم دلیل ہیں شاگردوں کا کمال استاد کے کمال کی دلیل ہے اور آپ کی رسالت کے بعد صحابہ کے فضائل کا ذکر کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کا مرتبہ ہے اور آئندہ آیت میں صحابہؓ کے اعمال اور اخلاص کا بیان ہے۔

اور آیت وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ سے وہ لوگ مراد ہیں جو سفر حدیبیہ میں آپ کے ہمرکاب تھے اسلئے کہ اوّل تو اوپر سے سلسلہ کلام اصحاب حدیبیہ کی مدح میں چلا آ رہا ہے دوم یہ کہ معیت کے حقیقی معنی کسی مقام میں کسی کے ساتھ ہونے کے ہیں اور معیت کے یہ معنی حقیقی ہیں اور جب تک معنی حقیقی بن سکیں معنی مجازی مراد نہیں لئے جاتے سوم احادیث مستفیضہ مشہورہ سے بھی یہی ظاہر ہے کہ یہ آیات اصحاب حدیبیہ کے بارے میں نازل ہوئیں اب اسکے بعد اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ سے ان کے فضائل اور انکی صفات کے ذکر کا آغاز ہوتا ہے۔ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ سے صحابہ کے کمال ایمان کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے مَنْ احب للہ وابغض للہ فقد استکمل الایمان۔ یعنی ان لوگوں کی محبت اور عداوت کا دارومدار ایمان اور کفر پر ہے ان لوگوں نے اپنی محبت ــــــ اور شفقت کو اور عداوت ونفرت کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے غضب کے تابع کر دیا ہے جن پر خدا نرم ہے اُن پر یہ بھی نرم ہیں اور جن پر خدا گرم ہے ان پر یہ بھی گرم ہیں اور لفظ عَلَی الْکُفَّارِ میں اشارہ اس طرف ہے کہ صحابہ کو کافروں کے معنی کفر کی وجہ سے عداوت ہے کسی ذاتی غرض کی وجہ سے عداوت نہیں اور ظاہر ہے کہ کفر میں اصل اور بالذات شیطان ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا اور نفس شیطان کا توأم (جڑواں بھائی) ہے معلوم ہوا کہ جب صحابہ کافروں کے حق میں سخت ہیں تو نفس اور شیطان کے مقابلہ میں اور بھی زیادہ اشد ہوں گے کیونکہ البغض فی اللہ میں خدا کے دشمنوں سے عداوت بقدر دشمنی ہوتی ہے جو خدا کا دشمن زیادہ ہوگا اس سے دشمنی بھی زیادہ ہوگی لہٰذا جب صحابہ کرامؓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ ہیں تو شیطان پر تو اور بھی زیادہ اشداء ہوں گے کیونکہ شیطان تمام کافروں کا سردار ہے اور علیٰ ہذا القیاس نفس بھی اعداء میں سے ہے بلکہ ایک اعتبار سے شیطان سے بھی بڑھ کر ہے اسلئے کہ شیطان بھی نفس ہی کے سہارے سے اپنا کام کرتا ہے اگر نفس نہ مانے تو شیطان کیا کرے نیز یہ بھی یاد رہے کہ آیت میں اَشِدَّآءُ سے وہ کفار

مراد ہیں جو ان اہل ایمان کے اعزہ و اقارب تھے تو جب مطلق عداوت کمال ایمان کی نشانی ہے تو اقرباء کی عداوت کو تو اکملیت کا نشان سمجھا جائے۔

الغرض جو شیطان کا ذاتی دشمن ہوگا وہ بھلا شیطان کے بہکاتے میں کیسے آسکتا ہے اور جس پر نفس اور شیطان کا بس نہ چلتا ہو بلکہ نفس اور شیطان ہی انکے سامنے بے بس ہوں انکے سایہ ہی سے بھاگتا ہو اور جس راستہ پر وہ چلتے ہوں اس راستہ ہی کو بھول گیا ہو تو ایسے لوگوں کے مخلص اور مومن کامل ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے لہذا اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کو اکملیت ایمان کا نشان سمجھنا چاہیے ولذا قال اللہ تعالیٰ فی آیۃ اخری فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ الغرض اس لفظ سے صحابہ کا کمال ایمان اور اللہ تعالیٰ کا محب اور محبوب ہونا خوب واضح ہو گیا اور ظاہر ہے کہ کمال محبت کا درجہ بدون حق الیقین کے حاصل نہیں ہو سکتا۔

نکتہ انسان میں حق تعالیٰ نے دو قوتیں رکھی ہیں ایک قوت شہویہ اور ایک قوت غضبیہ قوت شہویہ کا کمال یہ ہے کہ اسکو رحمت الٰہی کے تابع کر دے جس پر اللہ تعالیٰ مہربان ہو اس سے محبت کرے، رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ میں اسی طرف اشارہ ہے اور قوت غضبیہ کا کمال یہ ہے کہ غضب خداوندی کے تابع ہو اور اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

(ازالۃ الخفاء ص ۱۹۳ ج ۱)

الغرض اَلَّذِيْنَ مَعَهٗ کی،

پہلی صفت، اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ میں صحابہ کے کمال ایمان کی طرف اشارہ

دوسری صفت: تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا میں صحابہ کی عبادت اور اعمال کا بیان ہے کہ کثرت نمازوں میں مشغول رہتے ہیں اور نماز مومن کی معراج ہے۔

تیسری صفت يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا میں صحابہ کے اخلاص اور کمال عرفان کا بیان ہے کہ وہ عبادت محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کرتے ہیں کسی اجر اور معاوضہ کے طالب نہیں بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ انکے یہ اعمال تقیہ کی بنا پر نہیں ان کا ظاہر اور باطن سب یکساں ہیں گزشتہ آیت یعنی تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو اجمال بیان کیا اور اس آیت میں یعنی يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا میں انکے اخلاص و نیت کو بیان کیا کہ محض اللہ کی خوشنودی کے لیے عمل کرتے ہیں۔

؎ طرف الفت بود ... کو ولیا ...
تمنا کنند از خدا جز خدا!
گراز دوست چشمت بر احسان دوست
تو در بند خویشی نہ در بند اوست

چوتھی صفت: سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ، میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کے اندر روحِ ایمان کا رنگ چہروں پر نمایاں ہے مناجات اور دعا اور عبادت کے انوار باطن سے نکل کر ظاہر میں آشکارا ہونے لگے شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی صحابی کسی مجمع میں بیٹھتے تو دور سے پہچان لیے جاتے اور اپنے چہرہ کے نور سے پہچانے جاتے کہ یہ صحابی ہیں۔

مردِ حقانی کی پیشانی کا نور ۔ کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

قانون ہے کل اناء یترشح بما فیہ ۔ ہر ظرف سے وہی ٹپکتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے اور عجب نہیں کہ ان مقامات میں ان کے قرب من اللہ کی طرف اشارہ ہو جیسا کہ حدیث میں ہے اقرب ما یکون العبد من ربه وهو ساجد ۔ بندہ کو اللہ کا قرب سب سے زیادہ حالت سجود میں حاصل ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کا ارشاد وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ اسی طرف مشیر معلوم ہوتا ہے۔

پانچویں صفت: ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۔ یعنی صحابہ کے یہ فضائل اور اوصاف تورات اور انجیل میں بھی مذکور ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق قرآن کریم میں خبر دی گئی ہے النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ۔ کہ علماء اہل کتاب نبی امی کو تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صفت بھی تورات و انجیل میں مذکور ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ذٰلک اسم اشارہ ہے جس کا مشار الیہ مابعد کی طرف ہے یعنی کزرع اخ کی طرف ہے جو بعد میں مذکور ہے جیسا کہ حق جل شانہ کے قول میں وَقَضَیْنَآ اِلَیْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِیْنَ میں ذالک کا مشار الیہ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ ہے جو بعد میں مذکور ہے۔

چھٹی صفت ۔ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ الخ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دین اسلام کی تدریجی ترقی کو بیان فرمایا اور اس کی ترقی کو کھیتی کے ساتھ تشبیہ دی اور کھیتی کی چار حالتیں اور مثالیں کے ذریعہ تدریجی ترقی کے بڑے بڑے چار مرحلوں کی طرف اشارہ کیا کہ جس طرح کھیتی کی ترقی کے چار درجے ہیں اسی طرح اسلام کی ترقی کے چار درجے ہیں ۔ پہلا درجہ: اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ ۔ کا ہے یعنی دانہ نکلنے کی حالت کا ہے یہ حالت آغاز وجود کی ہے جو نہایت کمزور حالت ہے یہ مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء بعثت کے زمانہ میں ظہور پذیر ہوا جو نہایت کمزور حالت تھی اتنی کمزور حالت کہ صحابہ اپنے اسلام کے ظاہر کرنے پر قادر نہ تھے كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ سے اسی مرتبہ اور اسی حالت کی طرف اشارہ ہے کہ اسی طرح صحابہ کی حالت قبل از ہجرت کمزور تھی۔

دوسرا مرتبہ: فَاٰزَرَهٗ یعنی دوسری حالت اس کھیتی کا مضبوط ہو جانا ہے جس سے یہ امید

يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ کی تفسیر میں شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ عجب نہیں کہ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ سے
سو ارکان قضا وقدر مراد ہوں کیونکہ اسلام کی کھیتی کے کاشتکار ملائکہ مدبرات ہیں اور لفظ یعجب حق تعالیٰ
کی خوشنودی پر دلالت کرتا ہے۔

ساتویں صفت: لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ پھر اخیر میں صحابہ کی ایک صفت لِيَغِيظَ بِهِمُ
الْكُفَّارَ بیان فرمائی کہ کفار اسلام کی اس کھیتی کو دیکھ کر غیظ وغضب میں آجائیں گے یہ نہیں فرمایا
لِيَغِيظَ بِهِمُ الأعداء کہ انکے دشمن یہ دیکھ کر جلیں گے تاکہ یہ تعبیر اس عنوان سے واضح ہو جائے
کہ صحابہ سے جلن اور غیظ وغضب رکھنے والے کفر کے مرتکب اور کافر ہیں کہ خدا تعالیٰ جنکو پسند کرے
انکی مدح کرے یہ لوگ ان پر جرح وطعن کریں اور ان سے جلیں تو ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور
کون سا درجہ کفر کا ہوگا اور ایسا طرز یقیناً اس پر دلالت کرے گا ایسے لوگوں کو در اصل خدا ہی
سے دشمنی اور ضد ہے۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ امام مالکؒ نے اس آیت سے روافض کی تکفیر پر استدلال کیا
ہے کیونکہ وہ صحابہ سے بغض رکھتے ہیں اور ان سے بغض نص قرآنی سے کفر ہے امام مالکؒ کے
اس قول اور فتویٰ کی تائید بہت سے اکابر فقہاء اور ائمہ سے منقول ہے امام مالکؒ کے سامنے ایک
شخص کا ذکر کیا گیا کہ وہ صحابہ کی شان میں تنقیص وتوہین کرتا ہے تو اس پر یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا
جو شخص بھی صبح کو اس حالت میں اٹھے کہ اس کے دل میں صحابہؓ سے بغض ہے تو یقیناً یہ آیت
اس پر منطبق ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے فرمایا کرتے تھے رسول خداؐ کے اصحاب اس
امت کے سب سے زیادہ برگزیدہ اور متقی افراد تھے جن کا علم نہایت عمیق تھا اور ان میں تکلف کا نام
ونشان نہ تھا اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے پیغمبر کی رفاقت کے لیے اور اپنا دین قائم کرنے کے واسطے
چنا تو انکی فضیلت وعظمت کو پہچانو اور ان کے نقش قدم پر چلو جہاں تک بھی تم
سے ہو سکے ؎

وعدۂ مغفرت و اجر عظیم از جملہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حضرات صحابہؓ کی مدح وتوصیف کو وعدۂ مغفرت اور اجر عظیم پر ختم فرما کر ان جملہ کمالات پر مزید

؎ روح المعانی، سنن نسائی، جامع ترمذی۔

عظمت و برتری کی ایک مہر ثبت فرما دی اور یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ لفظ منہم میں من بیانیہ ہے اور ضمیر کا مرجع وہی ہے جو ابتداء کلام وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ سے متعین ہو چکا وہ تمام حضرات صحابہ کرام ہیں چنانچہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں منہم کی ضمیر مجرور اسی جماعت کی طرف راجع ہے جو فَاٰزَرَهٗ اور فَاسْتَغْلَظَ اور فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ سے سمجھی جاتی ہے تو ضمائر سابقہ کے ساتھ یہ ضمیر بھی اسی جماعت کی طرف راجع ہے اور اسی وجہ سے یہ من بیانیہ ہے جیسا کہ من بیانیہ بہت سے مواقع میں استعمال ہوتا ہے مثلاً فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جن حضرات کی حق تعالیٰ نے یہ صفات عظیمہ بیان کیں تورات و انجیل سے ان کی شان جتائی جن کے ایمان و تقویٰ اعمال عبادات خشوع و خضوع کے اوصاف واضح کئے گئے تو بلاشبہ ان سب ہی سے وعدہ مغفرت اور اجر عظیم ہوگا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان اوصاف و کمالات کو بیان کرکے وعدہ مغفرت و اجر عظیم پوری جماعت سے نہ کیا جائے بلکہ مبہم طور پر بعض سے کیا جائے۔ بلاشبہ جن کی یہ خوبیاں اللہ نے آسمان اور زمین کی تخلیق سے قبل اپنی کتاب میں لکھ دیں وہ جماعت بلا استثناء فرد واحد اس وعدہ کی مستحق ہے اور جس گروہ کے بارہ میں وعدہ مغفرت اور اجر عظیم ثابت ہو چکا ان کے بارہ میں کسی بھی وقت بعد نزول آیات ارتداد اور گمراہی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

شیعہ اس آیت میں من تبعیض کہہ کر صرف چند نفوس پر اس وعدہ کو منطبق کرتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ نص قرآنی کا انکار اور تحریف دین ہے اصول شریعت کی رو سے اس زعم اور دعویٰ کے گمراہی اور خروج عن الحق والهداية ہیں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ نے ازالۃ الخفاء میں اس آیت پر کلام کرتے ہوئے لفظ من کو تبعیض کے معنی میں لیا تو العیاذ باللہ اس تقدیر پر نہیں کہ صحابہ اس کا مرجع ہوں اور پھر ان میں سے بعض کے بارہ میں یہ وعدہ ہو بلکہ اس صورت میں یہ کلام مستقل ہے اور حضرات صحابہ کے بعد آنے والی دوسری جماعتوں کے بارہ میں یہ وعدہ فرمایا جا رہا ہے کہ بعد میں آنے والی جو جماعتیں ان حضرات صحابہ کے نقش قدم پر چلیں گی اور ایمان و عمل صالح کے ساتھ متصف ہوں گی ان سے بھی اللہ رب العزت نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے فرماتے ہیں کہ اس کا مرجع اصحاب حدیبیہ نہیں ان کے کمالات و فضائل ایمان و تقویٰ کی بشارت عاشق خدا اور رسول ہونا تو پہلے ہی بیان کر دیا گیا تو اب آیت وَعَدَ اللّٰهُ کا مضمون اصحاب حدیبیہ کے بارے میں ہوتا تو ماقبل کے منافی ہوگا کیونکہ وعدہ مستقبل کے واسطے ہوتا ہے تو جب ان کے فضائل و اکرام کا تحقق ہو گیا تو وعدہ کا کیا درجہ رہ گیا۔ اسی لئے مِنْهُمْ کی ضمیر جماعت جدیدہ اور بعد میں آنے والے اور ہونے والے مسلمانوں کی طرف راجع ہے۔ وَاللّٰهُ اعلم بالصواب۔

هٰذا توضیح ما قاله الشاه ولی الله فی ازالة الخفاء والله اعلم بالصواب وهکذا حقق الشیخ الجلال الجلالی وهکذا سمعت من حضرت الوالد الشیخ محمد ادریس الکاندهلوی رحمة الله علیه قد تم بحمد الله تعالیٰ وتوفیقه تفسیر سورة الفتح ویلیه الحجرات، اللهم افتح لی ابواب رحمتک واشرح صدری لفهوم الکتاب

سورۂ حجرات سورۂ مدنیہ ہے جسکی اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔

پچھلی سورت سے ربط: گذشتہ سورت میں فتح مبین کا اعلان اور فتح خیبر کی بشارت تھی، فارس اور روم سے جہاد کا ذکر تھا جو خلفاء راشدین کے زمانہ میں ہوا ان صفات کے ساتھ مخلصین اور غیر مخلصین کا فرق اور انکے کچھ احوال بھی بیان ہوئے اور اہل ایمان میں وہ خوبیاں جنکو حق تعالیٰ شانہ نے امت کے واسطے ایک نمونہ بنایا یعنی حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خاص طور سے انکے اوصاف و فضائل بیان کئے گئے تو اب اس سورت میں اس جماعت خلفاء راشدین کے ایمان و اتقیاء اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ رنگ بیان کیا جا رہا ہے جس کے باعث وہ ان کرامتوں اور بشارتوں کے مستحق ہوئے جو گذشتہ سورت میں بیان کی گئیں اور ساتھ ہی انکے قلوب کی پاکی اور تقویٰ کے امتحان کا ذکر ہے کہ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی کہ خداوند عالم نے انکے دلوں اور قلوب کے باطن تقویٰ کا امتحان لے لیا ہے جس میں الحمد للہ انکے ایمان کا اعلان ان کلمات سے کر دیا جسکے اولین و عظیم ترین مصداق حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں جیسا کہ مفسرین نے اسکے شان نزول میں بیان کیا اسی کے ساتھ آداب رسول اور حقوق رسالت کا بھی بیان ہے کہ امتی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا کیا حقوق عائد ہیں۔

٭ ٭ ٭

(اٰیاتہا ۱۸) سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِیَّۃٌ ۴۹ ۱۰۶ (رکوعاتہا ۲)

سورۂ حجرات مدینہ میں نازل ہوئی اسکی اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا

تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ

اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ

اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ

اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

اور عمر فاروقؓ کی آواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بلند ہو گئی جب کہ بنو تمیم کا ایک وفد آیا تو ان میں سے ایک نے مشورہ دیا کہ امیر اقرع بن حابسؓ کو بنایا جائے تو دوسرے نے کہا نہیں ان کو نہیں قعقاعؓ کو بنایا جائے اس پر ابوبکرؓ نے عمرؓ سے کہا تم نے میری ہی مخالفت کا ارادہ کرتے ہوئے ان کے خلاف کہا انہوں نے جواب دیا نہیں میں نے تو تمہاری مخالفت کا کوئی قصد نہیں کیا تو اس وقت ایک دوسرے سے بات کرتے ہوئے کچھ آواز بلند ہو گئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ اس کے بعد ان حضرات کی یہ کیفیت ہو گئی کہ بات کرتے وقت ان کی آواز ہی نہیں سنائی دیتی تھی یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار پوچھنا پڑتا تھا کہ کیا کہہ رہے ہو۔

حافظؒ نے مسند بزار کے حوالے سے یہ نقل کیا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب آئندہ کبھی بھی کوئی بات نہ کروں گا مگر صرف اس طرح کہ جیسے کوئی آپ سے سرگوشی کرنے والا ہو۔

حضرات صحابہؓ آپ کے آداب عظمت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر بعض ایسے صحابہ نے جن کی قدرۃً آواز اونچی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہونا ہی چھوڑ دیا۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کے خطیب تھے اور نہایت بلند آواز تھے ارادہ کر کے بھی آہستہ آہستہ بولتے تب بھی ان کی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی ہی ہو جاتی تو انہوں نے ڈر کر مجلس نبوی میں حاضر ہونا ترک کر دیا اور یہی سمجھا کہ جب بھی بولوں گا آواز اونچی ہو جائے گی اور اس طرح وعید اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ کی زد میں آجاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی روز ثابت بن قیسؓ کو مجلس میں نہ دیکھنے کی وجہ سے دریافت فرمایا کیا ہوا ثابت کو کیا وہ بیمار ہے؟ ذکر نہیں کیا ہے؟ ایک صحابی نے ان کا تذکرہ کیا تو ثابت بن قیسؓ نے یہ سبب بیان کیا اور کہا کہ ایسی صورت میں مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں اہل نار میں سے ہو جاؤں گا ان صاحب[1] نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ وجہ بیان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بل هُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ بلکہ وہ تو اہل جنت میں سے ہے[2]۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے ثابت کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم زندگی گزارو قابل تعریف زندگی اور اللہ کی راہ میں شہادت نصیب ہو اور جنت میں داخل ہو جاؤ تو کہنے لگے کیوں نہیں یا رسول اللہ میں راضی ہوں

---

[1] بعض روایات سے ان کا نام معلوم ہوا قعقاع بن معبدؓ ۱۲

[2] صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔

قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِينَ ﴿٦﴾

کسی قوم پر نادانی سے پھر کل کو لگو اپنے کیے پر پچھتانے

وَاعْلَمُوٓا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ

اور جان لو کہ تم میں رسول ہے اللہ کا اگر تمہاری بات مان لیا کرے بہت

مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ

کاموں میں تو تم پر مشکل پڑے پر اللہ نے محبت ڈال دی تمہارے دل میں ایمان کی

وَزَيَّنَهٗ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ

اور کھبا دیا اسکو تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی تم کو کفر اور گناہ

وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُونَ ﴿٧﴾ فَضْلًا مِّنَ

اور بے حکمی وہ لوگ وہی ہیں نیک راہ پر اللہ کے فضل سے

اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٨﴾

اور احسان سے اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

تنبیہ و تہدید بر بے تمیزی و بیحرمتی در بارگاہ رسالت و تلقین آداب تعظیم و اطاعت

ربط: گذشتہ آیات میں ان حقوق و آداب کا ذکر تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لیے امت پر لازم اور فرض ہیں اور ان حقوق میں کوتاہی پر وعید و تنبیہ تھی جو سب سے بڑھ کر یہی خطرناک تقصیر و غلطی ہے کہ مسلمان سب نیک اعمال سے بھی محروم ہو سکتا ہے۔ جو لوگ اس سے اپنی زندگی میں کمانا ثواب ان آیات میں باقی ایسی گستاخیوں اور بے تمیزیوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو جہلاء اور کم عقل لوگوں سے پیش آتی تھیں اور اس پر تنبیہ کی گئی اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ عمداً

ایمانی جذبہ اور معرفت کے باعث اس حقیقت کو سمجھ گئے ہوں وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ
السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ کہ اگر حق اور وحی نبی ان لوگوں کی خواہشات کی موافقت
کرنے لگے تو آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب تباہ و برباد ہو جائیں گے تو اس حقیقت
کو سمجھنے والے ہیں یہ لوگ ہیں جو فلاح و رشد کے بلند مقام پر پہنچنے والے ہیں اور ایسے
سعادت مند لوگوں کو اور رحمت پر چلنا فضیلت و کرامت ہے اللہ کی طرف سے اور انعام ہے
اس کا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا حکیم ہے تو اپنے علم و حکمت سے جس کے واسطے چاہتا ہے
رشد و ہدایت مقدر فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اپنے فضل و انعام سے نوازتا ہے۔

قبیلہ بنو تمیم کا گستاخانہ طرز اور ان کو تنبیہ و نصیحت

روایات میں ہے کہ ایک وفد قبیلہ بنو تمیم کے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک میں تشریف رکھتے تھے
وہ حجرہ کی دیواروں کے پیچھے ہی سے پکارنے لگے یا محمدؐ، اور ایک روایت میں یا رسول اللہ
اخرج الینا۔ کہنے لگے کہ اے محمد باہر آئیے بلا شبہ ان کی بے عقلی اور بے تمیزی تھی حضور
کے مرتبہ کا لحاظ کرنا چاہیے تھا اور یہ بھی سوچنا چاہیے تھا کہ ممکن ہے کہ اس وقت آپ
پر اللہ کی وحی اتر رہی ہو یا کسی اہم کام میں مشغول ہوں آپ پر تو امت کے تمام امور کی
ذمہ داری تھی اور آپ کی ذات اقدس ان کے دینی و دنیوی امور کا مرکز اور ملجا تھی آپ تو
ہر لحظہ دینی اور فکری مشغولیت کے علاوہ اپنے دیگر معمولات میں بھی مصروف رہتے تھے پھر یہ
طریقہ بے ادبی کا بھی ہے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ صبر کیا جائے اور جب آپ باہر تشریف لاتے تو
اس وقت اپنا مدعا پیش کیا جاتا۔ اس ادب اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کی تعلیم
کے ساتھ یہ فرما دیا کہ جو غلطی اور تقصیر نادانستگی سے پیش آئی اللہ اس کو معاف فرمانے والا ہے اس
وجہ سے یہ چاہیے کہ ایسی تقصیر پر نادم ہوں اور آئندہ بھی ایسی چیز کا ارتکاب نہ کریں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنے فوائد میں فرماتے ہیں۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت ہی وہ نقطہ ہے جس پر مسلم قوم کی تمام پراگندہ قوتیں اور
منتشر جذبات جمع ہوتے ہیں اور یہی وہ ایمانی رشتہ ہے جس پر اسلامی حکومت کا نظام قائم ہے"

اس آیت مبارکہ میں جس ادب اور تعظیم و توقیر کی تعلیم دی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
حضرات صحابہ، تابعین اور مشائخ اپنے بزرگوں کے ساتھ اسی طرح کا ادب ملحوظ رکھا کرتے تھے
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں کسی بزرگ صحابی سے کوئی حدیث دریافت

کو ملنے جایا کرتا تو انکے مکان پر پہنچ کر آواز یا دستک دینے سے پرہیز کرتا اور دروازہ سے کے باہر بیٹھ جاتا کہ جب وہ خود ہی باہر تشریف لائیں گے تو اپنا مطلب عرض کر دوں گا وہ جب باہر تشریف لاتے اور مجھے دیکھتے تو فرماتے کہ اے ابن عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ جب آئے تو آپ نے دروازہ پر دستک دے کر اطلاع کیوں نہ کر دی تو فرمایا کہ حق تعالیٰ نے پیغمبر کے پاس آنے والوں کو یہ ادب سکھایا ہے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ تو میں نے یہ سمجھا کہ جس سے میں اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حاصل کر رہا ہوں اسکا بھی اسی طرح ادب کروں گا۔

اعتبارِ روایت کا قرآنی ضابطہ

آیت مبارکہ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ سے محدثین و اصولیین نے نقل حدیث و روایت میں ثقہ اور قابل اعتماد راوی ہونا شرط قرار دیا ہے اور یہ کہ راوی میں اور مخبر میں ایسے اوصاف ہونے چاہئیں جن کے باعث اسکو ثقہ عادل و متقی کہا جا سکے اس لئے کہ قرآن کریم نے فاسق شخص کی خبر کو ناقابل قبول فرمایا ہے۔

کیونکہ جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ اسی میں ہے کہ صداقت و دیانت کے تقاضے نقل روایا اور بیان واقعات میں پورے کئے جائیں ورنہ تو فتنہ و فساد کا راستہ کھل جائے گا۔

حضرات مفسرین کا بیان ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو المصطلق کے صدقات و زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا تھا امام احمدؒ نے حارث بن ابی ضرار الخزاعی کا واقعہ بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی میں نے اللہ کی توفیق سے اسلام قبول کر لیا اور احکام اسلام اور ارکان دین کی پابندی کا عہد کیا اور ساتھ ہی میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اپنی قوم کی طرف واپس جاتا ہوں اور انکو اسلام کی دعوت دوں گا اور احکام اسلام کی پابندی پر آمادہ کروں گا اور ان سے انکے اموال کی زکوٰۃ بھی وصول کر کے جمع کروں گا آپ فلاں وقت اپنا قاصد بھیج دیجئے تاکہ وہ جمع کردہ زکوٰۃ میں آپ کے پاس بھیج دوں جو جہاں فقراء مسلمین پر خرچ ہو سکے حارثؓ[1] نے یہاں آکر اپنی قوم کی زکوٰۃ جمع کی اور انتظار کیا کہ وقت مقررہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد آئے گا طے کردہ وقت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد نہ پہنچنے سے حارثؓ بہت پریشان ہوئے اور دل میں خطرہ گزرا کہیں ایسا تو نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

---

[1] روح المعانی ۔ ۳۰ ۔

علیہ وسلم ناراض ہوگئے ہوں (کسی بات پر) اور اس وجہ سے قاصد نہیں بھیجا۔ اس خیال و پریشانی پر اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کیا اور مشورہ کیا کہ ایسی صورت میں ہم کیا کریں اور یہ بھی رائے دی کہ اگر ایسی صورت ہو کہ کسی بات پر اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی ناراضگی ہوئی ہے تو ہم سب کو چل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا چاہئے۔ ادھر قصّہ یہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو حارثؓ کی طرف روانہ کیا تاکہ زکوٰۃ وصول کر کے لے آئے لیکن ولید جب روانہ ہوئے تو راستہ میں کچھ خائف ہوئے اور درمیان راستہ ہی سے واپس ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر یہ بیان کیا یا رسول اللہؐ حارثؓ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور میرے قتل کا ارادہ کیا اس وجہ سے میں واپس آگیا ہوں، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ناگواری ہوئی اور ایک جماعت کو حکم دیا کہ وہ حارثؓ کی طرف روانہ ہو جاتے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس جماعت میں خالد بن ولیدؓ بھی تھے۔ حارثؓ انتظار میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قاصد آئے تو انکو جب معلوم ہوا کہ ایک جماعت مدینہ سے آرہی ہے تو استقبال کے لئے اپنی بستی سے باہر آئے اور ان لوگوں سے ملے تو وہ لوگ ان پر جھپٹے حارثؓ نے ان سے پوچھا آپ لوگ کس پر حملہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا تم پر ہی تو حملہ کرنے بھیجا گیا ہے پوچھا کس وجہ سے؟ ان لوگوں نے جواب دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس ولید کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا تو تم نے زکوٰۃ ادا کرنے سے بھی انکار کیا اور ولید کو قتل کرنے کا بھی ارادہ کیا حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا قسم ہے اس ذات کی جس نے حق دے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا نہ ولید میرے پاس آیا اور نہ میں نے اسکو دیکھا اس کے بعد حارثؓ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بھی سوال کیا اے حارثؓ تم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور میرے قاصد کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا حارثؓ نے بے قرار ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر مبعوث فرمایا میں نے تو ولید کو دیکھا بھی نہیں اور میں آپؐ کی طرف اس وقت روانہ ہوا جب کہ میں آپ کے قاصد کا منتظر رہا اور قاصد کے نہ پہنچنے سے مجھے اندیشہ ہوا کہ حضورؐ ناراض تو نہیں ہیں تو صورت حال معلوم کرنے کے ارادہ سے میں روانہ ہوا تھا اور اسی طرح خدمت میں حاضری ہوئی۔ حضرات مفسرین بیان کرتے ہیں اس واقعہ پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

بعض روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ولید بن عقبہ کی بنو المصطلق کے ساتھ قدیم زمانہ سے دشمنی تھی تو اس وجہ سے انکو ڈر ہوا کہ وہ لوگ اس قدیم دشمنی کی بناء پر مجھے قتل کر دیں گے بس اسی وہم کے باعث واپس لوٹ گئے اور یہ لغزش ہوئی کہ اس طرح کی بات خلاف واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی۔

روایات کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی صحیح الاسلام تھے یہ عمل اور یہ صورت حال انکے نفاق کی وجہ سے نہیں پیش آئی اور ساتھ ہی یہ امر بھی متعین ہے کہ اس آیت کا نزول ولید بن عقبہ ہی کے بارہ میں ہوا ہے جیسا کہ مجموعہ روایات میں ہے تو اس صورت میں لفظ فاسق کا اطلاق صحابہ میں سے ایک فرد پر محض اس صورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا گیا۔ جیسا کہ بعض روایات میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے فرمایا یا اباذر انک امرؤ فیک جاھلیۃ۔ حالانکہ جاہلیت معصیت دختر کشی جیسے امور پر مشتمل ہونے والا عنوان ہے تو اس طرح کے بعض بعض عنوانات عظمت صحابہ کی عدالت اور دین کے اس مسلم قانون کے منافی نہیں جو مشہور ہے۔ الصحابۃ کلھم عدول۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحابہ کی عدالت تو مسلمات دین میں سے ہے لیکن عدالت کے لیے عصمت لازم نہیں کہ اس ذات سے کوئی معصیت اور معاصی سرزد نہ ہوں ہاں البتہ یہ ضروری ہے کہ اگر کسی وقت بہ تقاضائے بشریت کوئی چوک اور غلطی واقع ہو جائے تو وہ اس پر تائب ہوتے ہیں اور رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ کا مقام ایمان و تقویٰ اور توبہ جیسے عالی اوصاف ہی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔

قاضی ابو یعلیٰؒ کا قول ہے۔

"رضا اللہ رب العزت کی ایک صفت ہے وہ اپنی رضا کا اعلان انہی لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں جنکے بارہ میں وہ جانتے ہیں کہ انکی وفات موجبات رضا پر ہو گی اس لیے اگر کسی صحابی سے کسی وقت کوئی غلطی سرزد ہوئی اور اس پر وہ تائب ہو گئے تو یہ عدالت کے منافی نہیں ہے کیونکہ توبہ تو گناہوں کو کالعدم کر دیتی ہے۔"

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کا واقعہ ہے کہ ان سے ایک غلطی سرزد ہوئی کہ انہوں نے فتح مکہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کشی کی خبر اہل مکہ کو بھیج دی تھی جس پر آیات یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَعَدُوَّکُمۡ اَوۡلِیَآءَ الخ۔ نازل ہوئیں۔ اسی طرح ایک دفعہ ابو لبابہ بن عبدالمنذر سے ایک غلطی ہوئی تو انہوں نے خود اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ لیا کہ جب تک میری معافی نازل نہ ہو گی میں اپنے آپ کو اسی ستون سے باندھے رکھوں گا تاآنکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کھولیں چنانچہ معافی نازل ہوئی حتیٰ کہ اس ستون کا نام ہی اسطوانۃ التوبۃ ہو گیا اور اس کی تاثیر برکت اور نام ہی کا یہ عالم ہے کہ اس ستون کے سامنے حاضر ہو کر گنہگار جب تائب ہوں تو بارگاہ رب العزت میں انکی بھی توبہ شرف قبول حاصل کر لیتی ہے۔

یا اسی طرح بعض حضرات سے کسی گناہ کے سرزد ہونے پر ماعز و غامدیہ اور عبداللہ پاک کے بیٹے خود اپنے آپ کو سزا کے لیے پیش کر دینا جب کہ کوئی مدعی ہے نہ کوئی استغاثہ ہے اور نہ کسی قسم کی شہادت ہے۔

الغرض اس درجہ کی تقصیرات جن پر توبہ کا عمل اس قدر قوی ہو کہ اس سے صاحب توبہ اللہ کی بارگاہ میں پہلے کی نسبت زیادہ قرب حاصل کرے وہ عدالت و تقویٰ کو مجروح نہیں کرتا بلکہ مزید مراتب

کی بلندی کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔

قاضی ابوبکر جصاص نے احکام القرآن میں فرمایا یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ فاسق کی روایت اور خبر قابل اعتبار اور لائق قبول نہیں اور اسی ضمن میں یہ مسائل مستنبط فرمائے کہ فَتَبَيَّنُوْٓا کا حکم بتلا رہا ہے کہ ایسی خبر پر اس وقت تک عمل جائز نہیں جب تک کہ اس کی پوری تحقیق نہ کر لی جائے اور ایک قراءت میں یہ لفظ فَتَثَبَّتُوْا آیا ہے جس کا مطلب ثبوت حاصل کرو۔ تو جب کسی فاسق کی روایت اور خبر بھی معتبر نہیں تو ظاہر ہے کہ شخص فاسق کی شہادت کیونکر معتبر ہو سکتی ہے۔ فاسق شریعت کی اصطلاح میں ہر وہ شخص ہے جو کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو اور فرائض کا تارک ہو اور ایسے کے باوجود اس کی طرف سے توبہ ثابت نہ ہو خواہ وہ ثابت ہوا ہو اور توبہ نہ کی ہو حالت معصیت میں مبتلا ہو۔

⁂ ⁂ ⁂

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا

اور اگر دو فرقے مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں

فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا

تو ان میں ملاپ کرا دو، پھر اگر چڑھا چلا جاوے ایک ان میں

عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى

دوسرے پر تو تم سب لڑو اس چڑھائی والے سے جب تک

تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا

پھر آوے اللہ کے حکم پر، پھر اگر پھر آیا تو ملاپ کرا دو ان میں

بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑨

برابر اور انصاف کرو، بے شک اللہ کو خوش آتے ہیں انصاف والے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَ

مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں، سو ملاپ کرا دو اپنے دو بھائیوں کو، اور

واخوت قائم رکھے، باہمی منازعت اور اختلاف وخصومت سے پوری طرح بچے اور اگر کسی وقت دو جماعتوں
میں اختلاف ونزاع کی صورت پیدا ہو جائے تو انکے درمیان مصالحت کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ
امت اس طرح کی باہمی خصومتوں سے خود اپنے آپ کو تباہ وبرباد نہ کر ڈالے اور خود اپنے ہاتھوں اپنی
عظمت وشوکت کو پامال نہ کر لے۔ اخوت ووحدت کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے
کی تحقیر اور طعن وتشنیع سے بھی پرہیز کرے کیونکہ اس قسم کی باتیں باہمی محبت کی بجائے منافرت اور
بغض واختلاف پیدا کرتی ہیں جس کا انجام قوم من حیث القوم ہلاکت وتباہی کی صورت میں ظاہر ہوتا
ہے تو ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

اور اگر دو گروہ مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو انکے درمیان صلح کرا دو پھر اگر چڑھا چلا آئے ان
میں سے ایک دوسرے پر تو تم قتال کرو اس گروہ سے جو چڑھ آئے اور زیادتی کرنے والا ہے یہاں
تک کہ وہ لوٹ آئے اللہ کے حکم اور قانون کی طرف پھر اگر رجوع کر لے وہ گروہ تو انکے درمیان صلح کرا دو
عدل وانصاف کے ساتھ اور ہمیشہ ہر معاملہ میں انصاف کیا کرو اللہ تعالیٰ بے شک انصاف کرنے والوں
کو پسند کرتا ہے بہرحال مسلمانوں کو ہر معاملہ میں ایسے ہی عدل وانصاف اور باہمی اخوت ومحبت کو قائم
کرنے اور قائم رکھنے کے لئے کوشش کرتے رہنا چاہئے جذبات اور اغراض میں ایک دوسرے پر ظلم
کیا جاتا ہے لیکن ایسی صورت میں دو جماعتیں باہم لڑیں تو مسلمانوں کو اپنی اجتماعی قوت اور فہم وفکر کی
صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ان جماعتوں میں مصالحت کرا دینی چاہئے یکسو اور بے تعلق ہو کر
بیٹھے رہنا درست نہیں زیادتی کے مرتکب فریق کو مجبور کریں کہ وہ اپنی زیادتی سے باز آ جائے تو اعانت اور
خصومتوں کے پیش آنے کا امکان صرف اسی وجہ سے ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت ویگانگت نہ
ہو۔ حالانکہ اسلام ایک ایسا قوی ومضبوط رشتہ ہے جو تمام امت کو وحدت واخوت کی لڑی میں منسلک
کر دیتا ہے تو اس رشتہ اخوت ومحبت سے ہرگز غفلت نہ اختیار کرنی چاہئے یہ حقیقت ہے کہ تمام مسلمان
باہم ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اگر کسی وقت اختلاف پیش آ جائے تو ملاپ کرا دیا کرو اپنے دو بھائیوں
کے درمیان اور اللہ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ تم پر مہربانی کی جائے تقویٰ، خوف خدا اور تقویٰ ہی تمام
احوال کی اصلاح کا ضامن اور حق تعالیٰ کی عنایات ومہربانیوں کا موجب ہے۔

نزاع واختلاف اور باہمی منافرت وعداوت اور انکے نتیجہ میں خصومتوں کا سلسلہ تحقیر وتذلیل یا استہزاء
وتمسخر سے پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے محبت واخلاص ختم ہو کر شکوک واوہام اور تنفر دلوں میں راسخ ہو جاتا
ہے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنا معاشرہ ان برائیوں سے پاک کریں اس لیے یہ حکم ہے کہ اے ایمان والو!
ہرگز تمسخر اور ٹھٹھا نہ کرے ایک قوم دوسری قوم سے شاید وہ لوگ ان سے بہتر ہوں جو ان کا مذاق اڑا
رہے ہیں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عیب لگاؤ ایک
دوسرے پر اور نہ برے القاب سے ایک دوسرے کو چڑاؤ بہت ہی برا ہے گناہگاری کا نام ایمان کے بعد

تنبیہ

صلح کی کوشش کے کسی جماعت کی زیادتی دیکھو۔ یعنی وہ قتال کے ترک پر آمادہ نہ ہو، زیادتی اور تعدی سے
باز نہ آئے تو زیادتی کرنے والی جماعت سے تم سب مل کر قتال کرو یہاں تک کہ وہ تعدی اور زیادتی
کرنے والی جماعت اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلے کے آگے جھک جائے اور جنگ بند کر دے، پھر جب وہ باغی
جھک جائے اور جنگ سے رجوع کرلے تو عدل و انصاف کے مطابق انکی اصلاح کردو۔ عدل کا مطلب ہے
شرعی حدود کے موافق صلح کرنا تاکہ صلح پائیدار اور دائمی ہو صرف جنگ بند کرا دینے سے پھر اندیشہ رہے
گا کہ کسی وقت پھر لڑائی ہو جائے اس لئے تمام معاملات کا انصاف کے ساتھ طے کرا دو اور انصاف کیا کرو
کیونکہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے آگے پھر اسی مضمون کی تاکید ہے کہ تمام مسلمان
آپس میں بھائی ہیں تو کبھی بھائیوں میں جدائی ہو جائے تو اپنے دونوں بھائیوں میں اصلاح کرادیا کرو کیونکہ جب
وہ دونوں پارٹیاں تمہارے بھائی ہیں اور صلح کراتے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو یعنی جانبداری
سے کام نہ لو اور کسی پارٹی کی طرفداری نہ کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

کہتے ہیں کہ انصار کے بعض حضرات اور عبداللہ بن اُبَی کے بعض طرفداروں میں ایک جھگڑا ہوگیا جھگڑا
معمولی سی بات پر تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سواری پر سوار تھے سواری نے پیشاب کیا عبداللہ
بن اُبَی نے پیشاب پر کچھ ناک اور بھوں چڑھائی عبداللہ بن رواحہؓ نے اسکی ناک بھوں چڑھانے پر کچھ
ناراضگی کا اظہار کیا اس پر بات بڑھ گئی اور اس پر آیتیں نازل ہوئیں اس آیت کے متعلق بہت سے
مسائل ہیں کیونکہ یہ آیت ہر اس جنگ کو شامل ہے جو مسلمان آپس میں کرلیں یا امام سے بغاوت کرکے مقابل
ہو جائیں اور ایسی پارٹیوں کا حکم فرمایا مرتدین کا نہیں ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل اور جنگ صفین
کے موقع پر فرمایا تھا اخواننا بغوا علینا۔ حضرت علیؓ سے بغاوت کرنے والوں کو اپنا بھائی فرمایا معلوم
ہوا کہ ایسی بغاوت و باہمی جنگ سے مسلمان کا نام باقی رہتا ہے اور ایک مسلمان کو کافر نہیں کہا جا سکتا
اسی لئے اس قسم کے جھگڑے والوں کے احکام بھی جدا ہیں مثلاً جو دو پارٹیاں باہم برسرپیکار ہیں وہ دونوں
امام المسلمین کی ولایت کے تحت ہیں۔ یا دونوں امام المسلمین کی ولایت کے ماتحت نہیں ہیں یا ایک
امام کی ولایت کے تحت ہے اور دوسری نہیں ہے انکے تمام احکام علیحدہ فقہ کی کتابوں میں تفصیل کے
ساتھ مذکور ہیں۔ یہاں صرف اتنی بات سمجھ لینی چاہیئے کہ مسلمانوں کو قوت قائم رکھنے کی غرض سے ایک
طریقہ صلح و آشتی اور باہم محبت کا بتایا گیا ہے اور تیسری پارٹی جو اصلاحی ہو اسکو عدل و انصاف کی تاکید
کی گئی اسی ہدایت کا نظام اخوت اور نظام عدل قائم ہو سکتا ہے۔ اللّٰھم اصلح ذات بیننا
واحفظنا من الفتن ما ظہر منھا وما بطن۔

یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دوسروں کو برا لقب دینے سے پہلے یہ تو دیکھو کہ تم ایک گناہ کرنے سے فاسق ہو جاتے ہو جو ایمان کے بعد بہت ہی برا لقب ہے یعنی دوسرے کو برا لقب دینے سے اپنا لقب فاسق ہو جاتا ہے اس لیے ایسے امور سے اجتناب کرنا چاہئے جس میں اپنا لقب فاسق ہو جائے اور جو شخص ان حرکات نا شائستہ اور ممنوعہ سے باز نہ آئے گا اور توبہ نہ کریگا تو ایسے ہی لوگ ظالم اور نا انصاف ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی کسی پر برا نام ڈالا جیسے تو اپنا نام پڑ گیا فاسق آگے تھا مومن اس پر عیب لگایا۔ خلاصہ یہ کہ ایسے افعال سے بچنا چاہیئے جو کسی مسلمان کی دل آزاری اور ناگواری کا موجب ہو اور بات بڑھ کر فتنہ فساد اور قتل و قتال کی نوبت آئے اور خود فاسق قرار پائے انسان اگر اپنے آپ کو خود حقیر سمجھے تو دوسروں پر عیب لگانے کی جرأت نہ کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا منقول ہے اللھم اجعلنی صبورا واجعلنی شکورا واجعلنی فی عینی صغیرا وفی اعین الناس کبیرا۔ یعنی اللہ مجھ کو صبر کرنے والا اور شکر کرنے والا بنا دے اور مجھ کو اپنی آنکھوں میں چھوٹا اور دوسروں کی آنکھوں میں بڑا بنا دے یعنی جب میں خود اپنے پر نظر کروں تو اپنے کو چھوٹا سمجھوں اور دوسرے جب مجھ کو دیکھیں تو بڑا سمجھیں۔

٭ ٭ ٭

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

اے ایمان والو

اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے مقرر بعض تہمت گناہ ہے

وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ

اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو بھلا خوش

اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَ

لگتا ہے تم میں کسی کو کہ کھائے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو سو گھن آتی ہے تم کو اس سے اور

اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے

تنبیہ و تہدید بر بدگمانی و غیبت و ممانعت از تجسس احوال

قال اللہ تعالیٰ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا ..... الیٰ ..... اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ

ربط: گزشتہ آیات میں مسلمانوں کی گروہ بندی اور باہمی منازعت و مخاصمت سے منع کیا گیا تھا اور اس پر وعید و تنبیہ کی گئی تھی کہ کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے یا اس کا مذاق اڑائے کیونکہ ایسی ہی باتیں مسلمانوں میں نفاق و شقاق پیدا کرنے والی ہیں تو اب ان آیات میں مزید ایسے اسباب بیان فرمائے جا رہے ہیں جن کی وجہ سے باہمی منافرت اور عداوت کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ آپس میں جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور نوبت جنگ و جدل اور قتل و خونریزی تک پہنچ جاتی ہے جن میں سب سے بڑی اور بنیادی چیز قلوب سے اخلاص کا نکل جانا اور باہم بدگمانی میں پڑ جانا ہے بدگمانی غیبت الزام تراشی غرض یہ سب باتیں جن سے بچنے کی ضرورت ہے ذکر فرمایا۔

اے ایمان والو بہت گمان کرنے سے احتراز کیا کرو اور بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور کسی کے عیب کی ٹٹول نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برا کہا کرو کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو تم کو اس سے گھن آئے اور تم اس سے متنفر ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔

چونکہ ظن کی بہت سی اقسام ہیں بعض جائز، بعض واجب، بعض مباح، بعض حرام۔ اس لئے فرمایا۔ ظن اور گمان کی کثرت سے احتراز کرو یہ مطلب ہے اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا کا، کیونکہ بعض اہل خیر اور صلاح کے ساتھ بدگمانی کرنا بہت بڑی بات ہے اور اہل فسق کے معاملے میں بدگمانی جائز ہے اور جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ بعضے ازقسم ظن اور گمان کے گناہ بھی ہیں تو ان کی تحقیق کرنے کے بعد جہاں بدگمانی جائز ہو یا ضروری ہو وہاں بدگمانی کرے تو مضائقہ نہیں۔ یہ نہیں کہ ہر موقع پر اور ہر معاملے میں بدگمانی کرو اور برے ظن سے کام لو جو شخص بہت بدگمانیوں سے احتراز کرے گا تو بعض سے بچ جائے گا تجسس کسی کے عیب کی تلاش کرنا اور مسلمانوں کے عیب ڈھونڈتے پھرنا۔

حضرت مجاہدؒ کا قول ہے خذوا ما ظھر ودعوا ما ستر اللہ یعنی جو کچھ ظاہر ہو وہ لے لو اور جو اللہ نے چھپا لیا اسے چھوڑ دو بہرحال عیب جوئی سے منع فرمایا کسی کی چھپ کر باتیں سننا یا سونے والے کی حالت بنا کر جاگتے رہنا اور دوسروں کی باتیں سنتا رہنا تجسس ہے اس میں بھی اگر کہیں اپنے آپ کو ضرر سے بچانے یا کسی مسلمان کو نقصان سے بچانے کی غرض سے دشمن کی تدابیر کا کھوج نکالے تو جائز ہوگا پھر فرمایا ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو یعنی پیٹھ کے پیچھے ایسی برائی کرنا جو سچی ہو کہ

لَمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ

تم ایمان نہیں لائے پر کہو مسلمان ہوئے اور ابھی نہیں گھسا

الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

ایمان تمہارے دلوں میں اور اگر حکم پر چلو گے اللہ کے اور اسکے رسول

لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

کاٹ نہ لے گا تمہارے کاموں میں سے کچھ اللہ بخشنے والا ہے

رَّحِيْمٌ ﴿١٤﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ

مہربان ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے اللہ پر

وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

اور اسکے رسول پر پھر شبہ نہ لائے اور لڑے اللہ کی راہ میں

وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿١٥﴾

اپنے مال اور جان سے وہ جو ہیں وہی ہیں سچے

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي

تو کہہ کیا جتاتے ہو اللہ کو اپنی دینداری ؟ اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ ہے

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

آسمانوں میں اور زمین میں اور اللہ ہر چیز

عَلِيْمٌ ﴿١٦﴾ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۭ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا

جانتا ہے تجھ پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہوئے تو کہہ مجھ پر احسان

عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ

نہ رکھو اپنے مسلمان ہونے کا بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ تم کو راہ دی

ایک عورت یعنی آدم و حوا سے پیدا ہوئے ہیں جس قدر اولاد بڑھتی گئی اُن کے شعوب قبیلے، عمارہ، بطن، فخذ، فصیلہ بنتے گئے اس سے باہمی تعارف اور پہچان میں آسانی ہوتی ہے کیونکہ ایک ایک نام کے بہت سے آدمی ہوتے ہیں انکے علاوہ بھی اور بہت سے فوائد ہیں مثلاً قرب و بعد کی مناسبت سے انکے حقوق شرعیہ ادا کئے جاتے ہیں عاصب اور محجوب کا پتا چلتا ہے ایک خاندان کا آدمی دوسرے خاندان کے آدمی سے ممیز رہتا ہے۔ شعوب جمع شعب کی۔ شعب جمع کرتا ہے قبائل کو اور قبیلہ جمع کرتا ہے عمائر کو اور عمارہ جمع کرتا ہے بطون کو اور بطن جمع کرتا ہے افخاذ کو اور فخذ جمع کرتا ہے فصائل کو یہ جو ہم نے عرب قبائل کی اصطلاحات بیان کی دوسری قوموں میں کوئی اور دستور ہوگا۔ بہرحال یہ اولادِ آدم کی تقسیم ہوتی چلی گئی مثلاً فرض کرو خزیمہ شعب ہے کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ۔ یہ تمام تقسیمیں صرف باہمی شناخت کیلئے ہیں اور کسی کو کسی پر فضیلت نہیں شرافت اور بزرگی اور عزت اللہ تعالیٰ کی نظر میں اسی کی ہے جو متقی ہو۔ جو تقویٰ میں اونچا اور علم اور اتقیٰ ہے وہی اللہ کے نزدیک بڑا شریف اور مکرم ہے اس اعلان نے بنی نوع انسان میں مساوات اور عظمت پیدا کر دی اور زمانہ جاہلیت کے خاندانی تفاخر اور بڑائی کو پارہ پارہ کر دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن جو خطبہ فرمایا اس میں اس بات کا اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور تکبر کو دور کر دیا۔ آدمیوں کی دو ہی قسمیں ہیں۔ مومن متقی جو پرہیزگار ہے وہ اللہ کے نزدیک عزت والا اور کریم ہے۔ اور جو شخص فاجر شقی ہے وہ اللہ کی نظر میں ذلیل و خوار ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے نہ عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے نہ عربی کو عجمی پر کوئی بزرگی ہے نہ سرخ رنگ والے کو سفید رنگ والے پر کوئی بزرگی ہے نہ سفید رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت اور برتری حاصل ہے مگر تقویٰ اور پرہیزگاری سے۔ پیغمبر اسلام علیہ السلام کا بنی نوع انسان پر کتنا بڑا احسان ہے کہ تمام دنیا کے نسبی تفاخر کو مٹا کر سب کو بھائی بھائی بنا دیا اور صرف تقویٰ اور پرہیزگاری کو امتیاز کی وجہ قرار دیا یعنی جو اپنے پروردگار سے ڈرنے والا ہے وہی بڑا ہے جس قدر تقویٰ میں بڑھا ہوا ہے اسی قدر بزرگی میں بڑھا ہوا ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ جو عمل میں پیچھے رہا اس کا نسب اسکو آگے نہ بڑھا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر ہے یعنی ہر شخص کے نسب اور اسکے نسبی تفاخر کو بھی جانتا ہے اور ہر شخص کے تقویٰ سے بھی باخبر ہے۔

ف حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں یعنی بڑائیاں ذات کی اور قوم کی عبث ہیں صفت چاہئے۔ تنبیہ: صرف ذات کی بڑائی کی روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں یا فتح مکہ کے دن فرمایا کہ اب اللہ نے جاہلیت کی عصبیت اور نخوت کو ختم کر دیا ہے اب آدمی انسانوں کی دو ہی قسمیں ہیں: مومن متقی یا شقی فاجر ۱۲

تو کوشش نہ کیا کرو۔

ان اعراب اور ہر متکبر قوم کے لوگوں کی یہ حالت بلاشبہ ایمان والوں کی نشانیوں سے قطعاً مختلف اور معلوم ہے پھر بھی ایمان کے دعوے اور یہ کوشش کہ کسی طرح ہمارا پیغمبر اس قسم کے لوگوں کو سچا مسلمان سمجھ لے بلاشبہ فضول اور بے معنی کوشش ہے تو ایسی صورت میں اے ہمارے پیغمبر کہہ دو کیا تم جتلاتے ہو اللہ کو اپنی دینداری۔ حالانکہ اللہ تو جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے اس قسم کے یہ لوگ اے ہمارے پیغمبر آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ یہ مسلمان ہو گئے ہیں آپ کہہ دو مت احسان جتلاؤ مجھ پر اپنے اسلام کا، بلکہ اللہ ہی تم پر احسان کرتا ہے اگر تم کو ہدایت دیتا ہے ایمان لانے کی اگر تم سچے ہو اپنے اس دعوے میں کہ تم مسلمان ہو گئے ہو۔ ایمان و اسلام کی دولت سے سرفراز فرما دینا یہ اللہ ہی کا انعام و احسان ہے کسی کا ایمان لانا خدا پر کوئی احسان نہیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

بے شک اللہ ہی جانتا ہے پوشیدہ چیزوں آسمانوں اور زمین کی اور اللہ خوب دیکھتا ہے۔ اے لوگو! جو کچھ تم کرتے ہو تو جب اللہ رب العزت پر آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور وہی تمام اقوال و افعال حتیٰ کہ دلوں کے بھید اور راز بھی جانتا ہے تو اس پروردگار سے کسی کا ایمان و اطاعت اور اس کا اخلاص و نفاق کیسے مخفی رہ سکتا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ کوئی منافق خدا کو دھوکہ دے سکے۔

تم تفسیر سورۃ الحجرات بعون اللہ تعالیٰ وتوفیقہ

بندہ ناچیز محمد مالک کاندھلوی (رحمۃ اللہ علیہ)
شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ
لاہور - پاکستان
۱۰ جمادی الثانی ۱۴۲۰ ہجری۔

۱؎ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی اپنے ہاتھ سے جو بات بنا پیچھے رب العزت کی طرف ہے جس نے وہ نیکی کرائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَۃُ قٓ

گذشتہ سورت یعنی سورۂ حجرات کے مضامین آداب و حقوقِ رسالت پر مشتمل تھے اور اس امر کی توضیح و تفصیل تھی کہ انسانی سعادت و فلاح کا دار و مدار صرف رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و فرامین کی اطاعت و پیروی ہی میں منحصر ہے اور بارگاہِ رسالت میں انقیاد و فرمانبرداری حقیقتِ ایمان ہے تو اب اس سورۂ قٓ میں قرآن کریم کی عظمت و برتری بیان کی جا رہی ہے اور یہ کہ یہ کلام ہدایت اور سعادت و فلاح کے خزانے کتابِ الٰہی قرآن حکیم کے ذریعہ ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔

روایاتِ حدیث کی رُو سے یہ ثابت ہے کہ مفصلاتِ قرآن میں یہ پہلی سورت ہے۔ امام ابوداؤدؒ نے سنن میں روایت کیا ہے کہ اوس بن حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے دریافت کیا کہ آپ حضرات قرآن حکیم کے حصے کس طرح کرتے ہیں فرمایا کہ تین تین سورتوں اور پانچ سات، نو، گیارہ اور تیرہ سورتوں کے حصے متعین کر لیتے تھے اور مفصلات کا ایک حصہ اخیر سورۂ قٓ سے شروع ہوتا ہے (یعنی سورتوں) سے مراد بقرہ، آلِ عمران اور سورۂ نساء ہیں اور پانچ سے مراد مائدہ، انعام، اعراف، انفال و برأت ہیں اور سات سے سورۂ یونس، ہود، یوسف، رعد، ابراہیم، حجر اور سورۂ نحل ہیں اور نو سے مراد سورۂ سبحان الذی، کہف، مریم، طٰہٰ، انبیاء، حج، مؤمنون اور فرقان ہیں اور گیارہ سے مراد سورۂ شعراء، نمل، قصص، عنکبوت، روم، لقمان، الٓمٓ سجدہ، احزاب، سبا، فاطر اور سورۂ یٰسٓ ہیں اور تیرہ سے مراد سورۂ صافات، صٓ، الزمر، غافر، حٰمٓ سجدہ، حٰمٓ عسق، الزخرف، دخان، جاثیہ، احقاف، قتال، سورۂ فتح اور حجرات ہیں اس کے بعد مفصل[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکثر اس سورت کو جمعہ اور عیدین کی نماز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے اس سورت کے مضامین اکثر ابتداء تخلیق کائنات، بعث بعد الموت، حشر و نشر، حساب و وزن اعمال، جنت و جہنم اور ثواب و عقاب نیز ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہیں اس لحاظ سے یہ سورت گویا قرآن حکیم کے اہم مضامین اور اعظم مقاصد کا خلاصہ اور لب لباب ہے اسی عظمت و اہمیت کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس سورت کو جمعہ و عیدین کی نماز میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ ام ہشام بنت حارثہ بن النعمانؓ بیان کرتی ہیں کہ ہمارا مکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے بالکل قریب تھا

[1] تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ۔ [2] تفسیر روح المعانی۔

حتیٰ کہ دو سال تک ہمارا اور آپ کا تنور ایک ہی رہا تو میں نے سورۂ ق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ کے خطبے میں سنتے سنتے حفظ کی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک مرتبہ ابو واقد لیثیؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین میں کون سی سورت تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ جواب دیا سورۂ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ اور اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ اور صبح کی نماز میں بھی کثرت سے اس سورت کا پڑھنا ثابت ہے

آیاتہا ۴۵ — سُوْرَۃُ قٓ مَکِّیَّۃٌ ۵۰ — ۳۴ — رکوعاتہا ۳

سورۂ قٓ مکی ہے، اور اس کی پینتالیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝۱ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَاۗءَهُمْ مُّنْذِرٌ

قسم ہے اس قرآن بڑی شان والے کی، بلکہ ان کو تعجب ہوا کہ آیا ان کے پاس ایک ڈر

مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝۲ ءَاِذَا مِتْنَا

سنانے والا ان ہی میں کا تو کہنے لگے منکر یہ تعجب کی چیز ہے، کیا جب ہم

وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝۳ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ

مرگئے اور ہوگئے مٹی یہ پھر آنا بہت دور ہے، ہم کو معلوم ہے جتنا گھٹاتی ہے

الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝۴ بَلْ كَذَّبُوْا

زمین ان میں سے اور ہمارے پاس لکھا ہے جس میں سب محفوظ ہے، کوئی نہیں جھٹلانے

بِالْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝۵ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا

لگے سچے دین کو جب ان تک آپہنچا سو وہ پڑ رہے ہیں الجھی بات میں، کیا نگاہ نہیں کی

اِلَى السَّمَاۗءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ

آسمان کو اپنے اوپر، کیسا ہم نے اس کو بنایا اور رونق دی اور اس میں نہیں

فُرُوْجٍ ﴿۶﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ

کوئی سوراخ ۔ اور زمین کو پھیلایا اور ڈالے اس میں بوجھ اور

اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ﴿۷﴾ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى

اگائی اس میں ہر قسم قسم کی رونق کی چیز سوجھانے کو اور یاد دلانے کو

لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ﴿۸﴾ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا

اس بندے کو جو رجوع رکھے اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی برکت کا

فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ ﴿۹﴾ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ

پھر اگائے ہم نے اس سے باغ اور اناج کھیت کا اور کھجوریں لمبی

لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ ﴿۱۰﴾ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً

ان کا گابھا ہے تہ بر تہ روزی دینے کو بندوں کے اور جلایا ہم نے اس سے ایک مردہ

مَّیْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴿۱۱﴾

دیس ۔ یوں ہی ہے نکل کھڑے ہونا ۔

بیان عظمت کلام خداوندی و انکار منکرین و تعجب بر حشر و نشر

قال اللہ تعالیٰ قٓ ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ... الیٰ ..... كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ

(ربط) سورۂ حجرات کے مضامین کا اختتام اس امر کے بیان پر تھا کہ اسلام کی توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہدایت ہے اور انسان کا عظیم انعام ہے اسی پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنا چاہیے ایمان پر استقامت اور دین حق پر ثابت قدمی اس اعتقاد و یقین پر موقوف ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ بندوں کی ہر حالت سے باخبر ہے وہ ہر عمل کو دیکھتا ہے وہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے تو اس مناسبت سے اب سورۂ ق کی ابتداء عظمت کلام خداوندی سے کی جا رہی ہے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ہدایت کا سرچشمہ قرآن کریم ہے اس پر ایمان لانا چاہیے تو فرمایا ق قسم ہے اس قرآن کی جو بڑے ہی مجد اور شرف والا

ہے۔ ایسے کلام پر چاہیے تھا کہ لوگ ایمان لاتے اور اسکے ذریعہ ہدایت اور سعادت حاصل کرتے لیکن افسوس
ان اہلِ مکہ نے اس پر ایمان لانے سے انکار کیا بلکہ اس پر تعجب کرنے لگے کہ انکے پاس آیا ہے ایک ڈرانے
والا انہی میں سے جو انکو عذاب آخرت سے ڈراتا ہے اگر وہ ایمان نہ لائیں۔ ایمان سے انحراف و روگردانی
اسکے علم بدنصیبی نہ تھی اس سے بڑھ کر یہاں تک نوبت پہنچی کہ پھر کہنے لگے کافر یہ تو بہت ہی قابل
تعجب چیز ہے جو عذاب خداوندی سے ڈرانے والا ہمیں بتلا رہا ہے کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ
ہوں گے جسکو ہم کسی طرح ماننے کو اور سننے کے لئے ہم ہرگز تیار نہیں تو کیا جب ہم مر جائیں گے اور مرنے
کے بعد خاک میں مل کر مٹی ہو جائیں گے تو بھی ہم پھر دوبارہ زندہ ہو کر اٹھیں گے یہ لوٹنا بہت ہی بعید ہے
عقل اس بات کو قبول نہیں کرتی اس طرح زمین میں دفن ہو کر ریزہ ریزہ ہو چکنے کے بعد پھر بھی کوئی انسان
دوبارہ زندہ ہو اور خدا کی طرف لوٹے یہ منکرین دراصل ہماری قدرت و عظمت سے بے خبر ہیں ہمیں تو معلوم
ہے زمین ان میں کتنا گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں ہر چیز محفوظ ہے تو جس ذات
کا علم اس قدر بلند اور لطیف ہے کہ انسانی اجزاء زمین میں دفن ہونے کے بعد کس حالت میں ہیں اور کس طرح
گھٹتے ہیں اور زمین ان میں سے کتنا کھاتی ہے تو بے شک اس ذات کو اس بات پر بھی قدرت ہے کہ
وہ اجزاء جہاں بھی کہیں ہوں جس شکل میں بھی ہوں انکو دوبارہ پیدا کر دے[1] اللہ صرف یہی نہیں کہ ہمارا علم

---

[1] احادیث میں ہے کہ جب قیامت قائم کرنے کے لئے اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا تو وہ یہ ندا
کریں گے اجتمعا العظام البالیۃ والاوصال المتقطعۃ والشعور المتفرقۃ ان اللہ یامرکن
ان تجتمعن۔ کہ اے بوسیدہ ہڈیاں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے والے جوڑ اور منتشر بالو تم سب کو اللہ کا حکم ہے کہ
جمع ہو جاؤ چنانچہ اس ندا ہی کے ساتھ انسانی اجزاء جہاں بھی اور جس حالت میں ہوں گے ایک جا جمع ہو
جائیں گے اور اس طرح دوبارہ زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہوں گے۔

صحاح ستہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص پہلی
امتوں میں سے جب مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی جب میں مر جاؤں تو میری لاش کو جلانا
اور جلا کر راکھ کر دینا اور جب میں بالکل راکھ ہو جاؤں تو اس میں سے نصف راکھ سمندر میں بہا دینا اور نصف
ہواؤں میں اڑا دینا اور ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ جس روز تیز ہوا چل رہی ہو اس روز راکھ کو
ہوا میں اڑا دینا اور ایک روایت میں ہے کہ خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ کو مجھ کو دوبارہ اٹھانے کی قدرت
ہوگئی تو وہ مجھ کو ایسا عذاب دے گا کہ جہان والوں میں سے کسی کو ایسا عذاب نہ ہوگا (گویا اس کے
نزدیک یہ شکل عدم محض کے درجہ میں ہو جانے کی تھی اور اس حالت کے بعد اسکو تصور نہ تھا کہ پھر دوبارہ
زندگی کا امکان ہو گو وہ قدرت خداوندی پر یقین تو رکھتا تھا مگر اسکے اعادہ تک میں قدرت خداوندی کی
بھی حد تھی کہ کوئی مردہ اپنے جسم کے ساتھ زمین میں موجود ہو تو بھی اسکو دوبارہ اٹھایا جائے گا) حضور اکرم

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اشیاء کے وجود و عدم دونوں کے لیے ہے بلکہ یہ علم تو تمام چیزوں کے وجود سے قبل بھی ہمارے پاس ایک کتاب یعنی لوح محفوظ میں موجود ہے تو ان کی کیا سمجھ میں آسکے یا نہ آسکے یہ لوگ ان حقائق اور دلائل کو اپنے عناد و سرکشی سے نہیں مانتے جنکو انھوں نے اس حق کو جھٹلایا جب کہ وہ انکے پاس آچکا تو اب وہ تردد و حیرت ہی کی بات میں الجھے ہوئے ہیں اور ظاہر ہے کہ حق کا انکار کرنے والا اضطراب و حیرانی ہی میں مبتلا رہے گا کیونکہ سکون و طمانیت تو حق اور قبول حق ہی میں ہے آخر انکو قدرت خداوندی پر ایمان لانے میں کیا رکاوٹ ہے تو کیا انھوں نے نہیں دیکھا آسمان کو جو انکے اوپر ہے کہ ہم نے اسکو کیسا عجیب اور عظیم بنایا اور اس کو مزین کیا ستاروں سے اور اس میں کسی قسم کی کوئی پھٹن اور شگاف نہیں ہے۔ کہ ایسا عظیم الشان جسم چھت کی طرح کیسے بغیر کسی ستون کے قائم و مستحکم ہے اور رات کے وقت جب ستارے روشن ہوتے ہیں وہ قندیل کی شکل میں کس طرح بارونق اور خوبصورت نظر آتے ہیں اور پھر عجیب تر بات یہ ہے کہ ہزاروں سالوں سال گزرنے پر بھی اس چھت میں نہ کوئی سوراخ نظر آیا اور نہ اس کا کوئی کنگرہ گرا اور نہ ہی اسکے رنگ میں کوئی فرق آیا۔ الغرض آسمان پر نظر کرنے اور اسکو غور سے دیکھنے سے یہ سب حقائق واضح ہوتے ہیں اور ان حقائق سے ہر عقل رکھنے والا آدمی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ اس عظیم مخلوق کی تخلیق میں بڑے ہی باکمال قادر مطلق اور حکیم خالق کا دست قدرت شامل ہے اور زمین کو پھیلا دیا ہم نے اور ڈال دیے ہم نے بوجھ اور وزنی پہاڑ میخوں کی طرح اس میں گاڑ دیئے کہ کرہ ارضی اپنے اوپر بسنے والی مخلوق کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے تو حرکت سے اور ڈگمگا جانے سے کہ اس پر انسان و حیوان چل رہے ہیں اور عمارتیں دوڑ رہی ہیں اور اگائی ہم نے اس میں ہر قسم کی رونق کی چیزیں کھانے کی چیزیں اور یاد دلانے کے لیے ہر اس بندہ کے واسطے جو اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا ہو کہ ان مصنوعات اور عجیب مخلوقات کو دیکھ کر ان کے خالق کو پہچانے اور سمجھے کہ یہ کارخانہ عالم بغیر کسی خالق کے نہیں بنا اور یہ نظام عالم بغیر کسی چلانے والے پروردگار کے نہیں چل رہا ہے اور برسایا ہم نے آسمان سے پانی برکت والا پھر اس سے اگائے ہم نے باغات اور بیجوں والے اناج کے دانے جسکی کھیتی کو کاٹا جاتا ہے اور کھجور کے طویل درخت انکے خوشے تہ بر تہ ہیں بندوں کے واسطے روزی کا سامان بناتے ہوئے اور زندہ کیا ہم نے اس پانی سے مردہ سرزمین کو تو جس طرح ایک بنجر زمین بارش کے ذریعہ زندہ کی جاتی ہے اور اس

حاشیہ صفحہ گزشتہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کے مرنے کے بعد ایسا ہی کیا گیا حق تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا اس میں جو اجزاء تھے وہ اس نے جمع کر دیئے ہواؤں کو حکم ہوا ہواؤں نے جو ذرات ان میں منتشر تھے انکو جمع کر دیا اور حق تعالیٰ نے اسکو زندہ کر کے سوال فرمایا اے میرے بندے یہ بات تونے کس وجہ سے کی عرض کرنے لگا اے پروردگار تیرے ڈر سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بارگاہ خداوندی میں اسکے اس تقویٰ اور خشیت پر مغفرت فرمادی جائے گی۔ ۱۲

سے سبزہ، درخت، پھل اور پھول پیدا ہوتے ہیں جیسے تخم زمین میں دبا دیئے جانے کے بعد مٹی میں مل گئے تھے اور مٹی ہی کے ذروں کی طرح ہو گئے لیکن پھر بھی ان سے درخت سبزے پھل اور پھول اگائے جا رہے ہیں بس اسی طرح میدان حشر میں بھی تمام انسانوں کا حال محشر ہونا ہے اس وجہ سے منکرین حشر کو ان مشاہدات کے بعد انکار و تکذیب سے باز آ جانا چاہئے اور جو کچھ خدا کے پیغمبر وحی الٰہی سے بتا رہے ہیں اس پر ایمان لانا چاہئے۔

بارش کے برسنے سے زمین پھر کے شاداب ہونے اور زمین کی تہوں سے سبزہ نکلنے، پھل اور پھول کی پیدائش کے مناظر کو دیکھ کر اقرار کر لینا چاہئے کہ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى. کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو بھی اسی طرح زمین سے باہر نکال لے گا اور قیامت کے روز میدان حشر میں اٹھائے گا اور جمع کرے گا چنانچہ ارشاد قرآنی ہے وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۗ اِنَّ الَّذِيْۤ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى. کہ اس پروردگار کی نشانیوں میں سے ہے کہ اے مخاطب تو زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک اور بنجر پڑی ہے پھر جب ہم نے اس پر پانی برسایا تو وہ شاداب ہو کر سبزہ لہلہانے لگی اور ابھر آئی تو یقیناً وہ ذات جس نے اس زمین کو زندہ کیا اور اس سے سبزے کو پیدا کیا، بلاشبہ وہ مردوں کو بھی زندہ کرنے والی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ

جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے نوح کی قوم اور کنویں

الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾

والے اور ثمود اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائی

وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ

اور بن کے رہنے والے اور تبع کی قوم سب نے جھٹلایا رسولوں کو

فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ

پھر ٹھیک پڑا میرا ڈرانا کیا اب ہم تھک گئے پہلی بار بنا کر کوئی نہیں! ان کو

لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾

دھوکہ ہے ایک نئے بننے میں

تنبیہ و تہدید کفار قریش برانکار آخرت بحوالہ تاریخ ہلاکت امم سابقہ

قال اللہ تعالیٰ. كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ ... الیٰ ... مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ

ربط: گزشتہ آیات میں مسئلہ آخرت اور حشر جسمانی کا ذکر تھا اور اس پر دلائل و شواہد بیان فرما دیے گئے اور کفار قریش کے انکار و تعجب کا رد کیا گیا کہ بعث بعد الموت کا انکار عقلاً و نقلاً ممکن ہی نہیں اب اس کے بعد بطور عبرت اجمالاً امم سابقہ کی ہلاکت و بربادی کی تاریخ دہرائی جا رہی ہے کہ کس قدر طاقتور قومیں تھیں لیکن عذاب خداوندی نے انکو تباہ و برباد کر ڈالا۔

ارشاد فرمایا جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے قوم نوح اور اصحاب الرس یعنی کنویں والے اور ثمود و عاد اور فرعون اور لوط کی برادری والے اور اصحاب الایکہ یعنی بن کے رہنے والے جو شعیب علیہ السلام کی قوم سے تھے اور تبع کی قوم جو اہل یمن تھے ان سب نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا پس ان پر مستحق ہو گئی میری وعید یعنی تکذیب انبیاء پر جس عبرتناک انجام سے ڈرایا گیا تھا وہ عذاب ان پر آکر رہا چنانچہ کوئی قوم طوفان سے تباہ کر دی گئی تو کسی کو آندھیوں سے ہلاک کر دیا کوئی زندہ زمین میں دھنسا دیئے جانے کے عذاب سے نیست و نابود کر دیئے گئے کسی کو آسمان سے پتھروں کی بارش نے تباہ کر ڈالا یہ سب عبرتناک واقعات ہیں جو خدا کے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں پر پیش آئے اور تاریخ عالم گواہ ہے تو ان کفار قریش کو بھی ڈرنا چاہیئے کہ کہیں یہ بھی اسی طرح کسی عذاب سے ہلاک و تباہ نہ کر ڈالے جائیں۔

(یہ واقعات اور اقوام کے قصے سورۂ ہود حجر فرقان اور سورۂ دخان وغیرہ میں تفصیل کے ساتھ گزر چکے ہیں)

ان واقعات و حقائق کو دیکھ کر ہر شخص کو خدا کی باتوں پر ایمان لے آنا چاہیئے اور یقین کر لینا چاہیئے کہ بے شک خداوند عالم انسانوں کو دوبارہ قیامت میں اٹھائے گا اور انکا حساب ہو گا اور جزا سزا بھی ہو گی اس حقیقت کو تسلیم کر لینے میں ذرہ برابر تردد اور شک کی گنجائش نہیں تو اب اس حقیقت کے واضح ہو چکنے کے بعد اے منکرین کیا ہم عاجز ہو گئے پہلی مرتبہ پیدا کرنے کہ کوئی شخص یہ تسلیم کرے کہ ابتداءً تخلیق اللہ نے کی لیکن وہ دوبارہ پیدا کرنے میں تردد کرے۔ نہیں حقیقت میں تو نہ کوئی تردد ہے اور نہ اس کی گنجائش ہے بلکہ وہ تو ایک دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں دوبارہ کے طریقے سے پیدا کرنے کے معاملہ میں حالانکہ جب ابتداءً خلق کو تسلیم کر لیا گیا تو اعادہ خلق اور قیامت کی حقیقت بھی تسلیم کرنے میں کب تردد ہو سکتا ہے۔

صحیحین کی روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قال اللہ تعالیٰ کذبنی ابن آدم ولم یکن لہ ذلک الحدیث الخ۔ اس حدیث میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ یہ بات اسکو زیب نہیں دیتی تھی اور وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ وہ رب مجھ کو دوبارہ نہیں زندہ کرے گا جس طرح کہ اس نے مجھے پہلے پیدا کیا تھا۔

بہرحال یہ انکا مقولہ دھوکہ ہے جس میں وہ مبتلا ہے بھلا جس ذات نے پہلی مرتبہ پیدا کیا اسکو دوبارہ زندگی بخش دینے میں کیا مشکل ہے اگر ایسا گمان ہے کہ وہ پہلی دفعہ پہلی مرتبہ پیدا کر سکے ٹھیک ہے والعیاذ باللہ اسی طرح دوبارہ اسکو ہمت وطاقت نہیں ہے کہ پیدا کر دے اس قادر مطلق کے متعلق اس قسم کا توہم سخت جہالت اور گستاخی ہے اسی امر کو قرآن کریم نے متعدد مواقع میں ثابت فرمایا جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ اور كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَ

اور ہم نے بنایا انسان کو اور

نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ

جانتے ہیں جو باتیں آتی ہیں اسکے جی میں اور ہم اس سے نزدیک ہیں

حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿١٦﴾ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَ

دھڑکن رگ سے زیادہ جب لیتے جاتے ہیں دو لینے والے داہنے بیٹھا اور

عَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ﴿١٧﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ

بائیں بیٹھا نہیں بولتا کچھ بات کہ نہیں اس پاس

رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ

ایک راہ دیکھتا تیار اور آئی بے ہوشی موت کی تحقیق

ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ﴿١٩﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۚ ذَٰلِكَ

یہ وہ ہے جس سے تو ٹلتا رہا کرتا تھا اور پھونکا گیا نرسنگا یہ ہے

قف

يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿٢٠﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ

دن ڈر کے کا اور آیا ہر ایک جی اسکے ساتھ ہے ایک ہانکنے والا

شَهِيْدٌ ﴿٢١﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ

اور ایک احوال بتانے والا تو بے خبر رہا اس دن سے اب کھول دی ہم نے تجھ پر سے

غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿٢٢﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا

تیری اندھیری اب تیری نگاہ آج تیز ہے اور بولا اسکے ساتھ والا فرشتہ یہ ہے

مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿٢٣﴾ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ

جو میرے پاس تھا حاضر ڈالو تم دوزخ میں ہر ناشکر مخالف کو

عَنِيْدٍ ﴿٢٤﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ﴿٢٥﴾ الَّذِيْ جَعَلَ

نیکی سے اسکا حد سے بڑھنے والا شبہے نکالنے جس نے ٹھہرایا

مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿٢٦﴾

اللہ کے ساتھ اور کوئی پوجنا تو ڈالو اس کو سخت عذاب میں

قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ

بولا اسکا ساتھی اے رب ہمارے میں نے اسکو شرارت نہیں سکھلائی پر یہ تھا بھولا

بَعِيْدٍ ﴿٢٧﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ

راہ سے دور فرمایا جھگڑا مت کرو میرے پاس اور میں بھیج چکا پہلے ہی تم کو

بِالْوَعِيْدِ ﴿٢٨﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ

ڈر کا بدلتی نہیں بات میرے پاس اور میں ظلم نہیں کرتا

لِّلْعَبِيْدِ ﴿٢٩﴾

بندوں پر

کمال قدرت خداوندی از روئے علم واحاطہ باحوال انسانی

قال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ ۔۔ الیٰ ۔۔ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ

(ربط) ماقبل آیات میں منکرین حشر ونشر کا ذکر تھا اسی کے ساتھ پچھلی امتوں کی عبرت ناک تاریخ دہرائی گئی تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کی تو انکے نتیجے میں مختلف انواع واقسام کے عذاب ان پر نازل ہوئے اور انکو ہلاک کر دیا گیا تو اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ومخالفت کرنے والی قوم کفار قریش کو عذاب خداوندی سے بے فکر نہ ہونا چاہیے سزا دینا چونکہ دو چیزوں پر موقوف ہے ایک علم پر کہ مجرم کے جرم کا علم ہو دوسرے قدرت پر کہ مجرم کو سزا دینے پر قادر ہو تو اب ان آیات میں حق تعالیٰ کا کمال علم اور قدرت کا بیان ہے کہ وہ پروردگار احوال انسانی پر ہر لمحہ پورا پورا مطلع ہے حتیٰ کہ وہ دل کے احوال اور وساوس وخطرات سے آگاہ ہے اور اسی طرح انکے احاطہ قدرت سے بھی کوئی باہر نہیں لہذا کسی مجرم کو اس دھوکہ میں نہ رہنا چاہیے کہ انکے جرم کی خبر نہ ہوگی یا وہ جرم کی سزا سے بچ سکے گا تو ارشاد خداوندی ہے۔ اور بے شک پیدا کیا ہے ہم نے انسان کو جس کو ہر صاحب عقل تسلیم کرنے پر مجبور ہے اور اسکے انکار کی عالم مادیت ودہریت میں کوئی دلیل نہیں اور ہم جانتے ہیں ان باتوں کو بھی جو انکے نفس (دل) میں گزرتی ہیں لہذا انسان کا کوئی عمل اور حال حتیٰ کہ خیال وتصور بھی ہم سے چھپا ہوا نہیں ہے اور ہم انکے نزدیک تر ہیں اسکی رگ جان سے بھی زیادہ، یعنی اسکی دھڑکتی ہوئی رگ جسکو شہ رگ کہا جاتا ہے تو جب اللہ رب العزت اور اس کا علم انسان کی روح اور نفس سے بھی زیادہ قریب ہے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ انسان کی کوئی بات اللہ سے مخفی رہے جب لیتے جاتے ہیں دو لینے والے انسان کے داہنی اور بائیں سے اس طرح ہے کہ ہر ایک ان میں تیار بیٹھا رہتا ہے کہ جو بھی کوئی کام کیا اس نگران دیکھنے والے اسکو ایک کر محفوظ کر لیا نہیں بولتا انسان کوئی لفظ اپنے منہ سے مگر یہ کہ ایک نگران اسکے پاس تیار اسکو دیکھنے والا ہوتا ہے کہ جوں ہی کوئی لفظ منہ سے نکلا اس نگران نے برجستہ لکھ لیا اس طرح سے انسان کی زندگی اسکے احوال اور زبان سے نکلنے والا اور دل میں گزرنے والا ہر خطرہ خدا کے علم میں ہے اور ان میں سے ہر ایک کو محفوظ کر کے پوری زندگی کی ایک دستاویز مکمل ہوتی ہے اور اسی طرح جب اسکی زندگی اپنی انتہا کو پہنچتی ہے موت کی غشی اس پر آجاتی ہے حقیقت کے ساتھ اور جان کنی کی سختیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اس وقت اسکی حالت اور طبیعت کی بیداری اسکو کہتی ہوتی ہے کہ انسان یہی تو ہے وہ جس سے تو اپنا رخ موڑتا رہتا تھا اور کسی طرح بھی اس پر آمادہ نہ ہوتا تھا کہ اسکی طرف توجہ کرے یا اسکو ٹلاتا رہتا تھا لیکن موت کب کسی تدبیر سے ٹلا کرتی ہے بہرکیف ہر انسان اپنی انفرادی زندگی پوری کرتے ہوئے موت اور آخرت کی حقیقت تو دیکھتا ہی رہتا ہے یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا اور صور پھونکا جائے گا

علقمہؒ اس روایت کو نقل کر کے کہا کرتے تھے کہ بہت سی باتیں ہیں جن کو میں اسی وجہ سے کہنے سے باز رہتا ہوں یعنی اس فرمان کا تصور مجھ کو ایک ایک لفظ زبان سے ادا کرنے کی جانچ پڑتال پر آمادہ کرتا ہے اور میں انتہائی احتیاط اختیار کرتا ہوں۔

احنف بن قیسؒ کہا کرتے تھے داہنے ہاتھ والا فرشتہ جو خیر لکھتا ہے وہ دوسرے فرشتے پر نگران رہتا ہے اگر بندہ سے کوئی خطا ہوگئی تو داہنے ہاتھ والا فرشتہ بائیں جانب والے کو کہتا ہے ذرا ٹھیر جا ابھی اسکو برائی نہ لکھ تاکہ اس مہلت میں بندہ استغفار کرے لیکن بندہ نے اگر استغفار نہ کیا تو پھر لکھ لیتا ہے حسن بصریؒ یہ آیت عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ الخ. پڑھ کر فرمایا کرتے اے ابن آدم تیرا نامۂ اعمال بچھا کر کھول رکھا ہے اور تجھ پر دو معزز فرشتے مقرر کر دیئے ہیں ایک تیری داہنی جانب ہے اور دوسرا بائیں جانب داہنی جانب والا تیری نیکیاں لکھ رہا ہے اور بائیں جانب والا تیری برائیاں لکھ رہا ہے اب تیری مرضی جو عمل چاہے کر کم کر یا زیادہ کر یہاں تک کہ جب تو مر جائے گا تو تیرے صحیفے لپیٹ کر تیری گردن میں ڈال دیئے جائیں گے یہاں تک کہ جب قیامت کے روز تو اپنی قبر سے اٹھیگا تو اس وقت کہا جائے گا۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۔ اس کے بعد فرمایا کرتے خدا کی قسم تیرے بارے میں اس ذات نے عدل و انصاف کیا جس نے خود تیرے نفس کو تیرا محاسب بنایا اسی کو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰۗىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۔

وَجَاۗءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۔ سکرۃ الموت موت کی بے ہوشی کا نام ہے جو جسمانی طور پر نزع روح کے وقت پیش آتی ہے یہ سکرۃ الموت ہر ایک کو حق ہے جیسے حدیث صحیح میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب موت کی کیفیت طاری ہونے لگی تو آپ کی پیشانی پسینہ آلود ہوگئی آپ پیشانی کا پسینہ پونچھتے جاتے اور فرماتے سبحان اللہ ان للموت سکرات ۔

اس آیت میں ہر انسان کی موت کا ذکر ہے اور ہر انسان کی موت اسکے حق میں قیامت ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے اِنَّ مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ کہ جو شخص مرگیا پس اسکی تو قیامت شروع ہوگئی تو اس صغریٰ قیامت کے ذکر کے بعد کبریٰ اور اجتماعی قیامت (جو کل عالم کا قیامت ہوگی) کا ذکر فرمایا گیا وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۔

ابن جریرؒ نے یحییٰ بن رافعؒ سے نقل کیا کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے آیت وَجَاۗءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَاۗىِٕقٌ وَّشَهِيْدٌ سنی اور فرمایا سائق محشر کی طرف گھسیٹ کر

سے تفسیر ابن کثیر ۔ تفسیر قرطبی ۔

ہوگا اور شہید اسکے ہر عمل کی گواہی دیتا ہوگا مجاہدؒ و قتادہؒ بیان کرتے تھے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سائق فرشتہ ہے اور شہید انسان کا عمل ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے فرمایا سائق تو فرشتوں میں سے ہوگا لیکن شہید خود وہ انسان ہے اپنے ہر عمل کی خود ہی گواہی دے رہا ہوگا جیسے کہ " اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ " میں فرما دیا گیا ۔

بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ سائق و شہید کافر کے حق میں ہوگا اور بعض کا خیال ہے کہ ہر شخص خواہ وہ نیک یا بدکار ہو ہر ایک کے واسطے یہی ہوگا کہ ایک سائق ہے اور دوسرا شہید ۔

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ

جس دن ہم کہیں دوزخ کو تو بھر چکی - اور وہ بولے گی

هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ

کچھ اور بھی ہے اور نزدیک لائی گئی بہشت ڈر والوں کے واسطے

بَعِيْدٍ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝

دور نہیں یہ ہے جس کا وعدہ ہے تم کو ہر ایک رجوع رہنے والے یاد رکھنے والے کو

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ۝

جو ڈرا رحمٰن سے بن دیکھے اور لایا دل جس میں رجوع ہے

ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ

چلے جاؤ اس میں سلامتی سے یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا ان کو ہے وہاں جو چاہیں

فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ

اور ہمارے پاس ہے کچھ زیادہ بھی اور کتنی کھپا چکے ہم ان سے پہلے سنگتیں

هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ۭ هَلْ مِنْ

انکی قوت زبردست تھی ان سے پھر لگے کرید کرنے شہروں میں کہیں ہے

مَحِيصٍ ﴿٣٦﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ

بھاگنے کو ٹھکانا ! اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کو جس کے اندر

قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا

دل ہے ! یا لگا دے کان دل لگا کر اور ہم نے بنائے

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۖ وَ

آسمان اور زمین اور جو ان کے بیچ ہے چھ دن میں اور

مَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ ﴿٣٨﴾ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَ

ہم کو نہ ہوئی کچھ ماندگی ۔ سو تو سہتا رہ جو کہتے ہیں اور

سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ﴿٣٩﴾

پاکی بول خوبیاں اپنے رب کی ، پہلے سورج نکلنے سے اور پہلے ڈوبنے سے

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ﴿٤٠﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ

اور کچھ رات میں بول اس کی پاکی اور پیچھے سجدے کے اور کان رکھ جس دن

يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يَسْمَعُونَ

پکارے گا پکارنے والا نزدیک کی جگہ سے جس دن سنیں گے

الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ﴿٤٢﴾ إِنَّا نَحْنُ

چنگھاڑ تحقیق ۔ وہ ہے دن نکل پڑنے کا ۔ ہم ہیں

نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ

جلاتے اور مارتے اور ہم تک ہے پھر آنا جس دن زمین پھٹ کر

عَنْهُمْ سِرَاعًا ۚ ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ﴿٤٤﴾ نَحْنُ أَعْلَمُ

نکل پڑیں وہ دوڑتے یہ اکٹھا کرنا ہم کو آسان ہے ہم خوب جانتے ہیں

بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ

جو کچھ وہ کہتے ہیں اور نہیں تو ان پر زور کرنے والا سو تو سمجھا

بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ﴿٤٥﴾

قرآن سے اس کو جو ڈرے میرے ڈرانے سے

شدتِ عذابِ خداوندی بر مجرمین و عزت و اکرامِ مطیعین

قال اللہ تعالیٰ: يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ ...... الیٰ ...... مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ

ربط: گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ خداوند عالم کا علم جملہ احوالِ بشر کو محیط ہے کوئی مجرم نہ اس کے احاطۂ علم سے غائب ہو سکتا اور نہ اس کی قدرت و گرفت سے بچ سکتا ہے تو اب ان آیات میں مجرمین کے عذاب کی شدت بیان کی جا رہی ہے اور ساتھ ہی اہلِ ایمان اور مطیعین پر جو انعام و اکرام ہوگا اس کا ذکر ہے کہ وہ کس اعزاز کے ساتھ جنت میں داخل کیے جائیں گے اس کے ضمن میں یہ بھی ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ ہدایت اور قبولِ حق کا دار و مدار قلب کی سلامتی اور رجوع الی الحق پر ہے اگر قلب سلیم اور باطن صحیح نہیں جیسا ہے تو دلائل و حجج اس کے واسطے بیکار ہیں اور اگر قلب تو ہو نہیں لیکن توجہ اور رغبت قبولِ حق اور ہدایت کی نہیں تو بھی کوئی نفع حاصل نہ ہوگا یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ راہِ حق میں انسان کو بڑی رکاوٹیں اور دشواریاں پیش آیا کرتی ہیں اس لیے صبر و استقامت چاہیے اور صبر و دوام ذکرِ خداوندی اور تسبیح و تحمید پر موقوف ہے کیونکہ یہ دوام کی قدرت ہی سے روح کو قوت و توانائی حاصل ہوتی ہے تو مخاطبین کو حشر اور قبور سے نکل کر حساب و کتاب کے لیے حاضری کے مضمون پر ختم فرمایا ارشاد ہے جس روز کہ ہم کہیں گے جہنم سے کیا تو بھر چکی وہ اپنی فراخی اور وسعت اور پھیلاؤ اور غیظ و غضب کی حالت میں جواب دے گی اور کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے جس سے مجھے بھرا جائے گا اور مجرموں کو ان کے کفر و نافرمانی کی سزا دی جائے گی اور اس وقت جب کہ کافروں کے سامنے قہرِ خداوندی کا یہ ہیبت ناک منظر ہوگا قریب کر دی جائے گی جنت تقویٰ والوں کے لیے جو دور نہ ہوگی بلکہ نہایت ہی نزدیک اپنی زیب و زینت کے ساتھ اہلِ ایمان کے سامنے ہوگی اس وقت کہا جا رہا ہوگا یہ ہے جس کا وعدہ ہوا تھا تم سے ایمان والو ہر ایک متقی کے لیے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا اس کے احکام اور امر کی حفاظت کرنے والا ہو بے شک جس نے خشیت اور تقویٰ اختیار کیا عالمِ غیب میں بن دیکھے خدا اور قیامت کو دیکھے بغیر ہی ڈر گیا رحمن سے اور لے کر آیا ایک صاف ستھرا دل رجوع کرنے والا ان پر ایسا ہی انعام و اکرام ہوگا اس قسم کے جملہ اہلِ ایمان و تقویٰ سے کہا جائے گا داخل ہو جاؤ

اس جنت میں سلامتی کے ساتھ یہی دن ہمیشہ رہنے کا ہے سلامتی وسلامت کا اعلان خداوند عالم کی طرف سے بھی ہو رہا ہوگا اور فرشتے بھی یہی بشارت سناتے ہوں گے ان اہل ایمان کے واسطے جنت میں جو کچھ چاہیں گے وہ ہوگا اور جو خواہش پیدا ہوگی پوری ہوگی بلکہ ہمارے پاس تو اس سے بھی زیادہ ہے کہ اہل جنت کی طلب اور خواہش ختم ہو جائے گی لہٰذا انکے تصور میں بھی وہ انعامات نہ آسکیں گے تو انکی خواہش اور طلب سے بڑھ کر دیئے جائیں گے پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اعلان ہوگا رضاء خداوندی کا فرمایا جائے گا احل علیکم رضوانی فلا اسخط علیکم بعدہ ابدا۔ اور مزید اس پر دیدار خداوندی سے بھی۔ ۔ ۔ نوازے جائیں گے ظاہر ہے یہ سب کچھ انعام واکرام اہل ایمان اور تقویٰ پر ہوگا لیکن اسکے بالمقابل کافروں نافرمانوں کے واسطے ذلت ورسوائی اور عذاب کے سوا کچھ نہیں اور آخرت کا عذاب تو کوئی کیا ٹال سکے گا دنیا میں بھی جب خدا کا قہر و عذاب کسی مجرم قوم پر مسلط ہوتا ہے تو اسکو کوئی روک نہیں سکتا۔ چنانچہ اور کتنی ہی جماعتیں ہم ہلاک کر چکے ان لوگوں سے پہلے جو ان سے زیادہ طاقت اور گرفت والے تھے جنہوں نے بڑے بڑے شہر چھان مارے تھے جیسے قوم عاد و ثمود اور اہل مدین لیکن جب ان پر عذاب خداوندی آیا تو کیا کوئی ہوا ان میں بچ کر نکل جانے والا نہ کوئی بھاگ سکا نہ کوئی ٹھکانا اور جائے پناہ مل سکی بیشک اس میں نصیحت اور عبرت حاصل کرنے کی جگہ ہے ہر اس شخص کے لیے جس کے قلب سلیم ہے یا وہ توجہ سے آخرت کی باتوں کو سنے در آں حالیکہ وہ خود غور و فکر کرنے والا ہو تو یہ مضمون ان عبرتناک واقعات سے اسکے ذہن میں بیٹھ جائے گا اور ایمان و تقویٰ کے واسطے تیار ہو جائے گا جنت و جہنم کے احوال اور وقوعی پر کسی کو کوئی تعجب و حیرت کی قطعاً ضرورت نہیں ہم تو ہر چیز پر قادر ہیں اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور انکے درمیان جملہ مخلوقات کو چھ دن کے اندر بنا دیا اور ہم کو کوئی تکان نہ ہوا اور چھ دن کی مدت بھی محض ان مخلوقات کی عظمت کو نمایاں کرنے کے لیے لگائی ورنہ تو ایک کن سے دم بھر میں تمام عالم کو ہم پیدا کر سکتے ہیں تو جب ہم ان تمام عظیم مخلوقات کو بنا کر بھی نہ تھکے تو بندوں کے واسطے دوبارہ مردوں کو زندہ کر کے اٹھانا اور جنت جیسی مخلوقات کا بنانا کیا مشکل ہو سکتا ہے تو اگر ان نادانوں کے ذہن میں یہ بات نہ آئے اور انکار ہی کرتے رہیں اور آپ کی باتوں کا تمسخر و مذاق کریں تو بس آپ صبر کیجئے ان باتوں پر جو یہ منکرین کہتے ہیں اور پاکی بیان کرتے رہیے اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے سورج نکلنے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے اور رات کے کچھ حصوں میں بھی اسکی پاکی بیان کرتے رہیے اور سجدہ کرنے کے بعد بھی جب بھی فرض نماز ادا کریں اور اس میں سجدوں سے فارغ ہو جائیں تو ان سجدوں کے بعد اسکی تسبیح و ثنا کرتے رہیے اور اسی طرح ہر اوقات یاد خداوندی میں لگے رہیے اور کان لگا کر سنتے رہو کہ اس دن پکارنے والا پکارے گا قریب ہی جگہ سے یہ وہ دن ہوگا کہ لوگ سنیں گے ایک چیخ ٹھیک ٹھیک جس دن نکل پڑنے کا ہوگا مردوں کا انکی قبروں سے یہی نکلنے کا دن ہوگا جس حالت میں انسان کے جسم کے اجزاء ہوں گے سب کو خدا تعالیٰ یکجا کرے گا۔ ہم

کیا ہے جواب دیا کہ کشتیاں ہیں جو سمندر میں بڑی سہولت اور آسانی سے تیرتی ہیں اور حسب سیاق اسکو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا پھر کہا فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا کے کیا معنی ہیں فرمایا یہ وہ فرشتے ہیں جو اللہ کی مخلوق پر اس کا رزق تقسیم کرنے والے یا ایسے امور، احکام الٰہی بندوں تک پہنچانے والے ہیں تو جمہور مفسرین کے مشہور قول کے مطابق الجاریات سے مراد یہاں تیرنے والی کشتیاں اور جہاز ہیں اور حضرت علیؓ بن ابی طالب کی تفسیر میں الجاریات سے مراد ستارے ہیں تو اس لحاظ سے ان آیات میں تین اشیاء کی قسم کھائی گئی وہ عالم زمین سے ہوائیں اور عالم جو سے بادل اور ملکوت السموات سے ستارے اور فرشتے ہو گئے اس طرح ان مخلوقات عظیم کا ذکر نہایت ہی لطیف انداز سے ترقی من الادنیٰ الی الاعلیٰ کا نمونہ ہو گیا حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی اسی طرح منقول ہے[1]

مسند بزار میں اسی طرح کا مضمون حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت کیا ہے جب کہ وہ کوفہ کے منبر پر خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص نے ان کلمات کی تفسیر دریافت کی اور آپؓ نے اسی طرح جواب دیا[2]۔

اَیَّانَ لغت عربیہ میں تو مادہ اور وقت کے سوال کے لئے وضع کیا گیا ہے لیکن اس کا استعمال اس موقع پر ہوتا ہے جہاں متکلم کسی چیز کا بعید اور ناقابل تسلیم سمجھتا ہو، برخلاف لفظ متیٰ کے کہ وہ مطلق سوال عن الوقت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے الغرض منکرین اس سوال میں عناد و انکار قیامت اور یہ کہ بس قیامت کی دھمکی دی جا رہی ہے وہ کہاں آئے گی تو اس میں ان کی شرارت کے باعث جواب میں تنبیہ اور تحقیر کا رنگ اختیار کر کے کہا گیا یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں یہ جواب اس طرز کا ہے جیسے کسی مجرم کے واسطے پھانسی کا حکم ہو جائے مگر وہ احمق باوجود قیام بیّنات کے محض اس وجہ سے کہ تاریخ نہیں بتلائی گئی تکذیب کئے جائے اور یوں کہتا رہے اچھا وہ دن کب آئے گا چونکہ یہ سوال از راہ تعنت ہے اسلئے جواب میں بجائے تاریخ بتلانے کے یہ کہنا بھی نہایت ہی مناسب ہوگا کہ وہ دن اس وقت آئے گا جب تم پھانسی پر لٹکائے جاؤ گے، تو اسی طرح یہاں اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ کے جواب میں یہی مناسب ہوا کہ فرمایا جائے یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ۔ ان کلمات میں مجرمین پر تنبیہ کے بعد اہل انعام و مطیعین کے انعام و اکرام کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ

البتہ ڈر والے باغوں میں ہیں اور

[1] تفسیر ابن کثیر - روح المعانی [2] بحوالہ تفسیر ابن کثیر۔

عُيُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ

چشموں میں لیتے ہیں جو دیا ان کو ان کے رب نے وہ تھے اس سے پہلے

ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

نیکی والے وہ تھے تھوڑا رات کو سوتے

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ

اور صبح کے وقتوں میں معافی مانگتے اور ان کے مال میں

حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ

حصہ تھا مانگتے کا اور ہارے کا اور زمین میں نشانیاں ہیں

لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَفِي

یقین لانے والوں کو اور خود تمہارے اندر کیا تم کو سوجھتا نہیں اور

السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ وَ

آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو تم سے وعدہ کیا سو قسم ہے رب آسمان اور

الْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾

زمین کی یہ بات تحقیق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو

انعام و اکرام مطیعین و آثار ایمان و تقویٰ در حیات مؤمنین

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ... الیٰ ... مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ

ربط: گذشتہ آیات میں قیامت کا ذکر تھا اور منکرین کے انکار قیامت پر تہدید و وعید تھی اور عذاب خداوندی سے آگاہ کیا گیا تھا تو اب ان آیات میں معاندین و منکرین کے بالمقابل اہل ایمان و تقویٰ کے کچھ احوال اور ان کی زندگی کا نقشہ بیان کرتے ہوئے حق تعالیٰ کی طرف سے جن انعامات سے ان کو نوازا جائے گا اس کا اجمالی بیان پیش فرمایا جارہا ہے۔

بے شک تقویٰ والے اللہ کے فضل و انعام سے باغات اور چشموں میں ہوں گے جو جنت اور نہریں ان کے محلوں کے نیچے سے بہہ رہی ہوں گی بڑی فرحت اور خوشنودی کے ساتھ۔ لینے والے ہوں گے ان نعمتوں کو جو ان کو ان کے رب نے ان کو عطا کیں اور یہ انعامات طرح طرح کی اور اعزاز و اکرام اس بنا پر ان کے لئے ہوگا کہ بے شک اس سے پہلے وہ عالم دنیا میں نیکیاں کرنے والے تھے وہ ایسے محسن اور نیکوکار اور باللہ رب العزت کی محبت اور ذوق عبادت میں اس قدر تھے کہ بہت ہی کم رات کے حصہ میں ایسا ہوتا کہ وہ سوتے ہیں اور باوجود عبادت کے اس ذوق و شوق اور انہماک کے وہ اپنے کو قصوروار ہی سمجھتے ہوئے سحر کے وقتوں میں اپنے رب سے معافی ہی مانگتے رہتے ہیں اور ان کا اخلاص یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کے مالوں میں حق ہے مانگنے والوں کا اور محتاج و تنگدست لوگوں کا اور محروم یعنی وہ جو خودداری طبع سے سائلین و تنگدستوں کا ایک حصہ مقرر کر رکھا ہے گویا کہ یہ اہل اللہ اس حصہ مال کو ان کا حق سمجھ کر ادا کر رہے ہیں اور یہ خوبیاں اور کمالات تو ایمان اور آخرت پر یقین کی صفت پر مبنی ہیں سو خدا پر ایمان اور آخرت پر یقین کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لئے اور بے شک زمین کی نشانیاں تو بہت ہی عظیم و بلند ہیں۔ اور خود تمہارے اندر بے شمار دلائل و نشانیاں ہیں جن سے خدا کی قدرت پر کامل ایمان اور آخرت پر یقین حاصل ہو سکتا ہے تو کیا تمہیں یہ نشانیاں نظر نہیں آتی ہیں اسی طرح انفاق فی سبیل اللہ سے نفس میں ہرگز یہ خطرہ اور وسوسہ پیدا نہ ہونے دیا جائے کہ ہمارے مال میں کمی آجائے گی اور پھر ہم کہاں سے کھائیں گے اور آسمان میں رزق ہے جو تمہارے واسطے لکھ دیا گیا ہے اور وہ مقدر ہر حال میں مقدر ہو کر رہے گا اور وہ جنت تم کو ملے گی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ صدقہ اور خیرات کی برکات میں سے ہے کہ ایک کا ثواب اور بدلہ دس گنا سے سات سو گنا تک ملے گا اور صدقات کی برکت دنیا میں بھی رزق اور مال کو کثیر کرے گی اور آخرت میں اجر و ثواب کا مستحق بنائے گی تو قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی یہ بات حق اور قطعی ہے جیسا کہ تم بولتے ہو اور گفتگو اچھے بولنے میں کوئی شبہ اور شک نہیں اسی طرح اللہ کا وعدہ بھی یقینی اور حق ہے اس میں بھی ہرگز کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

اہل ایمان و تقویٰ کے خصوصی اوصاف

ان آیات میں اہل ایمان و تقویٰ کے خصوصی احوال و اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں جو ان کے واسطے بزرگی و

* محسنین کے ترجمہ میں اختیار کردہ الفاظ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ صفت احسان بمعنی الاحسان فی العبادۃ ہے جو اخلاص اور کمال عبادت کا نام ہے اور یہ بھی مراد ہے کہ احسان بمعنی الانعام و انفاق فی سبیل اللہ ہو کہ علاوہ زکوٰۃ کے وہ صدقات نافلہ اور انفاق فی سبیل اللہ کی صورت میں لوگوں کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرتے ہیں۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ تو اس وجہ سے امید یہی ہے کہ اللہ رب العزت ہم پر اپنی رحمت و عنایت کے ساتھ توجہ کرتے ہوئے درگزر فرمائے گا۔

غرضیکہ یہ اوصاف وہ ہیں جن کا ذکر حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ آپ کی طرف جوق در جوق رجوع کرنے لگے میں بھی انہی میں سے ایک تھا آپ کی مجلس میں جس وقت پہنچا اور آپ کے چہرۂ انور پر نظر پڑی تو ایک ہی نظر سے یقین کر لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا سب سے پہلی چیز جو میں نے آپ کی زبان مبارک سے سنی وہ یہ تھی یا ایہا الناس افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا الارحام وصلوا بالليل والناس نيام تدخلوا الجنة بسلام۔ کہ اے لوگو! کثرت سے سلام کیا کرو اور محتاجوں کو کھانا کھلایا کرو صلہ رحمی کرو اور رات کے ان حصوں میں نماز پڑھو جب کہ لوگ سوتے ہوئے ہوں بس تم جنت میں سلامتی و عافیت کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

اور حدیث ابی مالک اشعریؓ میں ہے کہ جب درجات کا سوال کیا گیا تو آپ نے یہی کلمات ارشاد فرمائے افشاء السلام و اطعام الطعام والصلوٰة بالليل والناس نيام۔

المحروم کی تفسیر

المحروم کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور مجاہدؒ سے نقل کیا کہ یہ وہ شخص ہے کہ جس کا بیت المال میں کوئی حصہ نہ ہو اور نہ اس کے پاس کسب معاش کا کوئی ذریعہ ہو جس سے وہ اپنا گزارہ کر سکے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی تقریباً یہی مفہوم نقل کیا گیا۔

سعید بن المسیبؒ اور عطاءؒ بیان کرتے ہیں محروم وہ شخص ہے جس کا مال ضائع ہو گیا ہو قتادہؒ اور زہریؒ سے منقول ہے اس تنگ دست کو محروم کہتے ہیں جو لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتا ہو اور اس پر اس حدیث کو بیان کیا کرتے لیس المسکین بالطواف الذی ترده اللقمة واللقمتان والتمرة والتمرتان ولكن المسكين الذي لا يجد غنى يغنيه ولا يفطن له فيتصدق عليه۔ کہ مسکین یہ گشت کرنے والا سائل نہیں ہے کہ اس کو ایک لقمہ دو لقمے دیدو در بدر بھٹکا رہے ہوں اور ایک کھجور دو کھجوریں ایک در سے دوسرے در پر پہنچ رہی ہوں مسکین تو درحقیقت وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی سامان نہ ہو اور وہ اس کی علامت و ظاہری طور و طریق سے سمجھا جاتا ہو کہ وہ مسکین محتاج شخص ہے کہ

لہ جامع ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ ۔ ۱۴

اسکو صدقہ ہی دے دیا جائے

وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ کی تفسیر میں بعض حضرات نے بیان کیا کہ یہ بارش ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا رزق پیدا فرماتا ہے بعض مفسرین نے نقل کیا کہ کسی اعرابی نے یہ آیت سنی فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ تو کہنے لگے سبحان اللہ یہ کون ہے جس نے خداوند رب جلیل کو غصہ دلایا یہاں تک کہ اسکو قسم تک کھانے کی نوبت آئی کیا ایسا بھی ہے کوئی کہ خدا کی بات کو سن کر فوراً ہی تصدیق نہ کرے حتیٰ کہ وہ قسم کھا کر اپنی بات کو مؤکد ثابت فرمائے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ

کیا پہنچی ہے تجھ کو بات ابراہیم کے مہمانوں کی جو عزت والے تھے ۔ جب

دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾

اندر آئے اس کے پاس ۔ تو بولے سلام ۔ وہ بولا سلام ہے ۔ یہ لوگ ہیں اوپرے

فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ

پھر دوڑا اپنے گھر کو ۔ تو لایا ایک بچھڑا گھی میں تلا پھر انکے پاس رکھا ۔ کہا

اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ

کیوں تم کھاتے نہیں ؟ پھر جی میں ہوا ان سے ڈر بولے ، تو مت ڈر

وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ

اور خوشخبری دی اسکو ایک لڑکے ہوشیار کی پھر سامنے آئی اسکی عورت بولتی

فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا

پھر پیٹا اپنا ماتھا اور کہا بڑھیا بانجھ وہ بولے

كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

یوں ہی کہا تیرے رب نے وہ جو ہے وہی ہے حکمت والا خبردار

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٣١﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ

بولا پھر کیا مطلب ہے تمہارا اے بھیجے ہوؤ ۔ وہ بولے ہم کو بھیجا ہے ایک

قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن طِينٍ ﴿٣٣﴾

قوم گنہگار پر کہ چھوڑیں ان پر پتھر مٹی کے

مُسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ﴿٣٤﴾ فَأَخْرَجْنَا مَن كَانَ

نشان پڑے تیرے رب کے پاس حد سے نکل جانے والوں کو ۔ پھر بچا نکالا ہم نے جو تھا

فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٣٥﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ

وہاں ایمان والا ۔ پھر نہ پایا ہم نے اس جگہ سوا ایک گھر کے

الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٦﴾ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ

مسلمانوں کے ۔ اور رکھا اس میں نشان ان لوگوں کو جو ڈرتے ہیں دکھ کی

الْأَلِيمَ ﴿٣٧﴾ وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ

مار سے ۔ اور نشانی ہے موسیٰ کے حال میں جب بھیجا ہم نے اس کو فرعون پاس دے کر

مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنَاهُ

کھلی سند ۔ پھر اس نے منہ موڑ لیا اپنے زور پر اور بولا یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ۔ پھر پکڑا ہم نے

وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِي عَادٍ إِذْ

اس کو اور اس کے لشکروں کو پھر پھینک دیا ان کو دریا میں اور اس پر الزام لگا ۔ اور نشانی ہے عاد میں جب

أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِن شَيْءٍ أَتَتْ

بھیجی ہم نے ان پر ہوا خیر سے خالی ۔ نہ چھوڑے کوئی چیز جس پر گذرے

عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ ﴿٤٢﴾ وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ

کہ نہ کر ڈالے اس کو جیسے چورا ۔ اور نشانی ہے ثمود میں جب کہا ان کو

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٥﴾ وَمَا خَلَقْتُ

اور سمجھاتا رہ کہ سمجھانا کام آتا ہے ایمان والوں کو اور میں نے جو بنائے ہیں

الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ

جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو میں نہیں چاہتا ان سے روزی

وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ﴿٥٧﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ

اور نہیں چاہتا کہ مجھ کو کھلاویں اللہ جو ہے وہی ہے روزی دینے والا زور آور

الْمَتِينُ ﴿٥٨﴾ فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذَنُوبًا مِّثْلَ ذَنُوبِ

مضبوط سو ان گنہگاروں کا بھی ڈول بھرا ہے جیسے ڈول بھرا ہے

أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونِ ﴿٥٩﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن

ان کے ساتھیوں کا اب مجھ سے شتابی نہ کریں سو خرابی ہے منکروں کو اپنے

يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٦٠﴾

اس دن سے جس کا ان سے وعدہ ہے

اثبات توحید و رسالت مع دلائل و براہین و تسلی سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

قال اللہ تعالیٰ وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ ... الی ... الَّذِي يُوعَدُونَ

ربط: سلسلۂ بیان مکذبین و منکرین کے انکار و تکذیب کے عبرتناک انجام کا چل رہا تھا اب ان مکذبین و منکرین پر حجت قائم کرنے کیلئے توحید و رسالت کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا جا رہا ہے ارشاد فرمایا۔

اور آسمان کو ہم نے بنایا ہے اپنی قدرت سے اور ہم بہت ہی وسیع القدرت ہیں اور زمین کو ہم نے فرش بنایا سو ہم کیسے اچھے اسکو بچھانے والے ہیں کہ اس میں کس قدر منافع رکھے اور کتنی انواع و اقسام کی

چیزیں پیدا کیں تھے۔ یعنی بعض سے نور بعض کا سب کچھ انسانوں کے نفع اور راحت کے لیے پیدا کیا اور زمین کو اس طرح بچھادیا کہ اس پر نقل و حرکت کا سلسلہ بھی جاری ہے جو یہ تمام چیزیں اس سے پہلا مجموعہ ہی ہیں وہ اسکی قسم میں جو صفات و خواص و وضعیت رکھے وہ مزید برآں ہے اور ہر چیز کو (قرآن) سے ہم نے جوڑا جوڑا بنایا جیسے نیلا سفید، شیریں و تلخ، خوبصورت و بدصورت، اور روشنی و تاریکی، نافع و مضر، بلند و پست اور مذکر و مؤنث اسلیے ہے کہ تم مخلوقات کے اس تنوع اور ترتیب قدرت کے عظیم مظاہر سے اللہ کی توحید و خالقیت کو سمجھ جاؤ اس لیے ان دلائل توحید اور قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر اور سمجھ کر تم کو چاہیے کہ بس تم اللہ کی طرف دوڑو عقل اور انسانی فطرت بھی آمادہ کر رہی ہے کہ خالق کائنات کو پہچان کر اس کی خالقیت اور وحدانیت پر ایمان لایا جائے اور یہ بھی عقل انسانی اور فطرت فیصلہ کر رہی ہے کہ اسکے تقاضوں کو پورا نہ کرنا ہلاکت و بربادی کا باعث ہے لیکن یہ مضمون - اے مخاطبو قریش میں اللہ کی طرف سے تمہارے لیے کھلم کھلا ڈرانے والا ہو کر آیا ہوں کہ توحید و خالقیت رب العالمین کے انکار پر تم کو آگاہ ہو جانا چاہیے کہ عذاب آ کر رہے گا پھر تاکید سے کہتا ہوں اور خدا کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت بناؤ میں تمہارے واسطے اسی خدا کی طرف سے واضح ڈرانے والا ہوں ایسے روشن دلائل کے ساتھ دعوت توحید دینے والے پیغمبر پر چاہیے تھا کہ ایمان لاتے اور ایسا مخلص و مشفق رسول جو ہلاکت سے بچانے کے لیے تمہارے انجام سے آگاہ کر رہا ہے اور اس سے ڈرا رہا ہے اسکی بات پر یقین کرتے لیکن افسوس کہ قریش مکہ نہ ایمان لاتے اور نہ اللہ کے پیغمبر کی بات پر یقین کیا بلکہ وہ تو مسخر بن کر دہ ہو گئے کہ کبھی ساحر کہا۔ اور کبھی مجنون دیوانہ تو حق تعالیٰ تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اسے ہمارے پیغمبر آپ ان باتوں پر رنجیدہ نہ ہوں پس کیجئے اسی طرح ان سے پہلے بھی کسی قوم کے پاس بھی کوئی رسول اللہ کا پیغام لے کر آیا ان لوگوں نے یہی کہا جادوگر یا مجنون تو اسی طرح اگر یہ کفار مکہ آپ کو کہیں تو تعجب کی بات نہیں کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اسکی وصیت کرتے چلے آئے ہیں کہ ہر ایک قوم اللہ کے رسولوں سے ایک ہی قسم کا طرز اور ایک ہی طرح کا انکار کر رہی ہے حالانکہ ایک قوم کو دوسری قوم سے کبھی ملنا بھی نہیں ہوا پھر بھی سب کا ایک ہی بات کہنا عجیب ہے اصل میں اسکی وجہ یہ نہیں کہ ایک قوم دوسری قوم سے مل کر اسکو طے کرتی چلی آئی ہو کہ تم بھی اپنے پیغمبر کا اسی طرح انکار کرنا بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ یہ سب لوگ سرکشی میں خود سرکشی کی صفت مشترکہ سب میں یکساں ہے اس وجہ سے انکے نتیجہ میں زبانوں سے نکلنے والی بات بھی ایک ہی معلوم ہوتی ہے علت سبب واحد اور متحد ہے تو اس کا ثمرہ اور نتیجہ بھی ایک ہی ہوگا پس آپ ان سے اعراض کیجئے اور بالکل ان کی طرف التفات سے اپنے آپ کو افسردہ و غمگین نہ بنائیے آپ کسی طرح بھی قابل مواخذہ نہیں اگر یہ لوگ ایمان نہ لائیں تو اسکی آپ پر ذمہ داری نہیں خدا کی طرف ہی لو لگائے رکھیے اور نصیحت کرتے رہیے کیونکہ بار بار سمجھانا اور نصیحت کرنا یقین کرنے والوں کو نفع پہنچاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ان مخاطبین میں کسی وقت کسی کو اللہ تعالیٰ یقین کی صلاحیت عطا کر

کے جتنی بد اعمالی کا ڈول بھر چکے اور اب خدا کی گرفت اور سزا کا وقت آ پہنچا ہے جیسے کہ انکے ساتھیوں کا بھی اسی طرح انجام ہوا کہ نافرمانی کرتے رہے لیکن جب خدا کا عذاب آیا تو اس سے بچ نہ سکے تو اسی طرح اب ان ظالموں کے لیے خدا کا عذاب طے ہو چکا ہے اب یہ لوگ مجھ سے جلدی نہ کریں جیسے کہ وہ بعجلت کہتے رہتے ہیں کہ لاؤ وہ عذاب جس کی دھمکی دی جا رہی ہے سو بڑی کمبختی ہے کافروں کیلئے ان کے اس دن کے عذاب سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے یعنی قیامت کا دن یا اس سے پہلے ہی دنیاوی سزا کا دن اللہ کے علم میں طے ہو چکا تھا چنانچہ بدر کا دن آیا اور مشرکین مکہ کو دنیا ہی میں سزا مل گئی۔

ف | فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ ۔ کے ترجمہ میں بعض مفسرین کی رائے کے موافق ذنوب یعنی بھرا ہوا ڈول لیتے ہوئے یہ مراد واضح کی گئی کہ یہ ڈول کا بھر جانا جس دنیاوی منافع اور راحتوں کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ ڈول بھر چکنے والا شخص کنوئیں سے ہٹ جاتا ہے اور دوسرا اسکی جگہ آ جاتا ہے اسی طرح ہی ان کافروں کی زندگی اور منافع حیات کا ڈول بھر چکا اب تقدیر خداوندی سے مصائب و عذاب کا دور شروع ہو جانے والا ہے۔

بعض مفسرین نے ذنوب کی تفسیر ــــــ حصہ سے کی ہے تو اس صورت میں مراد حصۂ عذاب ہوگا ان ظالموں کے واسطے بھی عذاب کا ایسا ہی حصہ طے کر دیا گیا ہے جیسا کہ انکے ساتھیوں کیلئے تھا لہٰذا اب جلدی کرنے کی ضرورت نہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَۃُ الطُّوْرِ

سورۃ الطور کے مضامین بھی دین کے بنیادی عقائد کی تحقیق و تثبیت پر مشتمل ہیں خاص طور سے توحید و رسالت کا مضمون دلائل کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے تکذیب و منکرین پر حجت قائم کی گئی اسی طرح بعث بعد الموت اور جزاء و سزا کا مسئلہ بھی نہایت جامعیت کے ساتھ بیان فرمایا گیا اور یہ کہ قیامت کے احوال کس قدر شدید ہوں گے انکی شدت اور ہولناکی ذکر فرمائی گئی اور یہ کہ عذاب خداوندی جب کفار پر مسلط

ۃ اشارہ ہے کہ وعدۂ عذاب کا دن آخرت تو ہے ہی لیکن دنیا میں بھی عذاب کا جو وقت اللہ نے مقرر کر دیا تھا وہ مشرکین مکہ نے غزوۂ بدر میں دیکھ لیا ۔ ۱۲

جو اتنا کہ کوئی دفع نہیں کر سکتا اس آیت کے بیچ کے مضمون کی ابتداء عظیم الشان قسموں سے فرمائی گئی مجرموں کی سزا و عقوبت کے بیان کے بعد اہل ایمان اور متقین پر انعامات خداوندی کا بیان ہے اور اسی ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو ثابت فرمایا گیا۔

سورت کے اختتام پر منکرین کے بیہودہ اور باطل کی تقبیح و مذمت کرتے ہوئے ان کو تہدید و تنبیہ کی گئی اور آگاہ کیا گیا کہ اگر وہ اپنے عناد و سرکشی سے باز نہ آئے تو خدا کا عذاب ان کو تباہ کر دے گا اس سورت کا نام سورۃ الطور اس وجہ سے ہے کہ مضمون کی ابتداء طور پہاڑ کی قسم سے فرمائی گئی اور یہ کوہ طور وہ مقدس پہاڑ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا تو اس لحاظ سے یہ وہ مقدس جگہ ہوئی جہاں اللہ تعالیٰ کی برکات و انوار تجلیات جمال و جلال کا ورود ہوا۔

آیاتہا ۴۹ سورۃ الطور مکیۃ ۵۲ رکوعاتہا ۲

سورۃ طور مکی ہے اس کی انچاس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وَالطُّوْرِ ﴿١﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿٢﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿٣﴾ وَ

قسم ہے طور کی اور لکھی کتاب کی کشادہ ورق میں اور

الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿٤﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴿٥﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴿٦﴾

آباد گھر کی اور اونچی چھت کی اور ابلتے دریا کی

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿٧﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴿٨﴾ يَّوْمَ تَمُوْرُ

بے شک عذاب تیرے رب کا ہو کر رہے گا اس کو کوئی نہیں ہٹانے والا جس دن لرزے

السَّمَآءُ مَوْرًا ﴿٩﴾ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿١٠﴾ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

آسمان کپکپا کر اور پھریں پہاڑ چل کر سو خرابی ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١١﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴿١٢﴾ يَوْمَ

جھٹلانے والوں کو جو کہ ہیں باتیں بناتے کھیلتے جس دن

ان باتوں کو تم جادو کہا کرتے تھے یا یہ کہ اب بھی تمکو نظر نہیں آرہا ہے۔

اب بھی بتاؤ کیا یہ جادو ہے، یہ عذاب جہنم نظر آرہا ہے یا نہیں اگر ہمت ہے تو اب انکار کرو اچھا اب اس میں داخل ہو جاؤ پھر تم صبر کرو یا نہ کرو برابر ہے تم پر دونوں حالتوں میں تمہارے واسطے جہنم سے نکلنا ممکن نہیں ہوگا اور نہ یہ ہوگا کہ اگر تم صبر اختیار کرو تو تم پر کچھ رحم کر دیا جائے نہیں بلکہ عذاب جہنم ہر طرح برقرار رہے گا اصل بات یہ ہے کہ تمکو بدلہ انہی چیزوں کا دیا جاتا ہے جو تم کیا کرتے تھے تم دنیا کی زندگی میں جتنے بھی دن رہے اور اپنے کسب و اختیار سے کفر کرتے رہے جو اللہ کی سب سے بڑی معصیت ہے۔ وہاں بھی تم کو اس کا احساس دیا گیا کہ اب بہت ہو چکا اس بغاوت و نافرمانی کو چھوڑ دیا جائے تو جب تم دنیا میں بھی کفر سے باز نہ آئے اور اللہ کی بغاوت و معصیت کو نہ چھوڑا تو پھر اب اسکی سزا بھی یہی ہے کہ بس تم ہمیشہ عذاب جہنم میں رہو جس طرح تم ہمیشہ کفر کیا اسکی سزا بھی دوام و ہمیشگی کی صورت میں ہوگی اسی وجہ سے کہ وہ اب یہاں سے بھی کوئی کام نہ چلے گا سکوت و خاموشی بھی کوئی مفید نہ ہوگی۔

کلمات قسم اور جواب قسم میں ربط و مناسبت

اس سورت میں حق تعالیٰ نے ایک عظیم الشان مضمون یعنی اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ کہ اے مخاطب تیرے رب کا عذاب یقیناً واقع ہونے والا ہے اور قیامت ضرور آئے گی حساب اور جزاء و سزا کا مرحلہ انسان سے ٹل نہیں سکتا تو اس مضمون کی اہمیت کے پیش نظر اس کو مؤکد بیان کیجئے پانچ عظیم الشان چیزوں یعنی کوہ طور، کتاب مسطور، بیت معمور، سقف مرفوع اور بحر مسجور کی قسم کھائی کہ ان عظیم الشان مخلوقات کی عظمت کا مخاطب اپنے ذہن میں استحضار کرتے ہوئے نہ یہ کہ اس بیان کی جانے والی خبر پر نہ جرأت کرے نہ اس میں تردد کرے بلکہ بلا جھجک اور تامل اس پر ایمان لائے، یہ دیکھتے ہوئے کہ جس ذات نے اس عظیم الشان اور فکر انسانی کی پرواز سے بڑھ کر چیزوں کو پیدا کر دیا وہ قادر مطلق قیامت اور حشر و نشر پر بلا شبہ قادر ہے پھر چونکہ قیامت جزاء و سزا کا دن ہے جس کا دارومدار ایمان و کفر، سعادت و شقاوت اور ہدایت انسانی کے خیر و شر میں مضمر ہے اس وجہ سے قسموں میں پہلے کوہ طور کی قسم کھائی جو وادی مقدس میں اور وہ جگہ ہے جہاں حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مناجات فرمائی ان کو ہمکلامی، خطاب و اعزاز سے سرفراز فرمایا یٰمُوسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰی. یہ وہی مبارک جگہ ہے جس میں اللہ نے تورات عطا کی تھی جس میں ہدایت کے علوم تھے یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وَاكْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً کی درخواست کی تو جواب دیا گیا فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ

وَالْإِنْجِيلِ . اور اس جواب میں یہ ظاہر فرما دیا گیا تھا کہ یہ رحمت عامہ اور خاصہ تو میں نے اس نبی امی کی امت کے واسطے مقرر کی اور لکھ دی ہے جسکو اپنی کتاب تورات و انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے جس نبی امی کی یہ بشارت ان میں ہوگی۔

پھر دوسری قسم کتاب مسطور کی کھائی۔ کتاب مسطور کی تفسیر میں بعض ائمہ تفسیر نے انسان کا نامہ اعمال لیتے ہیں اور ہر انسان کی زندگی کا عمل ایک کھلے ورق کی صورت میں موجود ہوگا اور وہ اسکی گردن میں لٹکا ہوگا جیسے کہ ارشاد ہے وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا ۔ جسکے متعلق ہر انسان کو حکم ہوگا کہ اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۔ اور بعض کی رائے کے مطابق کتاب مسطور قرآن کریم ہے جو ایک کھلے ورق کی طرح واضح اور روشن ہے یا بقول بعض کتاب مسطور لوح محفوظ ہے۔

تیسری قسم بیت معمور کی ہے جو ساتویں آسمان پر ملائکہ کے لئے کعبہ ہے اور عرش الٰہی کے محاذات میں ہے اور اسکے محاذات میں زمین پر خانہ کعبہ تعمیر ہے۔ چوتھی قسم سقف مرفوع یعنی آسمان کی ہے کہ آسمان اور آسمان پر نظر آنے والے ستارے، چاند، سورج یہ اللہ عظیم الشان کی مخلوقات ہیں کہ سارے عالم کی عقلیں ان چیزوں کی عظمت کے سامنے حیران اور مبہوت ہیں۔ پانچویں قسم بحر مسجور یعنی ابلتے ہوئے اور طوفانی موجوں اور موجوں سے اچھلتے ہوئے سمندر کی ہے۔ ان قسموں کے ساتھ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ کا ربط اور مناسبت واضح ہے کہ قیامت کی اصل وجہ مجازات اعمال کا وقوع ہے اور ظاہر ہے کہ مجازات میں احکام ہدایت و شریعت اصل ہیں جنکی حیثیت مکان اور محل کے نسبت طور کی طرف ہے اور وہ سامان ہدایت وحی الٰہی قرآن حکیم یا لوح محفوظ سے الٰہی ہدایات کے لئے باری تعالیٰ کا ورثہ ہے اور ان پر عمل محفوظ رہے گا

عہ بعض مفسرین کا یہ خیال ہے کہ یہ سمندر قیامت کے روز آگ بنا دیا جائیگا اس آیت کی مناسبت سے وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ جس جب کہ سمندر دہکا دئے جائیں گے۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ بحر مسجور آسمانوں سے اوپر عرش الٰہی کے نیچے ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے تھے کہ بحر مسجور سمندر کو اس وجہ سے بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا پانی نہ پیا جا سکتا ہے اور نہ اس سے کھیتی ہو سکتی ہے حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ کی تفاسیر میں بھی یہی نقل کیا گیا۔ حضرت ابن عباسؓ کے دوسرے ایک قول میں یہ نقل کیا گیا کہ مسجور کے معنی محبوس یعنی روکا گیا کے ہیں اور اسکی تائید عمر بن الخطابؓ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جسکو امام احمد بن حنبلؒ نے نقل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی رات ایسی نہیں ہوتی کہ سمندر تین مرتبہ اپنی گردن بلند کر کے اللہ رب العزت سے پھیل جانے کی اجازت نہ طلب کرتا ہو لیکن اللہ تعالیٰ اسکو روکتا ہے اور اپنی حد سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ (رواہ احمد ابن حنبل فی المسند، بحوالہ ابن کثیر)

بِحُورٍ عِينٍ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ

اور جو لوگ یقین لائے اور ان کی راہ چلی ان کی اولاد ایمان سے

أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ ۚ

پہنچا دیا ہم نے ان تک ان کی اولاد کو اور گھٹا نہیں دیا ان کا کیا کچھ

كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۝ وَأَمْدَدْنَاهُم بِفَاكِهَةٍ

ہر آدمی اپنی کمائی میں پھنسا ہے اور ان کو لگاتار دیتے رہیں گے میوے

وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ

اور گوشت جس چیز کو ان کا جی چاہے جھپٹتے ہیں وہاں پیالہ نہ بکنا ہے

فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ۝ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ

اس شراب میں نہ گناہ میں ڈالنا اور پھرتے ہیں لڑکے پاس ان کے

كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ۝ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ

گویا وہ موتی ہیں غلاف میں دھرے اور منہ کیا ایک نے دوسرے کی طرف

يَتَسَاءَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۝

آپس میں پوچھتے بولے ہم بھی تھے اس سے پہلے اپنے گھر میں ڈرتے رہتے

فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ۝ إِنَّا كُنَّا

پھر احسان کیا اللہ نے ہم پر اور بچایا ہم کو لو کے عذاب سے ہم تھے

مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ

پہلے سے پکارتے اس کو بے شک وہی

الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۝

ہے نیک سلوک رحم والا

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿٣٢﴾ أَمْ يَقُولُونَ

کیا ان کی عقلیں یہی سکھلاتی ہیں ان کو ۔ یا وہ لوگ شرارت پر ہیں ۔ یا کہتے ہیں کہ یہ

تَقَوَّلَهُ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ

بات بنا لایا ۔ کوئی نہیں پر یقین نہیں پھر چاہئے کہ لے آویں کوئی بات اسی طرح کی

إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٣٤﴾ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ

اگر وہ سچے ہیں ۔ کیا وہ بن گئے ہیں آپ ہی آپ یا وہی

هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ

ہیں بنانے والے ۔ یا انہوں نے بنائے ہیں آسمان اور زمین

بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ

کوئی نہیں پر یقین نہیں کرتے ۔ کیا ان کے پاس ہیں خزانے تیرے رب کے یا وہی

الْمُصَيْطِرُونَ ﴿٣٧﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ

داروغے ہیں ۔ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر سن آتے ہیں تو لے آوے

مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ

جو سنتا ہے ان میں ایک سند کھلی ۔ کیا اس کے ہاں بیٹیاں اور تمہارے

الْبَنُونَ ﴿٣٩﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴿٤٠﴾

ہاں بیٹے ۔ کیا تو مانگتا ہے ان سے کچھ بدلہ سو ان پر چٹی کا بوجھ ہے

أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤١﴾ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ

کیا ان کو خبر ہے بھید کی کہ وہ لکھ رکھتے ہیں ۔ کیا چاہتے ہیں کچھ داؤ کرنا

فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۚ

سو جو منکر ہیں وہی آتے ہیں داؤ میں ۔ کیا ان کا کوئی حاکم ہے اللہ کے سوا

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ

وہ اللہ پاک ہے ان کے شریک بتانے سے ۔ اور اگر دیکھیں ایک تختہ آسمان سے

سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا

گرتا، کہیں یہ بادل ہے گاڑھا ۔ سو تو چھوڑ دے ان کو جب تک ملیں

يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ

اپنے اس دن سے جس میں ان پر کڑکا پڑے گا ۔ جس دن کام نہ آوے گا ان کو

كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

ان کا داؤ کچھ بھی اور نہ ان کو مدد پہنچے ۔ اور ان گنہگاروں کو ایک عذاب ہے

عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاصْبِرْ

اس سے ورے پر وہ بہت لوگ نہیں جانتے ۔ اور تو ٹھہرا

لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ

رہ منتظر اپنے رب کے حکم کا کہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں

تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾

جس وقت تو اٹھتا ہے ۔ اور کچھ رات میں بول اس کی پاکی اور پیٹھ پھیرتے وقت تاروں کے

زجر و توبیخ مجرمین از عذاب خداوندی و حمایت ایزدی بہ تسبیح و تحمید رب العالمین

قال اللہ تعالیٰ۔ فَذَكِّرْ فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ .... الیٰ .... وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ

ربط: گزشتہ آیات سورۃ والطور میں دو گروہوں کا ذکر فرمایا ایک گروہ مجرمین کا اور دوسرا متقین کا اور ان کے احوال بھی ذکر کر دیے گئے تو اس کے بعد یہ مناسب ہوا کہ اہل عناد و انکار کو زجر و توبیخ عذاب خداوندی

اگر یہ سمجھتے ہیں یہ لوگ بھی عربی اور بڑے فصیح و بلیغ قادر الکلام ادیب ناز فرماتے ہیں، انکو ایسا کلام مقابلہ میں پیش کر دینے میں کیا دشواری ہے، جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کسی معلم سے کچھ سیکھا اور نہ پڑھا اور نہ سخن گوئی میں اس سے پہلے عرب قوم میں انکا کوئی مقام دیکھا گیا۔

اگر یہ منکرین ان دونوں سے یعنی قرآن کو کلام الٰہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور خدا کی وحدانیت تسلیم کرنے کو تیار نہیں، اور خالق کائنات کی خالقیت پر ایمان نہیں لاتے تو پھر بتائیں کیا یہ لوگ خود بخود بغیر کسی خالق کے پیدا کر دیئے گئے ہیں یا یہ کہ انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور اس طرح خود اپنے آپ کو گویا صفت خالقیت میں شریک ٹھہرا دیا اور اس وجہ سے خدائی وحدانیت کو نہیں تسلیم کرتے حالانکہ انکی فطرت میں خدا کی خالقیت کا تصور پوری طرح موجود ہے اور دنیا میں یہ خود بھی اس امر کے معترف ہیں کہ خدا کی خالقیت اور وحدانیت پر یقین کیا جائے، افسوس یہ لوگ ایمان تو کیا لاتے بلکہ یقین ہی نہیں کرتے کیونکہ اگر صحیح معنی میں یقین حاصل ہوتا تو اسکو قبول کر لیتے، بجائے اس کے انکار کرنے لگے ہیں کیا ان کے پاس آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں اور خزائن رحمت میں نبوت و رسالت بھی ہے کہ جسکو چاہیں نبوت و رسالت دیں یا یہ کہ یہ لوگ حکمران ہیں کہ ان کا حکم چلے اور جسکو یہ لوگ رسول ماننے کی اجازت دیں اسکو رسول مانا جائے پھر آخر کیوں آپ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں بہرحال کوئی عقلی دلیل تو ان کے پاس ایسی نہیں کہ جسکی بناء پر یہ لوگ رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر سکیں تو کیا انکے پاس کوئی ایسی سیڑھی ہے کہ اس پر چڑھ کر آسمان کی باتیں سن لیں اور اس طرح دعوی کر سکیں کہ ایک نقلی دلیل اور آسمانی وحی ہمارے پاس آئی ہے جس سے ظاہر ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں، اگر کوئی ایسی جرأت کرتا ہے تو چاہئے کہ ان کا سننے والا کوئی واضح دلیل لے کر آئے اور ثابت کرے کہ یہ شخص رسول بنایا گیا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول خدا نہیں (العیاذ باللہ) اے مشرکین و منکرین ایسی بے دلیل اور لغو باتوں سے باز آجاؤ جو کفر و عناد میں کرتے چلے جا رہے ہو۔ بتاؤ کیا اس زعم فاسد کا نتیجہ ہے کہ بیٹیاں اس کی اور تمہارے لئے بیٹے ہیں الغرض دلائل سے خداوند عالم کی توحید اور اسی طرح پیغمبر کی رسالت ثابت ہو چکی ہے پھر بھی یہ لوگ اگر آپ کی نبوت پر ایمان کیوں نہیں لاتے کیا آپ ان سے کوئی معاوضہ طلب کر رہے ہیں کہ جس کی تاوان کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں کہ اگر یہ تاوان گراں معلوم ہوتا ہو کیا انکے پاس غیب کا علم ہے کہ یہ اسکو لکھ رہے ہیں اور رکھ کر بیٹھے ہیں محفوظ کر لیا ہے جسکے باعث وہ امور غیب اور وحی الٰہی سے ثابت شدہ باتوں کا انکار اور رد کر رہے ہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ رسول خدا کے ساتھ کچھ برائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اپنی خفیہ سازشیں ہی ظاہر کر رہے ہیں سو انکو سمجھ لینا چاہئے کہ جو لوگ کفر کر رہے ہیں وہ خود ہی اس برائی کا شکار ہوں گے چنانچہ اس سازش کا انجام دیکھ لیا۔ بدر میں ذلیل و ناکام ہوئے اور مقتول ہوئے تھوڑی بھی جتنے بہرکیف یہ سب واقعات و حقائق اس بات کی دلیل ہیں کہ خداوند عالم یکتا ہے وہی وحدہٗ لا شریک لہ قادر مطلق اور خالق کائنات ہے اگر اب بھی تسلیم نہیں تو بتائیں کیا ان کا کوئی اور معبود

ہے خدا کے سوا؟ نہیں ہرگز نہیں پاک ہے اللہ رب العزت کی ذات کے لیے ان چیزوں سے جن کو یہ ضد کے
ساتھ شریک کرتے ہیں اور منکرین کے پاس بجز اس کے اور کوئی حجت نہیں۔ یہ تو اس قسم کی بات کہنے لگے کہ اچھا
ہم آپ کی رسالت پر جب یقین کریں گے جب آسمان کا کوئی ٹکڑا آ کر ہمارے اوپر گرے تو اس کے
بارہ میں ایسے دشمنان عقل کو دل تو یہ جواب دیا جانے کو معجزات کی فرمائش بڑی ہی گستاخی ہے اور پھر
یہ کہ اگر بالفرض فرمائشی معجزہ ظاہر بھی کر دیا جاتے تو پھر اس پر ایمان نہ لاتے کا انجام ہولناک ہلاکت اور
عذاب قہر دشمنوں سے تباہی کے کچھ نہیں اصل بات تو یہ ہے کہ قرآن کو فرمائشی معجزہ ظاہر بھی کر دیا جائے
اور یہ لوگ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ بھی لیں تب بھی ایمان نہ لائیں گے اور یہ کہہ دیں گے یہ تو تہہ بہ تہہ
جما ہوا بادل ہے تو اے ہمارے پیغمبر آپ ان لوگوں کی اس قسم کی لغو باتوں سے ملول و متفکر نہ ہوں بس
انکو چھوڑ دیجئے اپنی اسی حالت پر یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ پڑ جاتے جس میں ان کے
ہوش و حواس اڑ جائیں گے یہ وہ دن ہوگا جس میں نہ انکی کوئی تدبیر انکے کام آسکے گی اور نہ ہی انکی مدد
کی جاسکے گی اس وقت تو ہر کافر اور بدبخت اپنی مصیبت میں گرفتار ہوگا اور آخرت میں ان لوگوں پر جتنا
بڑا مصیبت آنے کی ہی۔ بلکہ ان ظالموں کے واسطے ایک بہت بڑا عذاب واقع ہونے والا ہے اس
دن کے عذاب سے پہلے چنانچہ اہل مکہ قحط میں مبتلا ہوتے اور بدر میں ذلیل ہو کے قتل کیے گئے
مگر افسوس کہ لوگ ان میں سے جانتے نہیں ہیں کہ انتقام الٰہی کس قدر شدید ہے اور اقتدار الٰہی
سے کس طرح اہل ایمان فاتح وغالب ہو کر رہتے ہیں۔

تو اے پیغمبر آپ صبر کیجئے اپنے رب کے فیصلہ کے لیے اور جو کچھ یہ لوگ سازشیں کر رہے ہیں
ان سے ہرگز بھی پریشان نہ ہوں کیونکہ آپ تو ہماری حفاظت میں ہیں پھر کس بات کا ڈر ہے اور اگر
طبعی تاثرات سے دل پر کچھ ملال اور بوجھ ہو تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں لگے رہیے جس وقت
کہ آپ اٹھیں سو کر نیند سے وقت یا کسی مجلس سے اور رات کے کسی حصہ میں بھی اس کی پاکی و حمد کیجئے
کیجئے خصوصاً عشاء کے وقت اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی یعنی کہ وقت فجر ہے ان اوقات میں
نماز خدا کی حمد و ثنا اور تسبیح قلب کے بوجھ کو کم کر دے گی اور رجوع الی اللہ کی نعمت سے یہ ثمرت
حاصل ہوگی کہ ان ظاہری ملول و تفکرات سے دل پر واقع ہونے والا بوجھ اور غم بھی جاتا رہے گا۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ کی تفسیر میں اکثر مفسرین تہجد کا وقت مراد لیتے ہیں
جیسے کہ حدیث عبادۃ بن الصامتؓ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو
شخص رات کے درمیان کسی حصہ میں بیدار ہوا اور یہ کلمات پڑھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ
لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ
لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ پھر
اسکے بعد یہ کہے رَبِّ اغْفِرْلِيْ یا کوئی بھی دعا مانگے تو ضرور اسکی دعا قبول کی جائے گی [illegible]

آیاتها ۶۲ ۵۳ سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ ۲۳ رکوعاتها ۳

سورۂ نجم مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی باسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿۲﴾

قسم ہے تارے کی جب گرے بہکا نہیں تمہارا رفیق اور بے راہ نہیں چلا

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۚ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ﴿۴﴾

اور نہیں بولتا اپنی چاؤ سے یہ تو حکم ہے جو بھیجا جاتا ہے

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۙ﴿۶﴾ وَهُوَ

اس کو سکھلایا سخت قوتوں والے نے زور آور نے پھر سیدھا بیٹھا اور وہ تھا

بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۭ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ

اونچے کنارے آسمان کے پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا پھر رہ گیا فرق

قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ﴿۹﴾ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۭ﴿۱۰﴾ مَا

دو کمان کی مقدار یا اس سے بھی نزدیک پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندے پر جو بھیجا جھوٹ

كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾ وَ

نہ کہا دل نے جو دیکھا اب تم کیا اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا اور

لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۙ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا

اس کو اس نے دیکھا ہے ایک دوسرے اتارے میں پرلی حد کی بیری کے پاس اس کے پاس ہے

جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۭ﴿۱۵﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۙ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ

بہشت رہنے کی جب چھا رہا تھا اس بیری پر جو کچھ چھا رہا تھا بہکی نہیں

الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿١٨﴾

نگاہ ۔ اور حد سے نہیں بڑھی بے شک دیکھے اپنے رب کے بڑے نمونے

اثبات عظمت نبوت و حجیت اقوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم و عصمت حیات طیبہ

قال اللہ تعالیٰ ۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ...... اِلٰی ..... مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى

ربط: گذشتہ سورت توحید خداوندی اور دلائل قدرت اور اثبات حشر و نشر کے مضامین پر مشتمل تھی اب اس سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا بیان ہے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و عمل وحی الٰہی ہے پیغمبر کی ہر بات اور انکا ہر عمل امت کے واسطے قانون اور اسوہ بنایا گیا ہے اللہ کے پیغمبر کی کوئی بات اور انکی زبان سے نکلا ہوا کوئی لفظ خود انکی خواہش سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی وحی ہی ہوتا ہے جس طرح کہ قرآن اللہ کی وحی ہے بس فرق اتنا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام لفظاً اور معنًی دونوں کا مجموعہ ہے اور حدیث رسول میں یہ الفاظ اگرچہ آپ کے ہیں مگر معنی اور حکم اللہ ہی کا ہے ارشاد فرمایا ۔

قسم ہے ستارہ کی جب کہ وہ غروب ہونے لگے یقیناً یہ تمہارے ساتھی جو ہر وقت تمہاری نظروں کے سامنے ہیں اور جن کی سیرت اور تعلیمات و ہدایات قیامت تک کے واسطے امت کے ساتھ ہیں نہ تو راہ حق سے بھٹکے کہ بھول کر یا غلطی و خطاء سے راہ حق سے چوک گئے ہوں اور نہ ہی غلط راستہ اختیار کیا کہ جانتے اور دیکھتے ہوئے کسی غرض اور مقصد کی خاطر غلط راستہ اختیار کر لیا جائے الغرض یہ ہر قسم کی غلطی اور گمراہی سے محفوظ و معصوم ہیں اور نہ یہ بولتے ہیں کوئی لفظ اپنی زبان سے اپنی خواہش سے بلکہ ان کا تو زبان سے بولا ہوا ہر لفظ وہ اللہ کی وحی ہی ہوتا ہے جس کی وحی اللہ کی جانب سے کی جاتی ہے جیسے کہ قرآن اپنے لفظ اور معنی کے ساتھ آپ پر نازل ہوتا ہے اسی طرح یہ الفاظ و کلمات جو آپ کی زبان مبارک سے صادر ہوتے ہیں یہ بیان ہیں معانی اور احکام کی تعبیر ہیں جو احکام اور مضمون آپ پر نازل کیا جاتا ہے تو آپ اللہ کی مقرر کردہ راہ پر اسی طرح قائم ہیں اور اسی پر آپ کی زندگی کا ہر قول و فعل حتی کہ زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ اور جملہ احوال و کیفیات بعثت و رسالت کے ساتھ جاری ہیں کہ سر مو بھی اس خط مستقیم سے انحراف نہیں جس طرح کہ ستارہ طلوع سے لے کر غروب تک اپنی پوری مسافت اسی خط پر قائم رہتے ہوئے پوری کرتا ہے جو اسکے واسطے مقرر کر دیا گیا نہ وہ اپنی سمت بدلتا ہے نہ منزل سے ادھر یا ادھر اپنا رخ موڑتا ہے اور جس طرح ستارے مسافروں کے لیے رہنمائی کا سامان ہیں اسی طرح آپ کی حیات مبارکہ

ز ابتدا تا انتہا تمام عالم کے واسطے رہنما ہے۔ ان کو سکھلایا ہے ایک بڑے مضبوط قوتوں والے طاقتور
زبردست نے جو پیدائشی طور پر نہایت قوی اور زوردار ہے یہاں تک کہ اس نے قوم لوط کی بستیوں کو جڑ
سے اکھاڑ پھینکا تھا نہایت ہی حسن و جمال والا ہے یعنی جبرئیل امین۔ پھر وہ سیدھا بیٹھا اور حالیکہ وہ
آسمان کے اونچے کنارہ پر تھا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین کو ابتداء وحی کے زمانہ میں آسمان
کے مشرقی کنارہ پر ان کی اصلی صورت میں دیکھا کہ ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آسمان کو ایک کنارے سے لے کر
دوسرے کنارے تک خلا کو پر کر رکھا ہے جس سے آپ پر ہیبت اور کچھ غشی طاری ہو گئی تھی اور گھبرا کر فرمایا
زملونی زملونی۔ دثرونی دثرونی۔ اور اسی پر يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ آیات نازل ہوئیں پھر وہ نزدیک
ہوا اور جھک پڑا پھر اسی قدر نزدیک ہوا کہ آپ سے صرف دو کمان کے برابر رہ گیا بلکہ اس سے بھی زیادہ
اور اپنے اصلی مستقر سے تعلق رکھنے کے باوجود نیچے اترا اور انتہائی نزدیکی اور قرب اختیار کیا پھر حکم بھیجا اللہ
نے اپنے بندہ پر جو بھی حکم بھیجا اور جو اس کی مشیت ہوئی بصورت وحی کیا دل نے اس چیز کو جو رسول نے
اپنی آنکھ سے دیکھی آپ کا دل آنکھ کے مشاہدہ پر مطمئن تھا اور اس کی تصدیق کر رہا تھا کہ یہ بات ٹھیک ٹھیک ہے

عـه وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى۔ قسم ہے ستارہ کی جب کہ غروب ہو۔ ستارہ کے غروب کی قسم کھا کر جواب قسم کو مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ
کے الفاظ میں بیان فرمایا گیا ان کلمات سے قسم اور جواب قسم میں ربط اور مناسبت ان شاء اللہ بخوبی
واضح ہے اصل مضمون تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کے کمال استقامت کا اور یہ کہ
اس میں نہ بھول چوک سے غلطی کا احتمال ہے اور نہ جان بوجھ کر روگردانی سے العیاذ باللہ منحرف ہو سکتے
ہیں وہ منحرف نہ کیا ہوں گے ان کی زندگی کے تو ہر قول و فعل کو آسمان کے تاروں کی طرح رہنما اور سمت
منزل معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا ہے کہ آپ کے اسوۂ مبارکہ سے تمام دنیا راہِ ہدایت پا سکتی ہے اس
پر چل سکتی ہے اور اسی پر چل کر منزلِ فلاح و سعادت تک پہنچ سکتی ہے غروب کی طرح طلوع بھی
قدرت خداوندی کا عظیم نمونہ ہے مگر ممکن ہے کہ غروب سے قریب وقت دیکھ کر طالبانِ ہدایت کو
مزید توقف کرنے کی گنجائش نہیں سمجھنی چاہئے بلکہ یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اب بھی اگر حصولِ ہدایت میں
تاخیر کی تو پھر یہ باقی ماندہ مہلت اور موقعہ بھی ختم ہو جا سکتا ہے تو اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
حیات مبارکہ اور آپ کی تعلیمات کو غنیمت سمجھنا چاہئے پھر یہ کہ طلوع ہونا سے ستاروں کا غروب
ہے تو اشارہ ہو سکتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کی جانب کہ جو تمام
انبیاء سابقین جو اپنی اپنی جگہ اپنی قوموں کی رہنمائی کے لئے ستاروں کی مانند تھے اب خاتم الانبیاء کے
آفتاب نبوت کے طلوع ہو جانے پر سب غائب ہو گئے اور جس طرح سورج کا نور تمام ستاروں کو مغلوب
و مستور کر دیتا ہے اسی طرح یہ آفتاب نبوت بھی لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا مصداق بن کر طلوع ہو
رہا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

چیز کو دیکھنی ہو نگاہ ٹھہرے سے دل مطمئن ہو جاوے اور تصدیق کرتا ہو۔
فرماتے ہیں کیا تم جھگڑتے ہو اس چیز پر جو ہمارا بندہ دیکھ رہا ہے اس ایک مرتبہ کی رؤیت پر کفار قریش اور منکرین کیا جھگڑ رہے ہیں اور کیوں تعجب کر رہے ہیں اور بے شک ہمارے اس بندے نے اسکو ایک بار اور بھی دیکھا ہے، اترتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جس کے پاس آرام و راحت کی جنت ہے جب کہ آپ شب معراج میں ساتویں آسمان پر پہنچے اور اس سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ یعنی بیری کے درخت کو دیکھا جو حد ہے عالم بالا سے دنیا میں نازل ہونے والے احکام خداوندی اور عالم زمین کے سب اقوال و اعمال جو اوپر کو میں پیش ہونے والے ہوتے ہیں ان کا منتہیٰ و مرکز ہے بس اسی کے قریب جنت الماویٰ ہے جسکو دیکھا اور بیری کا نام محض دنیا والوں کو سمجھانے کیلئے ہے یہ نہیں کہ دنیا کے بیری کے درختوں کے مشابہ ہو بلکہ اسکی شان اور عظمت و خوب صورتی بس وہاں کے مناسب اور شایان شان ہوگی جس طرح جنت کے انگور، انار اور پھل اگرچہ دنیاوی پھلوں کے نام سے تعبیر کئے گئے مگر ظاہر ہے کہ دنیا کے پھلوں کو ان سے کوئی بھی نسبت نہیں جب کہ ڈھانک رہی تھی اس سدرۃ المنتہیٰ کو ایک ایسی چیز جس نے اس کو چھپا رکھا تھا کہ انوار و تجلیات اس پر اس طرح برس رہی تھیں کہ ہجوم تھا اور بہ شدت تجلیات یا انوار تجلیات پر پڑنے والے خوش رنگ سنہرے پروانوں نے اسکو ڈھانک رکھا تھا جس طرح کہ سورج کی شعاعیں سورج کے کرہ کو نگاہوں سے چھپا لیتی ہیں قرآن تجلیات و انوار کے نزول کے وقت باوجود انکی شدت کثرت کے آپ کی نگاہ نہ بہکی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔ نہ بہکی اور نہ بھی ہو کر دائیں سے بائیں مڑی اور نہ دیکھا مقام نظر سے آگے بڑھی بلکہ نظر محل نظر پر پوری قوت اور ثابت قدمی کے ساتھ جمی رہی نہیں کہ اچٹتی نظر سے کوئی چیز نظر کے سامنے آگئی ہو تو جو کچھ دیکھا وثوق و یقین کے ساتھ دیکھا اور جو کچھ نظر نے دیکھا دل اس پر مطمئن ہوا اور اسکی تصدیق کی بے شک آپ نے دیکھا اپنے رب کی عظیم الشان نشانیوں سے بڑی بڑی نشانیوں کو اور قدرت کے ایسے نمونے دیکھے کہ حق تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا پورا پورا مشاہدہ ہوگیا۔

شب معراج میں مشاہدۂ آیات قدرت

سورۃ النجم کی ابتدائی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو ثابت کیا گیا اور آپ کے ہر قول و عمل کو وحی الٰہی اور اس کا حجت اور سرچشمۂ ہدایت ہونا ذکر کیا اور یہ کہ حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ایسا مقام عصمت و حفاظت کا عطا کیا گیا ہے کہ بالارادہ یا بلا ارادہ راہ حق سے سر مو انحراف اور لغزش کا احتمال نہیں رہا اور ظاہر ہے کہ بغیر اس مقام عصمت کے وہ ذات ہادی عالم کیونکر بنائی جا سکتی تھی ظاہر ہے کہ جو خود غلطی اور گمراہی کا شکار ہو سکتا ہو وہ دوسروں کا ہادی و رہنما کیسے

ہو گا اس لئے عصمت کا لازم ہونا عقلاً بھی ثابت ہوا تو ابتداء میں آپ کی شانِ رسالت بیان کرتے ہوئے اصل مقصد یعنی شبِ معراج میں آیاتِ کبریٰ اور قدرت کی عظیم نشانیوں کے مشاہدہ کا مضمون شروع فرمایا گیا، پہلی اور دوسری آیت میں تو ستارہ کے غروب کی قسم کھا کر یہ اعلان فرمایا گیا کہ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى. اس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعتِ مبارکہ کی عصمت و حفاظت ظاہر فرمائی گئی اور یہ کہ حق تعالیٰ نے آپ کو ہر غلطی اور گمراہی سے محفوظ فرمایا ہے، پھر تیسری اور چوتھی آیت میں آپ کے ہر نطق کی خواہشاتِ نفس سے پاکی کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا گیا کہ وہ وحی الٰہی ہے اور شریعت میں جو درجہ وحی الٰہی اور قرآن کریم کا ہے وہی درجہ آپ کے فرمانِ مبارک کا ہے اور اس سے ذرہ برابر انحراف کرنے کی کسی بھی مومن کو قطعاً گنجائش نہیں جیسے کہ ارشاد فرمایا گیا فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ شانِ رسالت کی اس تعیین و تحقیق اور حجیتِ اقوالِ رسول کے بعد پانچویں آیت عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى سے وحی الٰہی لانے والے قاصد فرشتہ کی قوت اور عظمت بیان کی گئی کہ وہ قاصد پیغامات قوی اور ذی شان ہستی ہے جس میں نہ عیب ہو سکتا ہے اور نہ کوئی طاقت اور ارادہ اس کو مغلوب کر سکتی ہے۔ کیونکہ وہ خود ہی ایسے مضبوط قوی اور زور والا ہے اس کے ساتھ تو حسن و جمال اور وقار کا بھی پیکر ہے۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ذُوْ مِرَّةٍ کی تفسیر میں ذُوْ مَنْظَرٍ حَسَنٍ فرماتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہو گیا کہ رسولِ خدا پر وحی لانے والا قاصد کسی تغیر و تبدل کا شکار نہیں ہو سکتا پھر اللہ کے رسول نے اس قاصد کو خوب اچھی طرح پہچانا اسکو دیکھا اور رویت قریب سے بھی دیکھا کہ پہلے افقِ اعلیٰ پر نمایاں ہوا پھر اور قریب ہوا اور افقی سمت کی بلندی سے نیچے کی طرف نزول کیا اور اتنا قریب ہوا کہ دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا اور آنکھ کے مشاہدہ کی دل نے بھی تصدیق کرنے والا تو ایسی قرابت والے قاصد نے اس قرب کے بعد جو پیغام دیا اور جو پہنچایا وہ یقیناً ہر طرح حجت ہے۔

ایک مرتبہ کی رویت کے بعد دوسری مرتبہ کی رویت وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى سے بیان فرمائی اس دوسری رویت کا محل اور مقام ساتویں آسمان اور سدرۃ المنتہیٰ تھا جس کا مشاہدہ آپ نے شبِ معراج میں فرمایا تو اس طرح ان اجمالی مضامین کے بعد شبِ معراج کے احوال کی طرف کلام منتقل ہوا اور سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جنت الماویٰ ہونا اور سدرۃ المنتہیٰ پر انوار و تجلیات کے پڑنے کا ذکر فرمایا گیا اور یہ کہ وہاں آپ نے اپنے رب کی آیاتِ کبریٰ کا مشاہدہ فرمایا۔

روایاتِ کثیرہ سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین کو ان کی اصلی صورت میں جس پر ان کو پیدا کیا گیا دو مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں جب کہ غار حرا میں وحی نازل ہو چکنے کے بعد سلسلہ وحی رک گیا تھا اور وحی کے شوق و انتظار میں بے چین ہو کر باہر پہاڑوں اور

ہے تفسیر ابن کثیر۔ قرطبی۔ روح المعانی

پہاڑوں کی طرف نکل جاتے تو اس زمانہ میں ایک مرتبہ جبرئیلؑ کو دیکھا کہ آسمان و زمین کے درمیان ایک عظیم
جسامت سے افق سماء کو گھیرے ہوئے ہیں اس عظیم الشان فرشتہ کو دیکھ کر آپ پر رعب اور ہیبت طاری ہو
گئی اور آپ گھر لوٹے اور فرمایا دَثِّرُونِی، دَثِّرُونِی! جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا، دوسری مرتبہ جبرئیل امین کو اصلی
صورت میں شب معراج میں دیکھا جس کا ذکر وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى میں آتا ہے
تو اسی رویت کو جبرئیلؑ کی رویت پر اور ان ہی کے قرب اور تدلی پر محمول کرنے والے حضرت عبداللہ بن مسعود
اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بھی بعض ائمہ محدثین اسی کے مطابق
قرار دیتے ہیں۔

تو اس طرح رویت جبرئیلؑ ایک مرتبہ زمین پر ہوئی اور ایک مرتبہ ملکوت سماوات پر سدرۃ المنتہیٰ کے
قریب، ابن جریرؒ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ، کی تفسیر نقل کیا ہے کہ یہ
قرب جبرئیلؑ کا تھا اور فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى، کے بھی معنی یہ بیان کئے کہ جبرئیل نے وحی کی اللہ کے
بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بھی وحی کی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں دوسری بار جبرئیلؑ کو اپنی اصلی صورت پر دیکھا

لیکن اس کے بالمقابل ایک جماعت صحابہ میں سے اس بات کی قائل تھی کہ شب معراج میں آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کو رویت خداوندی حاصل ہوئی ہے اور یہ قرب اور تدلی حق تعالیٰ کے قرب اور تدلی پر جیسے بھی
اس کی شان کے لائق ہو محمول ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، انسؓ بن مالک اور حسن بصریؒ اسی کے قائل تھے
کہ رویت بعینہٖ ہوئی ہے اور ان کے علاوہ صحابہ اور تابعین کے جمہور بھی محقق حضرات رویت باری تعالیٰ کے قائل
تھے۔ عکرمہؒ سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے لیکن ترمذی میں عکرمہؒ کی روایت سے اس نسبت میں تردد
معلوم ہوتا ہے عکرمہؒ بیان کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ کہ محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، میں نے عرض کیا کیا حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں ہے لَا تُدْرِكُهُ
الْاَبْصَارُ کہ نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں فرمایا ویحک (تجھ پر افسوس ہے) یہ تو اس صورت میں کہ حق تعالیٰ
متجلی ہو اپنے اس نور کے ساتھ جو اس کا نور ذاتی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا
ہے اور عکرمہؒ سے یہ بھی بیان کیا کہ ابن عباسؓ کی حضرت کعبؓ احبار سے ملاقات ہوئی تو اس ملاقات میں
کعبؓ کہنے لگے اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَسَمَ رُؤْيَتَهٗ وَكَلَامَهٗ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَّمُوْسٰى فَكَلَّمَ مُوْسٰى
مَرَّتَيْنِ وَرَاٰهُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَيْنِ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور کلام محمدؐ و موسیٰؑ کے درمیان تقسیم
کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے دو مرتبہ اللہ سے کلام کیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ اللہ
رب العزت کا دیدار کیا، اور مسروقؒ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں

له جامع ترمذی۔

وہ ہو تو حالت منام میں ایک رات آپ نے دیکھا جس کا ذکر حدیث اختصام ملاء اعلیٰ میں ہے اور وہ بار بار مرتبہ شب معراج میں جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ نے ایک روایت میں ابن عباسؓ سے مرفوعاً یہ لفظ نقل کیا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ ان لفظوں کو روایت کر کے کہا فَإِنَّهُ حَدِيْثٌ إِسْنَادُهُ عَلٰى شَرْطِ الصَّحِيْحِ۔ کہ یہ حدیث ایسی ہے کہ اس کی سند صحیح کی شرط پر ہے فرمایا لیکن یہ حدیث منام کا ایک ٹکڑا ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا رب میرے سامنے متجلی ہوا ایک بہترین صورت میں حالت نوم میں اور فرمایا اے محمد! جانتے ہو کہ ملاء اعلیٰ کس چیز میں خصومت کر رہے ہیں میں نے کہا نہیں تو رب العزت نے اپنا دست بے مثال میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا جس کی ٹھنڈک اور لطافت و کیفیت میں اپنے سینہ کے درمیان محسوس کرنے لگا اس کے بعد پھر جب سوال کیا تو میں نے جواب دیا نعم فی الکفارات والدرجات (الخ)۔

بہرکیف ان قرآنی اور دلائل سے آیات نجم کے اس تفسیر سے جو کہ رؤیت خداوندی پر محمول کرنا واضح معلوم ہوتا ہے مسئلہ کی اہمیت تو چاہتی تھی کہ اس کے متعلقہ پہلوؤں پر تفصیل سے کلام کیا جاتا لیکن تحقیق مقام کے باعث اختصار کے ساتھ یہ نقول پیش کر دیں اور ترجیح راجح کے طور پر حضرت شاہ صاحبؒ اور استاذ محترم کی لطف ناچیز نے اپنی تعبیر میں پیش کر دی ہیں اپنے علم و فہم کے قصور کے باعث نہیں کہہ سکتا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی مراد و مقام کہاں تک واضح کر سکا ہوں حضرات قارئین سے اپنی تقصیر و کوتاہی پر عفو و درگزر کا طالب ہوں فَاصْفَحُوا الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ۔

أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى ﴿٢٠﴾ أَلَكُمُ

بھلا تم دیکھو تو لات اور عزیٰ کو اور مناۃ وہ تیسری پچھلی کیا تم کو

الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثٰى ﴿٢١﴾ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿٢٢﴾ إِنْ

بیٹے اور اس کو بیٹیاں تو یہ بانٹا بھونڈا یہ سب

هِيَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ أَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ أَنْزَلَ

نام ہیں جو رکھ لیے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے اللہ نے

اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى

نہیں اتاری ان کی کوئی سند نرے اٹکل پر چلتے ہیں اور جو جیوں کے

الْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ ﴿٢٣﴾ أَمْ لِلْإِنسَانِ

چاؤ جی ۔ اور پہنچی انکو ان کے رب سے راہ کی سوجھ ۔ کہیں آدمی کو ملتا

مَا تَمَنَّىٰ ﴿٢٤﴾ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ﴿٢٥﴾

ہے جو چاہے ۔ سو اللہ کے ہاتھ ہے پچھلی اور پہلی ۔

تنبیہ وتہدید بر انکار توحید و رسالت و عدم حقیقت معبودان باطلہ

قال اللہ تعالیٰ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ۔۔۔۔ الیٰ ۔۔ فَلِلّٰہِ الْاٰخِرَۃُ وَالْاُوْلٰی

ربط ۔ گزشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت اور آپ کی عظمت و منقبت کا بیان تھا اور اسکے ضمن میں معراج کے بعض خصوصی احوال کے ذکر سے حق تعالیٰ شانہ کی عظمت و کبریائی اور اسکی وحدانیت کا ذکر تھا اب ان آیات میں اسکے بالمقابل بطلان شرک اور مشرکین کے معبودوں کی حقارت بے بسی اور ایسے معبودوں کی پرستش کا خلاف عقل و فطرت ہونا بیان کیا جارہا ہے ارشاد فرمایا۔

تو بھلا کیا اے لوگو! تم نے حق تعالیٰ شانہ کے لامحدود عظمت و جلال اور اسکی عظیم نشانیوں کو دیکھ کر ان کے بالمقابل ان مشرکین کے معبودوں لات و عزیٰ کو دیکھا اور ایک تیسرے معبود مناۃ کو جنکی حقارت و ذلت روز روشن کی طرح عیاں ہے ان حقیر معبودوں کا تو خدائے برتر کے ساتھ نام لیتے کیا بھی شرم کرنی چاہئے پھر ظلم یہ کہ یہ مشرکین انکو خدا کی بیٹیاں تجویز کرتے ہیں (العیاذ باللہ) تو ایسے لوگوں سے پوچھو کیا تمہارے واسطے بیٹے ہوں اور اُس کے واسطے بیٹیاں ہو تو اس صورت میں یہ بہت ہی بھونڈی تقسیم ہے یہ تو بس صرف چند نام ہی ہیں جو تم نے رکھ لیے ہیں اور تمہارے باپ دادوں نے کہ اللہ نے جنکی کوئی دلیل نہیں اتاری جاننا چاہئے انکو خدا تو وہ ذات ہے جسکی وحدانیت و الوہیت کے لیے کائنات کا ایک ایک ذرہ دلیل ہوتا ہے یہ لوگ سوائے اسکے اور کچھ نہیں کر رہے محض اپنے گمان اور محض خواہشات نفسانیات کی پیروی کر رہے ہیں اور ہر اس چیز کو جو انکے نفس کی خواہش ہو۔ حالانکہ انکے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے اور ایسا واضح اور سیدھا راستہ جس پر چل کر ہر انسان ہدایت و سعادت اور دین و دنیا کی فلاح پا سکتا ہے نجات و کامیابی انسان کے درست عقیدہ اور صحیح عمل پر موقوف ہے ایسا انسان جو محض تمنا و خواہشات اور عمل کی گمراہیوں میں پڑا ہوا ہے اسکو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ آخرت میں بھی اپنی کامیابی کے دعوے کرے جیسا کہ مشرکین مکہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بت ہماری شفاعت کریں گے تو ایسے عقل و فہم کے دشمنوں سے کہہ دیا جائے کیا انسان کے لیے ہر وہ چیز ہے جسکی وہ تمنا کرے کوئی بھی صاحب عقل اسکو

قبول نہیں کر سکتی۔ یقیناً کامیابی عقائد کی درستگی اور اعمال صالحہ پر موقوف ہے جو اللہ تعالیٰ کا اتارا ہوا دین ہے۔ پس اللہ ہی کے لئے ہے آخرت اور اسکی کامیابی اور اس سے قبل والی پہلی زندگی یعنی عالم دنیا اور اسکی سعادت اور کامیابی کو آرزوؤں اور تمناؤں سے کچھ ملتا ہے اور نہ اس قسم کے من گھڑت خیالات سے کہ یہ ہمارے بت ہمارے کام آئیں گے کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ سوائے حسرت اور خسران کے کچھ حاصل نہ ہوگا لات وعزیٰ اور منات یہ مشرکین مکہ کے معبود تھے۔ عام اہل عرب میں سب سے زیادہ معظم اور بڑا معبود لات سمجھا جاتا تھا۔ پھر اسکے بعد عزیٰ اور تیسرے درجہ کا معبود منات سمجھا جاتا تھا۔ لات یہ ایک بت منقش قسم کی سفید چٹان پر طائف میں بنا رکھا تھا اور اسکے ارد گرد ایک بت خانہ کے طور پر گھر سا بنا رکھا تھا اور یہ لوگ اسکی خوبصورتی اور زیب و زینت پر جو خود انکی اپنے ہاتھوں سے خیالی گڑھی ہوئی تھی کے باعث بمقابل تمام اہل عرب پر فخر کیا کرتے تھے ابن عباسؓ سے منقول ہے یہ بت جاہلیت کے زمانہ کے ایک شخص کی طرف منسوب تھا جو منیٰ کے ایام میں حاجیوں کے واسطے ستو گھولا کرتا تھا اور جب وہ مر گیا تو لوگ اسکی زیادہ تعظیم و تکریم کرتے تھے مگر قریش اور بنو کنانہ عزیٰ کو سب سے بڑا سمجھتے تھے جو کہ مکہ کے قریب ایک نخلستان میں تھا ابوسفیانؓ نے یوم احد میں اسی کا نعرہ لگایا تھا لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَکُمْ جس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کہو اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَکُمْ۔ تیسرا معبود منات یہ مقام مشلل میں تھا جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے دور جاہلیت میں قبیلہ خزاعہ اوس اور خزرج اسکی تعظیم کرتے تھے اور حج کے زمانہ میں یہاں سے احرام باندھ کر حج کا تلبیہ کہتے ہوئے کعبۃ اللہ کی طرف روانہ ہوا کرتے تھے معجم البلدان میں ذکر کیا ہے کہ مشرکین عرب بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ان بتوں کا نام پکارا کرتے تھے اور یہ الفاظ کہا کرتے تھے اَللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى اور ان الفاظ کیساتھ یہ بھی کہا کرتے هٰؤُلَاءِ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى بعض کتب تفسیر میں اس موقع پر ایک قصہ نقل کیا ہے کہ سورۃ والنجم کی جب آپ نے یہ آیت اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى تلاوت کی تو کسی جنی نے آپ کی آواز میں اپنی آواز ملا کر یہ کہہ دیا تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى اور اس پر سب مشرکین سجدہ میں گر گئے یہ واقعہ اصول حدیث اور اصول دین کے لحاظ سے کسی طرح صحیح نہیں ہے کیسے ممکن ہے کہ جس پیغمبر کو محفوظ اور اس کا ہر نطق وحی الٰہی ہے اور اللہ نے اسکو نمونہ ہدایت بنا کر ہر خطا و گمراہی سے محفوظ کر دیا اسکی زبان سے نکلے ہوئے کلمات میں کوئی شیطان اپنی آواز ملا کر کلمات شرکیہ جاری کر دے اور سننے والے یہ گمان کریں کہ یہ کلمات آپ نے پڑھے ہیں بہرکیف یہ واقعہ از روئے اسناد اور بحیثیت اصول دین ناقابل اعتبار ہے پھر یہ بات بھی ہے کہ ایک حدیث میں ہے مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِیْ کہ جس کسی شخص مومن نے مجھے خواب میں دیکھا تو بے شک اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے کیونکہ شیطان کو یہ قدرت نہیں کہ وہ میری شکل بن کر خواب میں کسی کے سامنے آسکے تو جب بحالت نوم اور خواب میں کسی مسلمان

کے سامنے شیطان متمثل نہیں ہو سکتا تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ بحالت بیداری خود پیغمبر کے سامنے وہ اپنی آواز صورت پیغمبر کی آواز سے متجانس کر دے تو صورت کے التباس پر جس طرح اسکو قدرت نہیں دی گئی تو اسی طرح معلوم ہوتا ہے کہ صوت کے التباس پر قدرت نہ ہوگی۔

البتہ اتنا بیشک ثابت ہے صحیحین کی روایت سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ والنجم کی تلاوت فرمائی اور اس مجمع میں مسلمان و مشرکین موجود تھے تو ہر ایک خواہ مسلمان ہو یا مشرک سجدہ میں گر پڑا سوائے قریش کے ایک بڈھے کے کہ اس نے سجدہ نہ کیا اور ایک مٹھی بھر مٹی لے کر اپنی پیشانی سے لگائی اور کہا کہ بس مجھے یہی کافی ہے اور یہ بڈھا امیہ بن خلف تھا جسکو ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرأیتہ بعد قتل کافراً۔ چنانچہ یہ بڈھا غزوۂ بدر میں قتل کیا گیا۔ تو یہ بات تو احادیث سے ثابت ہوئی اور اس قصہ میں مشرکین کے سجدہ کا منشا یا تو یہ ہوگا کہ انہوں نے جب آیت قرآنیہ میں اپنے بتوں کے نام سنے تو سجدہ میں گر پڑے قطع نظر اسکے کہ آگے کیا مضمون آتا ہے یا حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ کی تحقیق کہ وہ سجدہ وجہ یہ ہو کہ اس وقت اس مجلس میں غیبی تجلیات کا نزول ہوا ہو تو مسلمانوں کا سجدہ تو ایمان و طاعت کا سجدہ تھا۔ لیکن مشرکین کا سجدہ ایک طرح کی بیہوشی اور بدحواسی کے عالم میں ہوا اگرچہ مشرکین کا یہ سجدہ بے سود تھا لیکن کیا تعجب ہے کہ اس ظاہری سجدہ کی برکت سے انکو بعد میں ایمان لانے کی توفیق ہو گئی ہو برخلاف اس خبیث بڈھے کے جو ظاہری سجدہ سے محروم رہا تو اس کو کبھی بھی سجدہ نصیب نہ ہوا اور بحالت کفر قتل کر دیا گیا تو اس توجیہ کے پیش نظر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لفظ فرأیتہ بعد قتل کافراً کی وجہ اور حکمت بھی کچھ ظاہر ہو رہی ہے کہ اس کو خاص طور پر کفر کی حالت میں مقتول ہونے کو بیان کرنا اس کے علاوہ دوسروں کے حق میں توفیق ایمان کی گنجائش ظاہر کرتا ہے۔

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ

اور بہت فرشتے ہیں

فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ

آسمانوں میں کام نہیں آتی ان کی سفارش کچھ مگر جب حکم دے

يَأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَرْضٰى ﴿٢٦﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اللہ جس کے واسطے چاہے اور پسند کرے جو لوگ یقین نہیں رکھتے

پ

بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۝ وَمَا لَهُمْ

پچھلے گھر کا، وہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کو نام زنانہ اور ان کو

بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا

اس کی کچھ خبر نہیں نری اٹکل پر چلتے ہیں اور اٹکل کام نہ

يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۝ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۥ عَنْ

آوے ٹھیک بات میں کچھ سو تو دھیان نہ کر اس پر جو منہ موڑے

ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ

ہماری یاد سے اور کچھ نہ چاہے مگر دنیا کا جینا یہیں تک پہنچی

مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ

ان کی سمجھ تیرا رب ہی بہتر جانے اس کو جو بہکا

سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي

راہ سے اور وہی بہتر جانے اس کو جو آیا راہ پر اور اللہ کا ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا

ہے آسمانوں میں اور زمین میں تا وہ بدلہ دیوے برائی والوں کو ان کے

عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝ اَلَّذِيْنَ

کیے کا اور بدلہ دے بھلائی والوں کو بھلائی جو لوگ

يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ

بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے مگر کچھ آلودگی بے شک

رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ

تیرے رب کی بخشش میں سمائی ہے وہ تم کو خوب جانتا ہے جب بنا نکالا تم کو

مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ

زمین سے اور جب تم بچے تھے ماں کے پیٹ میں

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝

سو مت بڑاؤ اپنی ستھرائیاں وہ بہتر جانتا ہے اس کو جو بچ کر چلا

عظمت شان رب العالمین بروز حشر و شناعت عقائد مشرکین

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ ... الٰی ... هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى

(ربط) گزشتہ آیات میں مشرکین کے معبودوں کا ذکر تھا اور یہ کہ ان معبودوں کی کوئی حقیقت ہی نہیں بجز
اسکے کہ یہ محض نام ہیں جو انکی عبادت اور پرستش کرنے والوں نے گھڑ لیے ہیں جبکہ ان میں کوئی قدرت و
طاقت، تو اب ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ کی عظمت اور اسکی کبریائی کا بیان ہے اور یہ کہ اسکی بارگاہ
میں کسی کی مجال نہیں کہ کوئی کسی کی سفارش کر سکے اس لئے ان مشرکین کو اپنے دماغوں سے یہ خیال نکال
دینا چاہئے کہ یہ معبود قیامت کے روز انکی شفاعت کریں گے ارشاد فرمایا۔

اور کتنے ہی فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ انکی سفارش کچھ بھی کام نہیں آ سکتی حالانکہ وہ اللہ کے فرشتے
ہیں اور آسمانوں میں رہتے ہیں مگر بعد اسکے کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے سفارش کرنے کی اور اسکے لیے پسند کرے
اول تو فرشتے یا کوئی بھی ہو بلا اجازت کے شفاعت نہیں کر سکتے اور اگر سب مل کر کریں بھی تو نافع نہیں جبکو
اجازت ملے گی وہی کر سکے گا اور جس کے واسطے پسند کیا جائے گا اسی کے واسطے ہو سکے گی اس وجہ سے کسی کو
یہ گمان نہ کرنا چاہئے کہ فلاں فلاں میرے سفارشی ہوں گے بلاشبہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہی
بت پرستوں کو دیویوں کے نام سے موسوم کرتے ہیں کوئی بھی صحیح العقل انسان یہ بات تسلیم نہیں کر سکتا
کہ فرشتے جو اللہ کی مخلوق نوری ہیں وہ لڑکیاں ہیں اور پھر غضب یہ کہ انکو خدا کی بیٹیاں تجویز کرنا حالانکہ
ان کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں یہ لوگ محض بے بنیاد اور بے اصل خیالات اور محض گمان ہی
کی پیروی کرتے ہیں اور بلاشبہ ایک حقیقت واقعیہ اور ثابتہ کے مقابلہ میں گمان اور اوہام فاسدہ ذرہ برابر بھی
کارآمد نہیں ہو سکتے۔ ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں اور ان کے نام بھی عورتوں اور لڑکیوں کے رکھتے ہیں
یہ انتہائی عقل اور فطرت سے بعید بات ہے اور حق تعالیٰ کے مقابلہ میں بڑی ہی بے باکی ہے پس آپ
ایسے شخص سے بے رخی کر لیجئے اور اس سے منہ موڑ لیجئے ایسا شخص قابل التفات ہی نہیں جبکہ انکی
باتوں پر کوئی اثر کیا جائے ہماری یہی نصیحت ہے کہ بس آپ ایسے شخص سے اعراض اختیار کر لیجئے جس نے

ہماری نصیحت سے روگردانی کریں اور اس کا کوئی مقصد نہیں سوائے دنیوی زندگی کے اور ظاہر ہے کہ جس کا مقصود محض دنیوی زندگی ہو وہ تو جہالت ہی نا عاقبت اندیش اور کم فہم ہے لیکن جس ان لوگوں کا یہی مبلغ علم اور منتہائے فکر ہے کہ اس سے آگے انکے فہم و عقل کی پرواز نہیں ہے بے شک آپ کا پروردگار ہی خوب جانتا ہے اس شخص کو جو راہ سے بھٹک گیا اور وہی اس سے بھی خوب واقف ہے جس نے صحیح راہ پائی اس لیے آپ کو کچھ جو رہا ہے کہ ہمارے ذکر یعنی قرآن یا آیات یا ذکر الٰہی سے جو بھی مخالف ہے اور اس سے اعراض و بے رخی کر رہا ہے آپ اس سے اپنا رخ موڑ لیجئے چونکہ ذکر الٰہی اور ایمان بالقرآن سے بے رخی دنیا کی محبت کے باعث ہے ایسے لوگوں کو یہ بھی تو سمجھنا چاہیئے کہ تمام عالم کائنات کا مالک ہے دنیا کو چھوڑ کر اس کی پیدا کردہ چیز سے دل لگا لیا جائے گا اور اللہ ہی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب ہر چیز اسکے قبضہ اور اختیار میں ہے اللہ ہی نے یہ سارا کارخانہ عالم قائم کیا ہے اور انسانوں کو بھیجا کتاب نازل کی یہ سب کچھ اس مقصد کی خاطر کہ انجام کار وہ بدلہ دے ان لوگوں کو جنہوں نے برے کام کیے ان کی برائیوں کا اور بدلہ دے نیکی کا ان لوگوں کو جنہوں نے نیکی کے کام کیے اور عمل کی جزا بات عقل اور فطرت کا قانون ہے اچھا صلہ اور انعام ان لوگوں کے لیے ہوگا جو محسنین و نیکوکار ہیں جو پرہیز کرتے ہیں بڑے بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے مگر معمولی لغزشیں اور چھوٹے گناہ جو اتفاقی بھول چوک سے واقع ہو جائیں بے شک آپ کا پروردگار مغفرت و بخشش کے لحاظ سے بہت وسیع ہے اسکی وسعت مغفرت کے سامنے گناہوں کی اور خطاؤں کی کوئی حقیقت نہیں وہ تم کو اس وقت سے خوب جانتا ہے جب کہ اس نے تم کو اور تمہارے باپ آدم کو زمین سے پیدا کیا تھا اور جب کہ تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں جنین اور بصورت حمل مخفی تھے اور وہ تمہارے عمل ظاہری و باطنی سے خوب واقف ہے لہذا تم اپنی پاکیزگی بیان نہ کیا کرو اور اپنی تقویٰ و طہارت کے دعوے مت کیا کرو وہی پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون تقویٰ والا ہے۔ عہ غرض جب یہ

عہ حسن بصری سے منقول ہے فرمایا کرتے تھے عَلِمَ اللّٰہُ مِن کُلِّ نَفْسٍ مَا ھِیَ صَانِعَۃٌ وَاِلٰی مَا ھِیَ صَائِرَۃٌ فَلَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ فَلَا تُطَہِّرُوْھَا مِنَ الْاٰثَامِ وَلَا تَمْدَحُوْھَا بِحُسْنِ الْاَعْمَالِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہر شخص کو جانتا ہے کہ وہ کیا کرنے والا ہے اور اسکے بعد کیا ہونے والا ہے لہذا تم اپنے آپ کو پاکباز نہ سمجھو اور نہ اپنے تقویٰ و طہارت کا دعویٰ کرو اور نہ اپنے نیک اعمال کی تعریفیں کیا کرو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی شخص کی تعریف کی گئی تو آپ نے اس خیال سے کہ یہ شخص مغرور اور دھوکہ میں نہ پڑ جائے فرمایا "ویحک قطعت عنق صاحبک" افسوس تو نے اپنے بھائی کی گردن توڑ ڈالی بار بار آپ یہ الفاظ فرماتے رہے اسکے بعد آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص کسی کی تعریف ہی کرنا چاہتا ہے تو یوں کہے کہ فلاں شخص کو میں ایسا گمان کرتا ہوں اور اصل تو خدا ہی خوب جاننے والا ہے میں خدا کے مقابلہ میں کسی کی پاکدامنی کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

نادم و شرمندہ ہو کر معافی مانگے اور ندامت و شرمندگی یہ ہے کہ آئندہ پھر اس گناہ کا اعادہ نہ کرے۔

کبائر کی معافی توبہ پر موقوف ہے اور صغائر جن کو سیئات کہا جاتا ہے انکی معافی حسنات کے ذریعہ فرمانِ حق اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ علماء متکلمین کے یہاں یہ بات بھی زیر بحث آئی ہے کہ کبائر کی معافی آیا بغیر توبہ محض اجتناب عن الکبائر کی شرط کے ساتھ مشروط ہے یا مطلقاً نیکیاں انسان کے صغائر کو معاف کر دیتی ہیں دونوں قول منقول ہیں امام غزالیؒ کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ حسنات، بمنزلہ ادویہ ہیں اور طاعات و عبادات بمنزلہ علاج اور دوائیں اور اجتناب عن الکبائر بمنزلہ پرہیز کے ہے دوا اور علاج کی تاثیر پرہیز کے ساتھ پوری طرح باقی رہتی ہے اور بدپرہیزی کی صورت میں دوا کی تاثیر یا ختم ہو جاتی ہے یا ضعیف ہو جاتی ہے (تفصیل کے لیے مراجعت فرمائیں احیاء العلوم)

أَفَرَءَيْتَ الَّذِي تَوَلَّىٰ ﴿٣٣﴾ وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَ

بھلا تو نے دیکھا وہ جس نے منہ پھیرا اور لایا تھوڑا سا اور

أَكْدَىٰ ﴿٣٤﴾ أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَىٰ ﴿٣٥﴾

سخت نکلا کیا اسکے پاس خبر ہے غیب کی سو وہ دیکھتا ہے

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ﴿٣٦﴾

کیا اس کو خبر نہیں پہنچی جو ہے ورقوں میں موسیٰ کے

وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ﴿٣٧﴾ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ

اور ابراہیم کے جس نے پورا اتارا کہ اٹھاتا نہیں اٹھانے والا

وِزْرَ أُخْرَىٰ ﴿٣٨﴾ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴿٣٩﴾

بوجھ کسی دوسرے کا اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو کمایا

وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ﴿٤٠﴾ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ ﴿٤١﴾

اور یہ کہ اس کی کمائی اسکو دکھانی ہے پھر اسکو بدلہ دینا ہے اسکا پورا بدلہ

وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنتَهَىٰ ﴿٤٢﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ﴿٤٣﴾

اور یہ کہ تیرے رب تک ہے پہنچنا اور یہ کہ وہی ہے ہنساتا اور رلاتا

وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ﴿٤٤﴾ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ

اور یہ کہ وہی ہے مارتا اور جلاتا اور یہ کہ اُس نے بنایا جوڑا

الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿٤٥﴾ مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ﴿٤٦﴾ وَأَنَّ عَلَيْهِ

نر اور مادہ ایک بوند سے جب ٹپکائے اور یہ کہ اُس پر

النَّشْأَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿٤٧﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ﴿٤٨﴾ وَأَنَّهُ

لازم ہے دوسرا اٹھانا اور یہ کہ اُس نے دولت دی اور پونجی اور یہ کہ

هُوَ رَبُّ الشِّعْرَىٰ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ ﴿٥٠﴾

وہی ہے رب شعریٰ کا اور یہ کہ اُس نے کھپا دیئے عاد اگلے

وَثَمُودَ فَمَا أَبْقَىٰ ﴿٥١﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ

اور ثمود کو پھر باقی نہ چھوڑا اور نوح کی قوم کو اُس سے پہلے وہ تو تھے

كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ﴿٥٢﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ﴿٥٣﴾

اور بھی ظالم اور شریر اور اُلٹی بستی کو پٹکا

فَغَشَّاهَا مَا غَشَّىٰ ﴿٥٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ تَتَمَارَىٰ ﴿٥٥﴾ هَٰذَا

پھر اُس پر آیا جو آیا سو اب تو کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاوے گا یہ ایک

نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولَىٰ ﴿٥٦﴾ أَزِفَتِ الْآزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ

ڈر سنانے والا ہے پہلے ڈر سنانے والوں میں کا آ پہنچی آنے والی کوئی نہیں

لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ

اس کو اللہ کے سوا کھول دکھلانے والا کیا تم اس بات سے

اسکے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ اسکو دیکھ رہا ہے کہ قیامت میں جب عذاب ہوگا تو کوئی دوسرا شخص وہ عذاب بھرنے کیلئے اٹھالے گا اور مجھ کو اس سے سبکدوش کردے گا کیا اسکو خبر نہیں پہنچی اس بات کی جو حضرت موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اور نیز ابراہیم کے صحیفوں میں جس نے احکام کے ہر حکم کو پورا کیا تورات اور تورات کے علاوہ دیئے گئے موسیٰ کو کچھ صحیفے اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں جو مضامین مذکور ہیں اسکی خبر ان کو نہیں پہنچی حالانکہ وہ قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نازل ہوچکے تھے اور انکی باتیں لوگوں میں معروف ہیں اور قرآن کے سامنے پیغمبر بنیادی باتوں توحید، آخرت، جنت، جہنم، جزا و سزا جیسے امور میں متفق ہیں تو ان سب صحیفوں میں تھا یہ بات کھول کر بیان کر دی گئی ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے گنہگار کا بوجھ نہیں اٹھائے گا تو عجیب یہ بات ان اولوالعزم پیغمبروں کے صحیفوں میں مذکور ہے پھر اس قسم کا معاملہ کیسے کیوں کر لیا اور ان صحیفوں میں تو یہ بھی ہے کہ ہر انسان کے واسطے صرف وہی ہے جو اس نے سعی کی اور کیا، اور یہ کہ جب اسکی سعی و کوشش دیکھی جائے گی اور کسی کی جد وجہد اور عمل کوشش ضائع نہیں ہوگی خواہ خیر ہو یا شر پھر اسکو اسکی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ کیف انسانی کوشش کے ثمرہ اور نتیجہ یعنی کر کرتا رہتا ہے یہ نہیں کہ وہ نتائج اور ثمرات اعمال اس پر مرتب نہ ہوں۔

فلاسفہ اور معتزلہ نے اِذَا مَا سَعٰی کو ثمرات انسان کے استحقاق کے لئے سمجھا حالانکہ مدلول آیت سعی کا حصول یعنی انسان ہے لیکن سعی انسان کا ثمرہ ہی العمل ہے کہ سعی حاصل ہوکر ہی رہتی ہے یہ مطلب نہیں کہ انسان کو بس اس کی سعی کا ہی صلہ ملتا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا جس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ آرہی ہے۔

اور ان صحیفوں میں یہ بھی ہے کہ آپ کے پروردگار ہی کی طرف ہر چیز کا پہنچنا ہے وہی ذات ہر شے کا منتہیٰ ہے اسی طرف ہر ایک کا واپس آنا ہے اسی کی طرف ہر ایک کی حاجتیں پہنچتی ہیں اسی کی طرف ہر ایک عمل پہنچتا ہے اور اسی کی طرف ہر مخلوق کو لوٹ کر جانا ہے۔ وہی مبداء کائنات ہے اور وہی منتہیٰ بھی ہے اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے کیونکہ ہر غم اور خوشی کے اسباب اسی کے اختیار میں ہیں اور اسی کے حکم سے انسان پر یہ احوال و واقعات پیش آتے ہیں لہذا درحقیقت ہنسانے اور رلانے والی ذات اللہ ہی کی ہے اسی وجہ سے انسان کو چاہئے کہ ہر خوشی اور مسرت اللہ رب العزت سے مانگے اور ہر غم و رنج میں اپنے پروردگار ہی کو پکارے اور یہ کہ وہی موت دیتا ہے اور وہی حیات و زندگی دیتا ہے اور موت و حیات کا وہی خالق اور مالک ہے اور اسی نے جوڑا پیدا کیا دونوں قسموں نر و مادہ کا نطفہ کے ایک قطرے سے جب کہ وہ ڈالا جاتا ہے رحم میں جب حق تعالیٰ کی شان خالقیت کا یہ مشاہدہ تمام عالم کرتا ہے کہ اس نے جوڑے پیدا کئے انسانوں اور حیوانوں میں مذکر و مؤنث اور نر و مادہ اور دنیا کی ہر چیز یعنی خیر و شر، نفع نقصان، بلندی و پستی اور نور و ظلمت تو یہی ذات اعلیٰ و اجل کی خالقیت اور قدرت کے یہ سارے کرشمے عالم میں پھیلے ہوئے ہیں اس ذات کے لئے کیا مشکل ہے کہ قیامت میں دوبارہ انسان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سورت تلاوت فرمائی تو اس حکم خداوندی کی تعمیل میں فوراً سر بسجود ہوگئے اور اس مجلس میں جتنے مسلمان تھے وہ بھی سجدہ میں گر گئے اور اس مجلس پر کچھ انوار و تجلیات کا نزول ہوا کہ جو وہاں موجود مشرکین تھے وہ بھی بے ساختہ ہو کر اس کے عالم میں سجدہ میں گر پڑے البتہ ایک بوڑھا امیہ بن خلف جو شرک و کفر میں ایک مضبوط چٹان کی طرح تھا اسکو بظاہر یہ علامتیں غیبیہ اور انوار و تجلیات متاثر نہ کرسکے اور وہ اسی حالت میں بیٹھا رہا اور ایک مٹھی بھر مٹی اٹھا کر پیشانی سے لگا لی اور کہنے لگا کہ بس مجھے تو یہ کافی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔ یہی وہ واقعہ تھا سورۃ النجم کی تلاوت پر سجدہ کرنے کا جسکو صحیحین میں یوں کیا کہ سجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسجد معہ من حضرہ من المسلمین والمشرکین الا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ اس وقت وہاں جو بھی مسلمان تھے اور مشرک سب سربسجود ہوگئے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں قرآن کریم میں یہ سب سے پہلی سورت ہے جس میں آیت سجدہ نازل ہوئی۔

صحیحین کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صلوٰۃ الکسوف یعنی سورج گہن کی نماز میں جنت جہنم کے مناظر پیش کئے گئے اور آپ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا اے لوگو! خداوند عالم بڑا ہی غیور ہے اور اسی وجہ سے اس نے فواحش اور بے حیائیوں کو حرام فرمایا ہے مراد یہ تھی کہ بے حیائی کا ارتکاب کرنے والے شخص کو اس بات سے غافل نہ ہونا چاہئے کہ وہ خداوند عالم کی غیرت کو پامال کرکے خدا کے قہر و غضب کو دعوت دے رہا ہے اور اس صورت میں اسے اپنے انجام سے بے فکر نہ ہونا چاہئے۔

اور ایک حدیث میں ہے آپ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! اگر تم وہ بات جان لو جو مجھے معلوم ہے تو تم لوگ بہت تھوڑا ہنسو گے اور کثرت سے رویا کرو گے اور تم کو کبھی اپنے بستروں پر چین نہ آئے گا اور تم جنگلوں میں نکل جاؤ گے الغرض دنیا اور دین کی باتوں پر مذاق و تمسخر انتہائی جرم نہیں ہے اگر حق تعالیٰ کی عظمت و جلالت کا دنیا میں کسی کو اندازہ ہوجائے تو پھر اسکی تو یہ کیفیت ہوجائے کہ زندگی کے ہر عیش و راحت ہی کو بھول جائے گا۔

اور آیات کی تفسیر میں شان نزول سے قطع نظر کرتے ہوئے عمومی طور سے یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ اس موقع پر حق تعالیٰ شانہ نے ہر اس شخص کی ملامت فرمائی جو ابتداء میں دین کی طرف راغب ہوا مائل ہوا اور کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے لگے مگر پھر دل سخت ہوگیا اسکو چھوڑ بیٹھے اور بخل کرنے لگے تو اسکے حق میں فرمایا گیا کہ بھلا ایسا شخص بھی آپ نے دیکھا ہے کہ جو پہلے بے رخی اور روگردانی کی۔ ہو پھر وہ کچھ نرم دل ہوکر تھوڑا بہت اللہ کے لئے خرچ کرے مگر پھر سخت دل ہوجائے اور اس سلسلہ کو بند کردے تو کیا اسکو غیب کی خبر ہوگئی ہے کہ اگر تمام خرچ کردوں گا تو میں مفلس ہوجاؤں گا اور میرے پاس کچھ باقی نہ بچے گا تو کیا وہ قضاء و قدر کے معاملات دیکھ رہا ہے اور اسے نظر آگیا ہے کہ بس اس کے بعد اس کو کچھ نہ ملے گا پھر اس بخل کے بعد حقوق اللہ بھی ضائع کر رہا ہے اور حقوق العباد میں بخل کرکے ظلم اور

معصیت کا مرتکب ہو رہا ہے کیا اسکو کتب سماویہ اور ان اولو العزم پیغمبروں کے صحیفوں سے یہ بات معلوم نہیں کہ ہر انسان کو اپنے کئے ہوں کا قیامت کے روز بوجھ اٹھانا ہے اس غلط خیال میں نہ رہنا چاہیئے کہ وہاں کی پیش آنے والی سختیاں اور مصیبتیں کوئی دوسرا برداشت کرے گا پھر کی مناسبت کے ساتھ آخر سورت تک مضمون تحریر آجرہ کو فرمایا گیا (واللہ اعلم بالصواب)

قرآنی فیصلہ کہ ہر جدوجہد بارآور ہوتی ہے اور مسئلہ ایصال ثواب

آیت مبارکہ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى کی مراد سیاق وسباق سے متعین ہے کہ انسان کی جو بھی سعی اور کوشش ہے اس کا ثمرہ اور نتیجہ اسی پر ضرور مرتب ہوا کرتا ہے اللہ رب العزت نے جس طرح دنیوی نظام میں یہ چیز مقدر فرمادی ہے کہ انسان کی جدوجہد ہر کیف بارآور ہوتی ہے آخرت میں بھی یہی حال انسانوں کے اعمال وافعال کا ہے اس آیت کے ظاہر الفاظ کو پیش نظر رکھتے ہوئے فلاسفہ اور معتزلہ یہ کہتے ہیں جب یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کے لئے صرف اسی کی سعی ہے اور وہ اسی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ مردوں کو زندوں کی طرف سے ایصال ثواب نہیں ہو سکتا زندوں کے اعمال عبادت اور تلاوت سے اموات کو کوئی نفع نہیں تو ایصال ثواب کے منکر ہوتے اہل سنت اور جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ زندہ کی طرف سے میت کے لئے ایصال ثواب صحیح اور درست ہے آیات اور احادیث سے یہ ثابت ہے انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے درود وسلام اور مومنین صالحین کے حق میں دعائے مغفرت اپنے والدین اور اولاد کے لئے دعاء صلاح وفلاح یہ سب امور نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں انبیاء وصالحین کی شفاعت بھی ثابت ہے اگر آیت اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى کا یہ مفہوم لیا جاتا جس کے معتزلہ قائل ہیں تو یہ سب باتیں لغو اور بیکار ہونگی۔

حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی تصریح کی ہے کہ زندہ کی دعا واستغفار صدقہ خیرات اور تلاوت قرآن سے مردوں کو نفع پہنچتا ہے اور حاملین عرش کا اہل ایمان کے لئے دعا کرنا خود قرآن کریم میں موجود ہے۔

شیخ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر باب الحج عن الغیر میں لکھا ہے کہ احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت ہے کہ ___ مالی خیرات وصدقات اور بدنی خیرات مثل دعا، نماز، روزہ، اور تلاوت قرآن سے اموات کو ثواب پہنچتا ہے اور ان چیزوں سے انکو خوشی ہوتی ہے دوسروں کی طرف سے قربانی تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ماں باپ کی طرف سے صدقہ اور وقف اور حج صحیحین کی روایات میں ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت علیؓ ہمیشہ ایک قربانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کیا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْقَمَرِ

اس سورت کا نام القمر ہے، کیونکہ اس میں معجزۂ شق القمر کا ذکر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات عظیمہ میں سے ایک واضح اور روشن معجزہ ہے جس کو قرآن حکیم نے دلیل نبوت کے طور پر بیان کرنے کے ساتھ قیامت کی نشانی اور اس کے قریب آجانے کی علامت بتایا، روایات متواترہ سے ثابت ہے کہ مشرکین مکہ نے آپ سے سوال کیا کہ آپ ہم کو کوئی نشانی دکھائیے جس سے ہم سمجھیں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ چاند کے دو ٹکڑے کر دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے، ان کے اس وعدہ پر آپ نے دعا کی، یہ چودہویں رات تھی دعا قبول ہوئی اور حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت عظیمہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اور کفار قریش نے بھی اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر لیا کہ اس کا نصف حصہ صفا پہاڑ پر تھا اور نصف جبل قیقعان پر اور آپ نے ان کو فرمایا دیکھو اور گواہ رہو۔ نہ صرف یہ کہ اہل مکہ ہی نے اس کا مشاہدہ کیا بلکہ جو لوگ اطراف و جوانب سے آئے انہوں نے بھی یہی حال بتایا کہ ہم نے فلاں شب چاند کو شق ہوتے ہوئے دیکھا، اسی عظیم الشان معجزہ کے بیان سے سورت کی ابتداء فرمائی گئی جو سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا واضح اور روشن ترین ثبوت تھا اسکے بعد ان قوموں پر وعید و تنبیہ فرمائی گئی جو اللہ کی نشانیوں کو دیکھنے کے بعد بھی اللہ پر ایمان لانے کے واسطے تیار نہیں ہوئے۔

پھر اختتام سورت پر اہل شقاوت کی گمراہی اور ہلاکت کا بیان فرمانے کے بعد اہل ایمان و تقویٰ کا ذکر فرمایا گیا جیسا کہ قرآن کریم کا طرز بیان ہوتا ہے کہ ترہیب کے مضامین کے بعد ترغیب کے مضامین لائے جاتے ہیں تو اسی اسلوب عجیب کے مطابق اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ پر سورت ختم فرمائی گئی۔

آیاتہا ۵۵ ۵۴ سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ ۳۷ رکوعاتہا ۳

سورۂ قمر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچپن آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝١ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً

پاس آ لگی وہ گھڑی اور پھٹ گیا چاند اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی

يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝٢ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا

ٹال دیں اور کہیں کہ یہ جادو ہے چلا آتا اور جھٹلایا اور چلے اپنی

اَهْوَاۗءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝٣ وَلَقَدْ جَاۗءَهُمْ مِّنَ

چاؤ پر اور ہر کام ٹھہر رہا ہے وقت پر اور پہنچ چکے انکو احوال

الْاَنْۢبَاۗءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝٤ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝٥

جتنے میں ڈانٹ ہو سکتی ہے پوری عقل کی بات ہے پھر کام نہیں کرتے ڈر سنانے

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝٦

سو تو ہٹ آ ان کی طرف سے جس دن پکارے پکارنے والا ایک ان دیکھی چیز کو

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ

جھکی ہوئی آنکھیں نکل پڑیں قبروں سے جیسے

جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝٧ مُّهْطِعِيْنَ

ٹڈی بکھری ہوئی دوڑتے جاویں

اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ

پکارنے والے کی طرف کہتے

الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا

منکر یہ

يَوْمٌ عَسِرٌ ۝٨

دن مشکل آیا

اور وعظ و تنبیہ سے کوئی اثر ہو اس قابل نہیں کہ انکی طرف توجہ کی جائے تو بس آپ روگردانی کیجئے ان سے۔ ایسے بدبختوں سے اب کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ ہدایت قبول کریں گے بس انتظار کیجئے اس دن کا جس دن پکارنے والا پکارے گا ایک ہماری ہی ناگوار چیز کی طرف وہ میدان حشر میں حساب کے واسطے پکارا جانا ہوگا جو کافر و مجرم کے واسطے شدید ناگوار چیز ہے حالت یہ ہوگی انکی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی قبروں سے نکلتے ہوں گے اس طرح کہ گویا وہ بکھری ہوئی ٹڈیوں کا غول ہیں دوڑتے ہوں گے اپنی گردنوں کو دراز کیے ہوئے پکارنے والے کی جانب یہ ایسا منظر ہوگا کہ ہر کافر کہتا ہوگا کہ یہ دن تو بہت سخت ہے ظاہر ہے کہ بارگاہ خداوندی کی حاضری اور حساب کے پیش ہونے کا فکر کے لئے کوئی آسان کام نہیں یہ شدت اور ہیبت تو انکے واسطے ہر آنے والے عذاب سے زیادہ شدید ہوگی۔ لیکن جس کسی کا حساب پاک و صاف ہو اسکو اعلان حساب اور پیشی کا کوئی فکر نہیں ہوتی اسی طرح اہل ایمان دلوں کا بے فکر اور مطمئن ہوں گے اور بڑے ہی انبساط و خوشی سے میزان اعمال کی طرف جاتے ہوں گے حتیٰ کہ ان پر یوم الحساب کی پیشی کسی فرض نماز کی رکعت کے قیام سے زیادہ دشوار محسوس نہ ہوگی جب کہ کافروں اور مجرموں کے پسینے چھوٹ رہے ہوں گے اور ہر کوئی پسینہ میں غرق ہوگا کسی کے منہ تک اور کسی کے سینہ تک اور کسی کے گھٹنوں اور پاؤں تک پہنچا ہوگا۔

(کما ورد فی الاحادیث)

مشاہدہ اور تواتر سے معجزہ شق القمر کا ثبوت

معجزہ شق القمر کا وقوع قرآن کریم، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے اور علاوہ ازیں تاریخی نقول سے اس کا مشاہدہ بھی ثابت ہے ظاہر ہے کہ جس چیز کا ثبوت کلام خداوندی، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشاہدہ سے ہو چکا ہو اس کا انکار یا اسکی تاویل خلاف عقل ہے اس پر بلا تردد ایمان لانا لازم ہے جس طرح قرآن کریم کی تصریحات کی وجہ سے جنت و جہنم پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا اسی طرح قرآن کریم کی ہر بیان کردہ چیز پر ایمان لائے بغیر ایمان کا تصور نہیں کیا جا سکتا اگر قرآنی تصریحات اور قطعیات میں تاویل کا دروازہ کھول دیا جائے تو پھر نہ تو ایمان بالآخرۃ رہے گا اور نہ جنت و جہنم کی حقیقت کا کوئی مسئلہ باقی رہ سکتا ہے تو جس قرآن حکیم نے ہم کو قیامت جیسے عظیم الشان واقعہ کی خبر دی اور ہمارا اس پر ایمان ہے تو اسی قرآن نے ہمیں شق القمر کے واقعہ کی بھی خبر دی تو جب قیامت پر ایمان ہے تو پھر شق قمر جو قیامت سے زیادہ کوئی عجیب و عظیم شے نہیں اس پر ایمان لانے میں

نافرمانی ہو تو پھر ترجمہ اس طرح ہوگا۔ بس نہیں کام دیتیں انکو ڈرانے والی چیزیں اور ایسے عبرتناک واقعات سے انکو کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ۱۲

کیا تامل کیا جا سکتا ہے امام بخاریؒ اور حافظ ابن کثیرؒ نے اس واقعہ کے متعلق تواتر کا دعویٰ کیا ہے اور یہی واقعی تواتر سے ثابت ہے۔

فلسفہ اور طبعیات نے شق القمر کو محال قرار دیتے ہوئے انکار کیا اور بعض لوگوں نے اس کی تاویل کی کہ یہ قیامت کے روز پیش آنے والے شق قمر کا ذکر ہے کہ جب قیامت آئے گی اس وقت چاند پھٹ جائے گا۔

فلسفہ اور ملحدین کا شق قمر کو محال قرار دینا خود خلاف عقل ہے یہ ایک محض دعویٰ ہے جس پر ان کے پاس کوئی ثبوت اور برہان قطعی نہیں اولاً تو یہ سمجھنا قابل لحاظ ہے کہ چاند ہو یا سورج اللہ کی کوئی مخلوق ہو وہ یہ سب اجسام ہیں اور دلیل عقلی سے یہ بات لازم ہے کہ ہر جسم کا اجزاء کی طرف منقسم ہونا اور پھر اسکے اجزاء کا مل جانا ممکن ہے اور اس میں کسی قسم کا استبعاد نہیں جس پروردگار نے اپنی قدرت کاملہ سے ان اجزاء کو جوڑ کر جسم مستقیم بنایا ہے وہ انکو تقسیم کرنے اور ٹکڑے کرنے پر قادر ہے علماء کے نزدیک جسم متصل کا منفصل اور منفصل کا متصل ہونا ممکنات میں سے ہے اس دلیل سے جہاں شق قمر کا ثبوت مل رہا ہے، اس کے ساتھ وقوف شمس اور رد شمس کا معجزہ بھی ثابت ہو جاتا ہے اور اس پر بھی فلسفیانہ قسم کا کوئی اشکال نہیں رہتا۔

حضرت یوشع بن نون جو بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے جبارین سے جہاد کر رہے تھے بحکم خداوندی آفتاب ٹھہر گیا جب تک کہ بیت المقدس کا فتح ہونا مقرر تھا فتح واقع ہو گئی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں رد شمس کا واقعہ بھی ہے کہ آپ کی دعا سے سورج غروب ہونے کے بعد واپس ہو گیا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ چاند کے ٹکڑے ہو جانا یا آفتاب کا ٹھہر جانا اور لوٹ جانا فی نفسہ عظیم الشان امر ہے اور امر معتاد بھی یہ نہیں ہے لیکن عقلاً اسکو تسلیم کرنے میں کوئی وجہ تامل نہیں کیونکہ آفتاب و ماہتاب کی حرکت فلکی اور طلوع و غروب سب اللہ کے حکم اور اسکی قدرت سے ہے تو محرک اصلی اللہ رب العزت ہے وہ جب چاہے ان اجرام کی حرکت کو روک دے اجرام علویہ ہوں یا اجرام سفلیہ آسمان ہو یا زمین، بحر و بر سب کی حرکت و سکون اسی کے قبضہ قدرت میں ہے زمین کو متحرک مانو یا آسمان کو بہر کیف اس امر پر مجبور ہونا پڑے گا کہ زمین اور اس کی حرکت خدا کے ہاتھ میں ہے الغرض جو چیز وحی الٰہی، اخبار متواترہ، نیز مشاہدہ سے ثابت ہو اس کا انکار یا اس میں تردد خلاف عقل ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کوئی نشانی دکھائیں۔ تاکہ ہم آپ کی نبوت مان لیں اس پر آپ نے چاند کو دو ٹکڑے کر کے ان سے فرمایا دیکھو اور گواہ رہو اور جبیر بن مطعمؓ کی روایت میں ہے کہ شق قمر پر قریش کے لوگ کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے اسکو سن کر بعض لوگ کہنے لگے کہ اگر ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا تو یہ ممکن نہیں ہے کہ سب کی آنکھوں پر جادو کر دیں۔ اس کے بعد ان

لوگوں نے مکہ کے باہر سے آنیوالے قافلوں سے پوچھنا شروع کیا تو ہر قافلہ یہ بتاتا کہ ہاں ہم نے بھی یہ عجیب واقعہ دیکھا ہے۔ الغرض یہ احادیث صحیحہ اور قرآن کریم کا واضح بیان بھی بتا رہا ہے کہ شق قمر کا واقعہ حقیقۃً ہو چکا ہے۔

آیت مذکورہ اقتربت الساعۃ کی تفسیر میں علامہ آلوسیؒ نے تفسیر روح المعانی؎ میں یہ روایت بیان فرمائی ہے کہ ہجرت مدینہ سے تقریباً پانچ سال قبل ایک مرتبہ مشرکین مکہ جمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے جن میں ولید بن مغیرہ، ابو جہل، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، اسود بن عبد یغوث، اسود بن عبد المطلب، زمعہ بن الاسود، نضر بن حارث وغیرہ وغیرہ بھی تھے آپ سے یہ درخواست کی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اپنی نبوت کا کوئی خاص نشان دکھائیں اور ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا کہ چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھاؤ رات کا وقت تھا اور چودھویں شب کا چاند طلوع کئے ہوئے تھا آپ نے فرمایا اچھا اگر یہ معجزہ دکھلا دوں تو ایمان بھی لے آؤ گے لوگوں نے کہا ہاں ہم ایمان لے آئیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق جل شانہ سے دعا کی اور انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ کیا اسی وقت چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا جبل ابی قبیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا جبل ابی قیقعان پر تھا دیر تک لوگ حیرت سے دیکھتے رہے حیرت کا یہ عالم تھا کہ اپنی آنکھوں کو کپڑوں سے پونچھتے تھے اور چاند کی طرف دیکھتے تھے تو صاف دو ٹکڑے نظر آتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت یہ فرما رہے تھے اشہدوا اشہدوا اے لوگو! گواہ رہو لوگو! گواہ رہو، عصر و مغرب کے درمیان جتنا وقت ہوتا ہے اتنی دیر تک چاند اسی طرح رہا اور اسکے بعد پھر ویسا ہی ہو گیا۔ مشرکین مکہ نے کہا کہ محمد نے تم پر جادو کر دیا ہے بہتر ہے کہ تم باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرو اور ان سے دریافت کرو کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ محمد تمام لوگوں پر جادو کر دیں اگر وہ بھی اسی طرح اپنا مشاہدہ بیان کریں تو سچ ہے اور اگر یہ کہیں کہ ہم نے نہیں دیکھا تو سمجھنا کہ محمد نے تم پر سحر کیا ہے چنانچہ مسافروں سے دریافت کیا گیا ہر طرف سے آنے والے مسافروں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ ہم نے شق قمر دیکھا ہے مگر ان شہادتوں کے باوجود بھی یہ مشرکین ایمان نہ لائے اور یہ کہا کہ یہ سحر مستمر ہے یعنی عنقریب اس کا اثر زائل ہو جائے گا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۔ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ۔

جیسا کہ بیان کیا گیا معجزہ شق قمر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہونا قرآن کریم اور احادیث متواترہ اور اسانید صحیحہ اور قویہ سے ثابت ہے اور اس کی بناء پر سلف اور خلف کا اجماع ہے اور کسی شاذ و نادر نے جو انشق القمر بصیغہ ماضی کو معنی سینشق القمر لیا ہے وہ صراحۃً ظاہر قرآن اور احادیث صریحہ اور صحیحہ اور تصریحات سلف و خلف کے خلاف ہے قابل التفات نہیں اور کسی صورت میں آگے

؎ روح المعانی ج ۲۷

کا مضمون وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا سے معنی ہو جاتے کیونکہ اس لیے کہ قیامت کے واقع ہونے پر تو کسی کے اعراض اور بے رخی کا امکان ہی نہیں رہتا۔ واقعہ شق القمر کی جو تفصیل ہم نے ذکر کی ہے وہ البدایہ والنہایہ للحافظ ابن کثیر ص ۱۱۸ ج ۳ اور فتح الباری ص ۱۳۸ ج ۷ باب انشقاق القمر سے لی ہے حضرات اہل علم اصل کی مراجعت فرمائیں۔

مخالفین اسلام کا معجزۂ شق القمر پر اعتراض اور اس کا جواب

مخالفین اسلام اس معجزہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اول تو یہ بات محال اور ناممکن الوقوع ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں دوسرے یہ کہ اس واقعہ کا کسی تاریخ میں ذکر نہیں۔ جواب یہ ہے کہ آج تک کسی دلیل عقلی سے اس قسم کے واقعہ کا محال اور ناممکن ہونا ثابت نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جس طرح اجسام سفلیہ میں کون و فساد عقلاً محال اور ناممکن نہیں اسی طرح اللہ کی قدرت اور مشیت سے اجسام علویہ میں بھی کون و فساد محال نہیں خداوند ذوالجلال کی قدرت کے اعتبار سے آسمان اور زمین شمس اور قمر، شجر اور حجر برابر ہیں جس خدا نے شمس و قمر کو بنایا ہے وہ خدا انکو توڑ بھی سکتا ہے اور جوڑ بھی سکتا ہے بہر حال اس قسم کی خوارق کا بطور قطعی محال نہیں ہاں مستبعد اور مستغرب ضرور ہے اور ہر معجزہ کے لیے مستبعد ہونا ضروری ہے جو لوگ محض استبعاد کی بنا پر محال قرار دیتے ہیں انکو محال اور مستبعد کا فرق بھی معلوم نہیں رہا یہ امر کہ اس واقعہ کا ذکر تاریخوں میں نہیں تو صدہا اور ہزارہا ایسے عجیب و غریب واقعات ہیں جو وقوع میں آئے مگر تاریخوں میں انکا ذکر نہیں تورات اور انجیل میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کا کسی تاریخ میں کہیں نام و نشان نہیں نیز شق قمر کا واقعہ رات کا واقعہ ہے جو عموماً لوگوں کے آرام کا وقت ہے جو صرف تھوڑی دیر کے لیے رہا اس لئے اگر عام طور پر لوگوں کو اس کا علم نہ ہوا ہو تو تعجب نہیں بسا اوقات چاند اور سورج گہن ہوتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو علم بھی نہیں ہوتا نیز اختلاف مطالع کی وجہ سے بہت سے مقامات پر اس وقت دن ہوگا اور کسی جگہ آدھی رات ہوگی عموماً لوگ سوتے ہوں گے اور جاگتے آسمان کے نیچے بھی ہوں تو عادۃً یہ ضروری نہیں ہے کہ سب لوگ آسمان کی طرف نظریں اٹھائے تک رہے ہوں اور زمین پر پھیلی ہوئی چاندنی پر کوئی فرق چاند کے ٹکڑے ہونے سے نہیں آسکتا بارہا چاند گہن لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ البتہ تاریخ فرشتہ میں اس کا ذکر موجود ہے اور شیخ الاسلام حضرت شبیر احمد عثمانیؒ نے اسی کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ہے ہندوستان میں مہاراجہ مالیبار کے اسلام کا سبب مؤرخین اسی واقعہ کو لکھتے ہیں اگر عام تاریخوں میں یہ واقعہ مذکور نہیں تو اس سے اس واقعہ کی تکذیب کیسے ہو سکتی ہے یوں تو عام تاریخوں میں قوم عاد و ثمود کے بھی واقعات نہیں ملتے نیز اس معجزہ سے مقصود فقط اہل مکہ کو دکھلانا اور ان پر حجت تمام کرنا تھا وہ مقصود حاصل ہو گیا اور

الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ

قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا جھٹلایا عاد نے پھر کیسا ہوا

كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا

میرا عذاب اور میرا ڈرانا ہم نے بھیجی اُن پر باؤ تھری سناتی

فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ

کی ایک نحوست کے دن۔ جو چلی گئی اُکھاڑ ماری لوگوں کو جیسے وہ جڑیں کھجور کی

نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَلَقَدْ

ہیں اُکھڑی پڑی پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا اور ہم نے

يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ كَذَّبَتْ

آسان کیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا جھٹلایا

ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ

ثمود نے ڈر سنانے والوں کو پھر کہنے لگے کیا ایک آدمی ہم میں کا ہم اسکے کہنے پر چلیں گے تو ہم

اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ

غلطی میں پڑے اور سودا میں کیا اُتری اسی پر سمجھوتی ہم سب میں

بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ

سے کوئی نہیں یہ تو جھوٹا ہے بڑائی مارتا اب جان لیں گے کل کو کون ہے

الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ

جھوٹا بڑائی مارتا ہم بھیجتے ہیں اونٹنی ان کے جانچنے کو سو دیکھتا رہ

فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ

اُن کو اور ٹھہرا رہ اور سنا دے ان کو کہ پانی کا بانٹا ہے ان میں

كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى

ہر باری پر پہنچنا چاہیے · پھر پکارا انہوں نے اپنے رفیق کو · پھر ہاتھ چلایا

فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا

پھر کاٹ ڈالا · پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا · ہم نے بھیجی ان پر

عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ

ایک چنگھاڑ · پھر رہ گئے جیسے روندی باڑ کانٹوں کی · اور ہم نے

يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾ كَذَّبَتْ

آسان کیا قرآن سمجھنے کو · پھر ہے کوئی سوچنے والا · جھٹلایا

قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ

لوط کی قوم نے ڈر سنانے والوں کو · ہم نے بھیجی ان پر باؤ پتھراؤ کی · مگر

اٰلَ لُوْطٍ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا كَذٰلِكَ

لوط کے گھر کے (لوگوں کو) بچا دیا ہم نے پچھلی رات سے · فضل سے اپنی طرف کے · یوں

نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا

بدلہ دیتے ہیں ہم اس کو جو حق مانے · اور وہ ڈرا چکا ان کو ہماری پکڑ سے

فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ

پھر لگے مکرانے ڈرانے کو · اور اس سے لینے لگے اس کے مہمان

فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ

پھر ہم نے مٹا دیں ان کی آنکھیں · اب چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا · اور پڑا

صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ

ان پر صبح کو سویرے عذاب جو ٹھہر رہا تھا · اب چکھو میرا عذاب

أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰٓئِكُمْ أَمْ لَكُمْ

اب تم میں جو منکر ہیں کچھ بہتر ہیں ان سب سے یا تم کو

بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ

فارغ خطی لکھی گئی ورقوں میں کیا کہتے ہیں ہم سب کا

جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ﴿٤٤﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ

جتھا ہے بدلہ لینے والے اب شکست کھائے گا یہ مجمع اور

يُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ

بھاگیں گے پیٹھ دے کر بلکہ وہ گھڑی ہے ان کے وعدہ کا وقت اور وہ گھڑی

أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ﴿٤٦﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٤٧﴾

بڑی آفت ہے اور بہت کڑوی جو لوگ گنہگار ہیں غلطی میں ہیں اور سودا میں

يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ

جس دن گھسیٹے جاویں گے آگ میں اوندھے منہ چکھو مزہ

سَقَرَ ﴿٤٨﴾ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَمَآ أَمْرُنَآ إِلَّا

آگ کا ہم نے ہر چیز بنائی پہلے ٹھہرا کر اور ہمارا کام یہی

وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَآ أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ

ایک دم کی بات ہے جیسے لپک نگاہ کی اور ہم کھپا چکے ہیں تمہارے ساتھ والوں کو پھر ہے

مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَكُلُّ

کوئی سوچنے والا اور جو چیز انہوں نے کی ہے لکھی گئی ورقوں میں اور ہر

صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾

چھوٹی اور بڑی لکھنے میں آچکی جو لوگ ڈر والے ہیں باغوں میں ہیں اور نہروں میں

ہو یا گمراہی، سعادت ہو یا شقاوت، نیکی ہو یا بدی، غربت ہو یا امیری، تندرستی ہو یا بیماری، ہر چیز اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور تقدیر کے مطابق بنائی ہے اس میں دنیا کی عمر اور اسکے فنا کا وقت بھی ہے جو قیامت کی صورت میں ظاہر ہوگا اور ہمارا کام تو بس ایک دم کی بات ہے جیسے نگاہ کا جھپکنا اور آخر قریش مکہ کو کس بات پر غرور یا اعتماد ہے اور یاد رکھو ہم تو ہلاک کر چکے ہیں اے قریش مکہ بہت سی تم جیسی قوموں کو جن کے پاس تم سے زیادہ ساز و سامان اور قوت و اقتدار تھا تو ہے کیا کوئی شخص تم میں سے عبرت حاصل کرنے والا اور ان لوگوں کو کبھی بھی اس بات سے غافل نہ ہونا چاہئے کہ جو بھی کچھ انہوں نے کیا وہ صحیفوں میں لکھا ہوا محفوظ ہے اور ہر چھوٹی اور بڑی چیز لکھی جا چکی ہے تو ایمان و کفر اور نیکی و بدی ہر چیز اور ہر عمل لکھ لیا گیا اور یہی قضا کا قانون ہے جس کے مطابق روز آخرت مجرمین کو سزا بھگتنی پڑے گی لیکن ان کے بالمقابل بے شک اللہ سے ڈرنے والے ایمان والے باغوں اور نہروں میں ہوں گے کہ ان کے رہنے کے واسطے باغ و محل ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ بیٹھے ہوں گے سچائی کے ٹھکانے میں عزت و اکرام کے ساتھ حقیقی والے ہوں گے اپنے اس بادشاہ کے نزدیک جو ہر چیز پر بڑی ہی قدرت اور اقتدار رکھنے والا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ اس عزت و شرف کا یہ مقام جنت اور رب العالمین کے نزدیک بیٹھنا یہ اس کامیابی کا

تقدیر خداوندی کا جب انکار کرنے لگے تو حضرت مجاہدؒ اس آیت اور اس قسم کی دیگر آیات سے فرقہ قدریہ اور منکرین تقدیر کا رد کیا کرتے تھے عطاء بن ابی رباحؒ سے منقول ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس پہنچا جبکہ وہ زمزم سے پانی نکال رہے تھے اور کپڑے نیچے کی طرف سے بھیگے ہوئے تھے میں نے عرض کیا اے ابن عباس مسئلہ تقدیر میں لوگ کچھ بحث بازی اور قیل و قال کرنے لگے ہیں تو فرمایا خدا کی قسم یہ آیت ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ۔ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۔ سوائے ان لوگوں کے اور کسی کے بارہ میں نہیں نازل ہوئی اور اسکے بعد فرمایا اولٰئک شرار الخلق۔ یہ اللہ کی مخلوق میں بدترین مخلوق ہے۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر امت کے مجوس ہوتے ہیں میری امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں تقدیر الٰہی کوئی چیز نہیں اور قضاء و قدر کا انکار کرتے ہیں۔

مسئلہ تقدیر دین اسلام کے عقائد قطعیہ میں سے ایک بنیادی عقیدہ ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے اس میں تردد یا انکار گمراہی و کفر ہے اور کٹ حجتی بدعت ہے اور اللہ اور اسکے رسول کی ناراضگی کو دعوت دینا ہے ایک دفعہ کچھ لوگ اس مسئلہ میں بحث کر رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پر سخت ناراض ہوئے اور انکو تنبیہ فرمائی اس مسئلہ کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ہر اس شخص کو اہل ایمان نے اپنے صدق قلب سے ایمان قبول کر کے پھر سچائی کے ساتھ اپنے وعدوں پر قائم رہ کر صورت میں اختیار کی اور یقیناً یہ مجلس عز و شرف کی وہ مجلس ہے جس سے بڑھ کر کوئی صداقت کی متصور مجلس نہیں ہو سکتی اور ایسے معزز سکان دو مجلس کے ساتھ خالق کونین کا قرب عز و کرامت و برتری کا باعث ہوگا۔

میرے استاذ محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت پر فائدہ تحریر فرماتے ہوئے جو کلمات دعائیہ فرمائے تھے وہی دعا پر اس سورت کی تفسیر ختم کرتا ہوں اللھم وفقنا علیہ طلبت مقتدر۔ کما کتبتہ من امر یکون کاشفہ فی الآخرۃ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

تم بحمد اللہ تفسیر سورۃ القمر۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الرحمٰن

سورۃ الرحمٰن مدنیہ ہے عام طور پر مفسرین نے یہی بیان کیا ہے کہ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی بعض مفسرین نے اسکو مکیہ بھی کہا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں یہ سورت نازل ہوئی اور آپ نے اسکے نزول کے بعد صحابہ کو ایک مجمع میں یہ سورت اول سے آخر تک پڑھ کر سنائی اکثر آیات ذہن میں رکھو یہ۔

سورۃ الرحمٰن کے کلمات کی عظمت ذوق اور انکا حسن وجمال قدرت ہر سننے والے کو بدیہی طور پر محسوس ہوتا ہے اس سورت کا حسن وزینت اور عروج بلاغت اسی سے واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لکل شیء عروسا وعروس القرآن الرحمٰن، کہ ہر چیز کی ایک زینت دلہن ہوتی ہے جو اپنی خوبصورتی سے دلہن نظر آتی ہے اور قرآن کریم کی عروس سورۃ الرحمٰن ہے۔

ابتداء سورت میں حق تعالیٰ شانہ کی ایک عظیم الشان اور ظاہر و باہر نعمتوں کا ذکر ہے کہ انسانی فکر و عقل بھی جن کا اندازہ کرنے سے عاجز ہے انسان کی تخلیق اور اس میں وہ ودیعت رکھے جو حسن کمال نطق و گویائی علم و فہم کے ذکر کے بعد شمس و قمر نجم و شجر ارض و سما جیسے عظیم قدرت خداوندی کے مظاہر بیان کرتے ہوئے تمام کائنات کا پروردگار عالم کے سامنے سجدہ ریز اور فرمانبردار ہونا بیان کیا اور نظام عالم کا اسکے فرمان کے مطابق قائم رہنا بیان فرمایا اسی کے ساتھ حق تعالیٰ نے اپنی صفات الوہیت اور عظمت کبریائی کا ذکر فرمایا اور

بلکہ انسان کی سعادت کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے رب کی اطاعت کرے اس کی نافرمانی سے حفاظت رہے یعنی پہلے انسان کو اپنے اعمال کی جزاء و سزا سے غافل نہ ہونا چاہئے اسی ضمن میں یہ بھی فرما دیا گیا کہ مطیعین پر انعام و کرم کس طرح ہوگا اور مجرمین کیسے کیسے ہولناک عذاب و خطرات میں مبتلا ہوں گے اور ان کی ذلت و رسوائی کیسی ہوگی۔

امام ترمذیؒ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صحابہؓ کے مجمع میں تشریف لائے تو اس مجمع میں آپ نے اول سے آخر تک سورۂ الرحمٰن تلاوت فرمائی حضرات صحابہ خاموش بیٹھے سنتے رہے آپ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! میں نے یہ سورت جنوں کو سنائی تو ان کی تلاوت کو سن کر انہوں نے جواب دیتے رہے بہ نسبت تمہارے کہ تم خاموش بیٹھے ہو میں ان سے جب بھی یہ آیت پڑھتا فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ تو کہ اے جن و انس تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے تو جن ہر مرتبہ اس آیت کو سن کر کہتے لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِّعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ۔ یعنی اے ہمارے پروردگار ہم تیری نعمتوں میں سے کسی بھی نعمت کا انکار نہیں کر سکتے بس تیرے ہی واسطے ہر طرح کی تعریف و ثنا ہے۔

فقہاء حنفیہ و مالکیہ اور اکثر اہل علم نے فرمایا ہے کہ خارج صلوٰۃ جب بھی سورۂ رحمٰن تلاوت کی جائے تو سننے والوں کے لئے یہ سنت طریقہ یہی ہے کہ آیت مذکورہ سننے پر جواباً یہ کلمات کہا کریں۔ البتہ دوران نماز کیونکہ استماع و انصات لازم ہے چاہئے دل ہی دل میں اس مضمون کا تصور کرے۔

* * *

آیاتہا ۷۸ (۵۵) سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ (۹۷) رکوعاتہا ۳

سورۂ رحمٰن مدنی ہے اور اس کی اٹھتر آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ۭ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ۙ عَلَّمَهُ

رحمٰن نے سکھایا قرآن بنایا آدمی پھر سکھلایا اس کو

الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝۠ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ

بات سورج اور چاند کو ایک حساب ہے اور جھاڑ اور درخت

يَسْجُدَانِ ۝٦ وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝٧ أَلَّا

لگے ہیں سجدے میں | اور آسمان کو | اونچا کیا | اور رکھی | ترازو | کہ مت

تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝٨ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا

زیادتی کرو | ترازو میں | اور سیدھی | ترازو تولو انصاف سے | اور مت

تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝٩ وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ۝١٠ فِيهَا

گھٹاؤ | تول | اور زمین کو رکھا | واسطے خلق کے | اس میں

فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۝١١ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ

میوہ ہے | اور کھجوریں جن کے میوے پر غلاف | اور اناج جس کے ساتھ بھس ہے

وَالرَّيْحَانُ ۝١٢ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝١٣ خَلَقَ الْإِنْسَانَ

اور پھول خوشبو | پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں | بنایا | آدمی

مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝١٤ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ

کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا | اور بنایا جان | لپٹ سے

مِنْ نَارٍ ۝١٥ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝١٦ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ

آگ کی | پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے | مالک دو مشرق کا

وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝١٧ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝١٨ مَرَجَ

اور مالک دو مغرب کا | پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے | چلائے

الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۝١٩ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ ۝٢٠ فَبِأَيِّ

دو دریا ملکر چلتے | ان میں ہے ایک پردہ زیادتی نہیں کرتے | پھر کیا کیا

آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝٢١ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝٢٢

نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے | نکلتا ہے ان سے موتی | اور مونگا

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اور اسی کے ہیں جہاز اونچے

فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾

ٹھہرے دریا میں جیسے پہاڑ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔

انعاماتِ ربّ جلیل بر انسان بعطاء وصف بیان

و تعلیم قرآن بفیضان نعماء جسمانیہ و روحانیہ

قال اللہ تعالیٰ: اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ

ربط: سورۂ قمر میں دلائل نبوت اور معجزات عظیمہ کا بیان تھا اور امم سابقہ کے احوال ذکر فرمائے گئے کہ کس طرح انہوں نے اپنے پیغمبروں کا انکار کیا اور ان پر ایمان نہ لائے جس کے باعث عذاب خداوندی سے ان کو ہلاک و برباد کر دیا گیا جس سے مقصود یہ تھا کہ مخاطب کو متنبہ کرنا تھا کہ وہ ان احوال و واقعات کو سوچ کر اپنے انجام کے بارہ میں غور و فیصلہ کر لیں تو اسکے بعد حق تعالیٰ شانہ نے ان انعامات خاصہ کا ذکر فرمایا جو انسان پر کیے گئے ان انعامات میں بالخصوص کائنات کی تخلیق اور ان تمام اشیاء سے انسان کا متمتع ہونا ذکر فرمایا اور یہ کہ جب حق تعالیٰ نے کائنات کی تمام نعمتوں سے انسان کو متمتع کیا ہے تو انسانی فطرت اور عقل کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور یہ کہ ہر مخلوق اللہ کے حکم کے تابع ہو اسی کی مطیع ہے یہ انسان کو اللہ نے خاص شرف عطا کیا ہے کہ وہ اپنے کسب و ارادہ سے ایمان و ہدایت کو اختیار کر کے آخرت کی جزاء اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور نعمتوں کا مستحق بنتا ہے تو ارشاد فرمایا۔

رحمٰن ہی ہے جس نے قرآن سکھایا جو اس کی عطاؤں میں سب سے بڑی عطا اور نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت اور دولت ہے بنایا ہے اسی نے انسان کو پھر سکھایا اس کو بات کرنا اور نطق و گویائی کی نعمت سے سرفراز کیا جس کے باعث وہ اللہ کا کلام پڑھ سکے اور تلاوت کر سکے ورنہ تو ممکن نہ تھا کہ انسان کلام الٰہی کی دولت سے اور نعمت سے متمتع ہو سکے پھر اسی قوت گویائی سے یہ انسان کلام الٰہی کے حقائق و معارف لوگوں کو سنائے، خیر کی دعوت دے اور شر سے منع کرے تو یہ سب ثمرات قوت گویائی ہی پر مرتب ہیں، سورج اور چاند ایک حساب کے ساتھ جاری ہیں اور بوٹیاں اور درخت اللہ رب العزت کے سامنے سجدہ میں مشغول ہیں اسی طرح علویات میں چاند سورج اور ستارے اور سفلیات میں نباتات و شجر و حجر سب ہی اللہ کی بندگی میں

الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾

اور تعظیم والا ۔ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ؟

يَسْـَٔـلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ

اس سے مانگتے ہیں جو کوئی ہیں آسمانوں میں اور زمین میں ۔ ہر دن اسکو

فِيْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ

ایک دھندا ہے ۔ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ۔ ہم فارغ ہوئے جاتے ہیں تمہاری

اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ يٰمَعْشَرَ

طرف اے دو بھاری قافلو ۔ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ۔ اے فرقے

الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ

جنوں کے اور انسانوں کے! اگر تم سے ہو سکے کہ نکل بھاگو آسمان

اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ

اور زمین کے کناروں سے تو نکل بھاگو نہیں نکل سکنے کے

اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ يُرْسَلُ

بدون سند کے ۔ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ۔ چھوڑے جائیں گے

عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾

تم پر شعلے آگ کے صاف اور دھواں ملے ہوئے پھر تم بدلہ نہیں لے سکتے

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ۔ پھر جب پھٹ جاوے آسمان

فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾

تو ہو جاوے گلابی جیسے تیل کی تلچھٹ ۔ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ؟

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَن ذَنبِهِ إِنسٌ وَلَا جَانٌّ ﴿٣٩﴾ فَبِأَيِّ

پھر اس دن پوچھ نہیں اس کے گناہ کی کسی آدمی سے نہ جن سے پھر کیا کیا

آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٠﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ

نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے پہچانے پڑیں گے گنہگار اپنے چہرے سے

فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

پھر پکڑا جائے گا ماتھے کے بال سے اور پاؤں سے پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبَانِ ﴿٤٢﴾ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٤٣﴾

جھٹلاؤ گے یہ دوزخ ہے جس کو جھوٹ بتاتے تھے گنہگار

يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ﴿٤٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ

پھریں گے بیچ اس کے اور کھولتے پانی کے پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٥﴾

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

عظمت خداوند رب انام مع ذکر احوال قیامت و ذلت و بدحالی مجرمین

قال اللہ تعالیٰ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ تُكَذِّبَانِ

ربط: گزشتہ آیات میں حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کی عظیم نشانیاں بیان فرمائی تھیں جن کے ضمن میں ان گراں قدر انعامات کا ذکر فرمایا [illegible] اور ظاہر ہے کہ ان دلائل و انعامات کا مقتضیٰ یہی ہے کہ جن وانس اس کی اطاعت و بندگی میں مصروف ہو جائیں اب ان آیات میں عظمت خداوندی کا بیان ہے اور قیامت کی ہولناکی و شدت نیز اس میں مجرمین پر جو ندامت و ذلت ہوگی اس کا ذکر ہے کہ قیامت کے ہولناک احوال میں منکرین و مکذبین کا کیسا عبرتناک حال ہوگا۔

ارشاد فرمایا جو بھی کوئی زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے جن وانس ہوں یا شجر و حجر ہوں ہر چیز پر یقیناً فنا طاری ہو کر رہے گی اور اس سے مستثنیٰ بس باقی رہنے کی ذات تیرے پروردگار کی جو بزرگی اور عظمت

والا ہے ہر چیز کے فنا کے بعد قیامت اور پھر حشر و نشر اور مطیعین کے واسطے انعامات اور مجرمین کے لئے عذاب و سزا کس
قدر عظیم الانعام ہے تو پھر اے جن وانس تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کا انکار کرو گے اسکی شان
عظمت و کبریائی کا تو یہ حال ہے کہ اسی سے مانگتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں کیونکہ تمام مخلوقات اور مخلوق
اسی کی محتاج ہے ہر ایک اپنی حاجت اسی سے مانگتا ہے زبان حال سے ہو یا زبان قال سے کسی کو ایک لمحہ کیلئے
بھی اس سے استغنا و بے نیازی نہیں اور جن مخلوق کی حاجت روائی اپنی حکمت سے کرتا ہے مخلوق کے انواع
و اقسام بے شمار ہیں اور انکی حاجتیں اور تقاضے متضاد بھی ہیں اور مخلوق کے احوال بھی مختلف ہیں جن وانس میں
کوئی نیک ہے کوئی بد کوئی مطیع و فرمانبردار ہے اور کوئی نافرمان کوئی ہمدرد و مخلص مخلوق خدا کو آرام پہنچاتا
ہے تو کوئی ظلم و تعدی اور سرکشی اختیار کئے ہوئے ہیں اسی وجہ سے ہر نوع مخلوق اور ہر حالت اور ہر فرد مخلوق
پر اسکی شان جداگانہ ہے اسکی حکمت بالغہ کے باعث یہ ہے کہ ہر روز اسکی ایک شان ہے کسی کو بڑھانا
کسی کو گھٹانا کسی کو عزت دینا کسی کو پست کرنا اور ذلیل کرنا کسی کو انعام و اکرام سے نوازنا کسی کو اسکے
برے اعمال کی بدولت مصائب و آفات میں مبتلا کرنا کسی کو طاعت و انابت الی اللہ کی توفیق سے نوازنا کسی کو اس
کی شومئ قسمت سے خیر اور عمل صالح سے دور کر دینا کبھی کسی کو تندرست رکھتا اور کبھی بیمار کر دیتا کسی کو مارنا
کسی کو جلانا غرض جمال و جلال کے یہ شئون ہیں جو مخلوق کی صلاحیت اور انکے احوال کے تفاوت سے ہر آن
رہتی ہیں یہ اختلاف شئون بھی ایک عجیب نعمت و رحمت ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو پھر بتاؤ اسے
جن وانس تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے قیامت بہرحال آنی ہے اور یہ
نظام عالم اور دنیا کے سارے دھندے عنقریب ختم ہونے والے ہیں یہ ایک دور ہے دنیوی زندگی کا
جو دارالعمل ہے اسکے بعد پھر دوسرا دور شروع ہوگا سو عنقریب ہم فارغ ہو جائیں گے تمہارے واسطے اے
جن وانس تمہیں پھر یہی کام رہے گا کہ مطیعین کو جزا اور انعامات سے نوازنا اور مجرمین و نافرمانوں کو سزا اور
عذاب تو پھر اب بتاؤ تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے خداوند عالم کی حکومت
اس کا حکم اور اسکی گرفت کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی اسکے دائرہ حاکمیت سے نہیں نکل سکتا تو اے گروہ
جن وانس اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ بھاگ نکلو آسمانوں اور زمین کے کناروں سے تو نکل بھاگو نکل کر اور بچ
کر تم کہاں جا سکتے ہو اور کون سی وہ جگہ ہو سکتی ہے جہاں تم آسمانوں اور زمین کے کناروں اور حدود سے
نکل جاؤ پھر تم نہیں نکل سکتے بغیر قوت اور غلبہ کے اور یہ ممکن نہیں کہ خدا کے مقابلہ میں کسی کو کوئی غلبہ اور
قدرت ہو اس کا حکم اور غلبہ یہاں ہر جگہ تم کو محیط ہے تم اسکے احاطہ حکم سے نکل کر کہیں نہیں جا سکتے اور اگر
کہیں جانا ہی چاہو تو جہاں جاؤ گے اسی کے حکم اور حکومت کے دائرہ میں رہو گے اسی وقت یہ حالت
ہوگی يَقُولُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ بھاگنے کی جگہ تلاش کرے گا مگر نہ ملے گی تو پھر اے
جن وانس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یقیناً یہ بہت بڑا اللہ کا انعام ہے کہ ایسی باتیں
واضح طور پر بتا دیں اور جن وانس کو ان پر آگاہ کر دیا چھوڑے جائیں گے تم دراصل جن وانس جو بھی تم میں

سے ملکر دھواں (اور مجرم ہوں گے) دونوں آگ کے شعلے صاف اور بغیر دھوئیں کی آمیزش کے اور دھواں ملے ہوئے شعلے جب دونوں طرح کے شعلے تم پر برسنے لگیں گے تو پھر تم کسی طرح بدلہ نہیں لے سکو گے (تم پر ظاہر ہے کوئی طاقت ہوگی اور نہ تمہارا کوئی مددگار و معاون ہوگا۔ اے جن و انس مجرموں کو سزا کتنا بڑا انعام ہے تو پھر اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کروگے۔

پھر جب پھٹ جائے آسمان پھر وہ ہوجائے سرخ چمڑے کی طرح جب کہ پروردگار قیامت برپا فرمائے گا اور اسکا قہر و جلال اس طرح ظاہر ہو رہا ہوگا تو بلاشبہ اسکی قدرت و عظمت اور ہیبت و جلال ہر ایک کو نظر آتا ہوگا یہ کس قدر عظیم قدرت کی نشانی ہے اور اس قدرت کی نشانی میں کیسا عظیم سامان عبرت ہے جن و انس کے لئے جو یقیناً اللہ کی بڑی ہی نعمت ہے تو اے جن و انس پھر اپنے رب کی نعمتوں اور قدرت کی نشانیوں میں سے کس کس کا انکار کروگے تو پھر اس روز نہیں پوچھا جائے گا کسی سے اسکے گناہ کے متعلق نہ کسی انسان سے اور نہ کسی جن سے اس لیے کہ ہر ایک کے اعمال ظاہر ہوں گے خود ہر مجرم کے ہاتھ پاؤں اسکے جرم کی گواہی دے رہے ہوں گے اور اگر سوال بھی ہوگا جیسا کہ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔ تو وہ سوال توبیخ و تہدید اور تحقیر و تذلیل کیلئے ہوگا یہ نہیں کہ نعوذ باللہ مجرم کا علم کرنے کیلئے کہ گناہ یا جرم کیا یا نہیں ایسی حقیقتوں کا عالم دنیا میں بتا دینا اور ان باتوں سے آگاہ کر دینا کس قدر بڑا انعام ہے تو اے جن و انس تم اپنے رب کی نعمتوں سے کس کس کا انکار کروگے بس اس وقت تو یہ عالم ہوگا کہ مجرمین کو پہچانا جاتا ہوگا اپنے چہروں سے اور جسم کی علامتوں سے جیسے کہ ہر مجرم کا چہرہ اسکے جرائم کا آئینہ دار ہوتا ہے پھر پکڑا جائے گا پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پاؤں میں سلاسل و بیڑیاں ہوں گی اور اس حالت میں پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا جارہا ہوگا[1] تو یہ قدرت و عظمت کی نشانیاں ہیں تو اے جن و انس پھر بھی اپنے رب کی کس کس نشانی کا تم انکار کروگے اس حالت میں کہ گلا اور گردنیں طوق و سلاسل میں جکڑے ہوں گے پیشانیوں کے بل بالوں سے گھسیٹے جا رہے ہوں گے اور کہا جارہا ہوگا ان سے یہ ہے وہ جہنم جس کا مجرمین انکار کرتے تھے پھرتے ہوں گے اسکے اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان کہ جہنم کا ایک حصہ دہکتی آگ کے شعلوں کا ہوگا اور دوسرا حصہ کھولتے ہوئے پانی کا ہوگا جیسے سمندر موجیں مار رہا ہو اور یہ مجرم اسکے درمیان گشت کرتے ہوں گے اور اسی طرح عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے تو اے جن و انس بتاؤ پھر بھی تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کروگے کتنی بڑی نعمتیں ہیں کہ تم کو مجرمین کے احوال سنا دیئے تاکہ تم اس طرح کے جرم سے بچو اور اللہ کی اطاعت و بندگی کا راستہ اختیار کرو۔

[1] حضرت استاذ شیخ الاسلام فرماتے ہیں یہ کہ ہر ایک مجرم کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر پیشانی کے بالوں سے ملا دیں گے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾

اور جو کوئی ڈرا کھڑے ہونے سے اپنے رب کے آگے اس کے لئے ہیں دو باغ

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَيِّ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے جن میں بہت سی ٹہنیاں پھر کیا کیا

اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَيِّ

نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ان میں دو چشمے بہتے پھر کیا کیا

اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ

نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ان میں ہر میوے کی قسم

زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـــِٕيْنَ

قسم پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تکیے لگے بیٹھے

عَلٰي فُرُشٍۢ بَطَاۗىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۭ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ

بچھونوں پر جن کے استر تافتے کے اور میوہ ان باغوں کا

دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ

جھک رہا پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ان میں عورتیں نیچی

الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ

نگاہ والیاں نہیں ہاتھ لگایا ان کو کسی آدمی نے ان سے پہلے اور نہ کسی جن نے پھر کیا کیا

اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾

نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے؟ وہ کیسی جیسے لعل اور مونگا

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَاۗءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اور کیا بدلہ ہے نیکی کا مگر

الْإِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۶۱﴾ وَمِنْ دُونِهِمَا

نیکی — پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے — اور ان دو باغ کے سوا

جَنَّتَانِ ﴿۶۲﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَامَّتَانِ ﴿۶۴﴾

اور دو باغ — پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے — گہرے سبز جیسے سیاہ

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۶۵﴾ فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ ﴿۶۶﴾

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے — ان میں دو چشمے ہیں اُبلتے

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۶۷﴾ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے — ان میں میوہ — اور

نَخْلٌ وَرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۶۹﴾ فِيهِنَّ

کھجوریں اور انار — پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے — سب باغوں میں

خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۷۱﴾ حُورٌ

نیک عورتیں ہیں خوبصورت — پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے — حوریں

مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۷۳﴾

رکی رہنے والیاں خیموں میں — پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ

نہیں ہاتھ لگایا ان کو کسی آدمی نے اُن سے پہلے نہ کسی جن نے — پھر کیا کیا نعمتیں اپنے

رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَ

رب کی جھٹلاؤ گے — تکیہ لگائے بیٹھے سبز مسندوں پر — اور

عَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۷۷﴾

بچھونا منقش طرح طرح — پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

بڑی برکت ہے نام کو تیرے رب کے جو بڑائی رکھتا ہے عظمت والا

اعزاز و اکرام اہل ایمان بعطاء نعمہائے عظام از رب ذی الجلال والاکرام

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ...... الیٰ ...... ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ

ربط: گزشتہ سلسلہ آیات کفار و مجرمین کی تنبیہ اور انکی سزاؤں کے بیان پر مشتمل تھا اب ان آیات میں اہل ایمان اور مطیعین کی جزاؤں اور ان پر آخرت میں عطا کردہ نعمتوں اور راحتوں کا بیان ہے ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

اور جو شخص بھی ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے اس کے لئے دو باغ ہیں جنت کے عظیم الشان باغات میں سے جن کی نعمتیں اور راحتیں وہ ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے قلب و دماغ میں اس کا تصور پیدا ہوا ظاہر ہے کہ یہ استحضار و تصور اور ڈر کہ اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے کہ حاضر ہوں گا قدم قدم پر انسان کو ہر خطاء و غفلت سے بچائے گا۔ اور ہر مرحلہ پر وہ آخرت کے اجر و ثواب حاصل کرنے کے پیچھے کوشاں رہے گا اور تقویٰ کا بلند ترین راستہ اختیار کر کے جنت کے ایسے عالیشان باغات کا مستحق ہوگا پھر اے جن و انس تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ان عالیشان باغوں کی صفت یہ ہوگی کہ بہت سی شاخوں والے ہوں گے جو مختلف انواع و اقسام پر مشتمل ہوں گی جن پر متعدد اقسام کے پھل ہوں گے اور انکی شادابی اور سایہ اور بھی راحت و لذت کا باعث ہوگا تو پھر کس کس نعمت کو اپنے رب کی تم جھٹلاؤ گے ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے جو بہتے ہوں گے جسکی وجہ سے نہ کوئی درخت خشک ہوگا اور نہ پھلوں اور پھولوں کی شادابی میں کوئی کمی نہیں آئے گی تو پھر بتاؤ کس کس نعمت کا اپنے رب کی نعمتوں سے انکار کرو گے ان باغوں میں پھل اور میوے ہوں گے قسم قسم کے پھر تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کا انکار کرو گے ان نعمتوں اور ہر قسم کے میوؤں اور پھلوں اور میووں کے علاوہ راحت اور اکرام کے بھی پورے سامان عطا کئے جائیں گے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ایسے استر وں پر جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور ان باغوں کا میوہ (پھل) جھکا ہوا ہوگا اہل جنت کی جانب اور ان کو اتنی بھی مشقت کی ضرورت نہ ہوگی کہ اٹھیں اور درختوں کے قریب جا کر درختوں پر چڑھیں اور پھل توڑیں بلکہ درختوں کی شاخیں ان پر جھکی ہوتی ان سے قریب ہوں گی جب چاہیں تازہ بتازہ پھل درختوں سے توڑ کر کھا سکتے رہیں تو اے جن و انس تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کا انکار کرو گے

ان تمام نعمتوں اور اسباب راحت کے علاوہ یہ بھی انعام ہوگا ان باغات میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی

کی وجہ سے ذہن کو زیادہ طور پر متوجہ کرنا ہوتا ہے اور سننے والے انسان کو ہر بار اس مضمون کے سننے سے نئی لذت حاصل ہوتی ہے۔

سورۃ الرحمٰن میں ایک ہی آیت فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ بار بار دہرائی گئی ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے اس سورت میں اپنی مخلوق جن و انس پر بڑے انعامات کا ذکر فرمایا ہے اور ہر نعمت کے ذکر کے بعد اس آیت کو لایا گیا جو بطور الزام حجت کے طور پر کہا ہے کہ جن و انس بتلاؤ اب اپنے رب کی نعمتوں میں کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے یعنی ناشکری کرو گے، مقصد یہ ہے کہ سامع ہر ہر نعمت پر متنبہ ہو کر اچھی طرح ان نعمتوں کو پہچانے اور ان کا شکر بجا لانے کے لئے آمادہ ہو، اس سورت میں انعامات کا ذکر ایک تو بصورت انعام ہے کہ ان نعمتوں کو یاد دلایا گیا جو منعم حقیقی کی طرف سے بندوں پر کی گئیں، دوسرے آخرت کی رنج و غم اور عذاب جہنم کے بیان میں اپنے انعام کو ذکر فرمایا کہ ان آلام و کیفیات مصائب کو سن کر ان امور سے پرہیز کریں جو عذاب آخرت کا سبب ہیں ان امور کا ذکر بھی انعام ہے اگرچہ بیان تو عذاب اور شدت کا ہے مگر اس وجہ سے کہ اس سے مقصود بندوں کو ان اعمال و افعال سے بچنے کی تعلیم ہے جو اس عذاب و شدت کا باعث ہیں لامحالہ ان احوال کا ذکر بھی یقیناً ایک نعمت خداوندی ہی ہوا اور اس پر آیت فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ اسی طرح مراد و مطابق چسپاں ہوا جیسے دیگر انعامات خداوندی پر ہے جیسے کوئی بادشاہ اور حاکم اگر بغاوت کرنے والوں کی سزا بتلا کر نیک طینت لوگوں کو مضمون بشارت اور اس طرح اس کو تعبیر کیا جائے کہ یہ سزا دینے والے حاکم کے انعامات میں سے ایک عظیم انعام ہے، یا جیسے تریاق کا ذکر انعام ہے تو اس کے بالمقابل سم اور ہلاک زہر کا بیان بھی مخاطب کے واسطے منعم کا بہت بڑا انعام ہے تاکہ وہ اپنے مخاطب کو نافع اور مضر ہر قسم کی چیزوں سے مطلع اور باخبر کر دے۔

چنانچہ امام رازی نے "نہایۃ الایجاز فی درایۃ الاعجاز" اور سید مرتضیٰ نے "کتاب الامالی"[1] میں فرمایا ہے

ان فعل العقاب وان لم یکن نعمۃ فذکرہ ووصفہ والانذار بہ من اکبر النعم لان فی ذالک زجرا عما یستحق بہ العقاب عنہ

بے شک فعل عقاب اور عذاب بظاہر اگرچہ کوئی نعمت نہیں ہے لیکن اس کا ذکر اور اس کی کیفیت کا بیان بڑی عظیم الشان نعمتوں میں سے ہے کیونکہ اس کے ذکر سے ان برے کاموں سے روکنا مقصود ہے جن کے کرنے سے انسان عذاب خداوندی کا مستحق ہو جاتا ہے۔

تمّ بحمد اللہ تعالیٰ

---

[1] کتاب الامالی ص ۔

اور کسی وقت دوسرے لحاظ سے اس کا ذکر کیا ہے اور ہر موقع پر اسکے ایک خاص نتیجہ کا اظہار کرتے ہوئے کلام کی تحقیق و تثبیت یا اسکی تفصیل و توضیح ہوتی ہے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ سے متعلق بہت سے مسائل و موضوعات ہیں اور اسکے متعدد اجزاء ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حیرت انگیز طریقہ پر فرعون کے یہاں پہنچنا اور اسکے یہاں تربیت پانا ایک قبطی کے قتل کے بعد مدین کی طرف بھاگنا اور وہاں ایک عجیب اور توجیہ طریقہ سے نکاح ہو جانا اپنے اہل کو لے کر چلتے ہوئے راستہ میں آگ دیکھنا اور آگ دیکھنے کیلئے جانے سے منصب نبوت و رسالت سے سرفراز ہونا معجزات میں خاص معجزہ ید بیضا اور عصا کا عطا کیا جانا۔ پھر ان معجزوں کو لے کر فرعون کے دربار میں دعوت توحید و ایمان کے ساتھ جانا جادوگروں کو مقابلہ اور ان کا ایمان لانا فرعون کی دھمکی اور جادوگروں کی ایمان پر ثابت قدمی وغیرہ وغیرہ۔ آپ ظاہر ہے کہ یہ متعدد موضوعات ہیں سطحی نظر سے دیکھنے والا ہر موقع پر یہ خیال کرے گا کہ بار بار حضرت موسیٰؑ کا قصہ اور فرعون کا واقعہ دہرایا جا رہا ہے لیکن درحقیقت ہر جگہ موضوع اور مقصد جدا ہوگا۔ اسی طرح دیگر انبیاء کے واقعات کا بھی اعادہ و تکرار ہے اور ہر جگہ ایک حکمت اور نیا مضمون ہے جو دوسری جگہ نہیں گویا تکرار ہی نہیں ہے بلکہ ہر موقع پر ایک مستقل مضمون اور علیحدہ مقصد کی تحقیق و تثبیت ہے۔

علاوہ ازیں قرآن حکیم کا بیان اور واقعات کا ذکر محض اس حد تک نہیں ہوتا کہ ایک بات بتا دی جائے یا کسی واقعہ کو بطور خبر و اطلاع بیان کر دیا جائے بلکہ ان حقائق کو ذہن اور قلب کی گہرائی تک پہنچانا ہی مقصود ہوتا ہے جو ظاہر ہے بغیر تکرار کے ممکن نہیں کسی چیز کا محض علم اور چیز ہے لیکن اس کا تجربہ سے ذہن کا مانوس و مربوط ہونا اور اسکے مطابق مزاج بن جانا یہ دوسری بات ہے تو یہ کیفیت اسکی مقتضی ہے کہ بار بار اعادہ ہو تاکہ وہ مضمون قلب و دماغ کی گہرائیوں میں راسخ ہو جائے اور طبیعت کو وہ مزاج و کیفیت ہو جائے حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ تکرار مطالب قرآن کے موضوع پر اپنی کتاب "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" میں فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ "قرآن کریم کی ہر تعلیم اور ہر حکم کے مخاطب دو قسم کے آدمی ہوتے ہیں ایک وہ لوگ جو اس حکم سے پہلے سے ناواقف ہیں ان کو صرف حکم سنانا اور اس سے باخبر کرنا مقصود ہوتا ہے ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کو اس حکم کا علم یا اس بات کی خبر پہلے سے تو ہو چکی ہے لیکن انکے قلب میں اس مضمون یا اس حکم کے مطابق کیفیت راسخ نہیں ہوئی اس گروہ سے خطاب اس وجہ سے کیا جاتا ہے کہ یہ تعلیم انکے دلوں میں جگہ پکڑے اور انکے قلب کی گہرائیوں میں اور رگ و پے میں سرایت کر جائے" تو ظاہر ہے کہ اس طرح کسی حقیقت اور علم کا راسخ ہو جانا تکرار اعادہ کو مقتضی ہے اسی بناء پر آیت کے تکرار کو بھی قبول کر لیا جائے کہ سورۃ الرحمٰن میں ہر مرتبہ کسی نہ کسی نعمت کے بعد حق تعالیٰ نے بطور نصیحت فرمایا کہ اے جن و انس بتاؤ اپنے رب کی نعمتوں میں سے تم کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے تاکہ ہر نعمت کے ذکر کے ساتھ اللہ کے انعام کو سوچے اور اسکو پہچانے اور پھر غور و فکر کی گہرائیوں میں جگر لگا کر یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائے کہ بے شک اللہ رب العالمین کی بے شمار نعمتوں

حیات ہے اسی کے حکم سے تو پیدا ہوا ہوں، پوچھا کہ کیا میں آپ کے واسطے کسی مقدار مال اور بخشش کا حکم کر دوں، جواب دیا مجھے کوئی حاجت نہیں، فرمایا آپ کے بعد آپ کی بیٹیوں کے کام آئے گا، فرمایا کیا آپ کو میری بیٹیوں کے متعلق فقر کا کوئی اندیشہ ہے، میں نے ان سب کو ہدایت کر رکھی ہے کہ وہ ہر رات سورۂ واقعہ کی تلاوت کر لیا کریں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ کی تلاوت کرے اس کو کبھی فقر و فاقہ نہیں آئے گا۔

الواقعۃ۔ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اس وجہ سے کہ قیامت بلاشبہ واقع ہونے والی ہے اور اس سے زائد قطعی اور یقینی کوئی چیز باعتبار وقوع کے نہیں ہو سکتی جیسا کہ ارشاد ہے اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ اور فرمان ہے کہ سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ۔

روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں اس سورت کو بکثرت تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

ابتداء سورت میں قیامت کے واقع ہونے کی خبر اس کے احوال عظمت و ہیبت کے ساتھ دیتے ہوئے انسانوں کو تین قسموں میں منقسم فرمایا اس کے بعد ان کے انجام اور سعادت و شقاوت اور جزاء و سزا کو ذکر فرمایا پھر دلائل قدرت کی تفصیل فرماتے ہوئے قرآن کریم کی عظمت و حقانیت کا بیان فرمایا اور یہ واضح فرمایا کہ وہ کس یقین بالمجازات و اہل سعادت میں یا درگاہ خداوندی کے مقرب اور کون وہ بدنصیب ہیں جو سعادت سے محروم رہنے والے ہیں کہ جو حق دنیا ہی میں ڈالتے ہیں۔

آیاتہا ۹۶ سورۃ الواقعۃ مکیۃ ۵۶ ۴۶ رکوعاتہا ۳

سورۃ واقعہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھیانوے آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝۲

جب ہو پڑے ہو پڑنے والی، نہیں اس کے ہو پڑنے میں جھوٹ

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝۳ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝۴ وَّ

نیچا کرنے والی ہے اونچا کرنے والی، جب لرزے زمین کپکپا کر، اور

وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿٥﴾ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ﴿٦﴾ وَّكُنْتُمْ

ٹکڑے ہوں پہاڑ ٹوٹ کر پھر ہو جاویں گرد اڑتی اور تم ہو

أَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ﴿٧﴾ فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿٨﴾

جاؤ تین قسم پھر داہنے والے کیسے داہنے والے

وَأَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿٩﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ

اور بائیں والے کیسے بائیں والے اور اگاڑی والے

السّٰبِقُوْنَ ﴿١٠﴾ أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿١١﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿١٢﴾

وہ اگاڑی والے وہ لوگ ہیں جن کو قرب ملا باغوں میں نعمت کے

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٤﴾ عَلٰى سُرُرٍ

انبوہ ہے پہلوں میں اور تھوڑے ہیں پچھلوں میں بیٹھے ہیں

مَّوْضُوْنَةٍ ﴿١٥﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿١٦﴾ يَطُوْفُ

جڑاؤ تختوں پر تکیہ لگائے ان پر ایک دوسرے کے سامنے لئے پھرتے ہیں

عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿١٧﴾ بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيْقَ ۙ

ان پاس لڑکے سدا رہنے والے آبخورے اور آفتابے

وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿١٨﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا

اور پیالہ شراب صاف کا سر نہ دکھے جس سے اور نہ

يُنْزِفُوْنَ ﴿١٩﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ

بہکیں اور میوہ جونسا چن لیویں اور گوشت اڑتے

مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢١﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ

جانوروں کا جس قسم کو جی چاہے اور گوری عورتیں بڑی آنکھوں والیاں جیسے موتی

الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ

کے ۔ بدلہ اس کا جو کرتے تھے ۔ نہیں سنتے

فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾

وہاں بکنا اور نہ جھوٹ لگانا مگر ایک بولنا سلام سلام

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ

اور داہنے والے کیسے داہنے والے ۔ بیچ بیریوں کے

مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ

درختوں کانٹے جھاڑے ہوؤں میں اور کیلے تہ بتہ اور چھاؤں لمبی اور پانی

مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا

بہتا اور میوے بہت ۔ نہ ٹوٹا اور نہ

مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾

روکا اور بچھونے اونچے ۔ ہم نے ان عورتوں کو اٹھایا ایک اٹھان پر

فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾

پھر کیا ان کو کنواریاں پیار دلانیاں ایک عمر کی واسطے داہنے والوں کے

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾

انبوہ ہے پہلوں میں اور انبوہ ہے پچھلوں میں

اخبار وقوع قیامت وتقسیم انسان در گروہ ثلاثہ

قال اللہ تعالیٰ: اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۔۔۔ الی ۔۔۔ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ

ربط: سورۃ الرحمٰن میں ابتداءً حق تعالیٰ نے اپنی قدرت وعظمت کی نشانیاں بیان فرمائیں پھر

پھر

عالم کے فنا اور قیامت کے برپا ہونے کا ذکر فرمایا اسکے بعد منکرین کی بداعمالی اور انکی سزاؤں کا سلسلہ بیان شروع فرمایا پھر اسکے بالمقابل اہل ایمان و تقویٰ کی جزاؤں اور ان پر اللہ کی طرف سے عطا کردہ انعام و اکرام کی تفصیل فرمائی گئی اب اسکے بعد اس سورۃ واقعہ میں احوال قیامت کی تفصیل بیان کی جارہی ہے کہ قیامت ایک ایسی حقیقت ہے کہ اسکو کوئی جھٹلا نہیں سکتا اور اسکے آنے پر دنیا کے انسانوں کے سامنے انکی زندگی کا انجام معلوم ہو جائے گا اور کس طرح وہاں کوئی تو عزت و سربلند ہوگا اور کوئی ذلیل و سرنگوں اور جو مقربین بارگاہ خداوندی ہوں گے ان پر کیسے کیسے انعامات ہوں گے ارشاد فرمایا۔

یاد کرو جب واقع ہونے والی چیز واقع ہو جائے گی یعنی قیامت تو اسکے وقوع کو کوئی جھٹلانے والا نہ ہوگا اس وقت ہر ایک منکر اور کافر کے سامنے بھی حقیقت کھل جائے گی کہ جو بات اللہ کے پیغمبر نے کہی تھی وہ بالکل حق تھی اور جب وہ واقع ہو جائے گی تو اسکو کوئی ٹلانے والا نہ ہوگا کہ کسی تدبیر اور حیلہ سے ٹال سکے وہ کسی کو پست کرنے والی ہوگی اور کسی کو بلند کرنے والی ہوگی بڑے بڑے متکبر تو دنیا میں بڑے ہی سربلند تھے وہ اس وقت پست اور ذلیل ہو رہے ہوں گے اور دنیا میں حقیر اور پست سمجھے جانے والے تو مؤمنین سربلند ہوں گے یہ قیامت ایسی شدت سے برپا ہوگی کہ اس وقت زمین لرزنے لگے گی بڑے ہی شدید جھٹکوں کے ساتھ اور بالکل ہی ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے پہاڑ پھر وہ ہو جائیں گے پراگندہ غبار اور روئی کے اڑتے ہوئے گالوں کی طرح اور اس وقت اے انسانو! تم ہو جاؤ گے تین قسم کے گروہ جنتی جہنمی اور مقربین تو سو داہنے والے یعنی جنکے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ نجات پانے والے ہیں کیا ہی خوب ہیں داہنے والے اور بائیں والے جنکے نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ ہلاک ہونے والے ہیں کیا ہی بدنصیب ہیں بائیں والے اور تیسرا گروہ آگے بڑھنے والوں کا

ف اصحاب الیمین کی تفسیر میں یہ بھی منقول ہے کہ عرش الٰہی کی داہنی طرف اُن اہل ایمان کو جگہ عنایت کی جائے گی یہ داہنی ہاتھ والے وہی ہوں گے جنکو عہد الست اور اخذ میثاق کے وقت آدم علیہ السلام کے داہنی جانب سے نکالا گیا تھا اور یہ وہی تھے جن پر اللہ نور کے وقت نور چھا گیا تھا اور انہوں نے پھر اپنی دنیوی زندگی میں بھی نور ہدایت حاصل کیا اور پھر یہی نور ان کا ساتھی قبر میں رہا اور مراحل پل صراط پر بھی رہا لقول اللہ عزوجل نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ تو اسی نسبت سے فرشتے بھی انکو داہنی طرف لیں گے اور اصحاب یمین ہونے کا یمن اور برکت یہ ہوگی کہ انکے نامہ اعمال داہنی ہاتھ میں دیئے جائیں گے جس پر انکو بڑی ہی فرحت و مسرت ہوگی اور فرط مسرت سے یہ لوگ پکار پکار کر کہتے ہوں گے هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ اور یہی وہ لوگ ہیں کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام کی داہنی جانب دیکھا تھا اور آدم علیہ السلام اپنی اولاد میں سے جب ان لوگوں کو دیکھتے تو خوش ہوتے اور ہنستے۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اور بائیں طرف والے۔ اصحاب الیمین کیا ہی خوب ہیں داہنی طرف والے یعنی سعادت والوں پر انعامات کا یہ عالم ہوگا کہ وہ لوگ ایسے باغوں میں ہوں گے جن میں بیریاں ہوں گی جن کا کانٹے نہ ہوں گے اور ایسے درخت کے بیر نہایت ہی عمدہ اور لذیذ ہوں گے جنت کا کوئی پھل اور درخت محض نام اور تعارف کے طور پر دنیا کے درختوں اور پھلوں کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ نہیں کہ ان درختوں اور پھلوں کو دنیا کے درخت اور پھل کے مشابہ اور ہم جنس سمجھا جائے وہاں کی تو ہر نعمت بلا تشبیہ اور دنیا کے مقابلہ میں بے حد بہتر ہے اور ان باغوں میں تہہ بہ تہہ کیلے ہوں گے اور ایسا سایہ جو پھیلا ہوا ہوگا اور وہ پانی جو جاری اور بہتا ہوگا اور وہ پھل جو بڑی کثرت سے ہوں گے نہ کبھی منقطع ہونے والے ہوں گے، فصل ختم ہوجانے کی وجہ سے اور نہ انکو روکا گیا ہوگا کہ کسی طرح کی پابندی عائد ہو بلکہ ہر پھل بلا روک ٹوک خاطر خواہ کثرت کے ساتھ ہر وقت اہل جنت کے پاس پہنچتا ہوگا اور اونچے ہوں گے بچھونے بہت ہی بلند جو حسی بلندی کے ساتھ معنوی عظمت و بلندی بھی رکھتے ہوں گے وہاں کی عورتیں ایسی ہیں کہ ہم نے انکو بنایا ہے ایک خاص طور سے بنانا پھر ہم نے انکو بنایا باکرہ خاوندوں کی محبوبہ برابر عمروں والی داہنے ہاتھ والوں کے لیے تاکہ یہ اہل جنت دیگر نعمتوں اور راحتوں کے ساتھ رفیق حیات کی مرافقت اور حسن مرافقت سے کامل راحت و سکون حاصل کریں اور انسانی طبائع کے لیے جس قسم کی بھی راحت و لذت کا تصور ہو سکتا ہے ان سب کی جنت میں تکمیل کر دی جائے ان اصحاب الیمین کا ایک بہت بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہوگا اور ایک بہت بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا اس طرح اصحاب الیمین اولین اور آخرین دونوں طبقوں میں بڑی تعداد میں ہوں گے۔

اہل ایمان و تقویٰ کا ہر دور میں بکثرت ہونا امت محمدیہ پر خصوصی انعام

اللہ رب العزت کا امت محمدیہ پر خصوصی انعام ہے کہ انہیں اہل ایمان و تقویٰ ہر دور اور ہر قرن میں بکثرت ہوں گے کوئی دور اور قرن مومنین اور متقین سے خالی نہیں رہ سکتا یہاں تک کہ اسی طرح قیامت قائم ہو جائے گی یہی وجہ ہے کہ اس امت کے ناجی تعداد میں اکثر ہوں گے بخلاف دوسری امتوں کے کہ ان میں تباہ و برباد ہونے والوں کا عدد زیادہ ہوگا یہی وہ چیز تھی جس کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ شب معراج میں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سے ہوا تو موسیٰ علیہ السلام رونے لگے پوچھا گیا اے موسیٰ کیوں رو رہے ہو عرض کیا اے پروردگار یہ نوعمر نبی ایسا ہے جو میرے بعد مبعوث ہوئے لیکن انکی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل

ہوگی

الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمرؓ سن لو جو کچھ اللہ نے نازل فرما دیا ہے ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ اَلَا وَاِنَّ مِنْ اٰدَمَ اِلَیَّ ثُلَّۃٌ وَّاُمَّتِیْ ثُلَّۃٌ کہ آدم سے مجھ تک ایک ثلہ ہے اور میری امت دوسرا ثلہ ہے۔

لیکن علامہ آلوسیؒ، امام قرطبیؒ اور حافظ ابن کثیرؒ نے اسکے بالمقابل یہ تفسیر کی ہے کہ یہ دونوں طبقے اسی امت کے مراد ہیں اولین امت اور آخرین امت، اولین امت خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم کے مطابق صحابہ و تابعین اور تبع تابعین ہیں اور آخرین انکے بعد ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث مرفوع جسکے باعث اولین سے مراد قبل بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امتیں ہیں قرطبیؒ کے قول پر اسکی اسناد صحیح نہیں ابن کثیرؒ نے بھی فرمایا ہے فی اسنادہ نظر۔

روح المعانی میں علامہ آلوسیؒ نے اسکی تائید میں ابوبکرؓ کی ایک روایت ذکر کی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ آپ نے آیت ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ کی تفسیر میں فرمایا ھما جمیعاً من ھٰذہ الامۃ یعنی کہ یہ دونوں گروہ میری امت ہی سے ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بعض سندوں سے یہی تفسیر منقول ہے۔

اور غور کیا جائے تو الفاظ قرآن اور آیات کا سیاق بھی اسی معنی کو متعین کر رہا ہے کیونکہ ارشاد فرمایا وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَۃً اور یہ خطاب ظاہر ہے کہ صحابہ کو ہے جن سے یہی مفہوم ہو سکتا ہے کہ یہ تین گروہ امت ہی کے ذکر کئے جا رہے ہیں ایک گروہ اصحاب المیمنۃ دوسرا اصحاب المشئمۃ تیسرا السابقون السابقون یعنی مقربین بارگاہ اور پہلی آیت ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ سابقون کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ مقربین و سابقین اولین امت میں تو ایک گروہ کثیر ہوگا اور سابقین و مقربین آخرین امت میں قلیل ہوں گے لیکن دوسری آیت ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ میں اولین و آخرین میں گروہ کثیر ہونا اصحاب الیمین کا بیان فرمایا جا رہا ہے اور اصحاب الیمین وہ مطلق عام اہل ایمان ہیں جو نجات کے مستحق ہوں گے اور جنت کی وہ نعمتیں انکو عطا ہوں گی جن کا ذکر کیا گیا تو ایسے اہل ایمان تقویٰ کے خواص مقربین سے کم درجے کے ہوں گے انکے گروہ کثرت سے اولین امت میں بھی ہوں گے اور انکے گروہ کثرت سے آخر امت میں بھی ہوں گے الغرض امت محمدیہ کے تین گروہ کی تفصیل فرما دی گئی جسکا اجمالاً ذکر وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَۃً میں ہوا تھا۔

واللہ اعلم بالصواب

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝۴۱ فِيْ

اور بائیں والے کیسے بائیں والے ! آگ

سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ۝۴۲ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۝۴۳

کی بھاپ میں، جلتے پانی میں ۔ اور چھاؤں میں دھوئیں کی

لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ۝۴۴ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ

نہ ٹھنڈی اور نہ عزت کی وہ لوگ تھے اس سے پہلے

ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۝۴۵ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى

آسودہ اور ضد کرتے اس

الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۝۴۶ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَىِٕذَا مِتْنَا وَكُنَّا

بڑے گناہ پر اور تھے کہتے کیا جب ہم مر گئے اور ہو گئے

تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝۴۷ اَوَاٰبَاۗؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝۴۸

مٹی اور ہڈیاں کیا ہم کو پھر اٹھانا ہے کیا ہمارے باپ دادوں کو بھی اگلے

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝۴۹ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى

تو کہہ ، اگلے اور پچھلے سب اکٹھے ہونے ہیں ایک

مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۵۰ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّاۗلُّوْنَ

دن مقرر کے وقت پر پھر تم جو ہو اے بہکے

الْمُكَذِّبُوْنَ ۝۵۱ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝۵۲ فَمَالِــُٔـوْنَ

جھٹلانے والو ! البتہ کھاؤ گے ایک درخت سینڈھ کے سے پھر بھرو گے

مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝۵۳ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝۵۴

اس سے پیٹ پھر پیو گے اس پر ایک جلتا پانی ۔

پیتے

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۵۶﴾

پھر پیوگے جیسے پیویں پیاسے اونٹ یہ مہمانی ہے انکی انصاف کے دن

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾

ہم نے تم کو بنایا پھر کیوں نہیں سچ مانتے بھلا دیکھو جو پانی ٹپکاتے ہو

ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا

اب تم اسکو بناتے ہو یا ہم ہیں بنانے والے ہم نے ٹھہرا دیا

بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ

تم میں مرنا اور ہم عاجز نہیں اس سے کہ بدل لاویں

اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ

تمہاری طرح کے لوگ اور اٹھا کھڑا کریں تم کو جہاں تم نہیں جانتے اور جان چکے ہو

النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾

پہلا اٹھان پھر کیوں نہیں یاد کرتے بھلا دیکھو تو جو بیج بوتے ہو

ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ

کیا تم اسکو کرتے ہو کھیتی یا ہم ہیں کھیتی کرنے والے اگر ہم چاہیں

لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

تو کر ڈالیں اسکو روندا ہوا گھاس پھر تم سارے دن رہو باتیں بناتے کہ ہم تو قرضدار رہ گئے

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾

بلکہ ہم بے نصیب ہو گئے بھلا دیکھو تو پانی کو جو تم پیتے ہو

ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ

کیا تم نے اتارا اسکو بادل سے یا ہم ہیں اتارنے والے اگر

اور مر کر ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو کیا ہم پھر دوبارہ اٹھائے جاویں
گے اور کیا اگلے باپ دادا بھی اٹھائے جاویں گے - انکے استبعاد اور تعجب و انکار کا جواب دیتے ہیں کہ
آپ کہہ دیجئے بیشک تم سب اگلے اور پچھلے بلا شبہ جمع کئے جاویں گے ایک مقرر کردہ وقت پر اور اس
وقت تم خود مشاہدہ کر لو گے کہ تمہیں کس طرح دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا گیا اس وقت تمہارا یہ سب
تعجب دور ہو جائے گا پھر اے گمراہو! خدا اور اسکے رسول کی باتیں جھٹلانے والو، تم کھانے والے
ہو گے درخت زقوم جس کے سوا تمہارے واسطے کوئی غذا نہ ہو گی جس سے تم اپنے پیٹوں کو بھرنے
والے ہو گے پھر اسکے بعد تم اس پر پینے والے ہو گے کھولتا ہوا پانی جسکو تم اس طرح پیتے ہو گے
جیسا کہ پیاسے اونٹوں کا پینا ہو جو استسقاء کی بیماری میں مبتلا ہوں پیتے چلے جاویں اور بے قراری کی کیفیت
سے تم اس پر مجبور ہو گے حالانکہ وہ پانی اس قدر کھولتا ہو گا کہ منہ سے انتڑیاں بھی کٹ کٹ
کر دُبر کے راستہ سے نکل آئیں گی - اے مخاطبو! جس طرح ہے ان مکذبین ضالین کی مہمانی قیامت
کے دن جو انکے واسطے مہیا کی جائے گی یہ ہے انجام ان منکرین کا جو خدا اور اس کے رسول کی باتوں
کو جھٹلاتے ہیں حشر و نشر اور قیامت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ کسی بھی صاحب عقل کے لئے اس
امر کی گنجائش نہیں کہ وہ حشر اور بعث بعد الموت کا انکار کرے ۔

ہم ہی نے تو تم کو پیدا کیا ہے جو ظاہر ہے کہ دنیا میں کوئی بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا تو پھر
تم کیوں نہیں یقین کرتے اور کیوں نہیں اللہ کی بات مانتے؟ الغرض تم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے
اور اس پر ایمان نہیں لاتے تو پھر بتلاؤ یہ جو منی تم عورتوں کے رحم میں ٹپکاتے ہو جس سے
بچہ پیدا ہوتا ہے تو کیا تم اس کو بناتے ہو یا ہم اسکے بنانے والے ہیں ایک قطرہ آب کو رحم مادر میں
مختلف احوال میں متغیر کرنا کہ نطفہ سے علقہ (خون بستہ) علقہ سے مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) پھر اسکی ساخت
اور ڈھانچہ بنانا ہڈیوں اور جوڑوں کو مرتب کرنا پھر اس میں حیات ڈالنا یہ سب کچھ
ہماری ہی قدرت ہے جس کا ہر منکر اور ہر معترض اپنی زبان و دل سے اقرار کرتا ہے فتبارک اللہ
احسن الخالقین ۔ الغرض جس طرح یہ انسانی تخلیق کے ان مراحل کو اپنی قدرت سے پورا
کرتے ہیں تو زندگی اور موت کے بھی ہم ہی مالک ہیں ہم نے ہی مقرر کر رکھا ہے تمہارے
درمیان موت کو جس کے لئے زمان و مکان سب کچھ طے کیا ہوا ہوتا ہے اور ہم اس بات سے
عاجز نہیں ہیں کہ ہم تمہارے بدلہ اور کوئی قوم لے آئیں جو تم جیسی ہو اور تم کو پیدا کر دیں ایسی صورت
میں جو تم نہیں جانتے ہو کہ وہ کیا صورت ہو گی اور کون سی جگہ ہو گی بلاشبہ ہم اس پر قادر ہیں کہ تم
کو ہلاک کر کے اور دوسری قوم پیدا کر دیں جیسے کہ یہ بات دن رات تمہاری نظروں کے سامنے ہے
کہ دنیا میں بہت سے لوگ مرتے ہیں اور دوسرے پیدا ہونے والے پیدا ہوتے ہیں تو یہ بھی ایک نمونہ
بعث بعد الموت کا ہے اور بیشک تم جان چکے ہو پہلی مرتبہ پیدا ہونے کو تو جب ایک مرتبہ

اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم ہی اسکو پیدا کرنے والے ہیں یقیناً یہ درخت کہ جس سے آگ نکلتی ہے صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوا۔

ہم نے بنا دیا ہے اس درخت کو جب کہ اسکی آگ کو دہکتے ہوئے دیکھا جائے یاد دلانے کا سامان آخرت کی آگ کے لئے کہ اسکو دیکھ کر سمجھ لیا جائے کہ آخرت کی آگ کس طرح دہکتی ہوگی اور اس آگ کی سوزش کیسی اذیت پہنچانے والی ہوگی اور برتنے کا سامان ہے جنگل والوں اور مسافروں کے لئے کہ کس طرح جنگل میں رہنے والے اور جنگل میں سفر کرنے والے اس درخت کی آگ سے نفع اٹھاتے ہیں کھانا پکانا روشنی حاصل کرنا سردی کی شدت میں اس سے آرام حاصل کرنا لوہے تانبے جیسی چیزوں کو پگھلا کر سامان زندگی تیار کرنا غرضیکہ ایسی بیسیوں ہزاروں منفعتیں ہیں جو صرف آگ جیسی ایک نعمت سے متعلق ہیں جس کو دنیا میں ہر خاص و عام جانتا ہے جو ایک طرف اسکی کمال قدرت کی دلیل ہے تو دوسری طرف انعام عظیم بھی ہے جس کی بنا پر بندہ کو ہر لحظہ اس کی پاکی اور عظمت کا اقرار و اعتراف کرتے رہنا چاہیئے۔

سو اے مخاطب تو پاکی بیان کر اپنے رب عظیم کے نام کی اور اس کی ہر نعمت کا شکر ادا کر جس نے مخلوق کی حیات اور راحت کے یہ جملہ اسباب پیدا کئے اور اپنی قدرت عظیم سے پانی اور آگ جیسی متضاد چیزوں کو پیدا کیا۔

لہ بعض روایات سے یہ ثابت ہے کہ ان آیات کی تلاوت کے وقت تلاوت کرنے والا ہر جملہ استفہامیہ پر پہنچ کر یہ کہے بَلْ اَنْتَ یَا رَبِّ نہیں نہیں اے پروردگار بلکہ تو ہی اسکا خالق ہے۔

لہ المقوین کے ترجمہ میں لفظ جنگل والوں کے ساتھ اور مسافروں کا لفظ اضافہ کر کے ان اقوال متعددہ کی طرف اشارہ ہے جو اسکی تفسیر میں منقول ہیں حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ مجاہدؒ قتادہؒ اور ضحاکؒ نے مقوین کے معنی مسافرین کے بیان کئے ہیں اور ابن جریرؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور بعض ائمہ تفسیر یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لفظ مقوین القی اور القواء سے مشتق ہے جسکے معنی جنگل و بیابان جو آبادی سے دور ہو یہ دونوں تفسیریں معروف ہیں اور اکثر حضرات مفسرین نے عبدالرحمن بن زید بن اسلمؒ سے مقوین کے معنی محتاج اور فقراء بیان کئے ہیں۔

ابن کثیرؒ نے معنی متمتعین یعنی کام میں لانے اور نفع حاصل کرنے والے بھی کیا ہے یہ سب معانی بلا تکلف اس جگہ مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ آگ جیسی نعمت کا ہر شخص محتاج ہے اور اسکا پیدا کرنا حق تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک کیلئے انعام عظیم ہے خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر جنگل و بیابان میں رہے یا آبادی میں اور خواہ محتاج ہو یا غیر محتاج غنی ہو یا فقیر سب ہی اس نعمت کا محتاج ہے اور اس سے منتفع ہوتا ہے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام مسلمان تین چیزوں میں برابر کے شریک ہیں آگ سبزہ اور پانی کہ یہ تینوں چیزیں مباح عام ہیں ۱۲

فَلَآ اُقْسِمُ
سو میں قسم کھاتا ہوں

بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾
تاروں کے ڈوبنے کی اور یہ قسم ہے اگر سمجھو تو بڑی قسم

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا
بے شک یہ قرآن ہے عزت والا لکھا ہوا ہے کتاب میں اس کو وہی چھوتے ہیں

الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا
جو پاک بنے ہیں اتارا ہوا ہے جہان کے صاحب سے اب کیا

الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ
اس بات میں تم سستی کرتے ہو اور اپنا حصہ یہی لیتے ہو کہ تم

تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ
جھٹلاتے ہو پھر کیوں نہیں جس وقت جان پہنچے حلق کو اور تم اس وقت

تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾
دیکھتے ہو اور ہم اس کے پاس ہیں تم سے زیادہ پر تم نہیں دیکھتے

فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ
پھر کیوں نہیں اگر تم نہیں کسی کے حکم میں کیوں نہیں پھیر لیتے اس کو اگر ہو تم

صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ
سچے سو جو اگر وہ ہوا پاس والوں میں تو راحت

وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ
ہے اور روزی ہے اور باغ نعمت کا اور جو اگر وہ ہوا

أَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٩٠﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ أَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٩١﴾

داہنے والوں میں تو سلامتی پہنچے تجھ کو داہنے والوں سے

وَأَمَّآ إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٩٢﴾ فَنُزُلٌ

اور جو اگر وہ ہوا جھٹلانے والوں بہکوں میں تو مہمانی ہے

مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٩٣﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿٩٤﴾ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ

جلتا پانی اور دھنسانا آگ میں بے شک یہ بات سزاوار ہے

حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٩٥﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٩٦﴾

لائق یقین کے سو بول پاکی اپنے رب کے نام سے جو سب سے بڑا

حقانیت قرآن کریم و اثبات وقوع یوم عظیم

قال اللہ تعالیٰ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ...... الیٰ ...... فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ

ربط: اس سے قبل حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت و حاکمیت کے عظیم دلائل ذکر فرمائے اور ان انعامات عظیمہ کو ظاہر فرمایا جو اس نے دنیا کے انسانوں پر بالفعل فرمائے اور ان عظیم نعمتوں کو ان کی زندگی کا مدار بنایا اب اسکے بعد قرآن کریم کی حقانیت بیان کرتے ہوئے یہ ذکر فرمایا کہ روز قیامت کیسا عظیم دن ہے اور قیامت کے احوال کیسے ہولناک ہوں گے اور یہ کہ قیامت کے روز کس طرح عدالت خداوندی سے انسانوں کی قسمیں اور طبقات نظر آتے ہوں گے اور کون ان سعادت سے کامیابی حاصل کریں گے اور کون اس سے محروم ہوں گے جنکے حصہ میں محرومی اور عذاب خداوندی آئے گا ارشاد فرمایا۔

سو میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے چھپنے کی اور بے شک یہ بہت بڑی قسم ہے اگر تم سمجھو کہ ستاروں کا نظام رفتار کیسا عجیب اور محکم ہے اور انکا طلوع و غروب بغیر کسی خلل و فرق کے جاری ہے تو اس مخلوق کی عظمت اور اسکے محیر العقول نظام محکم کو کائنات کے سامنے رکھتے ہوئے قسم کھاتا ہوں کہ یقیناً یہ کتاب جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی قرآن کریم ہے بڑی ہی عزت والی کتاب ہے جسکی عزت و کرامت کی کوئی انتہا نہیں اور ایک چھپی ہوئی کتاب لوح محفوظ میں پہلے ہی سے محفوظ و موجود ہے کیونکہ یہ اللہ کا کلام قدیم ہے جو ہمیشہ ہی سے لوح محفوظ میں محفوظ ہو

وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ کہ جن لوگوں نے اپنے اعتقاد اور عمل سے یہ کہہ دیا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اسی پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہے تو ان پر فرشتے یہ پیغام بشارت لے کر اترتے ہیں کہ اے ایمان والو! نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور بشارت سنو اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہم تمہارے دوست اور رفیق ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے واسطے ہر وہ چیز ہے جو تم چاہو اور تمہارے واسطے ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو جو ضیافت و مہمانی ہے رب غفور رحیم کی طرف سے۔

تو مقربین انعامات سے نوازے جائیں گے اصحاب الیمین نجات پائیں گے اور راحت و سکون سے جنت میں داخل ہوں گے لیکن منکرین و مکذبین خدا کی لعنت و غضب اور عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے اعاذنا اللہ منہا وندخلنا الجنۃ بکرمہ وفضلہ مع الابرار آمین یا رب العالمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

تم بحمد اللہ تفسیر سورۃ الواقعۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الحدید

یہ سورت بھی ان مدنی سورتوں میں سے ہے جو شریعت کے بنیادی احکام اور عقائد توحید کی تحقیق و تفصیل پر مشتمل ہیں مکارم اخلاق اور محاسن اعمال پر بھی کلام فرمایا گیا اور یہ کہ انسان کو دین و دنیا کی سعادت کے لیے ضرورت ہے کہ اپنے باطن کو اخلاق رذیلہ کی گندگیوں سے پاک رکھتے ہوئے احسان اور انفاق فی سبیل اللہ کی روش اختیار کرے۔

اس سورۂ مبارکہ میں بالخصوص تین اہم موضوع ذکر فرمائے گئے ہیں۔

اولاً یہ کہ کل کائنات و موجودات اللہ کی مخلوق ہے اور خدا ہی اس کا مالک اور خالق ہے اور صرف اسی کا تصرف اور حکم جاری ہے مخلوق خالقیت اور مالکیت میں کوئی شریک نہیں۔

ثانیاً یہ کہ دین خداوندی کی سربلندی کے لیے انسان کو کسی قسم کی جانی اور مالی قربانیوں سے دریغ نہ کرنا چاہیے۔

ثالثاً۔ دنیا اور دنیا کے ساز و سامان اس کے عیش اور لذتوں کی حقیقت واضح فرمائی گئی کہ یہ

زیب و زینت اور مال و متاع محض ایک دھوکہ اور فریب ہے ان چیزوں سے انسان کو چاہیے کہ دھوکہ میں نہ پڑے بلکہ یہ سمجھے کہ دنیا کی زندگی صرف چند روزہ ہے اور یہاں کا قیام آخرت کی تیاری کے واسطے ہے۔

ان مضامین کی ابتداء حق تعالیٰ شانہ کی عظمت و کبریائی اور اسکی پاکیزہ صفات کے بیان سے فرمائی گئی اور یہ کہ کائنات کی ہر چیز اسکی تسبیح و پاکی بیان کرنے میں مصروف ہے اور کائنات کا ایک ایک ذرہ اسکی قدرت و عظمت اور وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے پھر یہ کہ وہ ایسا اول ہے کہ اس کی کوئی ابتداء نہیں اور ایسا آخر ہے کہ اسکی کوئی نہایت نہیں وہ ظاہر ہے کہ اسکی قدرت کا جلوہ ہر موجود و مخلوق میں ظاہر ہے اور باطن ہے ایسا کہ نگاہوں اور خیال و فکر کی پرواز سے بالا ہے اسکے بعد اہل ایمان کو انفاق و جہاد کی دعوت دی گئی ساتھ ہی اہل ایمان کا وہ اکرام و اعزاز بھی بیان کیا گیا جو میدان حشر میں انکو نصیب ہوگا کہ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ الخ۔

اختتام سورت پر اللہ رب العزت نے اپنے رسولوں کی بعثت کی غرض بیان فرمائی اور انکی تعلیمات کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنی امت کو ایمان و تقویٰ کی دعوت دیتے تھے

سورۃ حدید مدنی ہے اور اسکی انتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١﴾ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢﴾ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا اسی کو راج ہے آسمانوں کا اور زمین کا جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ سب چیز کر سکتا ہے وہ ہے سب سے پہلا اور پچھلا اور

الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣﴾ هُوَ

باہر اور اندر اور وہ سب چیز جانتا ہے وہی

الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ

ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں پھر

اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَ

قائم ہوا تخت پر جانتا ہے جو جاتا ہے زمین میں اور

مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ

جو اس سے نکلتا ہے اور جو اترتا ہے آسمان سے اور جو اس میں

فِيهَا ۖ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا

چڑھتا ہے اور تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور اللہ جو

تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٤﴾ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ

کرتے ہو دیکھتا ہے اسی کو ہے راج آسمانوں کا اور زمین کا

وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٥﴾ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ

اور اللہ ہی تک پہنچتے ہیں سب کام داخل کرتا ہے رات کو دن میں

وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۚ وَهُوَ

اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور اسکو

عَلِيمٌ بِذَاتِ

خبر ہے جیوں کی

الصُّدُورِ ﴿٦﴾

بات کی

ان کلمات وعظیہ میں مناجات وورقہ کے ساتھ حق تعالیٰ کی معرفت اسکی شان ربوبیت رافت و قدرت کے اوصاف بھی واضح ہیں اور ان کلمات کا تحفظ ایمان و یقین اور معرفت خداوندی کی قوت و برکت کا باعث ہے۔

اے اللہ ان کلمات مبارکہ کی معرفت و حقیقت ہماری زندگیوں میں رچا دے اور تا حیات اسی پر قائم رکھ اور اسی حالت پر موت دے توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین غیر خزایا ولا مبدلین ولا مفتونین

آمین یارب العالمین

آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنفِقُوا مِمَّا

یقین لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر اور خرچ کرو جو کچھ

جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ ۖ فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ

تمہارے ہاتھ میں دیا اپنا نائب کر کر سو جو لوگ تم میں یقین لائے ہیں

وَأَنفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿٧﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ

اور خرچ کرتے ہیں انکو ثواب بڑا ہے اور تم کو کیا ہوا کہ یقین نہ لاتے

بِاللَّهِ ۙ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ

اللہ پر اور رسول بلاتا ہے تم کو کہ یقین لاؤ اپنے رب پر اور لے

أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٨﴾ هُوَ الَّذِي

چکا ہے تم سے عہد اگر تم ہو ماننے والے وہی ہے جو

يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ

اتارتا ہے اپنے بندہ پر آیتیں صاف کہ نکالے تم کو

الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٩﴾

اندھیروں سے اجالے میں اور اللہ تم پر نرمی رکھتا ہے مہربان

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ

اور تم کو کیا ہوا ہے کہ خرچ نہ کرو گے اللہ کی راہ میں اور اللہ کو بچ رہتا ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ

ہر کچھ آسمانوں میں اور زمین میں برابر نہیں تم میں جس نے خرچ کیا

مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً

فتح سے پہلے اور لڑا ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے ان سے

مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ

جو خرچ کریں اس کے پیچھے اور لڑیں اور سب کو وعدہ

اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ⑩ مَنْ ذَا

دیا ہے اللہ نے خوبی کا اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو کون ہے

الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ

ایسا جو قرض دے اللہ کو اچھی طرح قرض پھر وہ اس کو دونا کر دے اس کے واسطے

لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ⑪

اور اس کو ملے بڑی عزت کا

دعوت ایمان بر رب کون و مکان و حکم اطاعت رسول کریم و ترغیب بذل مال عزیز برائے رضائے خداوند ذوالجلال

قال اللہ تعالیٰ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔۔۔۔ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ

ربط : ابتداء سورت سے خداوند عالم نے اپنی صفات قدرت و عظمت کا بیان فرمایا ان صفات جلال و جمال کو سن کر ہر طالب کو چاہیے کہ ایسی ذات سراپا عظمت و کبریائی پر ایمان لانے کے واسطے

تیار ہو جانے اور اسکی اطاعت و فرمانبرداری جو اسکے رسول ہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے تیار ہو جاتے اور کائنات کے خالق و مالک کی خوشنودی کیلئے اپنی جان و مال کی قربانی سے بھی دریغ نہ کرے اور جو مال صرف اللہ ہی نے اسکو عطا کیا ہے اس مال کو اسکی فرماں برداری اور حقوق کے ادا کرنے میں صرف کرنے سے قطعاً بخل نہ کرے ارشاد فرمایا۔

ایمان لاؤ اے لوگو! اللہ پر اور اسکے رسول پر یقین و معرفت کے راستوں پر چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ خدا اور اس کا رسول تم کو کسی اجنبی بات کی طرف دعوت نہیں دے رہا ہے جو اجنبی اور بے جانی پہچانی ہو خدا کی معرفت اسکی ربوبیت کا اعتقاد تو تمہاری فطرت میں رہا چلا ہے اس کی ربوبیت و بندگی کی طرف اس کا رسول دعوت دے رہا ہے پھر آخر کس وجہ سے سستی بے رغبتی اور اعراض ہے مال و دولت اور دنیا کی خواہشات اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانے میں حائل نہ ہونی چاہئیں بلکہ ہر طرح جان و مال سے اسکی اطاعت کے لیے تیار ہو جاؤ اور خرچ کرو اسکی رضا و خوشنودی کے لیے اس مال میں سے جو اس پروردگار نے تمہارے ہاتھوں میں دے رہا ہے تم کو اپنا نائب بنا کر اللہ کے مال کو خرچ کرتے ہیں مالک وہی خدا ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور اسی نے تم کو وہ مال عطا کیا اور تم صرف اسکے نائب اور اس کا مال خرچ کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے میں جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا انکے واسطے بہت ہی بڑا ثواب ہے جو لوگ اس سعادت سے ابھی تک محروم ہیں انکو چاہیئے کہ وہ بھی اس کی طرف رغبت کریں اور اسکے حاصل کرنے کے لیے دوڑیں اگر اے لوگو! ان تمام حقائق کے علم کے بعد بھی اس کی طرف رغبت اور سبقت نہیں کرتے تو بڑے ہی افسوس کی بات ہے۔

اور کیا ہو گیا تم کو کہ تم ایمان نہیں لاتے ہو اللہ پر حالانکہ اس کا رسول تم کو دعوت دے رہا ہے اور بلا رہا ہے اس بات کے لیے کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور حال یہ ہے کہ تمہارے رب نے تم سے اس بات کا عہد لے لیا ہے عہد الست میں جب کہ تم کو تمہارے باپ آدم کی پشت سے نکال کر اس سے خطاب فرمایا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ۔ اور تم سب نے اقرار کر لیا تھا اور اسی وقت خدا نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ میرے رسول تمہارے پاس اس عہد و میثاق کو یاد دلانے کے لیے آئیں گے تم انکی بات ماننا اور ان پر ایمان لانا تو اس عہد کو پورا کرو اگر تم یقین رکھتے ہو اور ظاہر ہے کہ اسکے رد کرنے کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں یہی وجہ ہے کہ اس اقرار کا کچھ نہ کچھ اثر ہی کوئی آج تک ظاہر ہے خواہ وہ زبان سے خدا کی الوہیت کا اقرار کرے یا نہ کرے لیکن اسکی فطرت کے تقاضے اور مظاہر اس امر کی گواہی دے رہے ہیں کہ حق تعالیٰ کی معرفت اسکی الوہیت اور توحید اسکی فطرت میں موجود ہے۔

وہی ہے پروردگار جو اتارتا ہے اپنے بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کھلی کھلی نشانیاں

اور وہ ایسا مہربان ہے کہ تم کو کفر اور جہل کی اندھیریوں سے نکال کر نور ہدایت کی طرف لے آئے اور بے شک اللہ
تمہارے حال پر بہت ہی شفقت کرنے والا مہربان ہے کہ تم کو تمہارے انکار و کفر اور نافرمانی پر سزا دیکر
ہلاک نہیں کرتا بلکہ تم کو مہلت دے رکھا ہے اور اپنی مہربانی سے تمہارے واسطے آیات بینات نازل
کیں جن کے ذریعے تم گمراہیوں سے ـــــ نجات پاکر فلاح و سعادت کی زندگی حاصل کر سکتے
مہربان و رحیم پروردگار کے حکم پر تو تم کو ہر طرح کے ایثار پر تیار ہو جانا چاہیے اور مال و دولت کی محبت
میں خدا اور اسکے رسول کی نافرمانی کر رہے ہو تمہیں جاننا چاہیے کہ دنیا اور دنیا کے مال و متاع کی حقیقت کو
سمجھو اور کیا ہو گیا کہ تم نہیں خرچ کرتے ہو اللہ کی راہ میں حالانکہ اللہ ہی کے واسطے ہے میراث آسمانوں
اور زمین کی سب کچھ فنا ہو جائے گا اور صرف اللہ ہی کی ذات باقی رہ جائے گی۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ
وَّيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ اس لیے عقل کا تقاضا تو یہی ہے کہ اپنی حیات اور زندگی
ہی میں اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تاکہ تمہارے مرنے کے بعد وہ تمہارے واسطے ذخیرہ ہو جائے اسکے برعکس اگر تم
نے کچھ خرچ نہ کیا تو ظاہر ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر مرنا ہے اور ایسی صورت میں آخرت میں بھی کوئی ذخیرہ
تمہارے کام آنے والا نہ ہوگا اور اللہ کی راہ میں خرچ کی قدر بلحاظ ضرورت اور حالات کے لحاظ سے ہے
جب اللہ کے دین میں خرچ کرنے کی ضرورت ہے اور اسلام و مسلمین کمزور و محتاج ہیں تو یقیناً اس وقت
اس کا درجہ اللہ کے یہاں بہت بڑا ہوگا اسکے برعکس یہ وقت اگر نکل گیا اور اسلام مستغنی ہو گیا اس
طرح کی ظاہری امداد و اعانت سے تو پھر یقیناً یہ درجہ نصیب نہ ہوگا اسلئے معلوم ہو جانا چاہیے کہ برابر نہیں
تم میں سے وہ شخص جس نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور فتح مکہ سے قبل جہاد کیا بے شک یہ لوگ درجے
و مرتبہ والے ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو بعد فتح مکہ کے خرچ کریں اور قتال کریں دونوں گروہوں میں
ایثار و قربانی اور اسلام کی اعانت و مدد کے لحاظ سے بڑا فرق ہے اور یوں تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک ہی
سے نیک بدلہ کا وعدہ کیا ہے کہ ہر شخص کو نیکی کا بدلہ جزاء حسن و نیکی کی صورت میں ملے گا اور اللہ ان
تمام کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو ہر ایک کو اسکے اخلاص اور جذبہ اور عمل کی قدر و قیمت کے

ؒ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مفسرین فتح سے مراد صلح حدیبیہ لیتے تھے لیکن جمہور مفسرین
کے نزدیک فتح مکہ ہی مراد ہے استاذ محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ
یوں تو اللہ کے راستہ میں کسی وقت بھی خرچ کیا جائے اور جہاد کیا جائے وہ اچھا ہی
ہے اللہ اس کا بہترین بدلہ دنیا اور آخرت میں دے گا لیکن جن خوش نصیبوں نے فتح مکہ یا صلح
حدیبیہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ بڑے درجے والے ہیں بعد والے مسلمان ان کو نہیں
پہنچ سکتے کیونکہ وہ وقت تھا کہ حق کے ماننے والے اور اس پر مرنے والے اقل قلیل تھے
اور دنیا کافروں اور باطل پرستوں سے بھری ہوئی تھی اس وقت اسلام کو جانی و مالی

مناسب جزاء عطا فرمائے گا ایسی صورت میں تو ایک لمحے کے لئے بھی اللہ کی راہ میں ایثار و قربانی سے دریغ
اور تاخیر نہ کرنی چاہئے لہٰذا یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ کون ہے ایسا جو قرض دے اللہ کو بہترین قرض دینا جس
کو اللہ تعالیٰ بڑھاتا رہے گا خوب بڑھانا اس کے واسطے دنیا میں بھی جسکی برکت کی حد و انتہاء نہ ہوگی اور آخرت
میں اس کے واسطے اجر و ثواب ہوگا عزت و کرامت والا وہ جنت کی بیشمار نعمتوں اور راحتوں میں ہوں گے
جن کا نہ کسی انسان نے تصور کیا ہوگا نہ کسی آنکھ نے ایسی نعمتیں دیکھی ہوں گی اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا۔
صدق اللہ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
حافظ ابن کثیرؒ نے ابن ابی حاتمؒ کی اسناد سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ جب
یہ آیت نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اللہ فرما رہا ہے مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ
اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا، صحابہ کی جماعت میں حاضر ایک صحابی ابوالدحداحؓ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض کا ارادہ فرما رہا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! یہ سن کر کہتے ہیں یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنا دست مبارک بڑھائیے آپ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا ابوالدحداحؓ نے
اپنا ہاتھ آپ کے دست مبارک پر رکھتے ہوئے گویا بطور بیعت کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بس میں نے اپنا باغ اپنے رب کو قرض دے دیا انکا بہت بڑا باغ تھا جس میں چھ سو درخت

قربانیوں کی ضرورت زیادہ تھی اور بظاہر کوئی ظاہری اسباب کامیابی و فتح کی توقعات بہت
کم، ایسے حالات میں ایمان لانا اور خدا کے راستہ میں جان و مال لٹانا بڑے اولوالعزم اور
پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم انسانوں کا کام ہے، فرضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ورزقنا
اللہ تعالیٰ اتباعہم وحبہم آمین یا رب العالمین ۱۲ فوائد عثمانی۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سند سے ایک روایت بیان کی ہے کہ ایک
روز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ کے پاس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے
انہوں نے ایک عبا پہنا ہوا تھا جو سینہ پر کانٹے سے بندھا ہوا تھا اور بدن پر لٹکا ہوا تھا انہوں نے اپنا
جو کچھ مال تھا وہ قبل الفتح (اور قبل از ہجرت) اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا تھا تو جبرئیل امین اترے اور
انہوں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ میں ابوبکرؓ کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں آپ نے فرمایا کہ انہوں نے
اپنا سارا مال فتح مکہ سے قبل مجھ پر خرچ کر ڈالا ہے جبرئیل امین کہنے لگے کہ اللہ رب العزت کا ان کو
پیغام سلام ہے اور یہ کہ ان سے پوچھو کہ کیا تم مجھ سے راضی ہو اس فقر کی حالت میں یا ناراض ہو؟
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ پیغام سنایا ابوبکرؓ نے عرض
کیا یا رسول اللہ کیا یہ ممکن ہے کہ میں اپنے رب سے ناراض ہوں؟ بیشک خوش ہوں! میں اپنے رب سے
راضی ہوں ۱۲ (تفسیر ابن کثیر جلد ۴)

کھجور کے خوشے باغ میں رہائش بھی تھی جس میں ان کی بیوی ام الدحداح اور ان کے بچے تھے وہ باغ پر پہنچے اور باغ کے باہر ہی سے بیوی کو پکارا یا ام الدحداح، اس نے جواب دیا لبیک کہا باغ سے باہر نکل آئیں میں نے یہ باغ اپنے پروردگار کو قرض دے دیا ہے اور اپنا سب کچھ دیدیا ہے ہمیں اسکے رسول کے حوالہ کردیا ہے، ایک روایت میں ہے کہ ام الدحداح نے فوراً ہی اتباع کیا اور بڑی مسرت سے بولیں اخی سبحان اللہ اے ابوالدحداح تمہارا یہ معاملہ نہایت ہی نفع بخش ہے یہ کہہ کر اسی وقت اپنے بچوں اور سامان سمیت باغ سے باہر نکل آئیں اسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ کتنے خوشے ہیں ابوالدحداح کے واسطے جو میں جنت میں لٹکے ہوئے دیکھ رہا ہوں ایک روایت میں ہے کہ یہ خوشے یاقوت اور موتیوں کے ہیں۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

جس دن تو دیکھے ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو

يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ

دوڑتی چلتی ہے ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کے داہنے خوشخبری ہے

الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

تم کو آج کے دن باغ ہیں نیچے جن کے بہتی نہریں سدا رہیں

فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ

ان میں یہ جو ہے یہی ہے بڑی مراد ملنی جس دن کہیں گے دغاباز مرد

وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ

اور عورتیں ایمان والوں کو راہ دیکھو ہماری ہم بھی سلگا لیں

نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَاۗءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ

تمہاری روشنی سے کسی نے کہا الٹے جاؤ پیچھے پھر ڈھونڈو روشنی

فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ

پھر کھڑی کر دی جائے انکے بیچ میں ایک دیوار جسکو ایک دروازہ اسکے اندر میں

الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِن قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿١٣﴾ يُنَادُونَهُمْ

مہر ہے اور باہر کی طرف عذاب یہ انکو پکارتے ہیں

أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ

کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ وہ بولے کیوں نہیں لیکن تم نے بچلا دیا

أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ

آپ کو اور راہ دیکھتے رہے اور دھوکے میں پڑے اور بہکے خیالوں پر

حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿١٤﴾ فَالْيَوْمَ

جب تک آپہنچا حکم اللہ کا اور تمکو بہکایا اللہ کے نام سے اس دغاباز نے سو آج تم سے

لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا

نہیں قبول ہوگا دینا اور نہ منکروں سے

مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٥﴾

تم سب کا گھر دوزخ ہے وہی ہے رفیق تمہاری اور بری جگہ جا پہنچے

احوال آخرت و میدان حشر و ذکر انعام و اکرام مؤمنین و ذلت و ناکامی منکرین

قال اللہ تعالیٰ یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ..... الیٰ .... وَبِئْسَ الْمَصِيرُ

ربط: ابتداء سورت سے حق تعالیٰ شانہ کی عظمت وہاں جلال کی تنزیہ اور پھر کمال ساری کا اثبات اسکی ربوبیت و الوہیت کا اقرار کرلیا ہے اور وہی اول و آخر ہے اور وہی ظاہر و باطن اور ہر چیز کا عالم اور

ہر شئی پر قادر ہے تو اسکے بعد یہ بیان فرمایا جا رہا ہے کہ اس ذات رب العزت پر ایمان لانے والوں کا آخرت میں کیسا اعزاز ہوگا اور کیسے عظیم انعامات سے نوازے جائیں گے اور اسکے برعکس جو لوگ ایمان سے محروم رہے انکی بدنصیبی اور بدحالی کا کیسا عالم ہوگا ارشاد فرمایا۔

وہ دن بھی بڑا عظیم الشان دن ہوگا جب کہ آپ دیکھیں گے ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو کہ دوڑتا ہوگا ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنی طرف؎ جب کہ وہ میدان حشر میں ہوں گے اور پل صراط سے گذر رہے ہوں گے اس وقت انکو بشارت دی جا رہی ہوگی یہ اعلان کرتے ہوئے کہ اے ایمان والو! بشارت ہو تمکو آج کے دن کہ تم پر اللہ کی رحمت خداوندی کی کوئی حد نہیں وہ باغات ہیں جنکے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ جنتیں دنیوی نعمتوں اور راحتوں کی طرح دوام و خلود نہ ہو بلکہ اہل جنت تنعم ہوں گے اور وہی انکی نعمتیں ختم ہوں گی نہیں یہ بڑی کامیابی ہے انعام و اکرام تو اہل ایمان کا ہوگا لیکن اسکے بالمقابل یہ وہ دن ہوگا کہ اس وقت منافق مرد اور منافق عورتیں کہتے ہوں گے اہل ایمان سے ——— جب کہ اہل ایمان ان سے آگے نکلے جا رہے ہوں گے انتظار کرو ذرا ہمارا تاکہ ہم بھی روشنی حاصل کرلیں تمہارے نور سے کیونکہ اہل ایمان پر خود انکے ایمان کا نور ہوگا اور ایمان و عمل صالح کا نور ان سے آگے بھی ہوگا اور داہنی طرف بھی کہا جائے گا تم لوٹ جاؤ اپنے پیچھے کی طرف پھر تلاش کرو روشنی اسی حالت میں پھر قائم کردی جائے گی انکے درمیان ایک دیوار جس کا ایک دروازہ ہوگا اسکے اندر رحمت ہوگی اور باہر کی طرف اسکے آگے عذاب ہوگا کہ اس دروازہ کے اندر مومنین کا جنت میں داخلہ ہو جائے گا جس کے اندر رحمت ہی رحمت ہوگی اور اسی طرح اس میں داخل ہو کر منافقین کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے اس دروازے کے اندر جنت کا سماں ہوگا اور ادھر دروازہ سے باہر جہاں منافقین ہوں گے وہاں عذاب الٰہی کا منظر ہوگا جو منافقین کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہوگا۔

منافقین ــ یہ سوچ کر کہ ہم دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ ہی ملے جلے رہا کرتے تھے انکو پکار رہے ہوں گے کیا ہم نہیں تھے تمہارے ساتھ اہل ایمان جواب دیں گے بے شک ظاہر میں تو تم ہمارے ساتھ ہوتے تھے لیکن تم نے اپنی جانوں کو فتنوں میں ڈال دیا تھا اور تم راہ دیکھتے تھے اور انتظار میں رہا کرتے تھے کہ کب مسلمانوں کو نقصان و ذلت اور ناکامی ہوتی ہے اور تم دھوکہ میں پڑے ہوئے تھے اور تمکو دھوکہ میں ڈال رکھا تھا تمہاری امیدوں اور آرزوؤں نے یہاں تک کہ خدا کا حکم آپہنچا اور تمہاری وہ امیدیں

؎ اگرچہ بعض ضعیف روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نور اہل ایمان کے بائیں جانب بھی ہوگا لیکن قرآن کریم کے الفاظ نے صرف داہنی طرف کے نور کو بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے جس کی وجہ بظاہر یہ ہوگی کہ نامۂ اعمال بھی انکا انکے داہنے ہاتھ میں ہوگا۔

کہ جو تم سے بادہ مد رکھی تھیں کہ دین اسلام والعیاذ باللہ ختم ہو جائے گا اور مسلمانوں کو ذلت و ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا سب ختم ہو گئیں اور الٹے برعکس تم ہی کو ذلیل و ناکام ہونا پڑا یہاں تک کہ تم اسی کفر و نفاق پر مرے اور اب قیامت کا عذاب اور جہنم کا مزہ چکھو اور تمکو دھوکہ میں ڈالا اللہ کے بارے میں ایک دغا باز نے اور اسی دغا باز شیطان نے تمکو ایسا بہکایا اور ایسا بھٹکایا کہ اب کوئی راہ ہی درستگاری کا باقی نہ رہا سو آج کا دن ایسا ہے تم سے اے منافقو! کوئی فدیہ نہ لیا جائے گا کہ تم فدیہ دیکر ہی چھٹکارا حاصل کرلو اور نہ کافروں سے کوئی فدیہ قبول ہوگا اور تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے وہی دوزخ تمہاری رفیق ہے اور بہت ہی برا ٹھکانا ہے تم کسی اور کی رفاقت کی توقع رکھو اور نہ ہی یہ تصور کرو کہ تم کسی اور جگہ لوٹ کر جا سکو گے بس جہنم ہی تمہارا ٹھکانا ہے اور اسکا عذاب رفیق و ساتھی ہے جس سے کبھی بھی مفارقت نہ ہوگی۔

میدان حشر میں منافقین کی مومنین سے التجاء

آیت یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ میں منافق مردوں اور منافق عورتوں کی اہل ایمان سے ایک درخواست والتجاء کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اس تاریکی میں جو ان پر مسلط ہوگی اور میدان حشر میں بدحواسی کا عالم ہوگا تو کس طرح وہ اہل ایمان سے التجاء کریں گے۔

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایسی ظلمت واقع فرمائے گا (ایسا شدید) کہ کوئی چیز بھی نظر نہ آتی ہوگی حتی کہ کسی مومن کو اور نہ کسی کافر کو اپنی ہتھیلی بھی نظر نہ آتی ہوگی یہاں تک کہ رب العزت مومنین کی طرف ایک نور بھیجے گا ان کے اعمال کے مناسب ہوگا اور ایمان اور تقویٰ کے درجہ کے مطابق کسی کا پہاڑ کے برابر ہوگا اور کسی کا کھجور کے بقدر تو اس روشنی کو دیکھ کر منافقین اہل ایمان کے پیچھے دوڑیں گے لیکن جب دیکھیں گے کہ ان تک رسائی نہیں ہو رہی ہے تو کہیں گے انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ روز محشر جب تمام مخلوق ظلمت و تاریکی میں گھری ہوگی تو اللہ تعالیٰ ایک نور بھیجے گا جو اہل ایمان کو اللہ کی طرف سے جنت کی راہ متعین کر رہا ہوگا منافقین کو جب اس طرح کا نور محسوس ہوگا تو وہ مومنین کے پیچھے چلنے لگیں گے مگر اللہ تعالیٰ ان پر تاریکی مسلط فرما دے گا اس وقت منافقین اہل ایمان سے التجائیں کریں گے اور یہ بات یاد دلائیں گے کہ ہم تو دنیا میں تمہارے ساتھ ہی رہا کرتے تھے۔

ابن ابی حاتمؒ کی روایت میں ابن عباسؓ سے یہ منقول ہے فرمایا کہ یہی وہ نور ہوگا جسکی تکمیل اور دوام کی اہل ایمان اللہ سے دعا کرتے رہیں گے رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا اور یہ وقت ایسا ہوگا کوئی

کر دیا جائے گا اور اس کے ایک طرف رحمت ہوگی جس طرف مومنین ہوں گے اور دوسری طرف عذاب ہوگا جس میں منافقین کو جھونک دیا جائے گا۔ الغرض نفاق جب اصل سبب ظلمت و تاریکی کا ہوا تو ان اعمال اور خصلتوں کو قیامت کے روز نور کا ذریعہ فرمایا گیا جو ایمان و اخلاص کی دلیل ہوتے ہیں مثلاً رات کی تاریکیوں میں نماز کے لئے اور جماعت کے لیے گھر سے نکلنا جیسا کہ ارشاد ہے بشر المشائین فی الظلم الی المساجد بالنور التام یوم القیامۃ (ابوداؤد و ترمذی) یعنی بشارت سنا دو ان لوگوں کو جو کثرت سے رات کی تاریکی میں مسجدوں کی طرف جانے والے ہیں ایک مکمل نور کی قیامت کے روز رات کی تاریکیوں میں جماعت کی پابندی اور مسجد کی حاضری ایمان و اخلاص والوں ہی کا کام ہے تو جس طرح کی بشارت یہاں فرمائی جا رہی ہے اسی طرح جماعتوں کی پابندی بھی ایمان کی علامت ہے تو اس پر بھی بشارت ہے قیامت کے روز نور کی اور نجات عطا کی جائے گی۔

٭ ٭ ٭

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ

کیا وقت نہیں پہنچا ایمان والوں کو کہ گڑگڑاویں انکے دل اللہ کی یاد سے

وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا

اور جو اترا سچا دین اور وہ نہ ہوں جیسے جن کو کتاب

الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ

ملی اس سے پہلے پھر لمبی گذری ان پر مدت پھر سخت ہو گئے

قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿١٦﴾ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

انکے دل اور بہت ان میں بے حکم ہیں جان رکھو کہ اللہ

يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ

جلاتا ہے زمین کو انکے مرے پیچھے ہم نے کھول سنائے تم کو پتے اگر تم کو

تَعْقِلُونَ ﴿١٧﴾ إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا

بوجھ ہے تحقیق جو لوگ خیرات کرنے والے مرد اور عورتیں اور قرض دیتے ہیں

اللہ

اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ

اللہ کو اچھی طرح قرض ، انکو ملتا ہے دونا ، اور انکو ثواب ہے

كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ

عزت کا ، اور جو لوگ یقین لائے اللہ پر اور سب اسکے رسولوں پر وہی ہیں

هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَاۗءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ

سچے ایمان والے اور احوال بتانے والے اپنے رب کے پاس ، انکو ہے

اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ

ان کا نیگ اور انکی روشنی ، اور جو منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری باتیں

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

وہ ہیں دوزخ کے لوگ

شکوۂ خداوندی از غفلت اہل اسلام وانہماک در نعمائے دنیا

قال اللہ تعالیٰ: اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ ... الیٰ ... اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ

(ربط) گزشتہ آیات میں میدانِ حشر کے کچھ مناظر بیان کئے گئے اور یہ کہ منافق اس وقت کیسی بے چینی اور کرب میں مبتلا ہوں گے اور اس وقت ایسی بے سروسامانی کا عالم ہوگا کہ اہل ایمان سے کچھ روشنی لینا چاہیں گے تو وہ بھی نہ مل سکے گی اور ہولناک تاریکیوں میں بھٹکتے ہی رہیں گے اب ان آیات میں مسلمانوں کو ایسی غفلت ولاپرواہی سے باز رہنے کی ہدایت فرمائی جارہی ہے اور یہ بھی واضح کیا جا رہا ہے کہ دنیا کی مادی نعمتیں غفلت کا باعث بنتی ہیں اور اہل کتاب اسی طرح عیش و عشرت میں پڑ کر خدا سے غافل ہو گئے تھے اور جب ان پر اسی حالت میں ایک طویل مدت گزر گئی تو ایمان و تقویٰ اور تعلق مع اللہ کی تمام صلاحیتوں کو انہوں نے کھو دیا اور انجام یہ کہ خدا کی اطاعت سے خارج ہو گئے تو عبرت کے لئے اہل کتاب کی ایک تاریخی مثال پیش کرنے کے بعد اس امر پر متنبہ کر دیا گیا کہ صدق اور نفاق ایک درجہ کے ساتھ وابستہ ہیں اور نفاق کا انجام روز محشر میں کیا ہوگا وہ بیان کر دیا گیا ارشاد فرمایا۔

اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

جان رکھو دنیا کا جینا یہی ہے

لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِينَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ

کھیل اور تماشا اور بناؤ اور بڑائیاں کرنی آپس میں اور بہتات

فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ ۖ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ

ڈھونڈنی مال کی اور اولاد کی جیسے حالت ایک مینہ کی جو خوش لگا کسانوں کو

نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ

اس کا سبزہ آگ پھر زور پر آتا ہے پھر تو دیکھے زرد ہو گیا پھر ہو جاتا ہے

حُطَامًا ۖ وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ

روندا ہوا اور پچھلے گھر میں سخت مار ہے اور معافی بھی ہے

مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۚ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ

اللہ سے اور رضامندی اور دنیا کا جینا تو یہی ہے پونجی

الْغُرُورِ ﴿٢٠﴾ سَابِقُوا إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ

دغا کی دوڑو اپنے رب کی معافی کو اور بہشت کو

عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۙ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ

جس کا پھیلاؤ ہے جیسے پھیلاؤ آسمان اور زمین کا رکھی ہے واسطے انکے

اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ۚ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ

جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر یہ بڑائی اللہ کی ہے دیوے جس کو

يَّشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢١﴾ مَا أَصَابَ

چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے کوئی آفت نہیں

مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ

پڑی ملک میں اور نہ آپ تم میں جو نہیں لکھی

كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٢٢﴾

ایک کتاب میں پہلے اس سے کہ پیدا کریں ہم انکو بیشک یہ اللہ پر آسان ہے

لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ

تاکہ تم غم نہ کھایا کرو اس پر جو ہاتھ نہ آیا اور نہ شیخی کیا کرو اس پر جو تم کو اس نے دیا

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ﴿٢٣﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ

اور اللہ کو خوش نہیں آتا کسی اترانے بڑائی مارنے کو وہ جو آپ نہ دیں

وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ

اور سکھا دیں لوگوں کو نہ دینا اور جو کوئی منہ موڑے تو اللہ آپ

هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٢٤﴾

ہے بے پروا سب خوبیوں سراہا

تمثیل بے ثباتی دنیا و عظمت خداوند خالق کائنات و تعلیم صبر و قناعت و تاکید فکر آخرت

قال اللہ تعالیٰ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ... الیٰ ... هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔

ربط: گذشتہ آیات میں انسان کا دنیوی نعمتوں اور راحتوں میں لگ کر یاد خدا اور فکر آخرت سے غفلت و لاپرواہی برتنے پر تنبیہ فرمائی گئی تھی اور یہ کہ یہ طریقہ اہل کتاب کا تھا اہل ایمان کو یہ بات زیب نہیں دیتی اب ان آیات میں دنیا اور دنیا کی لذتوں کی ناپائیداری کا بیان فرمایا جا رہا ہے اور اس کی بے ثباتی کا ایک نقشہ پیش کیا جا رہا ہے۔ تاکہ دنیا کی حقیقت بھی جانچی جا سکے۔ فرمایا۔

متاع زندگی درحقیقت دھوکہ ہی کا سامان ہے تو انسان کو چاہئے کہ موت سے غافل نہ ہو آخرت کی فکر
میں لگا رہے اور دنیا کے دھوکہ میں مبتلا نہ ہو اس لئے بجائے دنیوی زندگی میں انہماک اور اسکے سازوسامان
کی فکر و تیاری کے اے لوگو! دوڑو اس مغفرت کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے اور اس
جنت کی طرف جس کا عرض آسمان و زمین کے پھیلاؤ کے برابر ہے وہ تیار کی گئی ہے ان لوگوں کے واسطے
جو اللہ پر اور اسکے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں یہ اللہ کا فضل و انعام ہے کہ وہ اپنی تمام کوششیں اور
دوڑ آخرت اور جنت کی نعمتوں کی طرف پھیر دے اور یہ کمال اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے جس کے واسطے
چاہے اس کا علم محیط ہے وہ جانتا ہے کہ کس میں اس نعمت کی صلاحیت ہے اور کون اس
صلاحیت اور سعادت سے محروم رہنے کے قابل ہے اور اللہ بڑے ہی فضل والا ہے جو اپنے انعامات
سے بندوں کو نوازتا ہے اور یہ فرمایا جاتا اور جنت کے انعامات اعمال کا بدلہ نہیں بلکہ محض اللہ کا فضل
و انعام ہے اور اس حقیقت کو بھی خوب سمجھ لینا چاہئے کہ جو بھلائی اللہ نے کسی کے واسطے مقدر
فرما دی وہ اسکو ضرور حاصل ہو کر رہے گی اور جو چیز کسی کے مقدر میں نہیں وہ کبھی بھی ہاتھ نہیں آسکتی
لہٰذا اگر کوئی خیر یا نفع کی چیز حاصل نہ ہو سکے تو اس پر غمگین و مضطرب ہونے کی ضرورت نہیں
اور نعمتوں کے حصول پر غرور و تکبر نہ کرنا چاہئے اور مصائب و آفات سے مضطرب و بے چین ہونا بھی غلط
ہے بلکہ یہ اعتقاد قلب کی گہرائیوں میں راسخ کر لینا چاہئے کہ کوئی بھی مصیبت ایسی نہیں ہے جو
زمین میں واقع ہو اور نہ کوئی ایسی مصیبت کہ جو تمہاری جانوں میں ہو مگر یہ کہ وہ اللہ کی طرف سے ایک
لکھی ہوئی کتاب میں ہوتی ہے قبل اس کے کہ ہم اسکو پیدا کریں اور ظاہر کریں اس وجہ سے دنیا میں ہر آفت
و تکلیف اور راحت و نعمت خدا کے لکھے ہوئے فیصلے ہی کے مطابق واقع ہوتی ہے بےشک یہ چیز
بہت ہی آسان ہے اے لوگو! یہ سب کچھ تم کو بتایا اور سمجھایا جا رہا ہے اسی وجہ سے کہ تم غم نہ کیا
کرو ان چیزوں پر جو تم سے فوت ہو جائیں اور نہ شیخی جتایا کرو ان چیزوں پر جو اللہ نے تم کو دی ہیں بلکہ
اللہ کے انعامات پر شکر کیا کرو اور آفات و مصائب کے آنے پر صبر کیا کرو اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا
ہر اس شخص کو جو شیخی جتانے والا بڑائی مارنے والا ہو ایسے لوگ کہ جو بخل کرتے ہیں خود بھی اور دوسروں
کو بھی آمادہ کرتے ہیں کہ وہ بھی بخل کریں یعنی ایسا رویہ اللہ سے اور اسکے احکام سے روگردانی کرنا ہے جو
شخص بھی اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت سے منہ موڑے گا تو اسکو اپنے انجام سے آگاہ ہونا چاہئے لہٰذا یہ
بھی سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تو ہر چیز سے بے نیاز ہر خوبی کے ساتھ موصوف ہے اسکا کسی کی نافرمانی نقصان نہیں
پہنچا سکتی اور نہ ہی اسکو کسی کی فرمانبرداری کی کوئی حاجت ہے اس لئے کسی بھی انسان کو اللہ کی عطا
کی ہوئی نعمتوں مال و دولت پر مغرور و متکبر نہ ہونا چاہئے اور نہ شیخی اور بڑائی جتانی چاہئے اور جو کچھ اللہ
نے مال عطا کیا ہے اسکو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے نہ یہ کہ بخل کرے بلکہ اور ظلم یہ کہ دوسروں کو
بھی بخل پر آمادہ کرے تو اس سے بڑھ کر انسان کے واسطے کوئی ہلاکت نہیں ہو سکتی ساتھ ہی اس کے

بھی عقیدہ قلب کی گہرائیوں میں راسخ کر لینا چاہئے کہ ہر راحت اللہ کا انعام ہے اس وجہ سے اس پر شکر گزار ہو اور ہر تکلیف و مصیبت اللہ ہی کے فیصلہ سے ہے اس لئے اس پر صبر و استقامت چاہئے اور خدا ہی سے اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے رجوع کرنا چاہئے کہ اس کی بارگاہ میں تضرع و زاری اور دعا و التجا میں مشغول ہو نہ یہ کہ بے صبری اور بے قراری اختیار کرے۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ

ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کر

وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ

اور اتارا ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کہ لوگ سیدھے رہیں

بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنٰفِعُ

انصاف پر اور ہم نے اتارا لوہا اس میں سخت لڑائی ہے اور لوگوں کے

لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ

کام چلتے ہیں اور تا معلوم کرے اللہ کون مدد کرتا ہے اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے

إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝٢٥ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَ

بے شک اللہ زور آور ہے زبردست اور ہم نے بھیجے نوح اور

إِبْرٰهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ

ابراہیم اور رکھی دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب

فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فٰسِقُونَ ۝٢٦ ثُمَّ قَفَّيْنَا

پھر کوئی ان میں راہ پر ہے اور بہت ان میں بے حکم ہیں پھر پیچھے بھیجے

عَلٰى آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ

ان کی پیچھاڑی پر اپنے رسول اور پیچھے بھیجا عیسیٰ مریم کا بیٹا

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

اور اسکو دی انجیل اور رکھی انکے ساتھ چلنے والوں کے

اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَۨ ابْتَدَعُوْهَا

دل میں نرمی اور مہر اور ایک دنیا چھوڑنا انہوں نے نیا نکالا

مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا

ہم نے اُن پر نہ لکھا تھا مگر چاہنے کو رضامندی اللہ کی پھر نہ

رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ

نباہا اسکو جیسا چاہئے نباہنا پھر دیا ہم نے انکو جو ان میں ایماندار تھے ان کا

اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۲۷ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

بدلہ اور بہت ان میں بے حکم ہیں اے ایمان والو

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ

ڈرتے رہو اللہ سے اور یقین لاؤ اسکے رسول پر دیوے تم کو دو حصے

مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ

اپنی مہر سے اور رکھ دے تم میں روشنی جس کو لئے پھرو اور

يَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۸ لِّئَلَّا يَعْلَمَ

تم کو معاف کرے اور اللہ معاف کرنے والا ہے مہربان تا نہ جانیں

اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ

کتاب والے کہ پا نہیں سکتے کچھ اللہ کا فضل

اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ

اور یہ کہ بڑائی اللہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے جس کو چاہے

بہ

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

اور اللہ کا فضل بڑا ہے

بعثت انبیاء علیہم السلام برائے ہدایت عالم و عطاء اسباب رشد و فلاح

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۔۔۔ الٰی ۔۔۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

ماقبل کی آیات میں دنیا اور دنیا کی ہر راحت و نعمت کی ناپائیداری اور بے ثباتی کا ذکر تھا اور یہ کہ انسان کو چاہئے کہ آخرت کی فکر کرے، دنیا میں سراسر دھوکہ ہے کہ اس سے غرور و تکبر اور غفلت میں پڑ جاتا سب سے بڑی اور بہلک غلطی ہے تو اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ خداوند رب العزت نے تو ہمیشہ ہی تخلیق عالم کے بعد سے اپنے رسولوں اور پیغمبروں کو بھیجا ان پر کتابیں نازل کیں اور ہدایت و دلائل بھی دیئے تاکہ انسان کو رشد و فلاح کی منزل حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آسکے تو ارشاد فرمایا۔

بے شک ہم نے بھیجا ہے اپنے رسولوں کو نشانیاں دیکر اور انکے ساتھ کتاب اتاری اور ترازو کہ لوگ عدل و انصاف قائم کریں کتاب ہدایت سے ہدایت کی باتیں سیکھیں اور اس پر عمل کر کے سیدھی راہ اختیار کریں جس سے نجات و کامیابی حاصل ہو اور ترازو بھی اتاری اسکے ذریعہ ہر عمل اور قول عقیدہ و اخلاق اور معاملہ تولا جاسکے اور معلوم ہو سکے کہ کونسی چیز حق ہے اور کونسی باطل اور کون سا طریقہ معتدل اور افراط و تفریط کے درمیان ہے اور کون سا طریقہ انصاف اور حق کے معیار سے گرا ہوا ہے جس طرح کہ حسی ترازو سے اشیاء کی برابری معلوم ہوتی ہے اور کمی و زیادتی کا علم اس کے پلڑے کے جھکاؤ اور اعتدال سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح اس نازل کردہ میزان ہدایت سے ہر قول و عمل کا درست اور ہر چیز کا معیار مستقیم پر ہونا معلوم ہو سکتا ہے اور شریعت کی یہ ترازو کتاب و سنت کے جملہ اعمال کے حسن و قبح کو ٹھیک ٹھیک جانچ تول کر بتاتی ہے اور ہم نے اتارا لوہا کہ زمین میں اسکی کانیں پیدا کیں جس میں بہت سختی ہے اور منافع بھی ہیں لوگوں کے واسطے کہ لوہے سے اسلحہ اور سامان حرب تیار کیا جا سکتا ہے جس سے جہاد و قتال ہوتا ہے اور کفار و اعداء پر اسکے ذریعہ سختی و شدت واقع کی جاتی ہے اور ساتھ ہی اسکے ذریعہ لوگوں کی معیشت کے بہت سے مادی فوائد و منفعتیں بھی وابستہ ہیں یہ سب کچھ اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں تاکہ لوگ اسکی عظمت و قدرت پر ایمان لائیں اور اسکی اطاعت کریں اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ کون مدد کرتا ہے اسکی اور اسکے رسولوں کی بغیر دیکھے بے شک اللہ تعالیٰ بڑی ہی قوت والا غالب و عزیز ہے اسکی

قوت و عزت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی حقیقت نہیں اور کافروں کی مجال نہیں کہ اللہ کو اور اس کے رسولوں کو مغلوب کرسکیں، یہ پیغمبری اور کتب ہدایت نازل کرنے کے لیے اللہ نے اپنی ہی حکمت سے اپنے رسولوں کو منتخب کیا۔

اور اسی طرح ہم نے بھیجا نوح اور ابراہیم کو اور رکھ دیا ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت کو اور کتاب کو ان دونوں کو اسی طرح نبوت و رسالت اور آسمانی کتابیں نازل کرنے کے لیے چن لیا کہ ان ہی کی اولاد میں رسالت اور سلسلۂ نبوت رہے تو ان کے بعد یہ دولت ان دونوں کی اولاد سے باہر نہ جائے اب ان کے بعد جتنے رسول بھیجے تو انہی کی نسلوں میں سے، پھر بہت سے راہ راست پر آگئے اور بہت سے ان میں سے نافرمان رہے۔

پھر پیچھے بھیجے ان کے بعد بھیجا ان ہی کے نقش قدم پر چلنے کے لیے اپنے رسول اور ان سب کے بعد بھیجا عیسیٰ ابن مریم کو اور ان کو ہم نے انجیل دی جن پر انبیاء بنی اسرائیل کو ختم فرما دیا اور ڈال دی ہم نے ان لوگوں کے دلوں میں جو ان کے تابع ہوئے نرمی اور مہربانی جنہوں نے ان کی اتباع کی اور رہبانیت ترک علائق دنیویہ کو بطور خود اختیار کرلیا جو انہوں نے نئی نکالی تھی ایک تو وقت سے پہلے ہو گئی تھی جس کو ہم نے ان پر مقرر نہیں کیا تھا انہوں نے اپنے طور پر دنیوی تعلقات سے علیحدگی اور جنگلوں اور غاروں میں زندگی گزارنے کا طرز اختیار کیا ہم نے تو ان پر صرف اللہ کی رضا مندی حاصل کرنا مقرر کیا تھا لیکن وہ اس کو نباہ نہ سکے جیسا کہ اس کو نباہنے کا حق تھا پھر ہم نے ان لوگوں میں سے ایمان لانے والوں کو اجر دیا جو ایمان پر قائم رہے اور اللہ کے احکام کی پیروی کرتے رہے اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہوئے اور اسحاق اور انبیاء بنی اسرائیل کا سلسلۂ نبوت حضرت عیسیٰ ابن مریم پر ختم ہو جانے کے بعد اللہ نے اولاد اسماعیل میں خاتم الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور حکم ہوا۔

اے وہ لوگو! جو پہلے انبیاء پر ایمان لاتے ہو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول کو جو آیا پر ایمان لاؤ تو وہ تم کو اپنی رحمت میں سے دو حصے دے گا اور تم کو وہ نور دے گا جس کو تم لیے پھرو گے کہ دنیا میں بھی وہ نور تمہارے ساتھ ہوگا اور نور ہدایت سے تمہاری زندگی منور اور مزین ہوگی اور آخرت میں یہ نور تمہارے ساتھ رہے گا اور تمہاری مغفرت بھی کرے گا اور اللہ تو بڑا ہی معاف کرنے والا مہربان ہے۔

یہ سب کچھ اللہ نے بیان کر دیا تاکہ جان لیں اہل کتاب اس بات کو کہ وہ اللہ کے فضل میں

ف بالعموم مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ لِّئَلَّا یَعْلَمَ میں لا زائد ہے اور مقصد یہ کہ جان لیں اپنے عاجز اس عجز کو اہل کتاب کے پیچھا تا مقصود ہے یہ کہ نہ جانیں تو اکثر حضرات مفسرین سلف یہاں لِئَلَّا یَعْلَمَ کا ترجمہ یہ کرتے ہیں یعنی تا کہ جان لیں اہل کتاب الخ لیکن حضرت شاہ صاحب

سے کسی چیز پر قادر نہیں ہیں اور اس امر سے اگر لاعلمی اور غفلت نہ ہو کہ وہ اللہ کے فضل پر قادر نہیں بلکہ اللہ کا فضل سب کا سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے جسکو چاہے وہ عطا کرے اسی لئے اگر اللہ نے بنی اسرائیل سے نبوت کو ختم کر کے اولاد اسماعیل میں نبوت رکھ دی تو اہل کتاب کو اس پر کسی درجہ میں بھی تذبذب نہ کرنا چاہئے نبوت و رسالت کا فضل اور ہر قسم کی بزرگی اللہ کے قبضہ میں ہے جسکو چاہے وہ بزرگی دیدے اور جسکو چاہے عطا کر دے اور اسی طرح اہل کتاب میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے والوں کو دوگنا اجر و ثواب دینا بھی اللہ کا فضل و انعام ہے وہ جس کو چاہے اپنے انعام سے نوازے کسی کی مجال نہیں کہ اسکے انعام کو روک سکے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل و انعام والا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ثَلٰثَةٌ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَیْنِ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِیِّهٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ مَمْلُوْکٌ اَدّٰی حَقَّ اللّٰهِ تَعَالٰی وَحَقَّ مَوَالِیْهِ وَرَجُلٌ کَانَتْ عِنْدَهٗ اَمَةٌ فَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ تَادِیْبَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا الحدیث (صحیح بخاری)

(ترجمہ) تین شخص ایسے ہیں جنکو دوگنا اجر دیا جائے گا ایک شخص اہل کتاب میں سے جو اپنے پیغمبر پر بھی ایمان لایا تھا پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا دوسرا مملوک غلام جو اپنے آقاؤں کا حق بھی ادا کرتا ہے اور خدا کا بھی حق ادا کرتا ہے اور تیسرا وہ جسکے پاس باندی تھی جسکو اس نے اچھی تعلیم دی ادب سکھایا پھر اسکو آزاد کیا اور اس سے نکاح کر کے اسکو اپنی منکوحہ بنایا تو یہ لوگ دوگنا اجر و ثواب پائیں گے۔

الغرض اہل کتاب کا اپنی شریعت اور کتاب پر ایمان لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ماننا اور آپکے دین پر عمل کرنا بہت ہی قابل قدر عمل ہے تو اس پر دوگنے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا

لوہے کی سختی اور اس کے منافع

اس مقام پر حق تعالیٰ نے لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ سے اپنے رسولوں کی بعثت کا ذکر

نے اس جگہ لفظ لا کو اپنے معنی پر برقرار رکھتے ہوئے زجاجی سے ترجمہ کیا ہے تو اس صورت میں کلام کی تقدیر اس طرح ہوگی۔ لئلا یکون هذا الامر ان لا یعلم اور نفی کی نفی اثبات کو مفید ہے اور ترجمہ کی تقدیر یہ ہوگی تاکہ یہ بات واضح ہو کہ وہ اہل کتاب اس حقیقت کو بخوبی جان لیں اور یقین کر لیں کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کسی چیز پر بھی قادر نہیں کہ اس کو روک لیں یا جسکو چاہیں دے دیں اور جسکو نہ چاہیں نہ دیں چنانچہ ترجمہ کے بعد الفاظ فوائد میں اسی کی طرف اشارہ ہے واللہ اعلم بالصواب ۱۲

اہل کتاب نصاریٰ کی رہبانیت

آیت وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً میں حضرت عیسیٰ بن مریم اور انجیل کی پیروی کرنے والوں کا ذکر فرمایا گیا کہ انکے دلوں میں ہم نے نرمی اور مہربانی کی صفت رکھ دی تھی یہ وصف پسندیدہ تھا اور ایمان کے آثار میں سے ایک پاکیزہ اثر تھا لیکن اصل ایمان اور اسکی روح پیغمبر خدا کی اتباع ہے اور جو ہدایات اللہ نے نازل کیں انکی پیروی کرنا ہے اپنے جذبات سے خلاف شرع کسی چیز کو ثواب سمجھ کر اختیار کر لینا کوئی نیکی نہیں بلکہ یہ تو بدعت ہے جسکو نہ اللہ پسند کرتا ہے اور نہ اسکے رسول کی تعلیم ہوتی ہے۔

چنانچہ نصاریٰ میں سے بعض نیک طبیعت لوگوں نے رہبانیت اور دنیوی علائق کا ترک اختیار کر لیا جس کا انکو حکم نہیں دیا گیا تھا پھر وہ اسکو نباہ نہ سکے جسکا انجام یہ ہوا کہ اہل اللہ کی ہدایت سے منحرف ہو گئے اور دین صحیح کو چھوڑ کر بدعات میں مبتلا ہو گئے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت تخریج کی ہے جس کا مضمون ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ایک دفعہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اے ابن مسعودؓ جانتے ہو کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں متفرق ہو گئے جن میں سے صرف تین گروہ نجات پانے والے ہیں باقی سب ہلاک ہو گئے [illegible] حضرت عیسیٰ بن مریم [illegible] جہاد [illegible] اور [illegible] وہ گمراہ ہو گئے [illegible] ایمان [illegible] تو ان میں سے ایک جماعت نے جابروں کے ساتھ مقابلہ کیا اور شہید کر دیئے گئے اور اس جماعت نے صبر کیا اللہ کے فضل سے نجات پائی پھر ایک دوسری جماعت اٹھی جن میں جہاد اور مقابلہ کی قوت تو نہ تھی لیکن اپنے بادشاہوں اور جابروں کے سامنے پہنچ کر انکو دین کی دعوت دی جس کے باعث ان لوگوں پر ظلم وستم ڈھائے گئے حتیٰ کہ انکو شہید کیا گیا آروں سے انکے بدن چیرے گئے اس گروہ نے بھی صبر کیا اور نجات پائی پھر ایک تیسری جماعت آئی اس میں بھی مقابلہ اور قتال کی طاقت نہ تھی اور وہ اپنی زندگی اور ایمان میں عدل و اعتدال کو قائم رکھ سکے جس کے واسطے ترازو اتاری گئی تھی تو یہ لوگ آبادیاں چھوڑ کر پہاڑوں بیابانوں میں نکل گئے اگرچہ انکا ارادہ نیک تھا لیکن وہاں رہبانیت کو نباہ نہ سکے (تفسیر ابن کثیر ج ۴)

چاہئے تو یہ تھے کہ اللہ کی رضامندی حاصل کریں یا حکم تو انکو اللہ کی رضامندی ہی حاصل کرنے کا دیا گیا تھا مگر اسکے برعکس انہوں نے از خود رہبانیت اختیار کر لی اور پھر اسکا حق ادا نہ کر سکے اصل رہبانیت اور علائق دنیویہ سے تعلق قطع کر دینا تو اللہ کی فرماں برداری کا نام ہے اور اپنے نفس کی فرمانبرداری کو

اللہ کی خوشنودی کے کام کرنے کیلئے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کچھ ایسے بادشاہ آئے جنہوں نے تورات و انجیل میں تحریف کی اور اپنی مرضی کے مطابق رد و بدل کیا تو ان میں کچھ لوگ ایمان والے تھے اور وہ اس تحریف و تبدیل سے اختلاف کرتے اور اصل اللہ کے حکم کی پیروی کرتے اور ان ہی کو بیان کرتے تو ان بادشاہوں سے یہ کہا گیا کہ اس قسم کے لوگ آپ کی بہت سخت توہین کرتے ہیں اور آپ کو برا بھلا کہتے ہیں وہ کہتے ہیں وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ یعنی آپ کو گمراہ و کافر کہتے ہیں اور آپ کے اعمال و افعال پر طعن بھی کرتے ہیں تو آپ ان لوگوں کو کہیں کہ اس طرح پڑھیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں اور ایمان اسی طرح لائیں جس طرح ہمارا ایمان ہے اور انکو مجبور کیا کہ یا تو ہماری بات مانو ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے، اس پر بعض گروہ نے رہبانیت اختیار کرلی کسی نے اپنے لئے کوئی طریقہ اختیار کیا اور کسی نے کوئی دوسرا اختیار کیا تو اس آیت مبارکہ میں ان ہی ایمان والوں کی رہبانیت کا ذکر ہے۔ تفصیل کیلئے روح المعانی، تفسیر ابن کثیر اور تفسیر قرطبی کی مراجعت فرمائیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر امت کے لئے رہبانیت ہے لیکن میری اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لا تشددوا علی انفسکم فیشدد اللہ علیکم فان قوما شددوا علی انفسہم فشدد اللہ علیہم فتلک بقایاہم فی الصوامع والدیار رہبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیہم۔ اے لوگو تم اپنے اوپر سختی نہ کرو ورنہ اللہ تم پر سختی کرے گا ایک قوم تھی جنہوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ نے بھی ان پر سختی فرمائی تو یہ لوگ انہی میں کے کچھ باقی ماندہ ہیں جو صومعوں اور گرجاؤں میں راہب بنے ہوئے ہیں جو انہوں نے خود اختیار کی تھی ہم نے ان پر اسکو لازم نہیں کیا تھا آپ نے اسی وجہ سے اپنی شریعت کے سہل اور آسان ہونے کو تمام سابقہ شریعتوں کے بالمقابل ایک خاص امتیازی وصف بیان فرمایا۔

تم بحمد اللہ تفسیر سورۃ الحدید

ستائیسویں پارے کی تفسیر بحمد اللہ مکمل ہوئی